



مضامین حضرت علامہ اشرف الہی کی مختصراً

تاریخ و سیرت	اصلاحی ماحشری ناول	اصلاحی ماحشری ناول	کلیات کی مستکملیں	نمائندہ کتابیں	تصانیف و تراجم
۱۔ اہم کمال	۱۔ مہیات صالحہ	۱۔ بنت الوقت	۱۔ عصمتی ہسترون	۱۔ عصمتی کرد و شہ	۱۔ جمال ہشتیں
۲۔ سید کمال	۲۔ سائل مہاراجن	۲۔ سرسید غریب	۲۔ مشعل شعلہ کمانے	۲۔ عصمتی کشیدہ	۲۔ گلشن خاتون دہانے
۳۔ الزحراء	۳۔ صبح زندگی	۳۔ فناء سعید	۳۔ عصمتی ہند کھیا	۳۔ گلزار و فشاں	۳۔ پیکر وفا
۴۔ نوبتِ بزمِ یاد و یادگار	۴۔ شامِ زندگی	۴۔ حوصلہ نشدہ	۴۔ ہشت	۴۔ گلستا کشیدہ	۴۔ کجڑی بیسی
۵۔ ۱۰۰۰ خاتون	۵۔ شہرِ زندگیدہ	۵۔ توشیح طالی	۵۔ ہجرت کے کھلنے	۵۔ گلشنِ زہرہ	۵۔ نعتِ محمدیہ
۶۔ امیں ۱۰۰۰ دیکھی	۶۔ زمستِ زندگی	۶۔ ساتِ دہویہ کے گلستا	۶۔ ہماروں کے گلے	۶۔ گلستانِ خیالی	۶۔ شہرِ یوں یا زہرہ
۷۔ دلی کی آخری جہاز	۷۔ طوفانی حیات	۷۔ فدا کی شہزادی	۷۔ حاکم کمانے	۷۔ موتیوں کا کام	۷۔ سرگشتِ احمر
۸۔ نرم رشتہ گاہ	۸۔ جوہرِ قدرت	۸۔ سبکدوش	۸۔ حضرت امیرِ مومنین	۸۔ سرستارہ کا کام	۸۔ قمرِ رانسا
۹۔ ۱۰۰۰ داستانِ مارینہ	۹۔ سستی	۹۔ سوک کا چٹا	۹۔ دولتِ ہر تو بانیل	۹۔ اونی کا کام	۹۔ مومنی
۱۰۔ نازی مصنفین	۱۰۔ بابِ ہمس	۱۰۔ سووون	۱۰۔ تکرار کی لکھنے	۱۰۔ گلستا تارکشی	۱۰۔ نعتِ محمدیہ
۱۱۔ کامِ اہل	۱۱۔ عروسِ کرب	۱۱۔ تفسیرِ عصمت	۱۱۔ تصانیفِ فنی	۱۱۔ گراں سپرور	۱۱۔ نعتِ محمدیہ
۱۲۔ شمسِ حق	۱۲۔ یاسینِ شام	۱۲۔ انگوٹھی کا مار	۱۲۔ دودھ کی قیمت	۱۲۔ شہنشاہِ سورن گاری	۱۲۔ نعتِ محمدیہ
۱۳۔ افسانے	۱۳۔ محبوبِ خداوند	۱۳۔ مہاراجی ترن	۱۳۔ دھماکی خاوی	۱۳۔ خوش کی دستکاری	۱۳۔ نعتِ محمدیہ
۱۴۔ والی لکھنے	۱۴۔ تیج کمال	۱۴۔ عبتہ کا گرتہ	۱۴۔ تصانیفِ راقی	۱۴۔ گری کا بیک کام	۱۴۔ نعتِ محمدیہ
۱۵۔ دیور اسلام	۱۵۔ شہنشاہِ کھیل	۱۵۔ ویدیائی سرگشت	۱۵۔ دواغِ مانشہ	۱۵۔ وصل کا کام	۱۵۔ نعتِ محمدیہ
۱۶۔ سیاسی صحافی کی مضمون	۱۶۔ منظرِ اہل	۱۶۔ چار عالم	۱۶۔ عصمت کی کہانی	۱۶۔ عورتوں کی حاصل کمال	۱۶۔ نعتِ محمدیہ
۱۷۔ شہید	۱۷۔ شاہین و ذراغ	۱۷۔ مختصر ناول کے مجموعے	۱۷۔ نعتِ مولانا سیاب	۱۷۔ زبیر خانہ	۱۷۔ نعتِ محمدیہ
۱۸۔ یادگارِ مہد	۱۸۔ درِ شہزاد	۱۸۔ جوہرِ عصمت	۱۸۔ زبیر خانہ	۱۸۔ شہنشاہ خانہ	۱۸۔ نعتِ محمدیہ
۱۹۔ عالمِ سوان	۱۹۔ خدایا فانی	۱۹۔ سیدِ مشکِ بزم	۱۹۔ آفتابِ رحمت	۱۹۔ شہنشاہ خانہ	۱۹۔ نعتِ محمدیہ
۲۰۔ سیاستِ ہند	۲۰۔ مانی مشہ	۲۰۔ طوقِ انک	۲۰۔ شہابِ زندگی	۲۰۔ شہنشاہ خانہ	۲۰۔ نعتِ محمدیہ
۲۱۔ انصاف کی تفریقِ مجموعے	۲۱۔ روایتِ نئی	۲۱۔ نظریاتِ انک	۲۱۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۲۱۔ شہنشاہ خانہ	۲۱۔ نعتِ محمدیہ
۲۲۔ عروسی شوق	۲۲۔ دواغِ نئی	۲۲۔ خدائی راج	۲۲۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۲۲۔ شہنشاہ خانہ	۲۲۔ نعتِ محمدیہ
۲۳۔ گدائی میں سہل	۲۳۔ نظموں کے مجموعے	۲۳۔ نسوانی زندگی	۲۳۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۲۳۔ شہنشاہ خانہ	۲۳۔ نعتِ محمدیہ
۲۴۔ سلطانِ محبت کے حقوق	۲۴۔ رد و انفس	۲۴۔ گلستاِ عجب	۲۴۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۲۴۔ شہنشاہ خانہ	۲۴۔ نعتِ محمدیہ
۲۵۔ ناز و زار	۲۵۔ گرفتِ انفس	۲۵۔ گوہرِ مقصود	۲۵۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۲۵۔ شہنشاہ خانہ	۲۵۔ نعتِ محمدیہ
۲۶۔ بلبلِ میاں	۲۶۔ گرفتِ انفس	۲۶۔ گردابِ حیات	۲۶۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۲۶۔ شہنشاہ خانہ	۲۶۔ نعتِ محمدیہ
۲۷۔ سانسِ مومنی	۲۷۔ ادبِ لطیف و اشا	۲۷۔ باطلِ حیات	۲۷۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۲۷۔ شہنشاہ خانہ	۲۷۔ نعتِ محمدیہ
۲۸۔ شادی کا انتخاب	۲۸۔ کلبہ حزیں	۲۸۔ وادانہ	۲۸۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۲۸۔ شہنشاہ خانہ	۲۸۔ نعتِ محمدیہ
۲۹۔ فریبِ ہستی	۲۹۔ لڑکیوں کی اشا	۲۹۔ شبِ دہساز	۲۹۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۲۹۔ شہنشاہ خانہ	۲۹۔ نعتِ محمدیہ
۳۰۔ بے لکھی کا آری دن	۳۰۔ سہلی ہوئی بستی	۳۰۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۳۰۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۳۰۔ شہنشاہ خانہ	۳۰۔ نعتِ محمدیہ
۳۱۔ چمن کی مغرب	۳۱۔ لڑکیوں کا انتخاب	۳۱۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۳۱۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۳۱۔ شہنشاہ خانہ	۳۱۔ نعتِ محمدیہ
۳۲۔ کجڑی چلی پٹیاں	۳۲۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۳۲۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۳۲۔ نعتِ صاحبِ زادہ	۳۲۔ شہنشاہ خانہ	۳۲۔ نعتِ محمدیہ

عصمت بک پوولی

دہلی
عصر
رسالہ

فہرست مضامین

۱۷	چندہ پائیں	۱	یڈیر	۱۷	مولانا محوی صدیقی
۱۸	نقطہ نظر پر دھریز	۲	مرز خان سرت صاحب و رگوئی	۱۸	مناظرب و صاحبہ شفی فاضل
۱۹	شادی یا بربادی	۳	حضرت صدر مدرسہ ایچی رتہ اللہ علیہم	۱۹	مرزا حفصہ لکھنوی صاحب
۲۰	جنگ و امن	۴	سید بن جن صاحب شرافت	۲۰	گن صاحبہ
۲۱	بھانجی (ڈراما)	۵	آمنہ نازی صاحبہ دبستان فضل	۲۱	مرح صاحبہ یاسینی
۲۲	روح سے خطاب نظم	۶	محمد خوب صدیقی صاحب بی اے	۲۲	حبیبہ بیگم صاحبہ
۲۳	بدھ بیراگ	۷	کمالا جٹرنی صاحبہ	۲۳	نجمہ رحمت اللہ صاحبہ بی اے
۲۴	جنگ عالمگیر نظم	۸	اردو ک چند صاحب محروم	۲۴	نر سید صاحبہ بی اے
۲۵	ڈاکہ	۹	دھرو خان لون صاحبہ	۲۵	منشی دیپ تران سنگھ
۲۶	برائیوں کی جڑ	۱۰	ظفر جہاں بیگم صاحبہ	۲۶	فریسنس
۲۷	ضد بیکت	۱۱	ایس بی طاہرہ صاحبہ	۲۷	خانہ درمی
۲۸	ہوائی حملے	۱۲	محمد احمد صاحب سبزواری مے	۲۸	سہہ بین
۲۹	آرزوئے دل نظم	۱۳	صفیہ شمیم صاحبہ	۲۹	بزم عصمت
۳۰	نعت (نظم)	۱۴	اختر شیرانی صاحب	۳۰	منشرف
۳۱	تعمیر و ترمیم	۱۵	صفرا صاحبہ بہتستانی	۳۱	توربین

چند سالانہ پیشگی۔ مع محصول و اک چار روپے
 فتم خاص۔ اعلیٰ کاغذ کا پینٹن غلہ رو سات سو ست روایں بہت ناز۔ ممالک غیرت یک ہونڈ
 ایک غیرت اس سنگ

کافور کی گرانی عصمت بک دہلی میں نہایت بڑی دولت مند تھیں۔ یہ عصمت کی والدہ کرستی تھیں۔
عصمت بک دہلی ہندوستان بھر میں سب سے بڑی نہ دارالشفاعت تھیں جہاں شریف بیگمات کے
عصب کی کتابوں کے علاوہ حضرت علامہ رشید خدیجی علیہ الرحمۃ کی کام قصبہ بنف درہو کے۔ مورخین کی یکنیزہ دینی علمی کتابیں بھی تھیں
رہیں۔ البتہ بڑی نامور اور مخرب افق اور ماہر مذاق کی کتابیں عصمت بک دہلی فرما نہیں کرتی۔ محض اداک خیر مدار۔

(۱) جہد مذاق الخیر فی البدئہ۔ پرنسٹن۔ مہستہ رنجوب مطبع دہلی میں چھپ کر ذقہ عصمت کوچ جلیاں سے شائع ہوا۔

چند باتیں

۱۹۲۲ء عصمت کی زندگی کا نہایت خطرناک سال تھا۔ دو دفعہ بے بی عصمت کی زندگی خطرے میں پڑ چکی ہے۔ ۱۹۱۷ء کی تیس زدگی کے بعد رسالہ کا جاری رہنا جرت انگیز تھا۔ ۱۹۲۲ء میں جب خرمہ خاتون اکرم، نیاست رخصت ہو گئیں اور خاکسار ڈسٹرکٹ سٹاٹ ۱۰ ملک کام نہ کر سکا تو کہ امبدھی کہ عصمت کا مستقبل ماضی کی یاد دل سے بھد دے گا۔ ۱۹۲۲ء ان دونوں موقعوں سے زبائد خطرناک تھا۔ ان وجوہ سے کہ مرکزی اور صوبائی حکومتیں، ولایت ریاست سے ۱۰ لٹ بندہ متحمل مگر شہرت پسند افراد سے، فکھائے نعیم سے، اشتہارات اور فلم کمپنیوں سے، دواؤں اور ہر قسم کی کتابوں کی فروخت سے، پرنٹنگ اور فٹروں سے، غرض اخبارات و رسائل کی آمدنی کے جو ذرائع ہیں۔ عصمت ان سب سے قطعی محروم ہیں۔ اور اس کی آمدنی بے صرف خریداروں کا سالانہ مقررہ چندہ۔

۱۹۲۲ء میں جب اور امتیاز سے قطع نظر کر کے کاغذ کی گرانے کی کیفیت رہی کہ سادہ اور پیور کا کاغذ ۳۵ اور ۴۲ روپے خریدا، ٹرانز اسلہ کا چندہ ۱۰ روپیہ سے بڑھا کر ۱۵ روپے کر دیا۔ جب ہی رسالہ نقصان سے نہ بچ سکتا تھا۔ عصمت اگر تجارتی پرچہ ہوتا تو یقیناً ہزاروں روپیہ کے نقصان سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ جو اس سال بھی تھا۔ بڑا لیکن عصمت کی روایات میں عصمت کی مصروفی میں، عصمت کی آن میں فروغ آ جانا۔ ۱۹۲۳ء کی خوفناک، گرانی سے عصمت کی شان جاتی رہی۔ لیکن خدا کا شکر ہے اس کی آن ابھی باقی ہے۔

۱۹۲۳ء کا آخری زجن حالات میں ہو رہا ہے۔ وہ بہت نہایت ہو رہا ہے جو حالات آج ہیں کل میں تہزود سروس میں موبائے کامیابی ہے لیکن ہم بھی اللہ تعالیٰ کے رحم سے

صفحہ ۳ کا بقیہ

اس سہ کے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔ اور میں اس کو اچھی طرح جانتی ہوں کہ والدین لڑکی کے دشمن نہیں ہوتے اور انجام بھی دیکھتے رہتے ہیں۔ لیکن باوجود اس علم کے بھی اس غلطی سے خود مرتکب ہوئے۔ اس کا سبب بھی یہ ہے کہ وہ کوار پتہ سے گھبرا جاتے ہیں۔ خدا خواستہ بیٹوں کے مصارف وغیرہ سے نہیں بدلتے ان کو دیکھ دیکھ کے خون خشک ہوا جاتا ہے کہ عمر گزر رہی ہے اور کوئی نصیب نہیں ہوتا۔ اول تو یہ نصیب ہی نہیں اور اگر کھولا جھٹکا آج بھی گیا تو وہ اس قسم کا بوز ہے کہ یا نو دو لھامیاں بدھے پھونس میں یا سپی بیوی درختے موجود ہیں۔ مجبوراً ان ہی پیروں میں سے کسی کسی کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ مگر سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ کیوں یہ انتخاب کیا جائے۔ اور اس پر غور نہ کیا جائے کہ آخر اس درد کا علاج کیا ہے۔ پہلے اس کے اسباب پر غور کریں اور پھر علاج پر بعض لی رائے میں اس کی وجہ پروردہ کی سختی ہے اور وہ اس قدر کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس گھر میں لڑکی کا وجود ہے یہ رائے کیسی ہے؟ اس سے بحث نہیں لیکن اس تکلیف کا اصلی سبب محوم ہونا چاہیے۔ تاکہ لڑکیاں اس مصیبت سے چھٹکارا پائیں۔

(رشادی کا انتخاب)

تفہیمِ شریعت

مناہب مرزا عثمان اشرف گوریگانی

نوٹ: اس سہ ماہی کے ہر ایک - فقرہ سے عہدہ ۱۰۰ روپے پر مقرر ہے۔

سنہ یک ہزار ہوسو چالیس اور مہینہ کہ ختم نہیں کیا ہے۔

۱) دیکھ کر رسالہ عصمت بشتیس سال سے (۲) باجہرہ رنگین و فیروزہ جبین ہر برس شائع ہو رہا ہے۔ (۳) حرمت و اعزازِ مستورات کے واسطے۔ (۴) مذہبِ تہذیب و شہور دورانِ رسالہ ہے۔ (۵) شریف و سہولتِ نسب ہنر و سنانی سیرت کی۔ (۶) نیز رد و مہذب کی جو خوب بار خدات۔ (۷) ہندوستان کے اس شہور و مبارک رسالے کے نام ہیں۔ (۸) فی الجملہ وہ ہر ایک شخص پر باہر ہو رہے ہیں۔ (۹) اگر اسی قدر رسالہ عصمت کی بدولت۔ (۱۰) رکھوں روکیاں تھی تبتیں اچھی تھیں اچھی نہیں۔ (۱۱) اور بلا گمان چھی کل محبوں کی ہر سہ ماہی۔ (۱۲) سنہ انیس سو پچاس سال۔ (۱۳) جب خبر پڑی۔ (۱۴) اور سنہ دہندہ رسالہ رسالہ کے واسطے۔ (۱۵) بے حد مدد و گیس بے حد بلا انگیز ہے۔ (۱۶) تازہ و زبانت بخیر سال گزار ہے۔ (۱۷) ہر سال بدولت گزرتی کوہ لکان اخبارات۔ (۱۸) ہر سالوں نے ایک اندازہ خدمت بردست کیا۔ (۱۹) جب ہندو بھی جتنی میر جہان ہندوستان میں دستیاب نہ ہو سکے۔ (۲۰) اور دانش اس گورنمنٹ نکمشیہ نے بھی۔ (۲۱) جزو کل: کل ہی انتظام نہ فرمایا۔ (۲۲) تو بہت عصمت بھی خوب ہو رہی گی۔ (۲۳) فی الحال یہی وجہ تھی کہ گزشتہ تمام سال۔ (۲۴) ہر راجہ پچیس رسالہ گھنٹہ پیر پر شائع ہوا۔ (۲۵) بس میں سوز و ولایت اور لاکھوں بل م دول کے۔ (۲۶) عالی درجہ کار آمد و بلند معیار مضامین۔ (۲۷) نتیجہ خیر و سنی آموز و مہذب و زافسانے۔ (۲۸) عمدہ عمدہ و دلچسپ اور ہر مہذب و زافسانے۔ (۲۹) بساطِ انبیا ہ جدید معصومات اور گھر دہی کی باتیں۔ (۳۰) نہایت ہی صریح و مفید و کارآمد رسالہ کی ایک ذہانت ہوئے ہے۔ (۳۱) ناظرین کو اس گراں بہار رسالہ سے۔ (۳۲) فی الانفس نہایت ہی حاصل ہوتی ہے۔ (۳۳) اور بلا شک و شبہ عالم افروز نصیحتیں بھی۔ (۳۴) رسالہ نے صدق و صف و عورتوں کی صحیح رہنمائی کی۔ (۳۵) گھنٹہ پیر سیاست و رسمی تعصبات۔ (۳۶) اور ہر ہندو مسلم اندونک مناقشات سے بالکل مگ رہا۔ (۳۷) ہرے بڑے ہندو و مسلمان اہل فراست م دول۔ (۳۸) اور قابل ولایت و شایانِ خواتین کا۔ (۳۹) رسالہ کے اولیٰ العزم نامہ نگاروں میں اضافہ ہوا۔ (۴۰) کثرتِ تفقہ نامہ نگاروں کو انعام بھی ملے۔ (۴۱) عصمت ہر وہ بہت مبسوط محنت سے۔ (۴۲) باجہ تمام ترتیب دی جاتا ہے۔ (۴۳) ہر روز شائع ہوتا ہے۔ (۴۴) آج تک۔ (۴۵) بیانِ بدی صحت۔ (۴۶) رنج مقررہ۔ (۴۷) باخوش اسلوبی و سنی شائع ہو رہا ہے۔ (۴۸) آخر میں ملی نغمہ دہا ہے کہ۔ (۴۹) اللہ تعالیٰ اس رسالہ کی مشکلات کو غوراً (۵۰) اور دل و دیر کے جیسی شہادت کو۔ (۵۱) ہر خصوصاً جدید تر آسان کرے۔ (۵۲) اور اس صورتہ رسالہ عصمت کو۔ (۵۳) غرض درز تک جزو کل و کلی ہر مہذب و زافسانے رکھتے۔

شادی یا بربادی

از حضرت علامہ راشد الجیری رحمۃ اللہ علیہ

لوگوں کی شادی میں جو وقت آجکل والدین کو پیش آ رہی ہے وہ ہر لڑکی والے کے لئے نفع یا شادی کوئی خوش نصیبیاں باپ بچوں کے جن کو اس کو وقت نے کھل نہ دیا ہو۔ لڑکیوں کے دل میں بھی جاتی ہو کر رہتی ہیں اور نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے اسباب کہا ہیں؟ میں اس وقت ان پر بحث کرنا نہیں چاہتی۔ بس تو پریشانی کا اندر دیکھ نہ سہ ہوتے ہی پس میں نسبتیں اور غمناں ہو جاتی تھیں۔ اب وہ طریقے قابلِ اعتراض ہیں۔ اور جب تک دونوں اس قابل نہ ہو جائیں کہ ان کی حالتوں کا اچھی طرح اندازہ ہو سکے نسبت کرن لغو ہے سمجھی جاتی ہے۔ میں اس چیز مضمون میں اس سے بھی بحث کرنے کی ضرورت خیال نہیں کرتی میرے سامنے وہ نصیب لڑکیاں ہیں جو زیادہ عمر تک شادی نہ ہونے کی وجہ سے ماں باپ کو وبال ہو جاتی ہیں۔ اور وہ مجبور ہوتے ہیں کہ آنکھیں بند کر کے اندھا دھند لڑکیوں کو تھوک دیتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اس کا انجی کیا ہوگا اور یہ شادی درحقیقت شادی ہے یا بربادی۔ میرا رویہ سخن اس وقت ان لڑکیوں کی طرف ہے جو بچاں بچاں سس ساٹھ ساٹھ برس کے بدحوال سے بی بی جا رہی ہیں۔ اور ماں باپ خوش ہیں کہ ان کے خسر سے سبکدوش ہو گئے۔ لیکن اس خوشی کی تہ میں جو مصیبت پوشیدہ ہوتی ہے اس کی طرف جھول کر بھی رخ نہیں کرتے اس عادت اندیشی کے کھٹے ہوئے معنی ہیں کہ لڑکیاں باپ بروہاں بنتی ہیں اور وہ اس کے کوارنٹ سے سترہ ریز رہ گئے تھے کہ سترہ اٹھارہ برس کی لڑکی کے واسطے جس نے ابھی دنیا میں پوری طرح نہ چمکی نہ رکھ تھا ساٹھ برس کے بڑھے کو جو اپنی دنیا ختم کر چکا تھا نعمت سمجھا اور چھٹیک دیا۔ اس شادی کا جو انجام ہو گا وہ ظاہر ہے کہ بد بخت لڑکی دو چار سال ہی بعد میوگی کے قبضہ میں پہنچے گی اور غمناں باپ کی بیوقوفی کا ثمن ایک آدھ بچا اس کی گود میں ہو گا کہ وہ کسی اور جگہ آدھ گھنٹہ آدھ گھنٹہ کو بھی نہ جاسے۔ اور مزاد شوہر کے بعد زندگی پوری مصیبت ہو جائے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں ماں باپ بھی مر جائیں گے۔ اب فرمائیے کہ اس لڑکی کی آئندہ زندگی کے سہ کرنے کا کیا سلسلہ ہو گا۔ کیا اس کے معنی یہ نہیں ہو سکتے کہ سنگدل ماں باپ نے صرف اس لئے کہ جوان زندگی برباد ہو جائے غریب لڑکی کو جان بوجھ کر مصیبت میں ڈالا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ والدین کا فرض لڑکی کی شادی کر دینا ہے۔ یا یہ بھی ہے کہ شادی ایسی جگہ کی جائے کہ آئندہ زندگی خوشگوار گزرے۔ چودہ پندرہ یا اٹھارہ برس کی لڑکی کو ساٹھ برس کے بڑھے سے بیاہ دنا ظاہر ہے کہ فرض ہی ادا کر دینا ہے۔ زندگی مہی خوشگوار گزرے گی۔ ظاہر ہے ابھی تھوڑے روز ہوئے کہ مجھے ایک اسی قسم کی شادی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ دولہا میاں فینئر ڈپٹی تھے ایک بیوی ادھ بچے موجود تھے۔ اور دوسرے نکاح کی وجہ یہ تھی کہ پہلی بیوی ہمیشہ بیمار رہتی ہیں۔ اس بیمار کی شکایت نہایت ہی تعجب انگیز ہے بچاں برس کی عورت سولہ سترہ بچوں کی ماں اس عمر میں بیمار نہ رہی ہو کیا جوانوں کی طرح تندرست اور چوچال رہتی مگر شوہر صاحب تو تندرست کے خواستگار تھے۔ بیمار کے طلب گاریوں ہوتے؟

نکاح جس لڑکی سے ہوا وہ سترہ برس سے زیادہ عمر کی نہ ہوگی۔ مگر والدین اس قدر خوش تھے کہ گویا دنیا بھر کی دولت ہاتھ لگ گئی۔ چڑھاؤ کوئی دو ہزار روپیہ کا ہو گا۔ مگر یہ وقت ماں اس قدر خوش تھی کہ دیکھنے والوں کو منہ ہی آئے۔ اس کے سامنے ہرگز یہ نہ تھا کہ بڑھے داماد چند روز کے جہان میں۔ اور یہ جو بچے میں کر رہی ہوں وہ دراصل اپنی پیاری لڑکی کی بربادی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابھی تھوڑے ہی روز ہوئے ہیں کہ بڑھے دولہا میاں کو مرگی کا دورہ شروع ہو گیا۔ (باقی صفحہ ۱۰۱ پر دیکھئے)

بھاجی

افراد :- (۱) رشید :- ایک سرکاری دفتر کا انچارج والا شاہدہ - رشید کی بیوی (۳) سلمہ، اختر - شاہدہ کے بچے (۴) اسپتال کی نرس - (۵) صبیحہ - شاہدہ کی مری ہوئی بہن کی جوان لڑکی -

کرد باہوگ - اب ایسا کرو کہ جو چیزیں ساتھ جانے کی ہیں ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کر دو، تاکہ دوبارہ آنے کی ضرورت نہ پڑے۔“
صبیحہ - خالوجان آپ اطمینان رکھئے میں نے سب چیزیں درست کر دی ہیں اور نیکو کرہ میں سب ایک جگہ کھدی ہیں آپ بھی ایک نظر ڈال لیجئے رشید نہیں نہیں دیکھ کر کیا کرونگا تم ماشا اللہ خود ہی بہت ہوشیار لڑکی ہو صبیحہ - خالوجان آپ تو خواہ مخواہ مجھے شرمندہ کرتے ہیں اس میں سلیقہ اور ہوشیاری کی کیا بات ہے۔

رشید - تو تم زبان نہیں اچھا بھئی سلیقہ مند نہیں چلو پھو پھری۔“
صبیحہ - (دھنک کر) خالوجان دیکھئے خالوجان کو منس کر دیجئے وہیں دھنکی شاہدہ - (رشید سے) ارے مجھے کیوں اس گوری کی کچے پیچھے پڑ گئے ہو تم نے سواری کا بھی انتظام کر لیا۔“
رشید - تم صاحب تاکہ آئے ہوئے تو دس منٹ سے زیادہ ہوئے۔ میں آپ کے سوا روپوں کی دیر ہے۔“

شاہدہ - (گھبرائی ہوئی آواز میں) اچھا ابھی ملتی ہوں تم سامان رکھو۔“
صبیحہ سے - جی تم دونوں بھائیوں کو لے آؤ میں ان کو سینے سے لگا دوں گی رشید بیگم کو نہ بلو وہ اتار کے پاس کھیل رہے ہیں تم ان کو چٹاؤ گی بدو گی وہ بھی ہم جا میں گے اور تم بھی بلکان بھجواؤ گی۔“

شاہدہ - (ہنسنے لگی) مجھے میرے بچوں سے مل لینے دو۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کی اتنی ایسے زبردست آپریشن کے بعد واپس بھی آئے گی کہ نہیں؟
رشید - بیگم صدمہ نہ کرو۔ اچھا لو میں نے کوارٹھول دیئے ہیں وہ دیکھو دونوں کھیل رہے ہیں بس ہمیں سے دیکھ لو۔“

شاہدہ - (روتے ہوئے) میرے لادلوں میرے بچوں کی ٹھنڈک میری آنکھوں کے تاروں تمہاری اتنی جاہری ہے۔۔۔ میرے پیارے دل پہ اتنی موت کے منہ میں جاہری ہے۔۔۔ میرے معصوم بچوں! تم اندریاں سے دھاگونا کہ وہ تمہاری اتنی جاہری ہے۔۔۔ (صیغہ سے) ”اچھا صبیحہ خدا تم سب کا حافظہ اور نگہبان ہے۔ پیاری صبیحہ اپنے بھائی بہن کی دیکھ بھال اور اپنے خالوجان کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنا سیم ماشا اللہ کچھ دیر مجھے صدمہ نہ ہو گا ابھی اتنی ثابت ہوئی۔“

شاہدہ اپنی سائٹس کے سخت دورے کے بعد قناعت سے آنکھیں بند کئے پڑی ہے۔ صبیحہ اور رشید کمرہ میں داخل ہوتے ہیں رشید - (ذرا بلند آواز سے) ”بیگم! بو ذرا آنکھیں کھولو۔ دیکھو تمہاری خواہش کے مطابق میں نے پرسوں ہی اجنبٹ تار دیہ یا تھا۔ تمہاری صبیحہ حاضر ہیں۔“

شاہدہ - (آنکھ کھول کر) ”تم آگئیں صبیحہ۔۔۔ مجھے تمہارا ڈر انتظار تھا۔“
صبیحہ - ”کیسا مزاج ہے خالوجان میں تو آپ کا نارٹے ہی رانہ ہو گئی تھی“
شاہدہ - ”صبیحہ! میں نے زندگی کی کوئی امید نہیں ہے ڈاکٹروں کی منقہ راسے کہ سوائے آپریشن کے کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔“
صبیحہ - ”آپ سن تندر پریشان کیوں ہوتی ہیں خالوجان۔ اللہ نے چاہا تو آپ بہت جلد صحت پاب ہو جائیں گی۔“
شاہدہ - ”صبیحہ! پیاری بیٹی! پرسوں میں اسپتال میں داخل ہو جاؤ تمہارے بلانے کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے دونوں بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کرو گی، میں اگر بھی جی تو جاؤ گی۔ ورنہ تم ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جانا۔ صبیحہ - خالوجان خدا کیلئے ایسی باتیں نہ کیئے انشاء اللہ آپ ضرور تندرست ہو جائیں گی، اختر اور سلمہ میرے ہی بہن بھائی ہیں ان کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کروں گی۔“

شاہدہ - (بھرتی ہوئی آواز میں) ”پیاری صبیحہ! میری مردہ بہن کی نشانی مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔۔۔ میری سچی آگے آؤ میرے سینہ پر اپنا سر رکھ دو۔“ (شاہدہ صبیحہ کو سینے سے لگا کر رونے لگتی ہے۔)

رشید - ”بیگم! اگر تم بدو کرو گد بھاری کر دی تو میں صبیحہ کو واپس مسجدوں گا میں نے تو ان کو اس لئے بلایا ہے کہ تمہارا دل بے اور تمہارے کاموں میں یہ مددگار ثابت ہوں نہ اس لئے کہ تم اپنی جان کو اتنا روگ لگاؤ۔ صبیحہ سے - ”وہی صبیحہ اب تم اپنی خالہ سے آئیں کہ وہ یہ تو خواہ مخواہ اپنا دل بھاری کرتی ہیں۔ اس میں گھبرائے کیا بات ہے۔“

دوسرا منظر :- (دین دن بعد)
رشید - تم نے اپنی خالوجان کا ضروری سامان سب ٹھیک ٹھاک

روح سے خطاب

انگلستان کے شہرہ آفاق ڈرامہ نگار ولیم شکسپیر

ایک سائینٹ کافعلی ترجمہ

مری اس خاک میں نہاں، جو ہے مرکز گناہوں کا

مٹائے دیتا ہے تجھ کو اثر غمناک جھونکوں کا

تجھے پھیرے پڑے ہیں نفس کے باغی علمبردار

رنگے ہیں عیش میں لیکن یہ بیرونی درود یار

ادا کرتی ہے اُس گھر کے لئے اتنی بڑی مہیت!!

بنے گا واسطے کیڑوں کے جو بس حاصل قسمت!!

بڑھا کر زندگی کو اپنی کر تخریب آب و گل

خرید الطاف روحانی بجائے ہستی باطل

کہ مٹ کر جسم خاکی ہو تیری دولت میں افزونی

فروغ باطنی لازم ہے اور تخفیف بیرونی

مٹے گا جسم خاکی موت ہوگی جب غذا تیری

بنے گی زندگی پھر محرم راز بقا تیری

محمد مرغوب صدیقی بی۔ اے

بدھابیراگی

دولت بیچ ہے۔ محبت نہیں کر ٹال دینے کی چیز۔

شہرت ایک خواب ہے۔ جو پو پھٹے ہی غائب ہو جاتا ہے۔

(۲۱)

کوئی دعا اگر کرنے کے قابل ہے۔ اور جس کے لئے میرے

ہونٹ جیش کر سکتے ہیں۔ وہ صرف یہ ہے کہ آرزو مند دل سے

نجات ملے۔ اور آزادی حاصل ہو۔

(۲۲)

جول جول میں اپنے انجام سے قریب ہوتا جاتا ہوں۔

میری آرزو صرف اسی خواہش پر مرکوز ہوتی ہے کہ موت ہو یا

حیات مگر روح آزاد۔ اور توت توتل سے ملامال ہو

کمالا چرچی (الہی بروئے)

ابھی ہوں تم کو کبھی نہیں لائے، رشید! وہ تو مجھے بہت یاد کرتے ہوئے؟
رشید! بچوں کا یہاں کیا موقع تھا تم کو دیکھ کر اور رہتے۔ دونوں صبح سے
چمکتے رہتے ہیں ان کی دیکھ بھال میں وہ بہت محنت کر رہی ہیں۔

شاید! ہاں صبح بہت اچھی لڑکی ہے۔ آپ شام کو تو آئیے نا، دو
بچوں کو اور صبح کو ضرور لیتے آئیے میں تجھ سے لگ کر بیٹھ جاؤں گی۔ وہ
سہمیں گے نہیں بلکہ مجھے دیکھ کر خوش ہونے۔

رشید! پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ، ارے سخی بچے تم کو دیکھ کر گریں گے
اور تمہارے پاس آئیگی تو پھر گھر پر کون رہے گا اور شام کو تو میں بھی
نہیں آ سکتا آج دفتر میں اتنا کام ہے کہ شاید دوس بجے تک فرصت مل
سکے، چھاب مجھے جینا چاہیے دفتر کو دیر ہو جائے گی خدا حافظ۔

پانچوال منظر۔ (رشید کا مکان)
رشید! خاموش کیوں بیٹھی ہو صبح، دیکھو میں ایک گھنٹہ پہلے ہی آگیا
.. اور آج شام کو تمہارے ساتھ سینما کا وعدہ بھی ہو چکا ہے۔

صبح! نہیں خاموش تو نہیں ہوں البتہ یہ سوچ رہی تھی کہ آج شام
کو آپ کے ساتھ کون سی ساڑھی باندھ کر جاؤں گی؟

رشید! یہ بھی کوئی سوچنے کی بات تھی۔ ارے بھی کنبیاں تو تمہارے
پاس ہیں وہ بڑ بکس محول واس میں شاید بندرہ میں ساڑھیاں بنات اعلیٰ
درجہ کی رکھی ہیں ان میں جو تم کو پسند آئیں نکال دو اور پہن لو۔

صبح! نہیں وہ تو خالہ جان کی ہیں، اگر ان کو معلوم ہو گیا تو وہ میری
ہزاروں فضیلتیں کر ڈالیں گی؟

رشید! تم تو بہت بھولی بھولی باتیں کرتی ہو صبح! تم سے کہتا ہوں کہ
تم چاہو تو سب لے لو میرے سامنے کوئی کچھ کہہ سکتا ہے۔

صبح! یہ تو میں جانتی ہوں کہ سب ساڑھیاں آپ ہی کی لائی ہوئی ہیں لیکن
گھر کی ملکہ کے بغیر اجازت میں کس طرح اس سب کو چھو سکتی ہوں؟

رشید! پیاری صبح! ایسی باتیں نہ کرو۔ .. مجھے دکھ ہوتا ہے
اگر کوئی میرے دل سے پوچھے تو گھر کی ملکہ بننے کا حق تمہارے سوا

کس کو ہو سکتا ہے؟
صبح! اور تے ہوئے بھڑائی ہوئی آواز میں (کیا آپ یہ سچ کہہ رہے
ہیں۔ کیا سچ سچ یہ آپ کے دل کی آواز ہے، سچ بتائیے بتائیے۔
رشید! میری جان سے زیادہ عزیز صبح! کیا تم کو اب بھی کچھ گمان ہے
تمہارے سر کی قسم یہی فیصلہ ہے امداد! ہے۔

امنہ نازلی

ضدی پکے

ہم جو کام انجام دیتے ہیں۔ وہ بہت بڑی حد تک ہماری صحت کے مطابق تکمیل کو پہنچتا ہے لیکن بچوں کے معاملے میں ہم یہ بہت کم سوچتے ہیں کہ بچے کی ضد کی وجہ سے کونی جسمانی تکلیف ہو سکتی ہے۔

ضدی بچوں کی عادتیں درست کرنے کے لئے بڑھنے مارنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ ضدی اور ناخوش نظر آئے تو کسی ماہر ڈاکٹر کے مشورہ سے علاج کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کیونکہ بچہ کی صحت کا ہر طرح خیال رکھنے سے بچے کی ضد اور شرارتوں کا سبب معلوم ہو جائے گا۔

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض بچے بظاہر اچھے بھلے تندرست دکھائی دیتے ہیں۔ مگر حقیقت وہ کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض بچوں کو برقی مزاج کا دردہ پڑتا ہے بعض کو تھک کی شکایت ہوتی ہے۔ اور بعض داخلی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں اسی طرح اور کئی قسم کے امراض ہو سکتے ہیں جو وقت پر باقاعدہ علاج اور احتیاط کرنے سے رفع ہو جاتے ہیں۔

ایسے سبیل بچوں کو قابو میں رکھنا دشوار امر ضرور ہے کیونکہ ایسی بیماریوں کو بچے بہت کم محسوس کرتے ہیں۔ اور کھیلنے کودنے پر مستعد رہتے ہیں ایسے بچوں کے علاج میں خاص احتیاط کرنی پڑتی ہے کیونکہ ایک طویل مدت تک علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض بچوں میں پیدائشی نقص بھی ہوتے ہیں ایک لڑکی دیکھنے میں بالکل تندرست تھی۔ مگر اس کی ماں کو یہ شکایت تھی کہ ”میں پکارتی رہ جاتی ہوں مگر لڑکی بات تک نہیں سنتی“ لڑکی جب سکول جانے لگی تو یہ راز کھلا کہ لڑکی کانوں سے بہری تھی، جو دور سے آواز نہ سن سکتی تھی۔ دوسری وجہ جو اکثر نامعلوم طور پر بچوں میں ضد کی عادت پیدا کرتی ہیں۔ اس میں بہت حد تک تربیت کا نقص ہی ہو سکتا ہے۔ بنی طرح بچے کی ہر ناجائز ضد کو پورا کرنے سے بچہ خود سزا دہر رہیں ہو جائیگا۔ اسی طرح جائز ضد کو ٹھکرا دینے سے بچہ نڈرا دھجکڑا بن جائیگا۔ خواہ مخواہ کی روک تھام سے بھی بچے میں ضد کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ (باقی صفحہ ۱۲ کا لم ۲ پر دیکھئے)

بولے چارہ نہیں ہوتا۔ ایسے وقتوں میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو جائز رکھ دیا ہے مثلاً جان بچانے کے لئے وقتی طور پر جھوٹ بولنا جائز ہے یا اگر دو آدمیوں میں کسی بات پر نزاع ہو اور میسر اس شخص جھوٹ بول کر ان میں صلح کرانے میں کامیاب ہو سکے تو اسے اس سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ رمضان میں اگر کسی وجہ سے بعدہ نہ رکھ سکے تو ماہ مبارک کا احترام کریں۔ اور علانیہ روزہ نہ رکھنے کا اظہار نہ کیا جائے۔ بلکہ حتی الامکان روزے داروں کی سی صورت بنائے رکھیں۔ یہ ریاکاری نہیں بلکہ شرمساری ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کی تقلید دوسروں کو روزہ خوری کے گناہ کی طرف راغب نہ کرے نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کمزوریوں پر نظر کرتے ہوئے ایسی صورتوں میں جہاں بغیر جھوٹ بولے انسان مصیبت سے نہ نکل سکتا ہو اس مذموم فعل کو جائز کر دیا ہے باقی ہر موقع پر اس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ اسی پردہ میں انسان اپنے تمام گناہوں کو چھپاتا ہے۔

اب ہمارے لئے راستہ بالکل صاف ہے مگر معلوم نہیں کیوں خاص طور سے انسان کو اس چیز سے اس قدر الفت ہے کہ بالکل بلاوجہ بھی اس کا استعمال صبح سے شام تک معلوم نہیں کتنی بار ہو جاتا ہے۔ ایک بہن اپنا کھات روئی بھرنے کے لئے دھینے کو دے رہی ہیں۔ دل میں خیال یہ ہے کہ اگر رات کو اسکے گھر رہ گیا تو اس میں کھکھراتا کہ حالت سبیل کھجاری ہو جائے اور وزن میں بڑھ جائے آئے گا اور اتنی روئی خود نکال لے گا۔ اس لئے فرماتی ہیں کہ یہ کھان سیرے ایک پر دیسی عزیز کا ہے جو آج شام کی گاڑی سے واپس جا رہے ہیں لہذا شام سے پہلے پہلے کھات آجانا چاہیئے۔ ”سہیاری سے چوڑیاں خرید رہی ہیں وہ دام زیادہ مانگتی ہے خریداری فرماتی ہیں“ واہ میری غلط سہیلی غفلتوں دن اس قیمت پر خرید چکی ہیں۔ حالانکہ ان دنوں موقوفوں پر جھوٹ بولنے کی قطعی ضرورت نہ تھی بلکہ سیدھی طرح یہ کہنا چاہیئے تھا کہ اگر شام تک کھات دیکھتے ہو تو بولے جاؤ ورنہ ہم دوسرے آدمی کو دیدیں یا چوڑیاں ہم تو اس قیمت پر لیں گے مگر تمہاری مرضی ہو تو دو روزہ اپنا راستہ خود اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ اس گناہ سے جو دراصل تمام گناہوں کی جڑ ہے ہمیشہ دور رہیں۔ اور بیکار رہا تو ہم ایمان فروشی کے گناہ کے ترکب نہ ہوں۔ آمین! **خطر جہاں سلیم**

ہوائی حملے

جون ۱۹۴۷ء کے عصمت میں ”بہوں سے حفاظت کے طریقے“ پر ایک مضمون شائع ہوا تھا اور خیال تھا کہ اس سلسلہ میں وہ چار مضمون اور لکھے جائیں مگر اس کے بعد بارش کا موسم آگیا اور اس زمانے میں جزائی حالات کی جہاں ہندوستان پر ہوائی حملوں کے خطروں کے امکانات کم ہو گئے۔ لہذا یہ خیال عملی صورت اختیار نہ کر سکا۔ مگر اب جبکہ بارش ختم ہو کر موسم سوا شروع ہو چکا ہے، اور ریڈیو کے عام حالات میں بھی بڑی تبدیلی ہو گئی ہے۔ مصر میں محوریوں کی شکست فاش اور شمالی افریقہ پر امریکی اور برطانوی اقتدار سے بحیرہ روم کی سیاست بالکل بدل گئی ہے، اس سے محوریوں کو براخت و حکما پہنچا ہے، دوسری طرف گوڈل کٹار اور اس کے ملحقہ سمندری علاقوں میں جاپان کو متواتر بحری نقصانات برداشت کرنا پڑے ہیں۔ پھر ہندوستان سے براہِ چمکے کرنے کی تجویز بھی زیرِ غور ہے۔ اور براہِ کھانہ کے ہوائی اڈوں، بندرگاہوں، گوداموں اور کارخانوں پر اتحادی ہوابازوں کے نقصان پہنچا رہے ہیں، لہذا اس کے بھی امکانات زیادہ ہیں کہ جاپان ہی ہندوستان پر ہوائی حملے شروع کر دے، لہذا اس وقت چند ضروری اور اہم باتوں کا تذکرہ بے محل نہیں، ہوائی حملے سے بچاؤ اور حفاظت کے طریقے اے، آر، پی کہلاتے ہیں۔ آجکل جن کی تنظیم ہندوستان کے تمام بڑے شہروں اور قصبوں میں ہو چکی ہے، یا ہو رہی ہے، اس میں مختلف قسم کی پارٹیاں ہوتی ہیں مثلاً آگ بجھانے والے، خبریں لے جانے والے، ملبہ اٹھانے والے، زخمیوں کو نکالنے والے، ابتدائی طبی امداد کرنے والے، زخمیوں کو چائے، پانی، سوڈا اور فوڈ اگہات کھلانے والے وغیرہ وغیرہ۔ ان میں آگ بجھانا بہت ہی اہم کام ہے۔ اور اسی لئے آجکل ہر جگہ یہ قولہ زبانِ ردِ خاص و عام ہے کہ ”آگ بجھانے کے طریقوں سے واقفیت ہر شہری کا اولین فرض ہے“

اے، آر، پی کا مقصد اشتراک و اتحاد کے ساتھ شہری آبادی کی مدافعت کرنا ہے۔ دراصل یہ اپنی مدد آپ کرنے کے مصداق ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ جب عام حالات میں ہمارے پڑوسی کے مکان میں آگ لگ جاتی ہے تو سارے محلے والے نسلی، مذہبی، سیاسی اور معاشی امتیازات چھوڑ کر آگ بجھانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب خطرہ کے وقت مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا انسانی فطرت کا تقاضہ ہے تو اس کے لئے قبل از وقت تیاری کی کیا ضرورت ہے، ہذا خواستہ جب ایسا وقت آئے گا تو خود ہی اس کا انتظام ہو جائے گا؛ بظاہر اعتراض بہت ہی معقول معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ اور جو لوگ اس قسم کے اعتراضات کرتے ہیں وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور اپنے محلے، پڑوس اور شہر کے نقصان کے درپے ہیں۔ موجودہ لڑائی جن دھنگوں پر لڑی جا رہی ہے اور اس میں جونت نئی تبدیلیاں آئے دن ہوتی رہتی ہیں۔ ان سے ہم قطعاً ناواقف ہیں، اور یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم ان سے واقف بھی ہونا نہیں چاہتے، مثلاً ہم نے یہی سنا اور دیکھا تھا کہ تمام آگیاں پانی سے بجھائی جاسکتی ہیں، مگر اب معلوم ہوا کہ ہر آگ کو پانی سے بجھانا صحیح نہیں، وہ آگ جس میں روغن، تیل وغیرہ کے اجزائے ہوں، وہ پانی سے بجھنے کے بجائے اور زیادہ بھڑکتی ہے اس پر پانی کا استعمال بہت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ اس طرح کی متعدد دوسری چیزیں ہیں، جن کو جاننے اور سمجھنے کے بعد ہی واقفیت ہو سکتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر کام کیلئے ایک تنظیم کی ضرورت ہے، بلا تنظیم کے بجائے نامے کے نقصان ہوتا ہے یا پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، کیا ہماری روزمرہ زندگی میں ایسے واقعات پیش نہیں آتے جن سے تنظیم نہ ہونے کی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں، مثلاً کسی گھر میں آگ لگی ہے، سارے محلے میں چیخ بکرا مچ رہی ہے، لوگ بالٹیوں اور پیپل کے لئے دوڑ رہے ہیں، کسی گھر میں بالٹی میں رنگ گھلا رکھا ہے، پیپے میں آنا بھلا ہوا ہے، کہیں بالٹی میں کندہ نہیں ہے،

کہیں پیسے میں سوراخ ہے، لوگ نلوں اور گنوہوں پر دوڑ رہے ہیں۔ آدھا پانی گر رہا ہے، بھاگتے ہیں پانی چھلک رہا ہے پک کی دوسرے سے ٹکڑی ہو گئی اور سارا پانی گر گیا، کہیں گھبر سٹ میں دو چار آدمیوں نے بھڑے ہوئے ٹکے اٹھائے، وہ انہیں لئے چلے آ رہے ہیں، پڑا ہوا شکا وزن سے ٹوٹ جاتا ہے۔ سارا پانی زمین پر بہہ جاتا ہے۔ اور یہ کھڑے نہ دیکھتے رہتے ہیں، اگر پہلے سے اس آفت ناگہانی کی تنظیم کرنی جاتی تو یہ پریشانیوں ملاحق نہ ہوتیں، اسی لئے ہوائی حملوں سے مدافعت کے لئے پہلے سے نیاریاں کی جا رہی ہیں۔ اور اس میں اکثر مقامات پر عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہیں، بعض مقامات پر پروردہ نشین عواتین نے اپنی جاعیتیں الگ بنائی ہیں۔ جیسا کہ حیدر آباد میں ہوا ہے، لیکن جہاں اس قسم کا انتظام نہیں وہاں عورتوں کو ذاتی طور پر اپنی تنظیم کر لینا چاہیے۔ اور موٹے موٹے اصول ذہن نشین کر لینا چاہئیں۔ تاکہ وقت بے وقت جبکہ مرد گھر پر نہ ہوں وہ اپنے گھر یا پردس میں کام کر سکیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز تو یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ خطرے کے وقت اپنے ہوش و حواس قائم رکھنا چاہئیں بلاوجہ ڈر، خوف اور دہشت کو دل میں جگہ نہ دینا چاہیے۔ ڈرنے سے خطرہ تو سرگزن نہیں ملتا مگر نقصانات زیادہ ہو جاتے ہیں، ہم بظاہر ایک خطرناک چیز معلوم ہوتی ہے لیکن یورپ کے جن شہروں پر برسوں سے مسلسل بمباری ہو رہی ہے، وہاں کے لوگ اب ان کے اس قدر عادی ہو گئے ہیں کہ حملے کے وقت وہاں کی عورتیں اور بچے بھی برابر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، بلکہ بعض وقت تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دشمن کے طیارے کب آئے اور کب ہم گرا کر واپس چلے گئے، دوسری بات یہ ہے کہ ہم کے سیدھے نشانے سے بچت کی کوئی صورت ممکن نہیں، بچاؤ کی جتنی بھی ترکیبیں ہیں وہ سب اس صورت کے علاوہ ہیں، تیسرے یہ کہ خطرے کے وقت گھر کے اندر رہنا چاہیے۔ امدادہ شمار سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی۔ کہ کھیلے میدانوں، سڑکوں اور بازاروں کے مقابلے میں گھروں میں سب سے کم جانی نقصان ہوتا ہے، اگر کہیں کوئی بم گرا اور پھٹا نہیں تو اس کو چھپنا نہیں چاہیے بلکہ اس مکان یا علاقہ کو آدمیوں سے خالی کر لینا چاہیے، اور ہم کی اطلاع پولیس یا اسے، آدہ پی کی چوکی میں کر دینی چاہیے۔ اگر کہیں کوئی عجیب سی چیز مثلاً دبا، ٹکڑا، ٹکیہ، گولی یا سفوف گرے تو نہ تو اس کے قریب جانا چاہیے اور نہ اس کو چھونا چاہیے کیونکہ بعض اوقات ایسی بے نیکی چیزیں ٹبری خطرناک ہوتی ہیں امدان کے زہریلے اثرات سے ہلاکت تک واقع ہو جاتی ہے۔ ہتھ بٹنے اور آگ بھانے کے معمولی اصولوں سے واقف ہو جانا چاہیے۔

پہناہ گاہ۔ پہلے سے اپنے مکان کے ایک حصہ کو بطور تحفظ گاہ منتخب کر لیجئے، مناسب یہ ہے کہ مکان کسی کا رخاٹے گودام ہو، امی، ڈسے، اسٹیشن یا اسی قسم کے کسی دوسرے ہم فوجی مقام کے قریب نہ ہو، کیونکہ یہاں خطرہ کا امکان زیادہ ہے پہناہ گاہ کے لئے کبھی اوپر کی منزل منتخب نہ کی جائے، بلکہ سب سے نیچی منزل کا انتخاب کیا جائے۔ اگر مکان میں کوئی نہ خانہ یا سطح زمین سے نیچا حصہ ہو تو وہ بہترین پہناہ گاہ ہو سکتی ہے منتخب کر کے ایسا ہو کہ اس کے چاروں طرف مکانیت ہو، نیز اس میں بہت زیادہ دروازے اور کھڑکیاں بھی نہ ہوں، مگر اتنی کم بھی نہ ہوں کہ آمد و رفت میں وقت ہونے لگے، کمرہ چھوٹا ہو نا چاہیے اور سخت زمین سے دور ہو، پختہ سڑک سے ملتا ہو کہ سخت زمین کے قریب ہے، سخت زمین میں گولہ زیادہ نہیں دھنستا۔ اس لئے اس پاس زیادہ نقصان کرتا ہے، کمرے کی چھت پر زیادہ وزن نہ ہو، اس کے آس پاس جلد آگ پکڑ لینے والی چیزیں، مثلاً لکڑی، ٹکڑا، بھوسہ، تیل، گھی اور روغن وغیرہ کا ذخیرہ نہ ہو۔ اگر کمرہ کی چھت میں لکڑی وغیرہ زیادہ ہو تو مناسب ہے کہ اس پر بھجنا ہو اچانہ ۲ فٹ ۶ انچ موٹی ٹمک ایک ادس، اور باقی نصف فوٹ کا مرکب تیار کر کے ایک یا دو مرتبہ پھیر دیا جائے، اس طرح لکڑی اور شہتیر وغیرہ ذرا دیر میں آگ پکڑتے ہیں، اگر کمرے کے دروازوں اور کھڑکیوں پر شیشے لگے ہوں تو بہتر یہی ہے کہ ان کو نکال دیا جائے ورنہ ان کی پشت پتار کی باریک جالی، لکڑی کے پتے تختے یا دفتی وغیرہ لگا دی جائے۔ خطرے کی اطلاع ملے

ہی گھر کے سب لوگوں اور بچوں کو یہاں جمع ہو جانا چاہیے۔ یہاں پہلے سے کچھ کھانے پینے کی چیزیں مثلاً بسکٹ، بھنے ہوئے چنے، کھیلے یا دال سپود وغیرہ کا انتظام رکھنا چاہیے۔ اور ایک گلاس اور پانی کی ایک ٹھکی یا صراحی بھی رکھنا چاہیے۔ کچھ کتابیں اخبار یا رسالے اور بچوں کے لئے کچھ کھیل کھلونے بھی وہاں رکھنا چاہئیں، روشنی کا بھی انتظام ہونا چاہیے۔ مناسب یہ ہے کہ ایک نارنج وہاں رکھی رہے۔ اس کمرے میں غیر ضروری سامان بالکل نہ رکھا جائے، البتہ بیٹے یا بیٹے کے لئے تھوڑے سے فرش اور موسم کے اعتبار سے دو ایک کھیل یا رضائیوں کا بھی انتظام رکھنا چاہیے۔ کمرہ کے کسی کونے میں بچوں کے پیشاب وغیرہ کی جگہ بنانی جاسکتی ہے۔ اس کی احتیاط کرنا چاہیے کہ دروازوں یا کھڑکیوں کے سامنے کھڑے نہ ہوں اور نہ دیوار سے کمر لگا کر کھڑا ہونا چاہیے۔ دروازے اور کھڑکیاں ہمیشہ کھلی رکھنا چاہئیں۔

خندق - پناہ کی ایک اور صورت خندق کی ہے، اس کی مختلف صورتیں ہیں، مگر سب سے آسان اور کم خرچ شکل یہ ہے کہ انگریزی کے حرف ڈبل یو (W) کی شکل کا ایک گڑھا کھودا جائے جس کی گہرائی ۳ فٹ، چوڑائی ۲ فٹ اور ایک طرف کی لمبائی ۸ فٹ ہو۔ گرنے میں سے چوٹی نیچے، اس کو خندق کے دونوں کناروں پر ۹ انچ کا فاصلہ چھڑ کر ٹافٹ اونچی تہہ میں تبا دیا جائے۔ اس طرح خندق کی گہرائی ۱۲ فٹ ہو جائے گی۔ اس میں ایک طرف پیشاب وغیرہ کے لئے جگہ بنانی جاسکتی ہے۔ اس خندق میں ۱۶ آدمی پناہ لے سکتے ہیں۔ خندق کسی سایہ دار جگہ میں ہو تو بہت اچھا ہے۔ اس کو اور زیادہ محفوظ بنانے کے لئے اس پر لکڑی کے تختے رکھے جاسکتے ہیں، اور ان پر مٹی ڈال کر گھاس اگائی جاسکتی ہے۔ یا ویسے ہی آٹھ دس لکڑیاں رکھ کر ان کے اوپر گھاس اور پتے وغیرہ ڈال کر اس کو نظر سے چھپایا جاسکتا ہے، مگر گھاس اور پتے خشک نہ ہونا چاہئیں، ورنہ دوسری جگہ ری سے آگ لگ جانے کا اندیشہ ہے، خندق میں مٹی کر دیوار سے نہ لگانا چاہیے اور اس میں دو دو آدمی آنے سامنے منہ کر کے اکڑوں بیٹھیں، اگر خندق کھلی ہوئی ہے تو کبھی، پر نہ دیکھنا چاہیے، اگر اوپر کی جانب مٹی کی تہہ جمانا مقصود نہ ہو تو اس کو ۱۲ فٹ گہرا کر لینا چاہیے، مگر ایسی صورت میں دونوں سروں پر اندرونی جانب دو دو



سیریاں بنانا پڑیں گی، مگر شیبی حصول ۱۱
یا ندی اور دریا کے کنارے جہاں پانی
یا مٹوب سطح جلد آ جاتی ہو، یا علائہ پہاڑی
ہو، وہاں اول الذکر ترکیب ہی زیادہ
مفید ہے۔ اس قسم کی خندقیں بڑے
حصن والے مکانوں، باغیچوں اور باغوں
وغیرہ میں بنوائی جاسکتی ہیں، اور اندرونی

حصول کو لپ کر ان کو زیادہ آرام دہ بنایا جاسکتا ہے۔ اگر آدمی کم میں تو خندق کو نصف یا چوتھائی بھی کیا جاسکتا ہے حصول اور عورتوں کے لئے اس کے دو حصے بھی کئے جاسکتے ہیں +

رکاب دارمپ - کم عمر بچوں اور بڑے بڑوں کے علاوہ تمام خواتین کو اس پپ کے استعمال سے واقف ہونا چاہیے، یہ موٹر کے پپ کی طرح ہوتا ہے اور تقریباً اتنی ہی محنت لیتا ہے، انگریزی میں اس کو "اسٹریپ پپ" کہتے ہیں۔ اس میں ایک ہینڈل ہوتا ہے اور ایک رکاب کی طرح مڑی ہوئی سلاخ، اور اس کے سامنے ایک چھوٹی سی ٹنگی جس میں ربر کی ایک لاجبی ٹنگی لگی رہتی ہے جس کی لمبائی عموماً ۳۰ فٹ ہوتی ہے۔



ننگی کے منہ پر ایک معمولی سا پرزہ لگا رہتا ہے جس میں ایک پتی ہوتی ہے، جس کے اندر دو سوراخ ہوتے ہیں، ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا، بڑا موٹی دھار کے لئے اور چھوٹا پھوڑا کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے، کسی بالٹی یا پیسے میں پانی بھر کر اس میں یہ پیپ ڈال دیا جاتا ہے۔ رکاب باہر رہتی ہے اور اس پر پاؤں رکھا جاتا ہے، ہینڈل کھینچنے سے پانی ننگی میں آ جاتا ہے، اس کو تین آدمی چلاتے ہیں، ایک ننگی کا سر پکڑ کر آگ کے قریب جاتا ہے، اور آگ پر پانی ڈالتا ہے۔ دوسرا ہینڈل چلاتا ہے، اور تیسرا بالٹی میں پانی ڈالتا رہتا ہے نیز ہینڈل چلانے والا تھوڑی دیر کے بعد تھک جاتا ہے۔

لہذا تیسرا آدمی اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اور یہ پھر پانی کا انتظام کرتا ہے، مگر آدمی کے بدلے میں اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ نہ تو پانی بند ہو اور نہ اس کی رفتار میں فرق آئے، لہذا قاعدہ یہ ہے کہ پیپ چلانے والا اپنا ایک ہاتھ ہٹا کر رکاب پر سے اپنا پاؤں ہٹا کر رکھ لیتا ہے، پھر پہلا آدمی رکاب پر سے اپنا پاؤں ہٹا کر رکھتا ہے اور دوسرا اپنا پیر دہل جاتا ہے، پھر وہ دوسرا ہاتھ بھی ہینڈل سے ہٹا لیتا ہے، اور نئے آدمی کو اب دونوں ہاتھوں سے پیپ چلانا پڑتا ہے۔ پانی پھینکنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے آگ پر پانی نہیں ڈالا جاتا بلکہ اس پاس کی چیزیں کو ترک کیا جاتا ہے تاکہ آگ پھیلنے نہ پائے، پھر آگ پر پانی ڈالتے ہیں۔ ہر کی صورت میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، مگر ہر پر موٹی دھار کے بجائے پھوڑا ڈالی جاتی ہے، یہ تبدیلی پتی کو آہستہ سے باندھنے سے بہت آسانی سے ہو جاتی ہے۔ پہلا آدمی چونکہ آگ یا ہم سے قریب ہوتا ہے، لہذا وہ اپنے ہاتھ میں ایک ٹھال (جو خاص اسی مقصد کے لئے تیار کی گئی ہے) لے کر اس کی آڑ میں آگے بڑھتا ہے، اگر ڈھال نہ ہو تو کسی اور چیز کی آڑ لی جاسکتی ہے، بغیر آگ کے ہم کے قریب نہ جانا چاہیے۔

آجکل یہ پیپ ہر گھنٹہ فروخت ہو رہے ہیں، اور ان کی قیمت ۲۵ روپیہ ہے، کھاتے پیتے اور خوشحال گھروں میں اپنا ایک ڈائی پیپ ہونا ضروری ہے، یہ امن کے زمانہ میں

آرزوئے دل

جہاں اخلاص کے شے رواں ہوں
محبت کے جہاں گلشن جواں ہوں

جہاں عیش و طرب شام و صبح ہو
جہاں کا ذرہ ذرہ فہم گر ہو
جہاں غم کی نہ دیوی کا گزر ہو

نئے ارض و سماں و مہر ہو
جہاں ہر سمت ہو گل ریز جنگل
جہاں جھو میں گلستانوں پہ بادل

جہاں آتے لرزتی ہو حزاں بھی
نہ ہو افکار کا جس بانٹاں بھی

جہاں سایہ ممکن ہو ابر رحمت
جہاں مسدود ہو تخلیق نفرت

جہاں ہوسا دگی میں اک نزاکت
جہاں آنکھوں میں ہو روح مروت

جہاں ذرات کے منہ میں زباں ہو
جہاں مہر و وفا ہی کا جہاں ہو

جہاں عشرت کی دیوی جسلوہ گر ہو
غم فردا سے ہر دل بے خبر ہو

جہاں زر کا نہ ہو کوئی ٹھکانہ
جہاں دریا محبت کے ہوں جاری

برستے ہوں جہاں راحت کے موتی
جہاں افسردہ خاطر ہو نہ کوئی

اب ایسی سرزمین کی آرزو ہے
اب اس رنگین فضا کی جستجو ہے

جہاں ہر گھنٹہ
نئی دنیا

نعت

مزدہ رحمت حق ہم کو مٹا یا کس نے؟
مرتبہ اتمیت عاصی کا بڑھا یا کس نے؟
بخش کر اپنی محبت کا ہمیں دردِ حبس
دل سے ہر درد زمانے کا مٹا یا کس نے؟
ہمت و شوق کو بے عرش ہیں ایک قدم
چشمِ کوئین سے یہ پردہ اٹھا یا کس نے؟
کس نے کثرت کے نشان محو کئے سینوں سے؟
جامِ توحید۔ خدائی کو پلایا کس نے؟
کر کے سرشار ہیں بخود ہی الفت سے
دل سے رنگِ غم ہستی کو مٹا یا کس نے؟
کر کے طے ہند سماوات بیتِ جنش چشم
فخر ہم خاک نشینوں کا بڑھا یا کس نے؟
کس نے بخشی مرے نالوں کو سرفرازی شوق
خاک سے اخترِ بیکس کو اٹھا یا کس نے؟
اختر شیرانی

(باقی کالم صفحہ ۱۷)

اندرونی قوی کی تحریک و انگیزی نہ ہو جس قدر دل کے قوے
کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور کسی چیز سے نہیں ہوتے۔ ہم اپنے ہاں
کے ملکہ کا حال بالکل ہی دیکھتے ہیں کہ ان کے روحانی قوے
بالکل نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ وہ اگرچہ زندہ ہوتے
ہیں۔ مگر دلی اور روحانی قوی کی شگفتگی کے اعتبار سے
بالکل مردہ۔ پس کتابیں پڑھ لینے سے انسانیت نہیں آجاتی
بلکہ وہ کتابی علم خود ان پر بوجھ ہو جاتا ہے۔

پس معلوم ہو کہ تعلیم و تربیت لازم و ملزوم چیزیں ہیں جہاں
درسگاہوں میں تعلیم کے لئے جدوجہد کی جاتی ہے۔ اچھے معلم
اور اچھی کتابوں کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ
اس کے ساتھ تربیت کی طرف بھی توجہ دی جائے یہ دونوں
چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے حاصل ہونے کے بعد انسان صحیح معنوں
میں اثراتِ مخلوقات ہونے کا سختی ہو سکتا ہے۔

صغیر اہلستانی لاہور

تعلیم و تربیت

قدرت نے ہر چیز میں بہت سی قوتیں ودیعت کر دی ہیں۔
انسان میں اثراتِ مخلوقات ہونے کی حیثیت سے چند ایسے جوہر
پہنا دیے ہیں۔ جو دیگر اشیاء میں نہیں۔ قوتِ متخیلہ۔ قوتِ گویائی
وغیرہ۔ اسی طرح انسان میں بعض اور ایسی قوتیں پہنا دی ہیں۔ جو
بظاہر معلوم نہیں ہوتیں۔ مگر ان کو تحریک کی ضرورت پڑتی ہے۔
یعنی اس تحریک سے وہ قوت ظاہر ہوتی ہے۔ پس اس تحریک
کا نام تعلیم ہے اور اسے کسی کام کے لائق بنانا تربیت کہا جائے گا۔
اگر ہم یہ فرض کریں کہ یہ قوتیں انسان کے اندر ہی کی حیثیت
سے ہیں۔ تو ان کو سنبھال کر سرپرست پرانا بنانے کو تعلیم دینا نہیں آئے اور
ان کو کسی بات کا خزن و مخرج بنانے کو تربیت کہا جائے گا۔

در اصل انسان کو تعلیم دینا کسی بیرونی چیز کا ان میں داخل
کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اندرونی قوی کو حرکت دینا ہے۔ اور تربیت
کرنا اس کے لئے سامان جہا کرنا اور اس سے کام کا لینا ہے۔ جیسے
جہاز تیار ہونے کے بعد اس پر بوجھ لادنا۔ اور غرض بنانے کے بعد
اس میں پانی بھرنا پس تعلیم پانے سے تربیت کا بھی پانا ضرور نہیں ہے
خواہ تربیت کتنی ہی زیادہ ہو۔ مگر اس سے انسان کے دل سے
تربیت کا بھی پانا ضرور نہیں ہے۔ خواہ تربیت کتنی ہی زیادہ ہو
مگر اس سے انسان کے دل کی ستویں نہیں نکلتیں۔ اندرونی قوی
کو حرکت دے بغیر تربیت تو ہو جاتی ہے۔ مگر تعلیم بالکل نہیں ہوتی
اس لئے ممکن ہے کہ ایک شخص کی تربیت تو نہایت اچھی ہو مگر
تعلیم کچھ نہ ہو۔

بالفرض آپ کو شاعری کا شوق ہے۔ اگر آپ کو کوئی شخص یا
کوئی کتاب شاعر کہنے کے قاعدے سکھائے تو گویا اس نے آپ کو علم
شعر و شاعری سکھایا۔ دوسرے نغموں میں اس نے آپ شاعر کہنے کی
تعلیم دی۔ جب آپ یہ سیکھ گئے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کو کوئی
شخص یہ کہے کہ تم شاعر ہو۔ بلکہ آپ خود بخود اشتهار کہنے لگیں گے اسی
حالت میں آپ کو تربیت، اور تسلیم دونوں کی ضرورت ہے۔

کسی کا قول ہے کہ کتابوں کا پڑھ لینا تو تعلیم کا نہایت اونٹ
اور ب سے زیادہ مختصر جزو ہے۔ بلکہ اس تم کے پڑھنے سے جس سے
(باقی کالم صفحہ ۱۷)

کیڑے مکوڑے

خیال کیا جاتا ہے کہ جملہ اقسام کے کیڑے مکوڑے ہی انسان ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں مگر حقیقت یہ نہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو خود انسان کی آفرینش سے فطرت کا بڑا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان ہی سے کیڑے مکوڑوں کو غذا ہم پہنچتی ہے۔ چنانچہ ان ننھے ننھے کیڑے مکوڑوں کا تعلق جس قدر ہماری ذات سے وابستہ ہے۔ وہ یقیناً حیرت انگیز ہے۔ کیڑے مکوڑے اپنی غذا ہمارے جسم اور ہمارے خون سے حاصل کرتے ہیں۔ ہم اپنے کھانے کے لئے جو چیزیں رکھتے ہیں۔ تو تھوڑے عرصہ کی غفلت سے یہ کیڑے وہ تمام غذا کھا جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کیڑے ہمارے مکانوں۔ ہمارے بستروں، غرضیکہ ہمارے گرد و پیش اس طرح سے جمع ہوتے ہیں کہ ان سے جان بچانا مشکل نظر آتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان بھی ان ننھے ننھے کیڑوں سے مستفید ہوتا ہے۔ ان کا جمع کیا ہوا شہد کھاتا ہے۔ ان کے موم سے تیار کئے ہوئے عقیقہ کو سار کر کے طرح طرح کے کام میں لاتا ہے۔ ان کے بنائے ہوئے ریشم سے کیڑے پہنتا ہے لیکن بھی بھی اگر غور کیا جائے تو یہ کیڑے انسان پر زیادہ حادی و غالب ہیں۔ پتھروں، بھرخوں چوتے ہیں کھل کسی کروٹ میں نہیں بنے دیتے۔ پتھروں دن کاٹتے رہتے ہیں۔ تیتے اور کپڑے میں ڈنک مار مار کر بدحواس کر دیتے ہیں۔

کھن کھن کھن نالے کیڑے مگرتی کا مسموم سامان حتیٰ کہ حینٹوں کی کڑیاں اور ننھے ننھے کھو کھو کر دیتے ہیں۔ جھنجھکاڑے چاٹ چاٹ کر سوراخ ڈال دیتے ہیں۔ دیہک کتابوں کے حق میں وہ جا بے کہ الامان۔ چوٹیاں ہیں وہ بھی حضرت انسان ہی کی دشمن۔ ہیشہ اسی ٹانگ میں ۴

صنعت و حرفت

ہر جگہ سے گرم ان دونوں سے بازار حیات سے ہی ایک راہ تو مول کیلئے راہ نجات تاکہ میدانِ عمل میں زندگی بھر بہ نجات بزمِ گیتی میں اسی سے موتوں کو بے ثبات ہو اسی کے قبضہ قدرت میں ساری کائنات اس سے پیدا ہوتے ہیں انسان میں اعلیٰ صفات زیرِ ذراں نہیں ہیں قلم و نیل و ذرات و دہشت قاروں وہی پائے جاملے سکی بات آشنائے صنعت و حرفت جس میں انسان کا ہاتھ خاک کا ہو دھیر یا پتھر ہو یا ہونوئی دھات اٹکے مہربان نوازش ہر جگہ ہر جگہ پات کام چلتا ہو اسی سے دیکھو ان سو کہ رات غفل ہی سے اشرف عالم ہی ہو سکی ذات ہو اسی کا ذہن عالی نظر میں صنعت و حرفت نہیں مگر ہی پھر انسان کیلئے ہوں کائنات دور کردنیات سے سے ساری مشکلات نوکری کی رات دن میں چھری جان اور بات ہوئی قدر سیم انوس نذر مہلاست صنعت و حرفت کی جانب کر گاہ انتقا تاکہ رے وقت میں پائے مصائب نجات صنعت و حرفت سے عزت کی ہے ممکن زندگی

ہاؤس ہندوستان کی بی بی جو عوی کی بات

محمی صدیقی لکھنوی

دھ باقی کا لم ۱۲) رہتی ہیں۔ کہ کوئی مٹی چیز ہاتھ سے اور اس کو دھو ڈھو کر اپنے سوراخوں میں پہنچا نا شروع کر دیں۔ ایک ٹھاس ہی پر کیا منحصر ہے۔ ذرا شامی کباب یا کچوریاں یا کوئی مٹی ہوئی ٹمکین ہی چیز رات کو رکھ دیجئے۔ صبح کو انشا واللہ شامی کباب کا صرت خول باقی رہ جائے گا۔ علاوہ ازیں ان کیڑے مکوڑوں سے جو بیماریاں پھلتی ہیں۔ وہ انسان کے لئے سخت تکلیف دہ اور اذیت دہ ہیں۔ ایسے نقصان پہنچانے اور بحیف دینے والے کیڑوں کے اقسام میں لاکھ کے قریب بتایا جاتی ہے۔

سیدہ محنت از خاتون تنہا سنی فاضل

عصمت دہلی خُصانہ

جلد ۶ نمبر ۱

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بات ہے کہ جتنے افسانہ نگار ہیں جب کوئی قصہ لکھنے بیٹھتے ہیں تو جھوٹ کے وہیل باند ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اگر دوسروں کا قصہ لکھیں تو ان کو اختیار ہے کہ جوتی میں آئے لکھ لیں۔ ہم پرہیز کر سکتے ہیں مگر یہ کہ خیر جھوٹ بول رہے ہیں بولنے وہ۔ لیکن جب واقعات اس طرح بیان کئے جائیں کہ گویا یہ سب خود ان پر گزرے ہیں تو یقین ماننے آگ لگ جاتی ہے۔ اوروں کو کیا کہوں خود ہمارے بھائی ابا کا یہی حال ہے جتنی کتابیں انہوں نے لکھی ہیں سب میں اللہ کے فضل سے اپنا ہی حال بیان کیا ہے اور اس طرح بیان کیا ہے۔ گویا اس کا ایک ایک حرف صحیح ہے مگر یقین ماننے کہ ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو ان پر گزرا ہو۔ گھر سے باہر نکلے نہیں مگر بورنیو کا سفر نامہ لکھ گئے ہیں۔ اور مزایہ ہے کہ اپنے آب کو بڑا سچا سمجھتے ہیں اور بانی سارے افسانہ نگاروں کو جھوٹا۔ ابھی کل کی بات ہے، میرے ہاتھ میں ”خطرناک افسانے“ تھے کہ اتنے میں بھائی ابا آئے۔ مجھے بڑھتا دیکھ کر پوچھا ”کیا پڑھا جا رہا ہے“ میں نے کتاب دکھانی کہنے لگے ”اوہو، آپ ہیں۔ لاؤ ہم بھی تو دیکھیں کہ ان کے افسانوں نے آپ کیا کر ڈالی ہے“ یہ کہہ میرے ہاتھ سے کتاب چھین لی۔ مجھے بڑا نو بہت مسکوم ہوا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ ہندوستانی باپ گھر کا ذکینیر ہوتا ہے۔ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ خواہ وہ کھلا ہی کیوں نہ کھوٹ دے۔ خیال تھا کہ کتاب لے جائیں گے اور ایک آدھ روز میں واپس کر دیں گے۔ مگر انہوں نے وہیں اکرٹوں بیٹھ کر کتاب کے صفحے اٹھنے شروع کئے خدا معلوم کچھ پڑھا بھی یا نہیں۔ ہاں تھوڑی دیر یونیورسٹی لٹریٹ کر کتاب میرے حوالہ کر دی اور کہا ”اس میں جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ اور مزایہ ہے کہ ان کے جھوٹ میں مزا خاں نہیں۔ ہم پر جو واقعہ گزرا ہے۔ وہ ان کے جھوٹے قصوں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ میں نے کہا ”تو سنائیے“ کہنے لگے ”کل سناؤں چکا“ میں نے کہا ”نہیں ابھی سنائیے، آپ کو اتنی جلدیت تھوڑی دیکھائے گی کہ آپ کل تک کوئی قصہ گھر کر سنا دیں“ یہ سن کر وہ دراجڑا گئے اور کہنے لگے ”تو کیا میں کوئی جھوٹے قصے لکھتا ہوں نہیں یہ بھی خبر ہے کہ سچے قصے جھوٹے قصوں سے کہیں زیادہ زور دار ہوتے ہیں اور انسانوں پر بعض دفعہ ایسے واقعات گزر جاتے ہیں جن کے آگے آپ کے یہ جھوٹے افسانے گرد ہیں۔ بسنو“ میں اپنے پرینٹا ہوا ایک خُصانہ سنا تا ہوں، میں نے کہا ”خُصانہ کیا بلا ہے“ کہنے لگے ”اوہو۔ اتنی عمر ہو گئی اور تم کو اب تک معلوم نہیں کہ خُصانہ کیا ہوتا ہے۔ افسانہ خون کا مخفف خُصانہ ہے۔ مگر دیکھو اگر تم نے بیچ میں میری بات کافی تو پھر دھر کی دنیا اُدھر کیوں نہ ہو جائے میں یہ قصہ ختم نہ کروں گا۔ مگر قصہ کہنے میں یوں مزا نہیں آتا۔ پہلے اپنے بھائی بہنوں کو بلالو۔ ورنہ بعد میں وہ میرے سر پر ہونگے کہ ہمیں بھی وہ قصہ سناؤ“ یہ سنکر میں نے سب کو آواز دی کہ ”یہاں آؤ۔“

بھائی ابا ایک قصہ کہہ رہے ہیں ”میلہ یہ کہنا تھا کہ سب کے سب بھاگتے ہوئے آئے اور زمین پر پھسکڑا کر بیٹھ گئے۔ بھائی ابا بھی میں اتنی پانسی تا کر ہو بیٹھے اور یوں کہنا شروع کیا۔ ”تو ہاں۔ بھئی۔ تم کو تو معلوم ہے کہ کوئی تین سال ہوئے جب میں چھٹی لے کر تین مہینہ کیلئے دہلی گیا تھا۔ گردہ سے کہاں کہاں گیا تھا، یہ شاید تمہیں معلوم نہیں۔ ہوا یہ کہ میں دہلی سے لاہور گیا۔ وہاں نواب صاحب ممدوت کے پاس ٹھہرا۔ خیال آتا کہ جب یہاں تک آیا ہے تو چل کتیر کی بھی سیر کر لے پھر کون گھڑی گھڑی اتنی دوا تا ہے اور ہاں یہ کہنا تو بھول ہی گیا کہ لاہور میں حفیظ جالندھری نے ایک ہوٹل میں مجھے ایٹ ہم دیا تھا اور وہاں بہت سے ادیبوں سے ملا یا تھا تم ان سے لکھ کر پوچھ لو کہ میں صحیح کہتا ہوں یا نہیں۔ تو خیر لاہور سے روانہ ہوا۔ میں جس گاڑی میں تھا اس گاڑی میں ایک فوجی افسر موسیو لیکو آذرے بھی تھے“

لقدردے نام سن کر سب ہنس پڑے۔ بھائی ابا بگڑا کر بولے ”یو تو فو“ یہ کوئی ہندوستانی لقدردے تھوڑی ہے۔ یہ فرانسیسی لیکو آذرے ہیں (LECO ANDRE) دیکھو اگر اس طرح تم نے گردہ کی تو قصہ ختم ہے۔ غرض پھر سب کے سب ”صورت سوال“ ہو کر بیٹھے اور بھائی ابا نے سلسلہ گفتگو شروع کیا ”تو ہاں موسیو آذرے پہلے تو ذرا کچھ کھینچے کھینچے رہے اور تمہیں معلوم ہے کہ صاحب بہادر مر کا لے لوگوں سے ملے ہوئے ذرا بچکاتے ہیں مگر راستہ دھڑکا تھا اور درج میں ہم صرف دہلی آدمی تھے۔ اس لئے کوئی گھنٹہ ڈیرہ گھنٹہ بعد پہلے کچھ موٹا کچھ چڑھ کر آئے بعد چاب کی حالت پر کچھ گفتگو ہوئی۔ سیاسی معاملات پر بحث ہوئی اور ہم سب بچتے بچتے ہمارا ان سے ”یاد نہ“ ہو گیا ہم ہندوستانیوں

کی یہ عادت ہے کہ جہاں ایک دوسرے سے ذرا کھلے اور ملنے والے کے خدائی تعلقات، سفر کی ضرورت اور اسی طرح کے سینکڑوں حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ میں نے بھی موسیو آندرسے سے پوچھا کہ کہاں پر رہتے ہو کیوں جا رہے ہو کہاں سے آرہے ہو، تم ہو کون کس خاندان کے ہوتا اسباب کہیں لے جا رہے ہو۔ کتنے آدمی ساتھ میں، غرض وہ تمام سوالات کر ڈالے جو ایک ضمیمہ پولیس کے افسر کو کسی متنبہ شخص سے کرنے کا تو نا جائز لازم اور واجب ہیں۔ انہوں نے ان سوالات کے جواب دیے ان سے مجھے معلوم ہوا کہ ان کا تعلق فرانس کے ایک دولت مند خاندان سے ہے، ان کے ایک بھائی موسیو جولیان تھے وہ سیر سپائے کے بہت شوقین تھے، اسی سیر و سیاحت میں تبت گئے اور وہاں مر گئے یا مار ڈالے گئے، اسی کی دریافت کے لئے موسیو آندرسے تبت جا رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ موسیو جولیان کے ساتھ گئے تھے ان میں سے سوائے ایک کے اور کوئی زندہ نہ بچا۔ یہ بچنے والا ایک عینی "شان جو" نامی ہے اور اس کا بیان ہے کہ یہ سب کے سب خودکشی کر کے مرے ہیں لیکن وہ یہ نہیں بتا سکتا کہ ایک دفعہ ہی ان سب نے خودکشی کیوں کی، وہاں وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ جس قلعہ میں موسیو جولیان اور ان کی پارٹی پھیری تھی وہ شہر "لاسا" کے راہبوں کا تھا، وہاں کا قلعہ خالی پڑا تھا مگر اب راہب اس قلعہ کو توڑے دنوں کے لئے بھی کراہے پر دینے کے لئے راضی نہ ہوتے تھے، موسیو جولیان کی پارٹی میں کوئی تین آدمی تھے ان میں دس تو فرانسسی مرد تھے اور چار عورتیں اور باقی حال تھے جو سرنگر سے انہوں نے سامان وغیرہ نہانے اور کام کاج کرنے کے لئے ساتھ لے لئے تھے۔ جب سیدھی انگلیوں سے غمی نہ نکل سکا۔ تو انگلیاں ذرا تیرھی کر لی تھیں یعنی زبردستی اس قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا "شان جو" کا بیان ہے کہ قلعہ میں ایسے عجیب و غریب واقعات پیش آئے جن کو مجھہ زمانہ میں کسی طرح پاؤں نہیں کیا جاسکتا، خیر اسی طرح وہاں رہنے کوئی دس روز گذر گئے، ایک روز رات کے وقت یہ معلوم ہوا کہ قلعہ میں نیا مت لگئی ہر کمرہ سے گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ حال قلعہ کی دیواروں پر چڑھ چڑھ کر بیچے کودنے لگے اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اتنی پارٹی میں سے سوائے شان جو کے اور کوئی نہیں بچا۔ صبح کو جب ننان جو نے جا کر دیکھا تو یہ دیکھا کہ جتنے فرانسسی عورت اور مرد تھے وہ سب خودکشی کر کے اور چھال تھے وہ قلعہ پرستے گر کر ٹھنڈے ہو گئے تھے۔ شان جو کا خیال ہے کہ اس قلعہ میں جن آبادیوں اور وہ راہبوں کے دوست ہیں۔ راہبوں ہی کے بھڑکانے سے انہوں نے ایسی ہی عجیب اور دل ہلانے والی باتیں کہیں کہ موسیو جولیان اور ان کی پارٹی والے تابے لاسکے اور خودکشی کر بیٹھے۔ میں نے موسیو آندرسے سے کہا "مشر آپ جانتے ہیں اتنی دور گرا آپ ہیں اکیلے۔ جب میں آدمیوں سے وہ قلعہ سنبھل سکا تو آپ اکیلے چنے کیا بھاڑ کو بھڑکے گئے۔ وہاں تو ایک فوج کی فوج لیجانی چاہیے تاکہ اگر کچھ کام چاہیں تو باقی تپے بجائے لوگ اس موقع پر کھل کر سکیں، میں خود افسانہ نویس ہوں آپ کے ساتھ چلنے کو جی تو بہت چاہتا ہے مگر اس طرح قلعہ پرستے کو دھمکے باگو کی، مگر خودکشی کرنے پر تیار نہیں ہوں" موسیو آندرسے نے کہا "مشر تعجب ہے کہ آپ سلمان ہو مگر ایسی باتیں کرتے ہیں آپ تو قسمت کے قائل ہیں اولتے ہیں کہ وقت سے پہلے کوئی مرنے نہیں اور یہی خیالات ہیں جن کی وجہ سے آپ ایک زمانہ میں دنیا پر قبضہ کر چکے ہیں پھر حیرت ہے کہ آپ مرنے سے ڈرتے ہیں" میں نے کہا "حضرت مرنے سے کون مسخا دیتا ہے تجھے پھر سرکہ کر پٹنگ ختم ہو جانے کو میں ہر وقت تیار ہوں مگر اس کے معنی تو نہیں ہیں کہ نصرت لیکر آؤں، خواہ خواہ تبت جاؤں اور بے ضرورت ایک دو تین کہہ کے انا اللہ ہو جاؤں ہاں مگر آپ کے ساتھ کوئی بڑا فائدہ ہوتا تو دوسری بات تھی، گولی پتی کو اس کے گنتی، کوئی بچ جاتا۔ قسمت کا میں بھی قائل ہوں اگر قسمت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی بیوقوف موٹا سا ڈنڈا لٹکے ہیں لیکر پوری فوج چر جائیے اور کچھ لے کہ مرنا جینا خدا کے ہاتھ ہے۔ مرنا ہوا تو مر جائیں گے جینا ہوا تو بچ جائیں گے کیا اس کے پیو جی لینے سے بند تو دل کے کا توں بیکار اور توہوں کے منہ بند ہو سکتے ہیں آپ یورپ والوں نے ہمارے قسمت کے مسئلہ کو ذرا غلط سمجھا ہے حکم ہے کہ پہلے تہ سیر کرو اس کے بعد تقدیر پر چھوڑ دو۔ اور اسی لئے ارشاد ہوا ہے کہ "ہر توکل زانوے اشتربہ ہند" ہاں خیر یہ تو بتائیے کہ آپ اکیلے ہیں یا آپ کے ساتھ کوئی اللہ کا بندہ اور جی ہے۔ موسیو آندرسے نے کہا "جناب میں ایسا بیوقوف نہیں ہوں کہ اکیلا لا لاسا جاؤں اور مفت میں اپنی جان گنواؤں میرے ساتھ فرانس سے تقریباً پچاس آدمی آئے ہیں۔ اور سب کے سب فوجی ہیں، میں بھی فوج کا کرنل ہوں کئی تیرے سے سوال لے گئے ہیں اور اس طرح ایک زبردست فائدہ اگر ہم سب "لاسا" جا رہے ہیں میں نے کہا "اگر وہاں لڑائی ہو گئی تو پتھروں سے لڑو گے یا چتھروں سے" کہنے لگے پتھروں اور چتھروں سے کیوں لڑنے لگے۔ بندہ تو دل اور ہواؤں سے لڑیں گے شین گنوں سے لڑیے" میں نے کہا "شین گن تو کیا آپ کے پاس کوئی چھری بھی نظر نہیں آتی، اب رہے آپ کے ساتھی تو جہاں تک میں نے دیکھا ہے مجھے تو اس گاڑی میں گوری چھری کا کوئی ایک آدمی بھی

دکھائی نہیں دیتا، موسیو آندرے نے کہا "مشریب ساتھ وائے پیسے ہی روانہ ہو چکی ہیں، دودھ اب تبت کی سرحد کے پار ہو گئے ہونگے نشان چو بھی انہی کے ساتھ ہے، وہی ہمارا مہر ہے، میں سرنگر سے ہوائی جہاز میں روانہ ہونگا اور کوئی تین گھنٹہ میں ان سے جا ملے گا، میں نے کہا "اگر یہ بات ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہوں، ہوائی جہاز پر سوچو گے ڈرو لگتا ہے لیکن زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا، یہی ناکہ کہیں ٹوٹ کر گر پڑے گا مگر یہ کیا ضرور ہے کہ اس کے ٹوٹ کر گرنے سے دوسرے بچ جائیں اور میں مر جاؤں، دیکھا آپ نے، اسکو ہر ٹکڑے میں تبت میں، اپنی حفاظت کا پورا سامان کر لیتے ہیں اونٹ کی ٹانگہ باندھ دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آج اچھا مقام میں جسکو پیا جاسے وہی بہانہ کہلائے، غرض راولپنڈی پہنچے بیٹھے بات چلی ہوئی، سسٹیشن پر تھاب ہول کا آدمی ہوئے موجود تھا، موسیو آندرے کے اصرار پر میں بھی انہیں کی موٹر میں بیٹھ کر ہول گیا، رات وہاں گزار دی صبح کو ہم دونوں راولپنڈی سے نکلے تو سارے نڈے کوہ مری پہنچے، وہاں کوئی آدمی گھنٹہ ٹھہرے، رات بارہ مول میں لبر کی اور دوسرے دن گیا وہاں کے قریب سرنگر میں داخل ہوئے۔

مجھے سرنگر دیکھنے کا بہت شوق تھا مگر موسیو آندرے کو ایسی جلدی پڑی تھی کہ انہوں نے دم میں لینے دیا تھا اور سامان شستہ کر کے ہوائی جہاز کے اوپر پہنچے، جہاز پر سوار ہوئے اور بیکہ کر کہ "پڑھ جا بیٹا موسیو پر لڑا مٹی کر بیٹھ" وہاں سے بھر ہوئے، شتر شتر میں تو مجھے کچھ چکرے آئے مگر اس کے بعد طبیعت صاف ہو گئی، کشمیر کی وادی ہمارے قدموں کے نیچے تھی اور "جنت کے نظارے میں" کا لطف آ رہا تھا۔ اس کے بعد ہرنانی پہاڑوں کا خوفناک سلسلہ شروع ہوا، کبھی ہم پہاڑوں سے اوپر تھے اور کبھی ہم سے پہاڑ اوپر، ایک ہمارے موسیو آندرے تھے کہ اس منظر کی تعریف کرتے کرتے ٹھکے جاتے تھے اور ایک میں تھا کہ اس بھیاں تک منظر کو گھورتے گھورتے پریشان ہوئے جاتا تھا، بہر حال کوئی دو گھنٹہ میں جا کر ان پہاڑوں کی بلندی کچھ کم ہوئی اور کہیں کہیں زمین کی مبارک شکل دکھائی دینے لگی، ہمارا ہوائی جہاز بھی زمین سے کچھ قریب آ گیا کچھ دور اور اگلے تھے کہ چند غیموں اور چھوٹا لاریوں کی قطار دکھائی دی، ان پر جہاز نے دو تین چکر لگائے، زمین کا ایک حصہ اس کے آگے آئے، پہلے سی لوگوں نے صاف کرکھا تھا چکر کھاتا ہوا ہمارا جہاز زمین کے اس ٹکڑے پر اترا کچھ دور اور اتر پھر گیا، نیچے ہم تبت کی سرحد میں داخل ہو گئے، جہاز کی آواز سننے ہی سب لوگ غیموں اور چھوٹا لاریوں میں نکل آئے، فوج والے لائن باندھ کر کھڑے ہو گئے اور کرنل آندرے کو سلامی دی، انہوں نے سب سے پہلے تعارف کرایا، کچھ کراؤت ہو گیا تھا میں نے اور کرنل صاحب نے ہمارا کمرے بدلے اور ہم سب کھانے کے عیمہ میں گئے، پہاڑ مشیر شان چو بھی موجود تھے، کرنل آندرے نے ان سے پوچھا کہ یہاں لا استاکنی دور ہے معلوم ہوا کہ نصف سائیل پر ہے، اس سوال پر کہ "کرنل مسعود سے اتنی دور کیوں قیام کیا گیا یہ جواب ملا کہ یہاں سے آگے پہاڑی سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اور گویا زیادہ اونچے ہمیں ہیں لیکن ان میں کوئی ایسی ہوا جگہ نہیں ہے جہاں ہوائی جہاز اتر سکے قصہ مختصر یہاں آدھا دن اور ساری رات گزاری، پیرے غیموں اور ہوائی جہازوں کو وہیں چھوڑ گیا، دوسرے دن چھوٹا لاریاں اکھڑی گئیں باندھی گئیں، کچھ آدمی سامان کی حفاظت کے لئے رہ گئے اور بقیہ لوگ کھانے پینے کا سامان اور چھوٹا لاریاں کیمپ یہاں سے نکلے، اب اس کے بعد کچھ نہ پوچھو، بات نہ کیا کیا مصیبتیں، ہمارے ہوائی جہاز نے کئی قسم کی مشکل سامان ہوائی جہازوں کے کوئی دو بجے تھے کہ ہمارا قائد ہمارے اس چوٹی پر پہنچا جہاں سے لا استاکنا صاف دکھائی دینا تھا، لا استاکنا ہے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو تپاڑ کی جوتی برا آباد ہے، لکھنؤ کے بچوں کی ایک اونچی بلکہ ہر راہیوں کی فافا ہے اور اس کے گرد کوئی ہیں بچپیں جھونپڑے۔ گاؤں کے کوئی آدمی مل فافا ہے ایک ہوا، فافا ہے اور یہ وہی بلکہ ہے جہاں موسیو لکھو آندرے کے بھائی اور ان کے ساتھی اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے یہاں سے چکر ہمارے قدموں نے قلعہ کیا ہر حلقہ بنا کر چھوٹا لاریاں اکھڑی گئیں، اور تھوڑی دیر میں اس ویرانے میں ایک فافا باز رہ گیا، موسیو آندرے اور ان کے ساتھی چاہتے تھے کہ قلعہ میں جا کر ٹھہریں مگر میں نے منع کیا اور کہا کہ "بہتر یہ ہے کہ راہیوں کو کچھ دے دلا کر اجازت لے لیجائے، کیونکہ اس طرح زبردستی قلعہ پر قبضہ کر لینے سے سیاسی پیچیدگیاں پڑنے کا ڈر ہے" آخر سیری بات مان لی گئی اور فیصلہ ہوا کہ میں راہیوں کے لہاسے جا کر بات چیت کروں اگر وہ راضی ہو تو فافا میں تو زبردستی قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے، کیونکہ قلعہ میں جائے بغیر موسیو جولیان اور ان کے ساتھیوں کی موت کا سوال حل ہونا مشکل ہے، میں بھی اس تجویز پر راضی ہو گیا، قرار پایا کہ اگر کوئی خانقاہ سے آئے تو میں اس کے ساتھ جا کر لا اسے مول اگر نہ آئے تو نشان چو کو میکرو میں خود جاؤں اور قلعہ میں ایک مہینہ تک قیام کرنے کی اجازت حاصل کروں، درحقیقت میں سمجھا دلا کہ اگر اجازت نہ دی گئی تو قلعہ تو قلعہ تھا مگر فافا بہرہ بولی کر زبردستی قبضہ کرنا جائیگا۔ رات کو میں اور موسیو آندرے ایک چھوٹا لاری میں سوئے وہاں باتوں باتوں میں مجھے خیال آیا کہ ان حضرات سے بہنو پوچھوں کیا آخر ان کے نبی صاحب اس مصیبت میں پرے تو کیوں پرے، یہ سوچ کر میں نے ان سے کہا کہ "مشرخیرہ لوجو کچھ ہوا مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کے

بھائی صاحب یہاں آئے کس ضرورت سے تھے یہ جگہ تو ایسی ہے کہ اگر کوئی مجھے یہاں کا گورنر تو کیا بادشاہ بھی انبار بھیجے تو میں قیامت تک نہ آؤں۔ انہوں نے کہا: ”بھئی بات یہ ہے کہ میرے بھائی کو سیر دیاحت میں معلوم ہوا تھا کہ لاسٹا کی خانقاہ کے لاکہ پاس ایک ایسا زرد ہے جو مرے وقت کو تم بدھ کے گلے میں تھا۔ زرد تو ایسا قیمتی نہیں ہے لیکن بوڑھے کے تعلق سے اسکی قدر قیمت ہنٹ ہنٹ کی ہے اور اگر کوئی اسے کوڑوں ڈالر دے کر تیار میں اسی کو حاصل کرنے کیسے بھائی صاحب یہاں آئے تھے، آخر سکو نہ ہستی جس کو نے کی کوشش کی تھی۔

دو ایک دفعہ خانقاہ کی تلاش بھی لی گئی مگر زرد نہ ملا تھا نہ ملا کیونکہ لانا اس کو سیر کر کے روپوش ہو گیا تھا۔ سترے بعد جو وہ واقعہ پیش آیا جس کو تم سن چکے ہو، میں نے کہا ”یہ بھی خوب ہوئی، تم امریکہ اور یورپ والے بھی تبیب فحاش کے آدمی ہو جا رہے ہو کہ رو بہ کے زور پر دوسرے مذہب والوں کی ایسی چیزیں بھی مل جائیں، جو ان کو جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ آج بد مذہب والوں کو زرد دس کے لئے کی فکر ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے سنگ اسود پر قبضہ کرنے کی فکر کو گئے، دیکھو ستر اگر مجھے معلوم ہوتا کہ معاملہ اس طرح پر ہے تو میں کبھی تمہارے ساتھ نہ آتا، اور اب بھی کہے دیتا ہوں کہ اگر تمہارا ارادہ اس زرد پر قبضہ کرنے کا ہے تو حضرت میرے دوسرے سلام آپ جائیں اور پکا کام جانے، موسیٰ آدمی نے کہا: ”نہیں بھئی، میں خود ایسے جھگڑوں میں نہیں پڑتا۔ میں تو صحت یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی اور ان کے ساتھیوں کی موت کیونکر واقع ہوئی، اگر اس معاملہ میں یہ خانقاہ والے بے قصور ہیں تو میرا ان سے کوئی بہ نہیں، ہاں اگر معلوم ہوگا کہ انہیں کے ہاتھوں میرے بھائی اور ان کے ساتھی مارے گئے ہیں تو پھر اس خانقاہ اور اس کے رہنے والوں کی خیر نہیں“ میں نے کہا ”اب اگر یہ بات سب تو پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ دوسرے دن دوپہر تک انتظار کیا گیا کہ خانقاہ سے شاید کوئی آوے جب وہاں سے کوئی نہ آیا تو میں شان چو کے ساتھ لاسٹا کی طرف روانہ ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آنے سے وہاں والے واقف ہو گئے تھے کہونکہ گاؤں کے باہر ہی ہم کو ایک لاسٹا ملا جسے آئے کا سبب پوچھا اور ہمارے اس کہنے پر کہ ہم لاسٹا سے ملنا چاہتے ہیں ہم کو خانقاہ میں لے گیا تو زری دیر سا کر کے کے بعد ایک دوسرا لاسٹا ہم کو لاکھ مارک کرہ میں لے گیا۔ وہاں لاسٹا نے جو چہرہ برقاب دے دئے ہوئے تھا ہم سے بہت عجیب آواز میں ہمارے آنے کی وجہ پوچھی میں نے ہندوستان جو جواب دیا کہ ہم یہاں صحت یہ معلوم کرنے آئے ہیں کہ گزشتہ سال جو یہاں قافلہ بھیر تھا اس نے خود کشی کیوں کی؟“ لاسٹا نے کہا کہ وہ لوگ کسی نیک ارادے سے نہیں آئے تھے اس نے ان پر مذکی طرف سے یہ تعصبات نازل ہوئی ہیں تاکہ اللہ ان لوگوں میں جو ہم کو ستائے گا وہ بھی کبھی آرام نہ پا سکیں۔ آپ اپنے ساتھیوں سے کہہ دیجئے کہ وہ واپس چلے جائیں۔ ورنہ مجھے دہشت کران کا بھی نہیں وہی حشر نہ ہو جو پہلے قافلہ کا ہو چکا ہے۔ میں نے لاسٹا کو ہزار تعین دلایا کہ ہمارا زرد اس مقدس زردیاں کی کسی مذہبی چیز کو حاصل کرنے کا نہیں ہے لیکن اسکو کسی طرح یقین نہیں آیا۔ وہ یہی کہتا رہا کہ ”تم ان لوگوں کے حالات سے واقف نہیں ہو۔ یہ کہتے کچھ میں نے سنے ہیں۔“ ہندو زمین مانگے ہیں اس کی منہ مانگی قیمت دیتے ہیں۔ اور پھر ہمارے ملک پر قبضہ کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ کم سے کم ہم کو دعوتیں بھیجنے کی ضرورت دیدہ۔ لاسٹا نے کہا ”پہلے جو لوگ آئے تھے وہ کوئی اجازت یہ نہیں تھے جو اب ان آجوائے نصرت کو اجازت کی ضرورت ہے۔“ ہندو نے اسے بہت شوق سے قبضہ کر لیئے، جب تک جی جائے وہاں ستر رہے رکھے۔ اس میں نے نہ کوشش کی کہ اجازت ملے۔ میں وہ بہت ذہنی ستر راضی نہیں ہوا۔ مجھے بھی اس کی خند ناگوار ہوئی، اور میں نے واپس آکر موسیٰ آدمی سے کہا کہ لاسٹا کے دعوت ہاتھوں سے نہیں آتے، آپ قلعہ پر قبضہ کر لیجئے، اگر کوئی سیاسی جھگڑا ہو تو میں گواہی دیتے کو تیار ہوں کہ دعوتیں بھیجنے کی اجازت نہ دے میں لاسٹا کا زبانہ فی غمی۔ اس کے بعد خانی قلعہ پر قبضہ کر لینا کو شاکل کا مدد تھا۔ شام تک قلعہ میں داخل ہو گیا۔ وہاں یہ وہ ستر رہا جس نے ان کی انتہا نہ رہی کہ موسیٰ جو بیان کا سامان جیسے کا دیا کو ٹھہروں میں بجا ہوا ہے۔ ورنہ کسی دانش نہ بنی رہا کہ ہاتھ میں لگا دیا ہے اندر آنے کے بعد کو ٹھہراں تقسیم ہوئیں۔ دروازوں اور دروازوں کا انتظام کیا گیا۔ سرخس کو اس کا کام بتا دیا گیا اور اس صبح قلعہ لاسٹا پر کمریل اندر سے کی حکومت قائم ہو گئی۔ جب اس انتظام سے اطمینان ہو گیا تو تمام کو ٹھہروں میں سے لاشیں نکالی گئیں۔ لاشیں کیا تھیں بس خبر ہے تھے۔ بعضوں کے جسم کے کپڑے گل چکے تھے بعضوں کے گل رہتے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں ایک ایک سبتل تھا اور ہر سبتل کی صرف ایک گولی ملی تھی۔ ڈاکٹر لیجان اورو ڈاکٹر جینا نے لاشوں کا طبی معائنہ کیا اور دونوں کی جی اسے ہوئی کہ ان سب نے خود کشی کی ہے کیونکہ گولی کے گزرنے کا رخ صاف بتا رہا ہے کہ گولی پر سبتل رکھ کر خود کو گولی چلائی گئی ہے۔ عدوہ ازیں اگر بہتے حملہ ہوا، ہوتا تو کمروں کا یہ ان تشریف

ہوتا۔ زمین پر شمش کے نشان ہوتے مرنیوں کے تڑپنے کے آثار ہوتے اور سب سے زیادہ یہ سب کہ گولیاں سب کی کپٹیوں ہی پر کیوں لگتیں کسی کے کہیں بھی کسی کے کہیں، خیر یہ سب نے مان لیا کہ یہ خود کشی کی صورت ہے لیکن یہ سوال باقی رہ گیا کہ آخوات بھلے مانسوں کو ایک دم خود کشی کرنے کا یہ شوق کیوں پیدا ہوا اور اسی سوال کو حل کرنے کی قسم موسیٰ اندر سے کھا بیٹھے۔ گو میں نے بہت کچھ سمجھا یا بھی کہ بھنی جانے دو اب گرے مردے اکھیرنے سے کیا فائدہ؟ بہر حال ساری رات ان مردوں کو دفن کرنے میں گزری صبح ہوتے ہوتے اس کام میں فارغ ہوئے، اب کرنیل صاحب کا حکم ہوا کہ قلعہ میں فرانسیسی جھنڈا لہا دیا جائے اور جھنڈے کی سلامی کے لئے فوج تین فیہ کرے جھنڈا اڑانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کیونکہ پہلے ہی سے بڑے دروازہ کے اوپر باڈا لٹکا ہوا تھا۔ انفرض شہی، سفید دوسرخ پٹیوں کا جھنڈا لٹکا لایا۔ ایک صاحب نے بڑی سسکل سے ہاونے بڑھ کر پھر کی میں رسی ڈالی جھنڈے کے دو کونے اس رسی میں باندھے گئے۔ ہمارے ساتھ کے سپاہی وردیاں بہن کر بندہ وہیں لے اور لائن باندھ کھڑے ہو گئے۔ چچی نے گل سجایا جھنڈا ہاونے بڑھا بندہ وہیں نے بندہ وہوں کے فیر کے، لیکن فیر کے ساتھ ہی قلعہ میں ایک آفت بپا ہو گئی، قلعہ کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جہاں سے بیج جھج کر رونے کی آواز نہ آتی ہو۔ ابھی یہ رونہ اپننا ہو ہی رہا تھا کہ جھنڈا ہاونے پڑھ پھر کر کے جھنڈے لٹکا اور تھوڑی دیر میں فخط جلی ہوئی رسی نیچے آں پڑی فوج والوں کو دوبارہ فیر کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی مگر کرنیل صاحب کے حکم سے دوبارہ بھل سجا اور فیر ہوا اس مرتبہ پہلے سے زیادہ آہ و بکا کی آوازیں بندہ وہیں بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ تیار مت آگئی ہے اور سارے مردے اندسیاں کی دھانی دے رہے ہیں ہڑت یہ تھکے کے لئے آدمی دوڑائے گئے کہ آوازیں آکھیں سے رہی میں ستر کچھ تہ نہ چلا، بچارے حمالوں کی تو یہ حالت تھی کہ کاتو تو بدن میں خون نہیں مگر زمین سخت ہے آسمان دور ہے، والا معاملہ تھا۔ آخر جانے تو کیا ہو جائے۔ اور کہاں جاتے۔ کرنیل صاحب سیر فیہ رسی کروانا چاہتے تھے لیکن مہرے اس لئے کو بان گئے کہ کیوں خواہ خواہ کاڑھوں کا نقصان کر رہے ہو ممکن ہے آئندہ ان کی ضرورت پڑے۔ غرض کوئی آدھے گھنٹہ کے بعد رونے پینے کا غل و شور مچی جاتا رہا اس کے بعد سب کو آرام لینے کا خیال آیا۔ اتنے دنوں کے تھکے ہوئے تھے ساری رات مردوں کے دفن کرنے اور قلعہ کا انتظام کرنے میں گزری تھی، پھر ایسے سوئے کہ شام کی خبر لائے، اب کھانے کی سوچھی، حمالوں کے ساتھ، تاکھا انہوں نے نور دیا ٹھوکی اور دال پکا کر کھانا شروع کیا۔ لیکن ہمارے صاحب بہادروں برا ایک دوسری مصیبت آئی۔

مین کے بندہ وہوں میں ہر دم کا سامان تھا۔ گوشت، مچھلی، گھونگے۔ اطبندان تھا کہ کھانے کے وقت کھول بس گئے کھا لینگے۔ اب جو کھانے کا وقت آیا اور گوشت کا ڈبہ کھولا گیا نو اس میں سے مرے ہوئے چوہے کھلے مچھلی کے دمنیوں میں سے بندک برآمد ہوئے اور گھونگوں کے ٹینوں میں سیسیاں نکلیں غنیمت یہ ہوا کہ دو چار ڈبے صحیح سالم انہی صلی حالت میں تھے اس لئے رات کا کھانا کسی نہ کسی طرح بڑھ گیا۔ لیکن ہر شخص حیران تھا کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ڈبوں کو کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا جس طرح اُسے تھے اسی طرح بندہ کو تھری میں رکھے رہے پھر ان میں سے عجیب و غریب چیزیں کیوں نکلی رہی ہیں۔ اور سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ آئندہ کیسے گزرے گی۔ ڈبوں کا ڈھیر کا ڈھیر ساتھ ہے لیکن اگر سب کی ہی حالت ہوئی تو یہ سامان کتنے دن چلے گا آخر اسی وقت ایک جنگی کونسل منعقد ہوئی اور قرار پایا کہ کل چند مسلح جوان جائیں اور گھاؤں والوں سے بھیڑیں خرید کر لائیں اگر قیمت سے نہ دیں تو زبردستی چھین لائیں۔ حمالوں کو ان ڈبوں والی کارروائی کی اطلاع نہیں دی گئی کہ بڑے ڈنڈے کے ساتھ لا سنا گئی۔ قلعہ میں ہم نے یہ کیا کہ گوہ باورت مشین گن اور بندہ وہوں کو نہایت احتیاط سے ایک کو تھری میں بند کر دیا کھانے پکانے کی چیزیں فرانسیسی (جیت، باورچی کے سپرد ہوئیں اس نے ایک کو تھری میں ان کو رکھ کر باہر پناقل ڈال دیا۔ باقاعدہ پہرے تقسیم ہوئے۔ غرض اسی رکھ رکھا میں بارہ بج گئے، اتنے میں وہ لوگ بھی واپس گئے جو بھیڑیں لانے گئے تھے۔ یہ اپنے ساتھ چندہ بھیڑیں لائے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ گھاؤں والوں نے بھیڑیں دینے میں کچھ بھی چون و چرا نہیں کی قیمت لیکر چپکے سے بھیڑیں ساتھ کر دیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ آئندہ جس چیز کی ضرورت ہو اگر لجاؤ۔ گڈیل کی قیمت نقد دینی ہوگی جو کھانے پینے کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا بھیڑیں بھی باورچی صاحب کے سپرد ہوئیں اور حکم ہوا کہ روز بہا بھیڑیں کو اور ایک شام کو کافی جائے اور ہمارے کھانے سے جو گوشت بچے وہ حمالوں کو دیدیا جائے۔ رات کا کھانا انہیں ڈبوں پر چلا اس دفعہ بھی کچھ ڈبے اچھے تھے اور کچھ خراب مگر کام چل گیا۔

صبح کو ہم ہیں سے کچھ سو کر اٹھے تھے، کچھ سو رہے تھے کہ باورچی خانہ کی طرف سے یکدل و شور اٹھا و تھوڑی ہی دیر میں باورچی صاحبہ پریشان حال جینے چھوٹے کانپتے لڑتے کرنل صاحب کی کوٹھری میں آئے، میں بھی وہیں سو رہ تھا اس غل شورت سہری آنکھیں کھل گئی توج والے کوٹھری کے باہر کمر جمع ہوئے۔ باورچی صاحبہ کہتے تھے گمران کی بات خاک سمجھ میں نہیں آتی تھی، بڑی دیر کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ جیکھڑیں کل کی تھیں وہ سب گدھے بن گئیں ورنہ بھی کچھ اور نہ سنا۔ پہلے تو کسی کو یقین نہیں آیا کہ جب باورچی خانہ کے بڑ بڑولی کوٹھری میں جا کر دکھا تو سب کی سکتی ہے مگر گدھا بننے ہوئے نہ بھی، کچھ اور نہ سنا۔ پہلے تو کسی کو یقین نہیں آیا کہ جب باورچی خانہ کے بڑ بڑولی کوٹھری میں جا کر دکھا تو سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، وہ نہ بتائے یہ یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کو اس کوٹھری پر فضل تھا اور اس کے باہر ہی ایک فوجی جوان پہرہ پہن تھا۔ خیر جو کچھ دکھا دیکھا سہی لاچار دیکھنا کہہ کر اس کوٹھری پر پھر فضل والا دیا گیا۔ اور وہ رہہ کو نسل منقذ ہوئی بہت کچھ بحث مباحث کے بعد قرار پایا کہ ان گدھوں کو گاؤں والوں کو دیا جائے اور ان کے بدلے بھڑیں لی جائیں۔ اگر اس ادا بدلہ میں کچھ نقصان بھی ہو جائے تو کچھ ہرج نہیں ہے۔ اس تصفیہ کے بعد راکین کونسل بہتر سے دو فوجیوں کو اس کام کے لئے منتخب کیا گیا۔ کوٹھری کا دروازہ باورچی صاحب نے کھولا اور کھولتے ہی ایک چنگی ماری کی چیخ سن کر سب ادھر بھاگے کیا دیکھتے ہیں کہ اس کوٹھری میں عا میں کچھ گدھے مرے سے سٹیں رہے ہیں، دروازہ کھلتے ہی سب کے سب باہر نکلے اور اڑ گئے اب رہے گدھے تو وہ اپنے سینکوں کی طرح غائب تھے۔ اس واقعہ نے حمالوں کے تو کیا خود کرنل صاحب تک کے ہوتس و حوس کھو دیے۔ اب ہم میں تو میری کیا پوچھتے ہو۔ ہم چند دستانہ تو ڈرنے کے لئے پیدا ہی ہوئے ہیں، ہڈی دیر بعد سب کے ذرا اوسان، رست ہوس نذر کوٹھری میں جا کر دکھا کہ کوئی حور رستہ تو نہیں ہے۔ جہاں سے پالٹ مٹ ہو رہی جو ساری کی ساری کوٹھری بڑے بڑے مضبوط پتھروں کی بھی جو دروازہ نکلیا اس میں اس بھی چھید نہیں تھا کہ جو ہانہ تر سے کیا باہر جاسکے آخر سب پریشان ہو کر رہ گئے اور بھرا نہیں ٹمن کے ڈول کے سامان پر دونوں دفت گزارے مگر مصیبت یہ آئی کہ حمالوں اور فوج والوں میں کھسکے شمس فرشت ہوئی اور اب یہ ڈر سدا ہو گیا کہ کہیں یہ لوگ ہم سب کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بدھ کی رات تھی جو ایک دوسر عجیب واقعہ پیش آیا آدھی رات گزری ہوگی کہ نل شورا درونے پٹنے کی آوازیں آئی نہ نہ ہو جس۔ یہ آوازیں معہ میں سے نہیں بلکہ لاسات کی طرف سے آ رہی تھیں۔ ہم سب اپنی اپنی کوٹھروں میں تہا نہ نکل آئے کیا دیکھتے ہیں کہ لاشا اور اس کی خانقاہ میں آگ لگی ہوئی ہے اور شمعے آسمان کو جا رہے ہیں۔ مذہبی رت تھی اس لئے میں نظر ادھی زیادہ خوفناک ہو گیا تھا جھوٹے زیادہ تر کٹری اور کنول کے تھے اس لئے تھوڑی ہی دیر میں جل کر خاک ہو گئے۔ ارادہ تو ہوا کہ جہاں ان مصیبت زدوں کی مدد کریں مگر صدمہ زیادہ تھا اور رستہ خراب اس لئے یہ راہ ترک کرنا پڑا۔ اور سب افسوس کرتے ہوئے اپنے بسترروں پر جا کر سو رہے لاشا جانے کے ارادہ سے توج دور سے رہے ہی اٹھے اب دیکھتے ہیں تو راشا جیسا پہلے تھا وہی کا دسبا اپنی جگہ موجود تھا اب نہ شخص نہ کہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنا ت اور حیران ہونا ہے کہ بالقد رات کو جو سب نے دیکھا وہ خواب تھا یا لفظ کا دھوکا۔ بہر حال بہت کچھ سوچنے کے بعد بھی یہ معہ مل نہ سوا جمعہ کی رات کو ایک اور مصیبت نازل ہوئی رات کے کوئی دو بجے ہوئے کہ بدل گئی گرین اور بجلی کی کوک کا دوند ہوا کہ سب کی آنکھیں کھلی تھوڑی دیر بعد اب معلوم ہوا کہ بڑے زور سے اوپر رہنے میں۔ باہر حمالوں نے غل مجا نہ شروع کیا اور ساتھ ہی سب کے سب بھاگ کر ہماری کوٹھریوں میں تھس آئے اور بیان کیا کہ معن میں پتھروں کی بارش ہو رہی ہے اس دفت تو کسی کو ہانہ نکلنے کی ہمت نہیں ہوتی لیکن جب یہ طوفان ختم ہوا اس وقت معن میں نکلے گراں دھرب کی وجہ سے کچھ نظر نہ آیا اسی گڑبڑ میں دھکت گئی کیا دیکھتے ہیں کہ قلعہ کے معن میں اس سرے سے اس سرے تک چھوٹے چھوٹے پتھروں کی یہ موٹی تہہ جم گئی ہے۔ قلعہ میں تہہ بھونچا ہوا تھا یہ تھی جہاں یہ تھہ نہ ہوا۔ اب ہم سب کے حواس بخت ہوئے تھے۔ کیونکہ اب تک جو ہوتا تھا وہ نہ صرف نہ تھا اور اب ہانہ مدہ جنگ کے نقشہ پر گمایا ہوا ہر ہت کہ جب اس طرح سنگباری ہو اور مارنے والا دکھائی نہ دے تو قلعہ میں گزند بنو کیسے ہو۔ یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ کڑوت لاشا دلوں کے میں کیونکہ وہ پچارے اول تو آدھیل ددر تھے دوسرے قلعہ میں ان کے پیچھے کی کوئی صورت بھی نہیں تھی جمے کے دفع کوئی دس تہہ حمالوں کا وفد آیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ اب ہم اس قلعہ میں نہیں رہ سکتے۔ لاشا وائے جا دو گمران بھوت پریت ان کے پیچھے ہیں اس لئے اب یہاں ٹھہرنا مفت میں اپنی جان کھانا ہے۔ ان کو نہ رہ سکا یا مگر وہ نہیں رہے۔ آخر یہ تصفیہ ہوا کہ اگر تو رک یہ نہ صاف نہ ہوا

تو سب کی سچی کونسل سے روانہ ہو جائیں گے۔ وہ لوگ بڑی شکل سے اس پر اصرار فرماتے تھے کہ رات کے وقت ہم صحن میں نہیں سوئیں گے فوج والوں کے ساتھ سوئیں گے۔ بہر حال یہ دن بھی بڑی مصیبت سے کسی نہ کسی طرح گزر گیا۔ خیال تھا کہ آج رات کو بھی کوئی نہ کوئی سنجو نہ کھلے گا مگر باہر کوئی چیل نہیں ہوئی، میں نے پیسے ہی کہا ہے کہ میں روز سو آنہ سے ایک ہی کوٹھری میں سفری پٹنوں پر سوتے تھے میں کچھ جاگ رہا تھا کچھ سو رہا تھا کہ موسیو آندرے نے کہا ”سٹرٹ میرے پلنگ پر سوتے تھے۔“ اب ”موسیو میں تو اپنے پلنگ پر سوتا تھا۔“ آخر قہارے پلنگ پر کیوں آنے لگا؟ انہوں نے کہا ”تو پھر یہ میری کمر سے لگا کون پتا ہے؟“ نہ سندر میں ٹھٹھکیا، جیری کی روشنی ڈالی کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اس اکیٹا کچھ موسیو آندرے کی کمر کے پیچھے رکھا ہے اس گڑبڑ میں وہ بھی اٹھ بیٹھے اب جو دیکھتے ہیں تو وہ کچھ نہیں انکے بھائی کی لاش ہے اور کچھ سانس اور پورے کا سانس بچے رہ گیا آؤ جیسے جیسے وہیں فوجیوں کو جگایا اور صحن میں پھوڑا سا گڑھا کھود کر وہ لاش دفن کر دی اسکے بعد ڈرا اطمینان کا سانس لیتے کوٹھری میں آئے وہاں دیکھا تو یہ دیکھا کہ ایک دوسری لاش میرے پلنگ پر موجود ہے صبح ہو رہی تھی اسلئے سوائے اسکے اور کوئی تکریب سمجھ میں نہیں آئی کہ باہر آکر کمرے کو بند کر دیں اور ان ہیودہ اور خطرناک مذاق کرنے والوں سے کہیں کہ ”کوٹھری اب تم اس کمرے کو لاشوں سے بھر دو۔“ خیر خدا اگر کے صبح ہوئی اور چلنے کا ہولناک کمرے موسیو آندرے کیلین مہری لکھتے رات ڈاکٹر جنیڈا ڈاکٹر لیبان اور میں ایک جگہ جمع ہوئے اور قرار پایا کہ ایک یہاں سے چل دینا ہی بہتر ہے۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ کپٹن مہری نے اپنے سگریٹ کس میں سے ایک سگریٹ نکال کر سلکا یا دو تین کی کش لے ہوئے کہ انکی حالت بدلتی شروع ہوئی، ہاتھ پاؤں میں سنج ہوئے لگا اور انہوں نے خود اپنا گلا گھونٹنا شروع کیا یہ دیکھ کر ہم سب ٹھہرا کر اٹھ کھڑے ہوئے بڑی شکل سے انکا گلا انکے ہاتھوں سے چھڑا یا لیکن انکی یہ حالت تھی کہ ڈراگرفت دھیلی ہوئی اور انکے ہاتھ گلے پر سے کہیں آدھ گھٹنے میں جا کر انکی حالت دست ہوئی موسیو آندرے نے کہا ”عزیزو اب یہاں بھی خطرناک ہے خدا معلوم اسکے بعد کون اپنا گلا گھونٹ کر مر جائے سب سے پہلے تو یہ کہہ کر کوٹھنے سگریٹ اس وقت ہمارے پاس میں سب کو جلا کر خاک کر دو اسکے بعد سب باہر دو اور اس قلعہ کو خیر باد کہو“ یہ باتیں نہ کہیں کہ میرا خیال سڈنی مولر کی ایک کتاب ”کورت یڈی میں موت“ کی طرف گیا اور میں نے کہا ”موسیو آندرے اب یہ حالات بجائے الجھنے کے سیکھ رہے ہیں اور جھگڑے کو قہقہے میں ہوتا ہے کہ ان تمام کارروائیوں میں انسانی افعال کو دخل ہے جہاں تک یہ خیال ہے کپٹن مہری کے سگریٹ میں کرسلا زہر کی تھی، ڈاکٹر لیبان نے کہا کہ ”ہاں مجھے بھی یہ رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کوئی سات آٹھ برس کا دیکھ کہ جرمی میں اسی طرح کی کئی اور باتیں ہوتی تھیں۔ کونٹ سٹراسمین کے جتنے رشتہ دار تھے وہ سب ایک ایک کر کے اسی طرح اپنا گلا گھونٹ کر مرے تھے اور سب کی جائیدادیں کونٹ کے قبضہ میں آئی تھیں اس سے سارے جرمی میں ایک چل چل رہی تھی یورپ کے تمام بڑے بڑے ڈاکٹروں نے ان مرنیوالوں کی لاشوں کا سناٹہ کیا مگر ڈاکٹر کا تہ نہیں چلا پھر بھی کونٹ سٹراسمین کے متعلق اس قدر قوی شہ فضا کہ اسکا سناٹہ بچنا ذرا مشکل ہی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ جرمی سے بھاگ گیا اور اب خدا جانے کہاں ہے اسکے بانی کے بعد کرسلا کے متعلق بھی کچھ پتہ چلا ہے بہت معلومات ہو گئی مگر ابھی تک اس کی کو کوئی حاصل نہ کر سکا مگر یقینی امر ہے کہ یہی افریقہ میں پیدا ہوئی ہے اور وہاں کی ایک قوم زابو (ZABU) کو اس کا حال معلوم ہے اس قوم میں حوام کاری سے سب بڑے جرم ہے اور وہاں ایسے شخص کی یہ سناٹہ کہ پانی میں مسکریتی پلائی جاتی ہے اور وہ خود اپنا گلا گھونٹ کر مر جاتا ہے۔“ ڈاکٹر جنیڈا نے کہا ”ڈاکٹر کیا تم نے بھی اس تہی کے اثرات کے متعلق کچھ معلوم کیا؟“ ڈاکٹر لیبان نے کہا ”ہاں جن سگریٹوں کو ہیکر کونٹ سٹراسمین کے دوست مرے تھے انکے کچھ ٹکڑے باقی بچ گئے تھے اس تہی کے متعلق جو ڈاکٹر دریافت کر رہے تھے انہوں نے یہ سگریٹ دو تین ایسے لوگوں کو پلائے جنکو عدالت سے قتل کی سزا ہوئی تھی اور یہ صورت میں یہ ہوا کہ دو تین کش لینے کے بعد پینے والے کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا سگریٹ گر گیا اس کے حلق سے بری بری آوازیں نکلتی تھیں اور اسکے ہاتھ اس طرح اٹھنے لگے گویا وہ کسی چیز کو پکڑنا چاہتا ہے رفتہ رفتہ یہ ہاتھ اسکے گلے کی طرف بڑھنے لگے اپنا گلا گھونٹنا شروع کیا اور اتنا گھونٹ کہ دم چل گیا۔“ یہ سن کر تمام مجلس میں ایک سناٹا سا ہو گیا۔ اس خاموشی کو میں نے توڑا اور کہا ”موسیو آندرے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کونٹ سٹراسمین اس خاتہا میں موجود ہو اور اسی کے پیارے کو تو ت ہوں، ہاں خوب یاد آیا آپ نے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ کئی سال ہوئے ایک یورپین کو لاسا کے بڑے لانا لانا بنایا تھا میں سمجھتا ہوں کہ لاسا کا لانا یہ وہی کونٹ سٹراسمین ہے کیونکہ اول تو یہ منہ پر نقاب ڈالے رہتا ہے دوسرے اسکا لہجہ بھی کچھ چینیوں کا سا نہیں ہے اور میری رائے میں وہ لاسا میں کسی باہر والے اور فاکٹر پرپ والے کو اس نے نہیں رہنے دینا کہ جہاں نہ چھوٹ جائے اور گرفتار ہو کر اسے اپنے گرفتاروں کی منزلہ بھگتی پڑے۔“ میری اس رائے کو سب نے تسلیم کیا اور

منہ کی صفائی اور پان

نومبر کے سہ ہفت میں کیرہ ملہ صاحبہ فاس نے "پان" کے عالمگیر رواج اور اس کے حسن و قبح پر نہایت قابیلیت سے روشنی ڈالی ہے اور اسے دافع لعنت قرار دیتے ہوئے منہ کی صفائی کے لئے ناطرات عصمت کو اس کے استعمال کی غبت دلائی ہے۔

ہمد گزشتہ سے آج تک پان کے استعمال میں بہت سی تبدیلیاں پیدا کر کے اسے جو ذرہ دبا کیا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ چنانچہ مہانوں کی خاطر و مدارات میں "بر سبازست تحفہ درویش" مشہور خاص و عام ہے۔ قطع نظر ان لوگوں کے جو شوقیہ افزائش حسن اور آرائش و زیبائش کے لئے پان کھاتے ہیں۔ پان میں تبا کو کھانے والے اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ نشہ پینے والے شوقین تو بغیر اس کے اپنے نشہ کو نامکمل ہی سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ جب تک ان کے منہ میں پان نہ رہے۔ دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتے۔

بے شک شاہان غلبہ اور بگیاں گھنٹوں نے اپنے حسن و نگہار میں اضافہ کرنے کے لئے، سے کئی اقسام کی خوشبوئیاں اور طرح طرح کے خوش ذائقہ اجزاء سے مرکب اور مزین کر کے اسے عروج و کمال پر پہنچا دیا۔ اس طرح اسے خصوصاً صابن و ستانی سیگٹا کے سنگھار میں صفت اول حاصل ہو گئی۔ ہندوستان میں پان کی سرخری نے ایسا رنگ پھیدیا کہ مغربی تو میں بھی اسے اختیار کر کے بغیر نہ رہ سکیں۔ چنانچہ ان کو لپ شک ایجاد ہی کرنی پڑی۔ مگر باوجود ان سب خوبیوں کے جو اسے افزائش حسن اور تبا کو کے نشہ کی تکمیل کے لئے حاصل ہیں پان کو منہ کی صفائی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہ بات صرف اسی وقت تک رہ سکتی ہے جب تک کہ پان اور اس کی خوشبوئیتہ میں رہے۔ جیسے ہی پان ختم ہوا اس کی ساری خوبیاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

منہ کی صفائی اور گندہ دہنی کے دور کرنے کے لئے پان کا استعمال مفید ہے یہ خیال صحیح نہیں۔ دراصل گندہ دہنی یا لعنت دہنی کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو خرابی معدہ۔ دوسرے منہ اور دانتوں کی عدم صفائی۔ اگر خدا نخواستہ معدہ مض یا بدضمی کے کسی مرض میں مبتلا ہے تو تنفس انسان کے منہ سے بدبودار ہو کر نکلتا ہے۔ اس قسم کی گندہ دہنی کا علاج معدہ کا علاج ہے نہ کہ پان کا عارض استعمال اور اس کی خوشبوئیت و مرکبات۔ دانتوں کی عدم صفائی سے دانت کرم خوردہ ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان ایک خلاء پیدا ہو جاتا ہے ایسی حالت میں منہ اور دانتوں کی صفائی کسی اچھے نجین اور سواک کے استعمال سے کرنی چاہیئے ورنہ غذا کے ذریعہ ان خلاءوں میں ٹمک کرم میں سڑاند پیدا کر دیں گے جس سے مسوڑھے بھی متورم ہو جائیں گے اور ان میں پیپ و خون پیدا ہو کر منہ کی لعنت میں اضافہ کرنے کا باعث ہو کر مرض پائیر یا پیدا کر دیگا۔ دراصل گندہ دہنی ہی اس موزی مرض کا پیش خیمہ ہے۔

منہ، دانتوں اور معدہ کی عدم صفائی کی حالت میں پان اگر منہ کی صفائی کے لئے استعمال کیا جائے تو وہ ہرگز اس کے منافی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ پان کو گندہ دہنی یا پائیر کا علاج تصور کرنا غلطی میں داخل ہے۔ یہاں تک کہ اس کا کثرت سے استعمال کرنا منہ کی صفائی تو دوسری چیز سی دانتوں تک کو غارت کر دیتا ہے۔ ایسی حالت یعنی پائیر یا پیدا ہو جانے کے بعد دونوں طرح کے علاج کرنے ضروری ہیں۔ پہلے منہ کی صفائی کے واسطے ایک ہلکا سا جلاب یا دو چار روز متواتر لین ادویات کا استعمال کریں۔ ہلی اور زود مضہم غذا۔ سیرترکاریاں۔ اور فروٹ وغیرہ کھاتے رہیں۔ دلیسی ادویات کے منجن اور کیکر یا نیم یا بیلو کی مسواک بھی نہایت ضروری چیز ہے۔ یہ ہر صبح نہار منہ روزانہ کچھ عرصہ تک جاری رہنی چاہیئے۔ انشاء اللہ بہت جلد آرام ہوگا۔ منہ کی حقیقی صفائی کے بعد پان کا استعمال بغرض افزائش حسن فوراً اعلیٰ نور ثابت ہوگا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ دائرۂ اعتدال سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ بھروہی پہلی سی صورت پیدا ہو جائے گی۔ پھر اس کا دور ہونا مشکل کیا ناممکن ہو جائیگا۔

گ۔ ن۔ پیر و خلمہ

مگس بانی

(سلسلہ کے لئے اکتوبر ۱۹۳۳ء کا پرچہ دیکھئے)

ہندوستان کے مگس بانی۔ ہمارے ملک میں پرانے زمانہ کے مگس بانی زیادہ نہ بڑی عداوت میں نہ جاتے ہیں جو مکان کی دیواروں میں باہر کی طرف سے سوراخ کر کے بیچے یعنی مکروہ کے اندر ایک کس نام نہان گات رکھ پھوڑتے ہیں پھر اس میں موسم بہار کے شروع میں شہد کا لیب لگا دیتے ہیں اور پھر نماشکات کو ایک لکڑی کے تختہ سے بند کر دیتے ہیں پھر ہوشیاری سے چاروں طرف نرم مٹی لگا دیتے ہیں تاکہ شکات مغل طور پر نہ روڑا کرے اور نہ تارک ہو جائے شہد کی جوتھو سے جنگل کی مٹی مٹی مٹی فریقہ ہو کر وہاں جاتی ہیں۔ اور اس دیوار کے شکات میں چھپنے نہ لیتی ہیں۔ مالک مکان سمجھتا ہے کہ مگس لکھتی آئی۔ خیر رفتہ رفتہ مونس قدرت کے مینار

پھولوں سے بس لالا کر شہد بنا ان شروع کرتی ہیں موسم بہار کے آخر میں جب وہ شہد خوب جمع کر لیتی ہیں تب مالک مکان ان شکاتوں کو پیچھے سے کھولتا ہے اور کئی قدر دھواں دیکر مونس کو بھگا دیتا ہے پھر شہد کے چھتے کو ٹٹ لبت ہے۔ اسی ترکیب سے ان مقامات پر دفنوں کے کھوکھلوں باہر کی طرف سے مونس بانی جاتی ہیں اس خطہ کی سروری سبانی عداوتوں پر بھی ہوتی ہے۔ جہاں شہد نکالنے کے کام میں بہت سے لوگ مشاق کہے جاتے ہیں۔ وہ درختوں پر چڑھ کر مونس سے اپنے جہ کو محفوظ رکھتے ہوئے چھتے پر دھواں دکھاتے ہیں جس سے کچھ مونس بیہوش ہو کر مر جاتی ہیں بقیہ جھنڈے کو چھوڑ کر بھاگ جاتی ہیں اب چھتہ کاٹنے کے بعد وہ لوگ اپنی لالچی کی وجہ سے پورا چھتہ جس میں انڈے چھ مونس اور شہد سب موجود رہتے ہیں ایک ساتھ پھوڑ لیتے ہیں۔ مونس اس شہد نامہ مگس کو چھانسنے کے لئے چونکر استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی غلطی نہ ہوتا ہے یہ وہ شہد شہد بہت جو ہمارے ملک کے بازاروں خالص شہد کے نام سے فروخت ہوتا ہے لیکن افسوس کہ استعمال کرنے والوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا اور وہ مروتیت پر اس شہد کو نہایت شوق سے خرید لیتے ہیں۔ اگر یہ ربا سیر بہ شہد بدل جاتا ہے تو انہیں خوشی ہوتی ہے۔ جبکہ میں روزمرہ دیکھتی ہوں کہ عداوتیہ سے نکالا ہوا صاف و شفاف شہد روپیہ ڈیڑھ روپیہ فی پونڈ یعنی دو روپیہ سے مونس روپیہ فی سیر یا آسانی سیری سے فروخت ہوتا ہے باہر کی مالک کو چھوڑ کر اپنی بی بی میں کتنے مغز لوگ خود کو اس حمت کو فصل کرے ہیں۔ مغربی مالک و ستر ستر بیات جو شہد جنگ سے پہلے آتا تھا وہ بھی عداوتی پونڈ سے کم قیمت پر نہیں دستیاب ہو سکتا تھا۔ گزشتہ دستان کے نوجوان مرد اور خاتون مونس بانی میں حصہ

لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنا شہد اپنے ہی ملک میں عداوتیوں پر نہ فروخت کر سکیں۔ ساتھ ہی ساتھ اگر یہ مونس بانی کی تعداد روز بروز اضافہ ہوتا جائیگا۔ تو مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کو شہد کے لئے غیر مالک کا تحائف نہ بنا کر بیکار اور نہ ملک کی زبردست دولت اس طرح ضائع ہوگی۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں کم از کم ۵۰ ہزار مونس شہد ہر سال حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن افسوس کہ فی الحال ہم اس کا بیسواں حصہ یعنی د فیصد ہی بھی شہد نہیں اکٹھا کرتے۔ گزشتہ سال اسیرل انومو جیستو پھوڑ لکھنے لکھنے کے ذریعہ ڈاکٹر پوتھی نے نئی دہلی میں سلسلہ سالانہ اجلاس آل انڈیا کیسرس سوسائٹیشن نے دوران تقریر میں فرمایا کہ ہمارے ملک میں تنا شہد فراہم کیا جاسکتا ہے جو ہندوستان کی مالک نہیں بلکہ دنیا کے تمام مالک بطنیہ کی ضرورت کو آسانی پورا کر سکتا ہے۔

جدید مگس بانی کے اصول۔ سو لہویں صدی تک یورپ دارمگر مگس مٹی بن و تان کی حالت میں مگس بانی نہ نہ نہیں تھا ہندوستان کی کوشش کی گئی۔ اس عداوت میں مغرب کے مگس بانوں نے اپنی عمریں صرف کر دیں تب ان کے یہاں اس سامان پر اور اس مٹی کے ساتھ مگس بانی نئے ڈھنگ پلٹو دیا جاتا ہے۔ ستر ہویں صدی میں یورپ کا زبردست مگس بن مونس کی فرانسیسی پیدا ہو جو عام شباب میں بیٹا ہو گیا اس نے اپنی ساری عمر اس مونس بن پر چھینا جن کرنے میں جزا دی کہ اس کی آنکھیں بیکار ہو جاتی ہیں۔ مگس بانی اور زرد زرد زرد زرد زرد کی آنکھوں سے تجربات کے نتیجہ دیکھتا تھا۔ اسی نا بینا مگس بن کی کامیاب کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مگس بانی کی دنیا میں ایک نئی

رتھنی تھی۔ اسی لئے جو بڑا فائدہ ماڈرن نی کیمنگ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر سی سی ہرنے امریکہ ۱۱ سال تک مسلسل اس فن میں نقصان اٹھانے کے بعد دنیا کو یہ بات سکھائی کہ دنیا کے لئے ذریعہ حاش بن سکتا ہو۔ جدید ٹیکس بائی کو فروغ دینے میں نادر لینڈسٹر کی شخصیت بھی نہایت قابل تہذیب و ذہنی ہے۔ ششہ کا ذکر ہے کہ امریکہ کے انہیں فائدہ لینڈسٹر تھے انہوں نے موتوں کے لئے ان کے قدرتی گھر سے باہر متاھل ایک مصنوعی مکان بنا بائیس میں انہیں چھتہ فریموں کے ساتھ اٹھ لاکھ الگ دیکھے جاسکیں گئیں، بی کی دنیا میں یہ ایک نہایت مفید اور حیرت انگیز ایجاد تھی، بعد ٹیکس بائی کا سب سے بڑا اصول بھی یہی ہے کہ موتوں کو انکی قدرتی حالت میں مصنوعی مکانات کے اندر رکھا جاسکے اور ساتھ ہی ساتھ ہم ان کی عادات کے مطابق حسب خواہش معائنہ بھی کر سکیں۔ موتوں کے کسی نہ مصنوعی مکان کو بائیس ۱۹۵۵ء کہتے ہیں اب تو کئی طرح کے بائیس رائج ہو گئے ہیں لیکن دنیا بھر میں سب سے زیادہ استعمال لینڈسٹر اٹھ بائیس (۱۹۵۵ء) کا ہونا ہے یہ مقبول عام بائیس ہے جو ہر گز نام سے دوسم ہے۔ اس بنیادی اصول کے علاوہ مصنوعی طریقہ سے خاص موم کی تہ بنانا اور اس پر ضرورت کے مطابق موتوں سے چھتہ بنانا الگ الگ خانوں میں شہید کیے گا اور ان کے چاروں حصوں میں انتظام کرنا وزیر مشین کے ذریعہ خاص شہید کال کر نہیں جھٹوں کو بار بار استعمال کرنا، جدید ٹیکس بائی کے چند اصول کہے جاسکتے ہیں۔

موتوں کی قسمیں موتوں کے خاندان کا نام سام ایوانات میں اپنی ہی محکمہ ۸ ہے۔ اس خاندان میں تین قسمیں ہوتی ہیں جنکے ساتھ نام میں پڑا سٹیا جاسکتی ہے اور لفظ موتوں سے ہی قسم مراد ہے۔ جسامت میں پہلی قسم ایس ڈارٹیا سب سے بڑی ہوتی ہے جسے سارا رنگ یا چھوٹی کہا جاتا ہے۔ یہ پہلی بڑا اور رتھنی میں رہتی ہے اپنے چھتہ خندل آب ہوا میں بناتی ہے۔ چونکہ چٹانوں اور خوں اور کٹانوں کی چھتوں سے لگنے میں ایک کا لونی (کنہ) کا ایک چھتہ پانچ چھتہ لہا اور دو فٹ چوراسو ہے جس میں ایک سال کے اندر تقریباً ۸ پونڈ شہید جمع ہو جاتا ہے۔ یہ قسم بائیس میں رکھی جاسکتی ہے چونکہ کھلی جلد اور رتھنی میں اس کا لڈ ہے لکھا جاتا ہے کہ چھتہ سے انسان یا جانوروں کا میلوں چھپا کر لینی ہے اور بائی میں ڈیجی لگانے پر بھی نہیں چھوڑنی اس کے ڈنگ بہت تیز اور زہریلے ہوتے ہیں اسے جالی میں رکھنے کی کوششیں ایک عرصہ سے ہو رہی ہیں۔ چونکہ دنیا میں سب سے زیادہ شہید جمع کرنا لینی ہی قسم ہے اور صحت مند و نشان میں پائی جاتی ہے، مالک خیر سے بہت سے ماہرین اس مقصد سے کافی پروہم خرچ کر کے آئے لیکن ناکامیاب رہے۔ بہرہ نشان میں بھی مشر ماٹسن اور ڈاکٹر لین نے متواتر اس قسم کو مارکی جالی میں قید کرنے کی تدبیریں کیں لیکن دونوں س بائیں اسے قابو میں نہ لاسکے۔

دوسری قسم ایس ٹور یا سب سے چھوٹی ہوتی ہے یہی کھلے مقامات میں چھتہ بناتی ہے جیسے جھاری درخت کی شاخ یا عمارت کا کونہ۔ چھتہ کی شکل ہتھیلی کی طرح ہوتی ہے پہلی قسم کی طرح یہ بھی بائیس میں رکھی جاسکتی ہے شہید بہت کم جمع کرتی ہے مقدار تقریباً ۲ سے ۲ پونڈ سالانہ جو قدرتی مقامات سے اس کا شہید دواؤں کے لئے لوگ نکالتے ہیں۔

تیسری قسم ایس ایڈیکارہ نہ تو زیادہ بڑی ہوتی ہے نہ چھوٹی۔ یہ کئی متوازی چھتہ ایک ساتھ بناتی ہے تارکب اور محفوظ جگہوں میں چھتہ بنا کر رتھنی سے مشورہ رتھنی کے کھوکھلے حصے ہشی کے برتن اور دیواروں کے کھنگانے، اسی لئے یہ قسم بائیس میں باسانی رکھی جاسکتی ہے شہید کی اوسط پیر رتھنی سے ۱۰ پونڈ سالانہ سب سے بکتر تر وادہ طریقہ پر ٹیکس بنو کرنے سے اور زیادہ پیداوار کی توقع کی جاسکتی ہے جیو ٹیکوٹ رتھنی میں اوسط پیداوار ۱۰ پونڈ سالانہ ہے۔ اس کے علاوہ صرف ایک بائیس جیو ٹیکوٹ ایسری میں گذشتہ سال ۸۷ پونڈ شہید نکال لیا تھا۔ ہندو ۱۰ پونڈ سالانہ ایک بائیس سے ایک سال کے اندر زیادہ سے زیادہ مقدار میں انتہائی شہید نکل سکا ہے۔

پس اندیکارہ ایک پہلی قسم کی طرح زیادہ اثر نہیں کرتے۔ جبکہ فلوریا کا ڈنگ نہایت خفیف سا ہوتا ہے۔ ٹیکس بائی کے لئے سب سے موزوں قسم ایس اندیکارہ ہی قرار دی گئی ہے۔ جسے ہم موت کہتے ہیں۔ پہاڑی اضلاع بڑی اس کی جسامت بڑی اور میدانی خطوں پر چھوٹی ہوتی ہے۔ (باقی آئندہ)

بیگم۔ ح۔ ہاشمی

لب و لہجہ

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

انسان کو علم اللسان سے بہرہ ور کرنے کا مقصد بے پایاں ہے۔ خلاق عالم کو اپنی ہزار ہزار عالم کی تخلیق میں سے اس شہنشاہی کو نام نہاد سہروردی سے شہرت کرنے کی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ وہ اس کو بہترین مصرت میں لائے چنانچہ یہ غرض بڑی مدت کا میاب ہوئی اسی نوٹ گفٹاری بدولت وہ اشرف مخلوقات کہلاتا ہے عقل و فراست انسانی کا مظاہرہ کام و زبان سے سرانجام پاتا ہے۔ لیکن بعض تو اس سے فائدہ اور کامیابیاں، شہرت اور ناموری حاصل کرتے ہیں۔ اور بعض اپنی طرز گفتگو اور لب و لہجہ کی درشتی کی وجہ سے بدنام اور قابل نفرت خیال کئے جاتے ہیں۔ مردوں کا بیسیب و خیر کسی طرح کھپ جاتا ہے۔ مگر عورتوں میں اس کی بڑی گت بنتی ہے۔ شیریں زبانی سے ہمہ دامن کو بھی رام کر سکتے ہیں۔ مگر زبان سے کبھی ہونہار بات کی مار دوست کو بھی دشمن بنا دیتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اپنی بدزبانی کی کٹی عورتوں کو سرکش و زعفرور بنا دیتی ہے۔

اس بڑی عادت کا انسداد بچپن میں ہو گیا تو خیر ورنہ عمر کے لحاظ سے اختیارات اور اقتدار کی وسعت کے ساتھ زبان کی تنمی بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ ہمیں اپنے بچوں کو اس کی صحیح تعلیم دینے کے لئے ان سے نسبت اور نرمی سے گفتگو کرنے کی عادت پیدا کرنی چاہیے بچے اپنے ماحول سے جس قدر اثر پذیر ہوتے ہیں۔ وہ سالہا سال کی تعلیم و تربیت سے حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر بہنیں تم کلامی میں کوئی خاص خوبی محسوس کرتی ہیں۔ اور اپنے ننھے معصوم بچوں سے دانٹ ڈپٹ سے پیش آتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس کے عادی بن جاتے ہیں۔ ابتداً وہ ڈرتے ضرور ہیں۔ مگر جب دیکھتے ہیں کہ اہل جان مردار۔ چریل۔ پکڑتے کیمیز کے سوائے دوسرے الفاظ سے انہیں مخاطب ہی نہیں کرتیں اور ڈاؤن اسٹریٹ پر گالیاں اور کوسنے دینے لگ جاتی ہیں تو وہ ابتدائی خوف و ہراس بھی ان کے دل سے دور ہو جاتا ہے اور وہ ان کو مستعمل الفاظ سمجھ کر اس کان سے سنتے اور اس کان سے آزادیتے ہیں۔ اس کے بعد ہر وقتہ اور محل پر اپنے سے بچو ٹوں یا ملازموں پر بڑی آسانی دکھانے لگ جاتے ہیں۔ جن گھروں میں ایسی باتیں نہیں ہوتیں۔ ان کی طرز گفتگو سنہ اور لب و لہجہ نرم ہوتا ہے وہ ان کی تلخ کاریوں کو بہت ہی بُرا سمجھتے ہیں۔ اگر اتفاق سے اس قسم کی روکیاں خوش مزاج اور شیریں زبان خاندان میں بیاہی جاتی ہیں۔ تو ان کے سسرال والے اس پر چھوڑی عادت کی وجہ سے انہیں ذلیل خیال کرنے لگتے ہیں یا اسی کے برعکس شیریں کلام نرم لہجہ میں گفتگو کرنے والی لڑکیوں کو اگر کسی تلخ کو خاندان میں بیاہ دیا جاتا ہے۔ تو ان کی زندگی دوسرا ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس تلخی کو خواہ وہ دوسروں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو برداشت نہیں کر سکتیں شوہر یا ساس سسرے یا سندیوں اور دیوروں کے ترش فقرے اکثر تنہائی میں ان کو خون کے آنسو لانے ہیں۔ اور نازک و ناز پروردہ لڑکیوں کے لئے ایسے گھرانے میں گزر بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عورتوں کی بدکلامی بھی ان کی خانگی مسرتوں کو تباہ کر دالتی ہے شوہر اور بچوں کا دل زخمی ہو جاتا ہے۔ زبان کی چھری تیر و شتر سے زیادہ کام کرتی ہے۔ اور نہ ٹپری ہوئی عادت عمر کے ساتھ کم ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی مثال بھی اس چھری جیسی ہوتی ہے۔ کہ جس قدر زیادہ استعمال ہوتی ہے اسی قدر اس میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ تلوار کے زخم یا چھری کے گھاؤ سے بڑھ کر کسی کے طعن آمیز فقرے ہوا کرتے ہیں کسی کی بے اتفاقی سے اس قدر تکلیف نہیں ہوتی جس قدر کہ طعنہ زنی سے دونوں پر صدمہ ہوتا ہے۔

اکثر ماہیں بچوں کی صغرتی میں اس کی روک تھام نہیں کرتیں اور فرماتی ہیں کہ ابھی تو بچے ہیں۔ سمجھ طرہ ہونے پر آپ ہی خیال رکھیں گے۔ مگر یہ نہیں سوچتیں کہ بڑے ہو کر بھی نہ ہونا دک پودے قنارہ درخت بن جائیں گے۔ اس وقت ان کو یہ یاد آتا کہ ہمکن ہو جائے گا۔ دورانہ پیش مال باپ بھین ہی سے ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اور ترش رفتی، تلخ کلامی، اور سخت لب و لہجہ کا استعمال بڑھ نہیں کرتے۔ اس لئے کہ طرز گفتگو کی خوبی سے وہ دنیا میں اپنا وقار قائم کر سکتی ہیں۔ مثلاً دو بہنیں ایک امیر کی صاحبزادیاں تھیں۔

یہ دانی، ان کے لئے ایک سے ایک بیش قیمت لباس تیار ہوئے، گھر کی نوکر کی بھی ایک بڑی ان بڑکیوں کی ہم عمر تھی، بیگم کی لڑکیوں کے کپڑے دیکھ اس نے کہا کہ میں بھی اپنی ماں سے کہہ کر چھوٹی بیگم جیسا سبز جوڑہ بنواؤں گی۔ چھوٹی بیگم نے کہا چل بٹ صورت نہ شکل بھار میں سے نکل۔ تیرتی کالی صورت پر یہ سبز جوڑہ تو خوب رہنے لگا۔ بری صاحبزادی نے ایک شاندار جھنڈ لگا یا۔ اور کہا ”افورے تیر داغ“ اسی اتنے روپے تیری اماں کہاں سے لاسے گی۔ چہ نہیر نے ایسے کپڑے بنوائے گی، خبردار ہمارے کپڑوں کو ہتھ نہ لگا میسے ہو جائیگے۔ ان کی اتنی کہیں کھڑی تھیں۔ ہی تھیں بھٹ سانسے آئیں اور بڑکیوں کو ملامت کے لہجہ میں بولیں کہ ایسی باتوں کی کیا ضرورت تھی۔ ہمارے اس طرح سے کہنے سے اس غریب کا دل ٹوٹ گیا۔ جاؤ فوراً معافی مانگو۔ وہ ناگجھ ہے اُسے کیا معلوم کہ ان کپڑوں کی قیمت ہے اور اس کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ سادہ صورت پر سبز رنگ اچھا نہیں رہے گا، ہمیں اگر خدا نے دولت اور صورت عطا کی ہے تو اس کے معنی نہیں کہ اپنے سے کم حیثیت اور بد صورت لوگوں کی دل شکنی کرو۔ خدا تعالیٰ کو ایسی گفتگو نا پسند ہوتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ ہمارے آبا کے دشمن ملیل ہو کر کمانے سے مجبور ہو جائیں یا کسی بیماری سے تمہاری صورت بگڑ جائے، تب ہمیں اس تھکلائی کی یاد کس قدر تکلیف دہ ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے اس غریب بچی سے معافی منگو کر پیشہ کے لئے اپنی لڑکیوں کو اس عیب سے پاک کر دیا۔ اس کے بکس میں بھی دیکھا گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے ملازموں کو دھوکے میں لگاتے، گالیاں دیتے اور ان کی خلاف مرضی ہونے پر سخت سست کہہ کر نوج اور کھسٹ بھی لیتے ہیں مگر والدین اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ منہس کر مال دیتے ہیں یا نوکروں کی شکایت پر لٹاؤں کی کوڈانت دینے میں کہنا سمجھی سے ایسا کیا ہے۔ کیا انہیں قتل کر دوں۔ یا کھلا گھونٹ دوں۔ تو غریب نوکرا ہنادل سوس کر رہ جاتے ہیں مگر دنیا تو مکافات مل ہے۔ جلد یا بدیر انہیں اپنی بد اعمالیوں کی سزا مل جاتی ہے اور وہ ذرہ ذرہ مل کر رہتی ہے۔

اکثر بیویاں اپنے بچوں سے ایسی حقارت آمیز لہجہ سے تو نکار کر کے باتیں کرتی ہیں کہ سننے والوں کو بھی برا معلوم ہوتا ہے مگر وہ اس میں کچھ اپنی بلند شخصیت اور اقتدار کا مظاہرہ خیال کرتی ہیں بعض بہنیں جب کسی سے ملتی ہیں تو علیک صلیک کے بعد فوراً اس طرح ہم کلام ہوتی ہیں۔ ”آہ! آج تو غریبوں کی قسمت بھی جاگ گئی۔ آپ نے اس قدر تکلیف گوارا کر کے مجھے غریب کو یاد تو کیا مجھے ہم غریبوں کے لئے آپ کا آنا ہی کیا کم احسان تھا کہ بچوں کے لئے بھی اس قدر بھل اور سٹھائیاں لائیں“ حالانکہ لانیوالی بہن اور وہ حیثیت میں برابر با نقطہ انیس برس ہی ہوں گی۔ مگر بات بات پر اپنی غریبی کا رونا روئے جاسں گی۔ اگر مجلس میں کسی حاضر جواب بہن سے پلا پڑ گیا۔ تو پھر کھری کھری سنتی بھی میں۔ مگر انہیں کیا پرواہ ہے۔ ان کی یہ عادت تو فطرتِ نانی بن چکی ہے۔ بُری طرزِ گفتگو بھی دل آزاری کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور دل آزاری دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے +

سخت کلامیوں کا نرم جواب اکثر اوقات جادو کا اثر پیدا کرتا ہے۔ اور عموماً اس کا اثر دیر تک دلوں میں قائم رہتا ہے۔ بعض بیویوں کو اپنے شوہروں کے ساتھ بھی سخت کلامی کی عادت ہوتی ہے۔ وہ اچھی بات بھی بولیں گے تو یہ جھڑک کر جواب دیں گی۔ بالخصوص جب ان کی قریبی عزیز دار یا سہیلی سامنے ہوتی ہیں۔ اس وقت وہ اپنا اقتدار جمانے کے لئے شوہروں سے ذرا رعب آمیز گفتگو کرنے لگتی ہیں۔ تاکہ آنے والے پر یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ عورت اپنے جاؤند پر کس قدر حاوی ہے۔ میٹھی بولی سے دشمن بھی رام ہو جاتا ہے۔ تلخ کلامی کا نرم جواب سخت گو آدمی کو بھی جھل کر دیتا ہے۔ اور وہ اپنی اس حرکت پر نادم ہو جاتا ہے۔ دنیا میں انسان کا کام انسان ہی سے ملتا ہے۔ مگر ترش رو آدمیوں کے ساتھ کوئی ذرا سا سلوک روا نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ لاکھ قربانیاں کی جائیں۔ مگر ایسے مزاج کے آدمی کا سا جواب دے کر دشمنی سے نہیں چوکتے۔ چنانچہ ہمیشہ انہیں لوگوں کی بے التفاتی کا شاکی رہنا پڑتا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ ان کے اپنے سلوک طرزِ گفتگو اور لب و لہجہ کی کڑھائی نے دوسروں کو بھی ان سے برگشتہ خاطر کر دیا ہے +

جمیلہ بیگم۔ کلکتہ

انتظار

درد و دیار پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پاروں طرت تیز و صوب بھبی ہوئی تھی۔ تمازت آفتاب کی وجہ سے پرندے تک اپنے گھونسلوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ خادمہ نے آہستہ سے اٹھ کر خواب گاہ کے درمیانے کاسیہ پردہ چھوڑ دیا اور کمرہ میں اندھیرا سا چھا گیا۔ وہ پنک پر بے حس و حرکت پڑی تھی۔ خادمہ نے آہستہ سے جھک کر اس کی بلبلی ہڈی پیشانی پر ہاتھ رکھا مگر اس نے بھرمی اپنے جسم کے کسی حصے کو جنبش نہ دی۔ ”دوا کا وقت ہو گیا ہے سلیم صاحبہ۔“ خادمہ نے آہستہ سے کہا۔ اس کے زرد چہرے پر ایک اُداس مسکراہٹ ظاہر ہوئی۔ اور اس نے اپنی دکھن منمو آنکھیں کھول دیں۔ اور کہنے لگی۔ ”اب دوا کا کما فائدہ ہو گا بات کو جس دوا روکتی ہے“ خادمہ نے اپنے بازو کے سہارے سے اس کا سر اٹھا لیا اور دوا کا پیمانہ اس کے لبوں سے لگا دیا۔

شام ہو چکی تھی۔ اس نے نجیف آوازیں خادمہ کو دیر کیچہ کا پردہ اٹھانے کے لئے کہا۔ خادمہ نے بڑبڑ کر وہ اٹھا دیا دوا کھڑکی میں سرسوں کے کھیت نظر آ رہے تھے۔ بیٹے بیٹے بھول شام کی اداسی میں سر جھکائے کھڑے تھے۔ ماہر شرک پر شاہد کوئی خوب الوطن نہایت اداس سرگور۔ بانسری بجا رہا تھا۔ دو گرم آنسو اس کی حین آنکھوں سے اہل کراں کے رخساروں پر بہنے لگے اُس کی زندگی کی بھی شام ہو چکی تھی۔ اُسے بچپن سے لیکر اب تک کے نام واقعات ایک ایک کر کے یاد آنے لگے۔ گذشتہ دنوں کی یاد کس قدر سنگین ہوئی تھیں۔ مگر کتنی کشت آور۔

انہیں زرد کھنٹوں میں وہ اور پرویز تمام دن کھیلا کرتے تھے بھنٹوں بیٹن میروں کے چھے دور کرتے تھے ان کے بند اور معصوم فہموں پر تونہ سے جی مسکرا، یا کرتے تھے۔ دوا اور آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر سفید نیچے میں جذب ہو گئے۔ پرویز کتنا ہنس کھتا تھا۔ بس مہنے کے سوا معلوم ہوتا تھا اُس کا کوئی کام ہی نہیں۔ جب یہ س کے نئی کے بنائے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹھروں کو اپنی ٹانگ کی ایک جنبش سے مس کر دیتی تو وہ بکا۔ راض ہونے کے بعد نہ ہنس داکر نا تھا اور یہ جی ہنسنے لگتی۔ وہ معصومہ جس بے خبر بہتہ ہنس کر تھیں۔ بچپن کے سہرے دن گذر گئے، وہ سبھی ایک دوسرے سے ساٹھ اسی طرح وابستہ تھے، جیسے گذرے ہوئے دیوں میں۔ وہ بہ سمجھتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں کوئی حسرت انہیں جا نہیں کر سکتی۔

بھر پرویز جلد ہی کالج کے بڑے رنگ ہاؤس میں چلا گیا۔ مگر ان کے رفصوس دل ایک دوسرے کے بہت قریب تھے جس گھوٹے دویار پر پرویز کی عدم موجودگی میں اداسی برسا کرتی تھی۔ سی گھر بس کی آمد سے شادمانی کی لہرں چھا جاتی تھیں۔ وہ اس کے لئے شمار تھے لایا کرتا، لٹھوں کی کتاب میں قیمتی میڈرور لٹھ، جن پر اس کے نام کا پند حوت لکھا ہوتا تھا۔ اور بہت سی خفصت جنس۔ ان تھوں کو دیکھ کر وہ کس قدر خوش ہوا کرتی تھی۔ بھر وہ آئندہ ان کے ذمہ بیٹھ کر باتیں سا کرتے۔ وہ س قدر دیکھ ب باتیں کرتا تھا بس مہنے جاتا تھا اور باتیں کئے جاتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ہنسنے جاسے بولتا جائے اور یہ سنتی جائے اور جب کبھی وہ سرت کامیا سانش لیکر تمام دھواں اس کے منہ پر چھوڑ دیتا تھا تو وہ کتنی ناز لگتی تھی اس کے منہ سے سگریٹ نکال کر آئندہ ان میں پھینک دیا کرتی تھی مگر وہ جواب میں صوف مسکرا دیا کرتا اور پھر جب بھینٹ اس کی امی کی آواز سنائی دیتی۔ ”بہار بچنے والے میں سوجاؤ۔“ وہ دونوں اپنے خوابوں سے چونک اٹھتے۔ در خدا حافظ کہہ کر اپنی اپنی خواب گاہ میں چسے جاتے۔

اس کی امی بیمار ہوئی۔ پرویز اب، خود اکثر تھا۔ مگر وہ پرویز کی ان تھک کوششوں سے بھی نہ نہ ہو سکی۔ اس نے دھوڑتے

ہوئے اس کو اور پرویز کو جینہ کے لئے ایک دوسرے کا بنا دینے کے لئے کہا۔ نہ معلوم یہ آسمان کوں کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتا یاں کی موت کے بعد وہ خود سخت بیمار ہو گئی، مگر پرویز کی روز و شب کی تیمارداری اور دیکھتی نے اسے ماں کی موت کا صدمہ بھی کھلا دیا بعض اوقات وہ پرویز کی اس قدر گہری ہمدردی سے متاثر ہو کر کہا کرتی "پرویز تم کتنے اچھے ہو تمہاری محبت اور دیکھتی تمام عمر نہ بھول سکوئی" اور وہ ایک قہقہہ لگا دیا کرتا۔ وہ سہرات کا جو اب قہقہے سے دیا کرتا تھا۔

جب بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے تو غم آنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے وہ کیا جانتے تھے کہ ان قہقروں کی تہیں آنسوؤں کی جھڑیاں پوشیدہ ہیں۔ ان بے پایاں مسرتوں کے پیچھے دکھوں کے سیاہ بادل چھپے ہوئے ہیں اور نہ ہی آرزوؤں کے پیچھے حسرتیں چھپی جھانک رہی ہیں۔ بانسری کی دلور صداب دہ رہتی جا رہی تھی اس نے پرویز آنکھوں سے باہر کی طرف دیکھا۔ بید کے درخت کی شاخوں سے پتیاں لرز لرز کر نیچے گر رہی تھیں، دھڑکنوں میں کوئی جروا ایک درد انگیز گیت گاتا رہا تھا۔ درخت کے پاس ہی جنگلی گلاب کا ایک سفید پھول کے کسی کی حالت میں ایک شاخ سے ٹک رہا تھا۔ اس کی پتیاں مرجھا چکی تھیں۔ "اب تو شام ہو گئی اور وہ ابھی تک نہیں آیا" اس نے بہتہ سے کہا اور اس کی نگاہیں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ نیلے ریشمی پردوں کے پاس نیلے قالین پر خاموش دنیا واقفیت سے بے خبر سو رہی تھی۔ چاروں ہاتھ پاؤں پھیلائے، اطمینان سے لیے لیے سانس لے رہی تھی۔ "اطمینان قلب" اس نے ایک آہ بھر کر کہا "کاش یہ مجھے بھی نصیب ہوتا" اس کے خیالات پھر ماضی کی طرف گئے۔ پھر پرویز نے تعلیم کے لئے انگلستان چلا گیا۔ پرویز کی عدم موجودگی میں ہی وہ پیہ کے لالچ میں اس کے باپ نے اس کی شادی دو بہتندختیار سے کر دی اور اس طرح دو بہنوں کی آرزو میں جل کر رکھ دی گئیں +

اس کی شادی کے بعد پرویز پھر بھی یہاں نہ آیا۔ وہ خود بھی کسی کو حوصلے میں نہ رکھنا چاہتی تھی اس لئے اسے سختیار کو تنہا دیا کہ وہ اسے نہیں چاہتی وہ اس سے نفرت کرتی ہے اسے ساری دنیا سے نفرت ہو گئی ہے، سختیار سے، اپنے باپ سے، دنیا کی تمام چیزوں سے گھر کے در و دیوار سے خود اپنے وجود سے نفرت تھی، سختیار کا شاندار محل اور عیش و عشرت کے سامان اسے کوئی راحت نہ دیکھتے تھے۔ بختیار کی محبت اور دیکھتی اس کے دکھوں کو نہ مٹا سکی۔ شادی کے بعد سختیار اور اس کے باپ کی ایک حادثہ کی وجہ سے اچانک فوت بھی اسے کوئی صدمہ نہ پہنچا سکی غم اور خوشی کا اسے کوئی احساس نہ رہا تھا۔ وہ ایک بے حس اور خاموش زندگی گزار رہی تھی۔ سختیار اور اس کے باپ کے انتقال کے بعد پرویز بھی وہاں آ گیا۔ اس سے بھی ملنے سے انکار کر دیا۔ دکھوں کے بوجھ سے اس کے احساسات دب گئے تھے۔ اس نے پرویز کو کہا کہ وہ اسے بھول جائے کیونکہ قدرت نے اب ان کی زندگی کے راستے ایک دوسرے سے جدا کر دیئے تھے مگر وہ خود بھول کر بھی پرویز کو نہ بھول سکی۔ اسے اب دکھوں میں ایک لذت سی محسوس ہونے لگی۔ آہیں بھرنے میں لطف اور آسو ہانے میں مزا آنے لگا اس کے سوا وہ کسی کی سکتی تھی۔ آہیں، آنسو، دکھ اس کا سرمایہ حیات بن گئے پھر وہ ان سے الگ کیسے رہ سکتی تھی، گذشتہ بے پایاں خوشیوں نے اسے مایوسی کے گہرے گڑھے میں جھکیل دیا۔ ستریں اس کے قریب آ کر دور ہو گئیں۔ دنیا بھی کتنی ستم ظریف ہے۔ ہمارے دکھوں میں اس کی خوشیاں پوشیدہ ہیں۔

پرویز بھی دنیا کی دھچکپیوں سے الگ تھلک ایک خاموش اور بے کیف زندگی گزار رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے متعلق سب کچھ جانتے ہوئے ایک ہی تھیں رہتے ہوئے کبھی ایک دوسرے سے نہ ملے، کیونکہ وہ کہتی تھی کہ قدرت نے اب ان کی زندگی کے راستے الگ کر دیئے ہیں۔ برآمدے میں سے اسے اپنے کتے کے بھونکنے کی آواز آتی، اس نے خیف آواز میں اسے بلائیڈرے برے سفید پاؤں والا سا خوشی سے دم ہلا پھلانگ کر اس کے پتنگ پر چڑھ گیا اور اس کے برف کی طرف سفید بازوؤں میں لیٹ گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اسے سچ بھی اپنے کتے سے وہی محبت ہے۔ جو اس سے چار سال پیشتر تھی۔ اس نے زور سے اسے اپنے بازوؤں میں دبایا اور اپنے کانپتے ہوئے سب اس کے کانوں کے پاس رکھ دیئے۔ کتا بھی اپنی مالک پر جان دیتا تھا۔ انہیں زرد دوسروں کے کھیتوں میں وہ اپنی مالک کے ساتھ حقوں کھیلاتا تھا

رودادِ مخمل

سدرہ بونہ رتہ... طلبہ
مخت ہے بندہ جو سے گلزار
شہ نیا سان کی ہے نئی بہ نئی
آنکھوں سے اچھلنے میں گرہ لگے انہو
جل بکھڑا راگ میں جو درت گئی تو
نور و دل مدق کی سزل سے گزرا
بجلی سے تہ میں سرخسبیاں میں
کرموں ناعت سر کر سال میں جو ہو
جہا ہے نیکار تو آجس مل سے
تدیر سے۔ جو بس بدو بس مل سے
بن یاں نارسین گریزاں نہ طلبہ
گلزار ہے عشرت تو گلستاں نہ طلبہ
اس زہر کا ہے بندہ احساں نہ طلبہ
عنان سے بھی تو کوہر عشاں نہ طلبہ
خزین کے سے نعمہ رقصاں نہ طلبہ
نسرل سے ہادہ حیراں نہ طلبہ
حاسد کے لئے برق خزاں نہ طلبہ
دوات سے امڈنا ہوا طواں نہ طلبہ
ریہ اندوہ خرواں نہ طلبہ
نقد برے غم میں کل وریاں نہ طلبہ
شر یا سلیم بی۔ اسے

ابانی نفعہ الکھالے کی جزیں خاص طور پر کوہ غروب ہونی میں اقباط
رام کی کھنی سے سینے کو کس وقت اور کونسی خزانہ کو دینا ہے جس
میں لاج کی موافقت اور نواقضت کا خیال رکھا جائے خدا کے بارے میں ہر حال
خود ہی اشد کی نسبت سمجھ سکتی ہے کہ کیا بچہ دینی جز زیادہ پسند کرتا ہے اور
کونسی جز اس کے لئے مضرب یا نثر حبیہ ہوتی ہے کیونکہ ہر بچہ کا مزاج اور طبیعت
الک الگ ہے۔ صبح عرقہ ہے کہ کتے بچوں کو شہ منہ ان چیزوں کی طرف
عجب دلانی ہے۔ جو وہ مفید ہونے پر بھی ناپسند کرتے ہیں لیکن بے وقت نہ
واسے بچے جو سناے آہستہ آہستہ میں درمچ طور پر نہ کھانے کے سبب
چرخے اور منہ ہی بن جاتے ہیں۔ بچوں کو خوش اور ندرست رکھنے کے لئے
حفظ صحت کے وہ اصولوں پر توجہ رکھنی چاہئے روزہ کی عاداتوں میں
باقاعدگی ہونی چاہئے۔ اگر اس بات کا نہ روت خیال رکھا جائے گا
تو بعد خود ہی خوش و ندرست بن جائے گا۔

ایس بی طاہرہ پشاور

آج مدت کے بعد اپنی مالک کے س پار سے اس پر خودی سے طاری
ہوری تھی اور اس نے خوشی سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اسے کیا معلوم
تھا کہ یہ آخری پار ہے۔ ایک دم اس نے چونک کر کھینچے مار دیا۔

گستاخیزی سے باہر بھاگ گیا۔ اس سے ہمارے تین وہ
ہو گئے تھے وہ ایک موصے سے اپنے جذبہ سے ٹوڑی تھی مگر ان
اسے شکست ہوئی، اس نے محسوس کیا کہ زندگی کے وقت مار جو ایک
مدت سے شکستہ ہو رہے تھے آج ٹوٹ جا میں گئے۔ اس دنیا کو
چھوڑنے سے پہلے وہ ایک دفعہ پرویز سے ملنا چاہتی تھی سی لے
آج اس نے پرویز کو لکھ بھیجا تھا "میں بہار ہوں۔ ایک دفعہ مجھے
دیکھنے کے لئے نہ آؤ گے؟" اور وہ آج شام کو آ رہا تھا۔
لیکن شام تو ہو گئی، وہ ابھی تک کیوں نہ آ رہا۔ وہ سوچنے

لگی۔ میں اس سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ اور بہت کچھ
سننا چاہتی ہوں۔ آج میں اس کے بعد جب بھریم ایک
دوسرے کو دیکھیں گے تو گزشتہ پرستار دنوں کی یاد تازہ
ہو جائے گی۔ ہم دونوں ایام گزشتہ پر تہ نہ پہنچیں گے۔

گھڑی سے من چھ بچائے۔ باہر اندھیرا چھا گیا۔ در
کسی نے باہر پھر باہر سری پر ایک در اندھیرا کسب ہو گیا۔
اس کے دونوں ہاتھ سینے پر چڑھ گئے۔ اس نے بے
کسی سے سر ہلایا اور کہا: "ابھی جا پرویز! میں زیادہ
پر اتنا نہیں کر سکتی۔"

ہر شاخ پر سے جنگلی گلاب کے پھول کی نہ جھانکی
ہوئی تھیں نیچے گر پڑیں۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ
بند ہوئیں۔ درہوں پر ایک دائمی مسک بٹ چھائی۔

باہر ایک موٹر کار کے رکنے کی آواز آئی۔ نہ دیر جو تک
کراٹھ بٹھی۔ کوئی تیزی سے بڑھ کر شیر صیول پر چڑھ رہا تھا۔
نجمہ رحمت الدینی لے لاہور

انہوں نے اردو زبان ادب کی مسلسل چالیس
سال تک جو خدمات انجام دی ہیں۔ وہ یقیناً گراں قدر اور بیش بہا ہیں۔ گزشتہ چالیس سال میں وہ نے کتنی ہی کرموں پر لیں لیکن
جو پاکیزہ اور سنجیدہ روش رسالہ زمانہ نے شروع میں اختیار کی تھی۔ آج تک اس میں فرق نہ آیا۔ اور اس میں بھی شک نہیں
کہ رسالہ زمانہ نے اردو کے متعدد مایہ ناز مہندو مسم اوید و شوا پیدا کئے۔ منشی ویا زمانہ نے کئی تیر تعصب نیک نفس اور
شریف الطبع انسان تھے۔ خدا ان کی روح کو سکون عطا فرمائے۔ دیوان کی اولاد کو اس مفید رسالہ کو جاری رکھنے کی توفیق دے گا۔

خارش

مغربی مہیٹر ڈاکٹر ڈی۔ بی صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس
ایل۔ آر۔ سی۔ پی۔ ایم۔ آر۔ سی۔ ایس لندن

فیسٹرین جسرڈ

کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ”میں نے فیسٹرین کو جلد کی
نراہیوں کے لئے نہایت مفید پایا۔“ (ترجمہ انگریزی چٹھی)
فیسٹرین کریم کیلوں، جھائیوں، بد نما داغوں، الغرض
اکھاڑ کر چہرے کو رشک و تابناک بنا دیتی ہے قیمت فی شیشی چھ
فوٹ، جو اصحاب سب علاؤں سے تنگ آ چکے ہیں۔ وہ
”یشیل فیسٹرین“ کا آرڈر دیں قیمت یشیل فیسٹرین دو روپیہ
فی شیشی (دعا)

فیسٹرین سنو چہرے کی خشکی دور کر کے اس کی دشتی میں چارچاند لگانے
والی حاضوب خوشبودار قیمت بارہ آنے فی شیشی
پرانے سے پرانے کوکل سور زخملی پھوڑا کو
لوسو:- پندرہ دن میں بلا تکلیف دور کرتا ہے۔ ہمارا
دعویٰ ہے کہ ڈاکٹری دنیا میں آج تک ایسی حیرت انگیز
چیز ایجاد نہیں ہوئی قیمت فی شیشی ایک روپیہ

پائلرز بواسیر کا مکمل علاج۔ پائلرز مرہم کے
ایک ہی دفعہ لگانے سے زخم، درد، خارش، دم
اور خون فوراً بند ہو جاتا ہے قیمت ایک روپیہ

یوسرون عورتوں کی تمام پوشیدہ اور پرانی بیماریوں
کی اکیسری دوا۔ بے قاعدگی، بے اولادگی
کا واحد علاج ڈاکٹر شیرین قیمت فی شیشی دو روپیہ

محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار۔ مگر چھ روپیہ
کی ادویات خریدنے پر مہمان۔

ملنے کا چھ:- **فیسٹرین فارمیسی** (مکبٹر پنجاب)

خارش کی تشکایت بہت لوگوں کو ہوتی ہے۔ اور وہ کافی
علاج کے تشکک جاتے ہیں۔ جن میں یا بھائی کو خارش
کی تشکایت ہو۔ وہ بچے لکھا ہوا مرہم بنا کر لگائیں۔ یقیناً فائدہ
ہوگا۔ خارش کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ دراصل یہ ایک ننھا سا
کیڑا ہوتا ہے۔ جو انسانی جلد کے بعض مقامات مثلاً آنکھوں
کے درمیان گھائی میں یا کلائیوں کے جوڑوں پر یا ستورات کے
سینے پر یا رتھ کی ٹہی کے سرے جس کو دھڑکی کہتے ہیں۔
ان مقامات پر عام طور پر داخل ہوتا ہے۔ یہیں سی جھلی کی تبد
ہوتی ہے۔ بعض حالات میں ناف کے ارد گرد کی جلد میں بھی بھلی
نمروا ہو جاتی ہے۔

جلد میں خارش ہوتی ہے۔ کھجائے سے اکثر
علامات مرض دانے دانے اور کبھی چھال بھی پڑتا ہے۔ ہیر
اور ٹھنسیاں اور لال لال جھتے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر کھڑا ایک
آدمی بھی اس میں مبتلا ہو جائے۔ تو پھر جلد ہی سارا گھرانہ اس
کا شکار ہو جاتا ہے۔

خارش کی جڑات کچھ کا یہ طریقہ ہے کہ اس کے مریض
پاس نہ بیٹھو اور نہ اس کے ہنگ پر لیٹو اگر مریض کے اندر سے پھٹنے
مرد کوئی اور استعمال کرے تو اس کو بھی بھلی لگ جاسکتی۔
کیونکہ یہ ارڈر کھینے والی بیماری ہے۔

مریض خارش کو پہلے گرم پانی اور صابون
خارش کا علاج سے خوب اچھی طرح نہانا چاہیے
پھر تین حصے نہر جھگ لے کر سات حصے ویسپین یا تیل
کے تیل میں ڈال کر جل کر کے مرہم بناؤ۔ پھر صبح اور رات کو
ان حصوں پر خوب ملو جہاں کھلی ہوتی ہے۔ زمین دن تک پڑ
مرہم لگانا چاہیے۔ اپنے کپڑے نہ بدلور ہنگ کے کچھائے
اور صحن کے وہی کپڑے پہنے دو۔ تین دن کے بعد گرم
پانی اور صابن سے خوب نہا کر کپڑے بدل دو۔ اور رات
نماف، اور نیا بدل دو۔ اور اتنے جو نہ کپڑے گرم پانی میں
کچھ دیر تک اُپالنے کے بعد خشک کر کے استعمال کرو۔ اس
طرح پر وہ موذی گرم ہلاک ہو جاتے ہیں جن کے سبب خارش
ہوتی ہے۔
سلطانہ بیگم جگدپور

ہونے کی وجہ سے پونچھ دیا یا جھاڑ دیا منجلی ٹھکر استعمال کریں تاکہ ڈبہ اور چہرہ تک جاتے جاتے آدھا جھڑکے ضائع نہ ہو جائے۔
 بازار سے بہترین قسم کی چیزیں ملائے۔ کیونکہ آجکل وہ زہر نہیں ہے کہ جو چیز نظر آئی اُسے تجربہ استعمال کے لئے لیلی تاکہ اشیاء کے استعمال کی نوعیت میں فرق ڈالا جاتا رہے۔ آجکل تو مشہور کارخانوں کی تجربہ جیریں خریدیں۔ اچھا نوڈر مد پنازک تحریر نام کرنے کے لئے ذرا سا درکار ہے۔ نہٹوں کو اچھا لاکھا لپٹ شک ہو اور پائدار رنگ دیتا ہے۔ خراب سوکھ کے جگہ جگہ سے جھڑکنا ہے یا پچھل جاتا ہے۔ گالوں کی سرخی (رُردز) جیسی ہونے سے شام تک جبکہ بارش اور ہوا میں بخوبی قائم رہتی ہے۔ آجکل سب سے عمدہ کفایت شکاری ہی ہے کہ عمدہ قسم کی سنگھاری اشیاء خریدیں جو اپنا اپنے مقام پر استعمال کے لئے موزوں تر ہوں۔

کفایت شکاری میں پیمنی داخل ہے کہ سنگھاری اشیاء روزمرہ استعمال کی جائیں گو کم لگائی جائیں۔ ایک منٹ دو منٹ ہر صبح یا ہر رات کسی معمولی سنگھاری چیز کو کام میں لانا کافی ہے۔ جیسے کوٹھ کریم سے جلدی سے صاف کر لی جائے اور چہرہ پر کوئی جلد سٹریٹو یا چیز جاباب سی لگائی جائے، اس سے جلد اچھی حالت میں رہے گی۔ اور آپ کی قیمتی سنگھاری اشیاء کا کم کم حصہ طلب کر لیں۔ اس کے عکس اگر حسب ضرورت محنت سے سنگھار کر لیا۔ جیسے کسی دعوت کے موقع پر جانا ہوا یا دل میں شوق پیدا ہوا۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ کئی کئی روز سنگھار نہ کرنے کی وجہ سے جلد زیادہ سنگھاری غذا طلب کر لیں اور رغبت و بے پروائی کے نتائج ادا کرنے کے لئے وقت بھی زیادہ درکار ہو گا۔ کئی کئی دن تو جہر نہ کرنے سے مثال کے طور پر کھمراہ، دھتے، کیلیں پیدا ہو جائیں گے۔ جن کی جلد خشک رہتی ہو انہیں خاص طور سے اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ کریم ذرا سی بھی جلد پر ہر رات کو بھیر دی جائے کہ تو وہ نرم رہے گی لیکن اگر اسے خشک تر ہونے دیا جائے تو اسے نرم کرنے کے لئے دکنی کنکری کریم کی ضرورت ہوگی۔ جو چیز جس کام کے لئے موزوں ہو اسے اسی طرح استعمال کیا جائے مثلاً جلد کی عمدہ قوت بخش چیز (زنگ) سے جلد سیکڑنے کا کام نہیں لیا جاسکتا۔ گو بعض چیزیں ایسی بھی بنائی جاتی ہیں جو کئی کئی سالوں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ ان سے وہ کام لئے جاسکتے ہیں۔

خانگی ٹوٹے اگر سٹوڈنٹس (Students) میں مینزین (Benzine) یا پٹرول بہت خفیف مقدار میں ملا دیا جائے تو سبب ہی زیادہ دیر پا اور جھیک دار ہو جائے گی۔

زنگ دار کپڑوں کو دھونے سے پہلے کچھ دیر خوب ٹھنڈے پانی میں بھگو دیں۔ اس سے دھوئے وقت زنگ پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور وہی آب و تاب باقی رہتی ہے۔

کسی چیز کا بیج زنگ آلود ہو گیا ہو۔ اور کسی طرح نہ کھلتا ہو۔ تو لوہا خوب گرم کر کے کہ سرخ ہو جائے۔ پھوڑی دیر بیچ کر پر رکھ دیں۔ اس کے بعد فوراً پچکٹش استعمال کریں۔

غسل کا پانی زیادہ خوشگوار اور قوت بخش بنایا جاسکتا ہے۔ اس میں غسل کے نمک یا خوشبودار بوٹیاں ملائی جائیں تو پانی بہت تازگی دیتا ہے۔ خود بھی ایسے مصلحتی تیار کئے جاسکتے ہیں۔ مارٹرک ایسڈ (Marsik Acid) دھوئے (دھوئے) دس حصہ۔ کاربونیٹ آف سوڈا (Carbonate of Soda) نو حصہ۔ چاول کا آٹا چھ حصہ خوب باہم ملا کے سفوف کر لیں۔ اگر نکلیاں بنانا چاہیں تو میٹھی لیٹھ سپرٹ (Methylenediphenyl) کے چند قطرے ملا کے ایک انچ مربع نکلیاں کاٹ لیں۔ اگر چاہیں تو نکلیاں بنانے سے پہلے سفوف میں کسی خوشبو کے چند قطرے ملا لیں۔ یہ مصلحتی کسی ایسے مین میں بند کریں جس میں ہوا نہ جاسکے۔

گرم پانی نے گلاس میں نمک کی ایک چمکی ملا کے استعمال کرنے سے درد سر جاتا رہتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ درد شروع ہوتے ہی اس کا استعمال کیا جائے۔ روئی کے پھوٹے گرم پانی میں بھگوئے سخت درد کی حالت میں کانوں کے پیچھے رکھے جائیں تو راز آرام آجائے گا اگر وہ سے ٹھپے ڈھیلے ہوئے نگوں کو تسکین دینے کا باعث ہونگے اور درد جاتا رہے گا۔ کھانوں کے بعد گرم پانی کا ایک معمولی گلاس پینے سے دل کی آازگی حاصل ہوتی ہے جنہیں بخوبی کی شکایت ہو یعنی طور سے گہری اور تازگی بخش نیند حاصل کیے کا نسخہ یہ ہے کہ بستر پر لیٹتے ہوئے

سیرین

جبل الطارق۔ امیر البحر روک اس چٹانی قلعہ کے برطانوی قبضہ میں آ جانے کا باعث ہوا۔ وہ ۱۸۳۰ء کی گرمیوں میں، کچھ جہانوں اور فوجوں کے ساتھ گیا۔ اس وقت وہاں ہسپانویوں کا قبضہ تھا۔ اس نے اترتے ہی وہاں والوں کو ہتھیار رکھنے کا حکم دیا اسے ترش جواب دیا گیا۔ وہ اپنے فوجی صدر مقام پر گیا۔ بند قلعوں اور توپوں میں بھریں اور شہر کی طرف چلنا شروع کر دیں۔ بین دن کی گولہ اندازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانیوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور بلند ترین مقام پر برطانوی جھنڈا لہرا دیا گیا۔ اس وقت انگلستان میں ملکہ این مکمران تھیں۔ جب وہ اپنے ملک کو واپس ہوا اور دارالامرا کو اس کا میا بی کی اطلاع دی گئی تو وہاں ناخوشی کا اظہار کیا گیا اور وہ لوگ تو وسیع سلطنت کے خلاف تھے۔ اس پر سردار اعلیٰ ظاہر کی گئی کہ اسے چاہیے تھا کہ فوراً یہ مقام آسٹریا کے حوالہ کرنا کیونکہ انگلستان اس وقت آسٹریا کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ روک اکڑ مارا، جس پر اسے یہ سزا دی گئی کہ اس کی خواہ آدمی کر دی گئی اور نامہ اعمال میں سیاہ لگا دیا گیا۔

شکست کا بدلہ لینے کے لئے ہسپانوی بعد میں پھر حملہ آور ہوئے۔ مگر پیاڑی کے انتھک مات پست سے بہتہ نہاے جا چکے تھے۔ اس لئے انہیں ہر دفعہ شکست ہوئی۔ پھر ۱۸۴۰ء کے موسم خزاں میں سپینہ اور خرائس نے مل کے اس مقام کو نوگزیدوں سے چھین لینے کا بیڑا اٹھایا۔ وہ بری فوج لے کر حملہ آور ہوئے اور وقتاً فوقتاً سال سات ماہ بارہ دفعہ میں رسد منہم گئی، بیماری اور جھوٹا زربب کو پریشان کر دیا۔ مگر ہمت قائم رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپریل ۱۸۴۰ء میں دشمنوں نے محاصرہ اٹھایا اور صلحت میں جبل الطارق کو برطانیہ کا مقبوضہ تسلیم کر لیا گیا۔

رہی ہڈیاں۔ آج کل جنگ کی وجہ سے ایک ہڈی بھی ضائع نہیں ہونے دی جاتی۔ کتوں کو بھی ہڈیاں لے بیگے انہیں میں چھپانے یا دبائے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ گھروں اور قصائیوں کی دکانوں سے ہڈیاں جمع کر کے ان سے ہوائی جہازوں کے لئے سریش اور بھجک سے اڑنے والے مادوں کے لئے نائٹرو گلیسرین حاصل کی جاتی ہے۔ صفات کی ہوائی ہڈیوں سے ۲۰ من چکنائی نکلتی ہے جس سے گوبر کے لئے نائٹرو گلیسرین اور توپوں اور ٹینکوں کے لئے چکنائی کرنے والا تیل حاصل ہوتا ہے۔ اور ۲۰ من سریش ہوائی جہازوں، ٹینکوں، توپوں، جہازوں اور گولوں کے لئے اور ۱۰ من ہڈیوں سے چار سو سوروں کے لئے ایک دن کا رتبہ ۴۰-۸۵ مرغیوں کے لئے ایک دن کی خوراک اور ۱۲ من ۱۰-۱۲ بکڑ زمین کے لئے عمدہ قسم کا کھاد میسر ہو جاتا ہے۔

برطانیہ میں مقامی حکام ۸۰۰۰۰ من سالانہ کے حساب سے ہڈیاں جمع کر رہے ہیں۔ کچی ہڈیاں کارخانوں میں بھیجی جاتی ہیں۔ جہاں پہلا کام یہ کیا جاتا ہے کہ چکنائی لگی ہوئی ہڈیاں الگ کر لی جاتی ہیں جنہیں پیچیدہ پھیلا دیا جاتا ہے۔ پھر انہیں کھس کے کس کے ذریعہ بڑے بڑے فولادی برتنوں میں جن میں ۸۰ من مال آ جاتا ہے۔ ڈال دیا جاتا ہے تاکہ ہڈیوں کی چکنائی دور کر دی جائے۔ اور وہ صفات ستھری ہو جائیں، چکنائی بنزین کے ٹھکوں سے پیچیدہ کر لی جاتی ہے۔ جو بعد میں صاف کر کے موم مقبوض اور گلیسرین بنانے میں برتی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہڈیاں ایک گھومنے والے دھولوں میں لیجائی جاتی ہیں جو انہیں رگوں کے گوشت کے اجزاء ان سے دور کر دیتا ہے۔ اسے اکٹھا کر کے جانوروں کا چارہ بنایا جاتا ہے۔ صفات کی ہوائی ہڈیوں سے سریش حاصل کیا جاتا ہے اور بچا کچا حصہ کھاد کے کام آتا ہے۔ یہ سریش گولوں کے خول اور قلیوں وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ انگلستان میں ایک کارخانہ اکیلا ایک ہفتہ میں ۶۸۰ من چکنائی، ۲۰۰ من سریش، ۲۸ سو من جانوروں کا چارہ، ۱۰۰ من کھاد پیدا کرتا ہے۔ فیشن ایل ڈاکو۔ چند سال ہوئے ویسٹ منسٹر کی حوالات سے ایک چورانی تین سال تئید کا حکم سننے کے غصہ میں بھر بھرا لیا

قرار ہوا کہ اس کا پتہ نہیں چلا حالانکہ اس کے بھانجنے کے تین منٹ بعد ہی اس کے تعاقب میں لوگ دوڑ پڑے۔ اس پاس کا علاقہ اوبازار و گلیاں وغیرہ سب بھان مار میں مگر مفور کا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا۔ وہ نہایت دلیر اور ہوشیار آدمی تھا اور مل سکیں میں ایک الگ تھلک مکان میں آباد تھا۔ اس کے پڑوسیوں میں سے کسی کو بھی یہ شان گمان نہ ہوا کہ وہ ایک زبردست چور ہے۔ اور وہ ایک معمولی اینٹیں بنانے والا نہیں ہے۔

وہ ہمیشہ نہایت اچھا لباس پہنے رہتا تھا۔ اور بظاہر خوشحال معلوم ہوتا تھا۔ وہ ہر ایک سے باخلاق پیش آتا تھا اس کے پاس اسکی ذاتی موٹر تھی، جب وہ صبح یا شام اپنی موٹر میں نکلتا تھا تو اس کی حرکات و سکنات سے یہی معلوم ہوتا کہ وہ ایک راستباز شخص ہے پولیس نے عدالت سیشن میں ثبوت پیش کیا کہ اپنے مکان میں بظاہر شریفانہ طریقہ سے رہتے ہوئے اس نے اپنی موٹر کے ذریعہ بہت سی نقب زنی کی وار داتیں کیں۔ خود ملزم نے بارہ وار داتیں تسلیم کیں جن میں اس نے ایک ہزار نوپٹے سے زیادہ مالیت کی چیزیں چرائیں۔

ملزم اُسے جانے کے بعد جب جیل گیا نہ لے جانے والی موٹر حوالات کے پاس کھڑی کی گئی تو اس کی کٹھری خالی پائی گئی اس نے کٹھری کے دو واڑہ میں لات مار کے ایک دلا تو روایا اس میں سمودہ برآمدہ میں آیا اور فوراً شیرھیوں کے ذریعہ چھت پر چڑھ گیا اور ایک سوراخ کر کے پیچھے کی گلی میں اتار گیا۔ فوراً الام کیا گیا لیکن بھاگ دوڑے باوجود ملزم ہاتھ نہ آیا۔

محل میں چاندو بیرن دیش چار سال قبل واقعہ ایک پر شور و شغب معاملہ کے سلسلہ میں جس میں کئی املاہٹ میں آتے علاقہ واپس لے لیا۔ اس کے بعد وہ ملک میں واپس آیا لیکن گلیں محل میں الگ تھلک رہنے لگا۔ اس نے ایک میجر کو اپنا سکریٹری مقرر کر لیا۔ کچھ عرصہ سے محل لوگوں کو کچھ ایسا سنا سن اور وحشت خیز معلوم ہوا کہ وہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے ڈرتے اگر گزرتے بھی تو سینہ پر چلیب کا نشان بنالیتے۔ تمام دن محل میں سنا رہتا اور سبب بندی کی آغوش میں پڑے رہتے۔ رات ہوتے ہی اس میں خوب روشنی ہو جاتی اور صبح تک چراغ چلتے رہتے۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہو گیا کہ بیرن اپنے سکریٹری وغیرہ کے ساتھ کوکین اور دیگر غیر معروف مشرقی نشوں میں رات گزارتا ہے۔

ایک روز سکریٹری علی صبح چل دیا۔ اور کہتا گیا کہ بیرن کی نیند میں خلل نہ ڈالا جائے رات ہونے پر جب اس کے کمرہ سے کوئی ملاست بیدار ہوئی تو دو واڑہ زبردستی کھولا گیا۔ وہ اپنے بستر پر مودہ پایا گیا۔ وہ آ رہا تھا۔ پتھر پر بہت سی سکرات پھیلی ہوئی تھیں سکریٹری کپڑا لگا کر۔ برابر وائے محل کی تلاشی پر جو اس سکریٹری کے قبضہ میں تھا۔ کوکین۔ انیم جیش اور چند دیگر نامعلوم مشرقی مسکرات کے ڈھیر پڑے تھے۔ کاغذات سے تپہ چلا کر بیرن نے اس میجر سکریٹری کو اپنی تہائی جائداد کا وارث قرار دیدیا تھا لیکن بعد میں اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ ہجر نہ تھا۔ بلکہ ایک معمولی فوجی سپاہی تھی۔

پھلچڑیاں لندن کے عجائب خانہ میں ۱۹۳۳ء میں ایک مگرچہ سوانٹ لہا تھا۔ اور اس کی عمر اس وقت ۹۰ سال تھی۔ نہر سوئیز سے سالانہ منافع ۷۵۰۰۰۰ پونڈ ہے۔

یونیورسٹی میں آسٹوکر دسویں سال بھر ہر رات کو پانی جم جاتا ہے۔ لیکن دو پہر کے وقت دھوپ اس قدر تیز ہوتی ہے کہ شے جسم پر آئے پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

شیر جبر میں محنت کی برداشت کم ہے۔ کیونکہ اس کے پھپھڑے کمزور ہوتے ہیں یہ آدمی سے زیادہ تیز دور سکتا ہے اور تیز رفتار کھوڑے کے برابر چل سکتا ہے لیکن یہ مہرنت ٹھوڑی دیر کے لئے۔ بادل زمین سے اوسطاً ایک میل کی بلندی پر ہے۔

محمد ظفر

۱۰۵ سال ہے۔

بزم محبت

(۱) بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں خریداری نمبر کا حوالہ ہوا (۲) خط بہت مختصر ہوا (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے استفسار عصمت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں (۴) رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے لکھا ہوا ہو + ایڈیٹر میں نہایت مسرت کے ساتھ لکھی ہوں کہ میری بڑی بچی خورشید جبین، اہلیہ پروفیسر صدر الدین احمد کو اللہ تعالیٰ نے ایک پھول سی بچی عطا فرمائی جس کا نام ناہید جبین رکھا گیا ہے۔ عصمتی بہنیں دعا کریں کہ احکم الحاکمین اس کلی کو شگفتہ و رشاد آپ رکھے۔ دوسری خوشی کی خبر یہ ہے کہ میری چھوٹی آپا اختر جبین کی شادی خانہ آبادی نجمن و غوثی انجام پائی۔ میرے دو بھائی سید علی اشرف بی اے آنرز شیریں نجمن اور خوش مزاج بی بی دعا کیجے کہ اس جوڑے کی کشت مراد ہمیشہ سرسبز رہے۔ دو روپیہ نادار منڈ کے لئے بھیج رہی ہوں۔ صفورہ خاتون بھانجھیری عصمتی بہن! بزمین کو ضرور خوش ہوئی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ۳ دسمبر ۱۹۶۷ء بروز جمعرات دن کے رات میں کیا رہ بجے نہایت حسین فرزند عطا کیا ہے۔ نومو لو رکنا نام اس کی دادی نے بیچے کے باپ کے نام کی نسبت سے بونس معید رکھا ہے۔ اس خوشی میں عصمت کو ایک نیا خریدار دے رہی ہوں۔

بیگم شیخ محمد + معید بٹہ۔ از تصور (خریداری نمبر ۱۶)

معلمہ کی ضرورت

حسن ابدال ضلع ٹانک کے ایک مغرز رئیس کی لڑکی کے لئے جو جماعت پنجم پاس ہے۔ ایک انگریزی تعلیم یافتہ معلمہ کی ضرورت ہے۔ جو کم از کم میٹرک پاس ہو۔ اور لڑکی مذکورہ کو ورنیکلر فائنل کا امتحان اچھی طرح سے پاس کرا سکے۔ تنخواہ کے علاوہ کھانے اور رہائش کا انتظام مفت ہوگا۔ درخواستیں جن میں قابلیت، تجربہ، اور کم از کم تنخواہ کا ضرور ذکر کیا جائے۔

بنام شیخ عبدالکیریم صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی۔
ہیڈ ماسٹر صاحب سرسکندر حیات ہائی سکول
حسن ابدال ضلع ٹانک۔ بھیجی جائیں

نیوٹرین

کے استعمال سے

جھائیوں کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔
کیل و ہاسول کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے جھریوں
بدنما داغوں کو دور کر کے چہرے کو خوبصورت بناتی ہے
پھوڑے پھنسی کے لئے مجرب ہے۔ قدرتی پیداوار و
خوشبودار پھولوں سے تیار کی جاتی ہے ہسپتالوں اور
دوستوں کو پیش کرنے کا بہترین تحفہ ہے۔ تمام
جنرل مرچنٹ اور گیسٹ ہتھے ہیں قیمت عم علاوہ محصول اک

جنرل منیجر اے جہانگیر

سول انجینٹ، ایس۔ بی۔ احمد مرچنٹ اینڈ انجینٹ
نہر سعادت خاں۔ طوطہ میڈا۔ دہلی

جو کہ یہ صابون ہماری مدد سے بچتا ہے اپنے ہم اسلی خوبوں کو جانتے ہیں۔



نٹلائٹ صابون

دورین

معمر کہ روس۔ سردیوں کے آتے ہی روس کے میدان کارزار کا رنگ بھی ملت گیا۔ نٹالین اتحادیوں پر دوسرے محاذیوں پر زور دیتے رہنے کے باوجود خود بھی خوب ہاتھ پاؤں چلا رہا ہے۔ نٹالین فراد پر گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ کارخانوں کے حصہ آبادی میں طرفین جی توڑ توڑ کے لڑ رہے ہیں۔ مرکز میں روسیوں کو پیش قدمی بھی حاصل ہوئی ہے۔ وہ جرمنوں کو دور تک ہٹاتے ہوئے لے گئے ہیں۔ ٹھہرنے والوں کے سپہ سالاروں کے نام حکم بھیجے کہ اگر اندر و باہر سے کل گیا تو گویا دشمن آدمے برلن پر قابض ہو گیا اس لئے اس مقام پر جان توڑ کے لڑیں۔ اس کے باوجود جرمن روسیوں کے دباؤ میں دبے پڑے جا رہے ہیں۔ خیال ہے کہ سمولسک اس رفتار سے روسیوں کے قبضہ میں آجائے گا۔ دہشت کی طرف ممکن ہے کہ نٹالین بھی فتح ہو جائے۔ جہوں سے پایا جاتا ہے کہ طرفین کا سخت نقصان ہو رہا ہے اور سوں کے پستے سکے چلے جا رہے ہیں۔ جرمنوں کو متبادل بہت زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ گذشتہ موسم سرما کے مقابلہ میں اس دفعہ ان کا لباس زیادہ گرم ہے، کوہ قافان جس میں دبے بیٹھے ہیں غالباً برف میں جھکی ہوئی ہونے کی وجہ سے ان سے کچھ کرنے دھرتے نہیں بن پڑتا مگر روسی اس حالت میں بھی تو اپنے وغیرہ جھکے کر رہے ہیں۔

اکثر مقامات پر جرمنوں نے اپنے اپنے مقصد ہاتھ لگ کر اچھے موقع کا انتظار شروع کر دیا ہے۔ نٹالین فراد کے کھڑکوں کے پٹے نہ خانے وغیرہ بنائے فوجوں کو محفوظ کر دیا ہے۔ روسیوں کی کولنڈری مکانوں کے دھیریوں کی وجہ سے ان پر اثر نہیں کرتی۔

فرانس کا اجبابا۔ ایسٹلر دارلان جو کلنگ ہل کے تھیلے کا تھا اب شمالی افریقہ میں اس کے مقابلہ میں ڈٹ کے کھڑا ہو گیا ہے۔ اس نے جھوٹے جاندار کی کائنات دینا شروع کر دیا ہے۔ آزاد فرانسیسی اس کی اس قیاد بازی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بہر حال انکا دلوں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ضرورت وقت کے معقول عمل کیا جا رہا ہے۔ دارلان کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ رسوالت بعد تصفیہ حالات موجودہ فرانسیسی خود سے کریں گے۔ دارلان نے باقی مقبوضات فرانس کا اپنے آپ کو ہائی کمنڈر اور فرانسیسی فراد دیتے کہ۔ پس متین جرمنوں کی فہم میں ہے۔ اس لئے میں اس کا ناپید ہوں۔ ان علاقوں کی فرانسیسی فوجیں تھ دیوں گے کہ وہ جرمنوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر برتھ دی قبضہ ہو گیا ہے اور دلوں کے سب فرانسیسی جہاز اتحادیوں سے مل گئے ہیں۔

غیر مقبوضہ فرانس پر قابض ہو جانے کے بعد ٹھہرنے والوں کی ہندو گاہ بریگی اس بہانہ سے قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ وہیں کے فرانسیسی افسر اور سپاہیوں وغیرہ دارلان سے اور اتحادیوں کی آمد کا انتظار کر رہی ہے۔ اور وہ بدنامی بلکہ تھادی حملہ آور فوج کو بندر گاہ میں اترنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ چنانچہ جب جرمن اور اطالوی فوجیں اس بندر گاہ پر قابض ہونے کے لئے برصغیر نوان کا کافی مقابلہ کیا گیا۔ بندر گاہ میں بن نذر فرانسیسی جنگی شیر موجود تھا اس کے تیلے حصہ نے بارود سے اپنے آپ کو اڑانے غرق کر دیا اس طرح چوتھائی جہاز جرمنوں کے ہاتھ پڑ گئی۔ ان فوق شدہ جہازوں کے ابھارنے کے مسئلہ پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دوران جنگ میں یہ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہوائی جہاز کا کام نہ کرنے دینے فرانسیسی مقبوضات ڈھولی اور آدری کوسٹ میں بھی اتحادی فوجیں برصغیر طے جاری ہیں۔ حالت اب یہ ہے کہ فرانسیسی دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔

کارزار افریقہ۔ مصر سے بڑھنے والی فوج اس وقت الاغیلہ پر ضرب لگا رہی ہے۔ اب میدان ناہوار ہو گیا ہے، درآگے کو مستحالی علاقہ ہے۔ اس لئے قدم احتیاط سے اٹھایا جا رہا ہے تاکہ رٹل رومیل کی کوئی جال نہ گرے۔ ایچریا اور مراکش پر قابو پا کے امریکی انگریزی فوجیں تونس کے بڑے علاقہ پر قابض ہو چکی ہیں۔ اب صرف میں میل مباحثہ رہا ہے جہاں اطالویوں اور جرمنوں کے قبضہ میں ہے۔ یہ علاقہ چونکہ دشمن نے متحکم کیا ہے اور محدود مقام ہونے کی وجہ سے فوجوں سے جو عمدہ تمہیروں سے مسلح ہیں پٹا پڑا ہے۔ اس لئے اتحادی فوجیں بہت احتیاط سے بڑھ گئے جھکے کر رہی ہیں۔ اس طویل و علوی شمالی افریقی علاقہ کے قبضہ میں آجانے سے مجبوراً ہم پر بہت زبردست اتحادی تسلط ہو گیا ہے۔ اور اطالیہ کی شامت آگئی ہے۔ روزمرہ اتحادی ہوئی جب ز مشہور اطالوی مقامات پر ڈاکٹر سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ بھگدڑ مچتی دیکھ کر سوینی نے بہت بندھانے کی تقریر۔ مہمنٹ ٹیک کی۔ وہ اٹھارہ ہینے کے بعد بولا۔ اس کی تقریر میں کسی زمانہ میں بری شروع ہو کر تھیں۔ مگر اس تقریر میں کسی بے بسی

۱۳۳۰

اس خوشگوار صباں کے ذریعے اپنی جلد کی حفاظت کیجئے
کیونکہ جلد کے صحت کو برقرار رکھنے کے لئے اس پر مہر و سار کا جاسکتا ہے

رنگِ بانی
کہتی ہیں

جلد کو علام اور بے نقص
رکنے کے متعلق رتن بانی کی رائے
قابل اعتبار مانی جاسکتی
ہے

افسوس مناجاں کیجئے۔ کہ جیتے ہو گسٹ ٹائٹل حاصل کیا
 کے لئے یہ عزت جیتا ہو کہ تم لوگوں کو کہیں کہیں کہیں
 ایذا پہنچا کر اس کا ذکر کیا کہ اس میں اس کا استعمال کیا
 گسٹ ٹائٹل حاصل کر کے تم لوگوں کے بارے میں کہیں کہیں کہیں
 ہے اور اس میں اس کی اور اگر کسی کو بھی جاتی نہیں ہے کہ اس کا
 یہ علم ہو کہ اس اور اس کے لئے ہیں، صرف یہ کہ اس کا
 جو اس طرح ہے، قرآن اور اس میں نہیں ہے، یہ ہے کہ اس کا
 بھی کہیں کہیں ہے کہ اگر آپ گسٹ ٹائٹل حاصل کیا
 استعمال کیا کہ اس کو آپ کے جیسے ہی پہنچے تو اس کی بیکار ہو گا

تھیں ٹائلیٹ صابون

LIT. 61-17449

LEYER BROTHERS (INDIA) LIMITED

اور جزیرے کے ساتھ نظر نہیں آتا۔ کہ اس نے بتایا کہ مغرب جہزی جہاز مارہوائی توپیں اٹلی میں بھیجنے والا ہے۔ رعایا کو غیر محفوظ شہروں سے نکال کے محفوظ مقامات میں بھیج دیا جائے گا۔ وغیرہ۔ مشر جہل نے اپنی تقریر میں جس کی سولینی کی تقریر جواب تھی۔ اطالویوں کو مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ آنے والی مصیبتوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ تو ان رہبروں کو جن کی بدولت ان کی یہ درگت ہو رہی ہے کنڈھوں سے اتار کر پھینکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شمالی افریقہ کے معرکہ نے اٹلی کی حالت دگرگوں کر دی ہے اور اس کا نتیجہ جلد ہی برآمد ہو جائے گا۔

سب سے پہلے پچھلے ماہ میں لائبیریا مغربی افریقہ کی ایک چھوٹی سی جمہوریت میں امریکی افواج کی نقل و حرکت کی خبر آئی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد شمالی افریقہ پر اتحادی فوجیں متواتر تھیں۔ یہ ریاست ۱۹۴۱ء میں امریکہ نے ذمہ کی تھی۔ امریکہ کے آزاد کردہ غلام یہاں جہتیا کے گئے اور سو دن رو یہ اس کا دار السلطنت بنایا گیا۔ ۲۵ سال بعد اس کو امریکہ نے آزاد تسلیم کر لیا۔ انگریزی فوجوں نے الاغیلہ کے مغرب میں تقریباً دو سو میل تک علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ دشمن پیچھے ہٹتا چلا جا رہا ہے۔

جاپان کی جنگ جزیرہ یونانی کے مقامات گونا گونا گونا میں جاپانی اس علاقہ کی اپنی آخری لڑائی لڑ رہے ہیں۔ وہ اور نوں کی طرح جنگ کرتے ہیں۔ اور مٹ رہے ہیں۔ یہ علاقہ چند روز کا جہان مصدم ہوتا ہے۔ یورپ میں جہزی کا نقشہ جنگ کیا بنا۔ بحر الکاہل بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے۔ برامیں اسے اپنی شامت نظر آنے لگی ہے۔ چنانچہ غالباً انگریزی پیش قدمی کے روکنے کے لئے اس نے بہت سی فوج برامیں بھیج دی ہے۔ انگریزی ہراول دستے برامیں کچھ اندر گھس گئے۔ دو دو ہاتھ کر رہے ہیں۔ مشر جہل نے اپنی تقریر میں بتایا کہ یورپ میں لڑائی پہلے ختم ہوگی۔ ایشیا میں بعد میں۔ برامیں بڑے مقامات پر انگریزی اور امریکی ہوائی جہاز زبردست حملے کر رہے ہیں۔ لٹکا بھی اب خوب تسلیم ہو چکا ہے۔ پنج بنگالہ ہیسے کے مقابلہ میں اب کچھ محفوظ ہو چکی ہے۔ جزائر سلیمان کے آس پاس جہاں امریکہ کو کچھ جہازوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ جاپان کو زیادہ نقصان پہنچا۔ امریکہ نے ۱۷ دسمبر ۱۹۴۲ء کو جاپانی جنگ کی سالگرہ کے دن جاپان کے جزیرہ ہوائی کے حملہ کے نقصانات کی تفصیل شائع کر دی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے خبری میں جاپان نے حملہ کر کے امریکہ کا بہت سخت نقصان کیا۔ پانچ جنگی جہاز تین تباہ کن جہاز تین چار اور قسم کے جہاز نوڈ بودیے یا بری طرح ٹوڑ پھوڑ باتیں جنگی جہاز تین کروڑ راور دو اور جہازوں کو بھی نقصان پہنچا۔ ۸۰ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ ۲۱۱۷ سپاہی اور انصرارے گئے۔ ۶۹۰ مہم ہوئے اور ۸۷۶ زخمی ہوئے۔

تاروں کا جھڑپ تازہ مردم شماری سے معلوم ہوا کہ حیدرآباد وکن کی ریاست میں مسلمانوں کی تعداد پہلے سے نمایاں طور سے بڑھ چکی ہے۔

۴۸۔ نومبر کو ہرٹس نواب صاحب بھوپال نے لاہور میں زمانہ مسلم کالج کا سنگ بنیاد رکھا اور خود میں ہندو پیہ چندہ دیئے۔ اور آئندہ مزید امداد کا وعدہ کیا۔ یہ پہلا اسلامیہ زمانہ کالج ہے۔ انجمن کے صدر نواب ظفر خاں صاحب نے تیس ہزار روپیہ کے عطیات کا اعلان کیا۔ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ میں مزید ۲۵ ہزار روپیہ کا عطیہ مسلمانوں کی تعلیم کی ترقی کے لئے دیا۔ ترکی کے صوبہ اناتولیا کے شمال مغربی حصہ میں حال میں زلزلہ آیا۔ اس میں ۸ سو گھر بالکل برباد ہوئے اور دو سو کو بری طرح نقصان پہنچا۔

اس سال کے موسمی پنجاب میں ۵ لاکھ آدمی بیمار ہوئے۔ اموات کم واقع ہوئیں۔ اصلاح رہتک وحصار کے لوگ بخار کے زیادہ شکار ہوئے۔ کیونکہ متواتر خطوں نے ان کی قوت پیچھے ہی کم کر رکھی تھی۔

دہلی کے کپڑوں کے کارخانہ میں کسی نے آگ لگا دی اور دو گھنٹے تک وہ بجھا نہ سکی۔ ایک لاکھ روپیہ کے نقصان کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ آگ لگنے کا سبب معلوم نہیں ہو سکا اس سال اس نے ۴۴ فیصدی دیوڈینڈ تقسیم کیا تھا۔

بائیسکلوں کے ٹائر اور ٹیوب کی قیمتیں مقرر ہو گئی ہیں۔ کوئی ان شرحوں سے زیادہ میں فروخت نہیں کر سکتا۔ جو کڑ ہند میں شائع کر دی گئی ہیں۔

سیل اور گندگی کے خطرے سے کوئی جگہ محفوظ نہیں!



بچوں کو سکھاؤ کہ لائیف بوائے
صابون کے ذریعے اپنی حفاظت
کریں یہ صابون "مفاظ صحت" ہے



کے استعمال کی عادت بڑی اہمیت رکھتی ہے جب ہاتھ دھونے کے لئے لائیف بوائے صابون سے کام لیا جاتا ہے تو جراثیم سے کوئی مضر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ لائیف بوائے ایک جراثیم کش صابون ہے اور اس کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے جو صحت کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ خطرناک جراثیم بچوں کو لائیف بوائے کے استعمال کی عادت سکھا دیتی ہے اسے جو جراثیم کے خاتمے کی طرف سے کوئی فکر نہیں رہی۔

ہر گھرانے میں ہر جگہ کہ بچوں اور بیل کا آپس میں چلی دھن کا ساتھ سے نہج سے بچاؤ کیلئے ہیں یا کسی بھانجے ہیں یا اپنے ہی گھر کے بچے کر چلے رہے ہیں تو ان کے ہاتھ لٹنے اور منہ پر میں اور منہ پر منہ ہوا ہے اس میں اور منہ کو بچہ خطرناک ہونا ہوتا ہے اور ان کو بچوں سے کہیں سے بچے ہر گھرانے میں ہر جگہ کہ بچوں اور بیل کا آپس میں چلی دھن کا ساتھ سے نہج سے بچاؤ کیلئے ہیں یا کسی بھانجے ہیں یا اپنے ہی گھر کے بچے کر چلے رہے ہیں تو ان کے ہاتھ لٹنے اور منہ پر میں اور منہ پر منہ ہوا ہے اس میں اور منہ کو بچہ خطرناک ہونا ہوتا ہے اور ان کو بچوں سے کہیں سے بچے



لائیف بوائے ایک اچھا
صابون ہی نہیں بلکہ ایک
اچھی عادت ہے



دستکاری کی مفید کتابیں

[illegible]



[illegible]

اس پرچہ میں جس قدر مضامین شائع ہو رہے ہیں ان سب کا کاپی رائٹ بحق عصمت محفوظ ہے

عصمت دہلی

۱۱ سالہ

چھتیسواں سال | اگست ۱۹۴۳ء عیسوی | جلد ۱ نمبر ۲

فہرست مضامین

۸۶	بحیم م. ج. دانشی صاحبہ	۹۶	شائستہ انیس صاحبہ سہروردی بی ایچ ڈی	۱۰۶	نظم - صفیہ شمیم صاحبہ
۸۷	گ. ن. صاحبہ	۹۷	غذائے علاج	۱۰۷	مشتکر ربائش
۸۸	ذکار واقعی صاحب	۹۸	رحمۃ اللعالمین	۱۰۸	اولاد پروالدین کے نجات
۸۹	عادل شفقت صاحب	۹۹	دورے	۱۰۹	راوی کے سارے
۹۰	بہ نوازی صاحب	۱۰۰	کہاں ہے آبی	۱۱۰	دعوت
۹۱	ایس. بی طاہرہ صاحبہ	۱۰۱	میرے روزنامہ کا ایک دور	۱۱۱	تازیانہ عبرت
۹۲	سفر ہماہوں مرزا صاحبہ	۱۰۲	میرادو گروت البم	۱۱۲	میری بی بی
۹۳	کشتورم حمیدہ صاحبہ	۱۰۳	بھائی کے گھر	۱۱۳	ان کی آمد
۹۴	" " "	۱۰۴	پڑھے لکھوں کی حیثیت	۱۱۴	کیا تعلیم کا تصور ہے؟
۹۵	مولوی محمد ظفر صاحب م ل لال بی	۱۰۵	خانہ داری	۱۱۵	بوٹ کھولتے ہوئے
۹۶	مولوی محمد ظفر صاحب م ل لال بی	۱۰۶	نیرپن	۱۱۶	جمہوریت
	متفرق	۱۰۷	بزم عصمت	۱۱۷	بلبل اور مرغ گلاب
	" " "	۱۰۸	دورے	۱۱۸	

چند سالانہ پیشگی منفعصولہ (کے بغیر) چار روپیہ فی پرچہ ۸
 امراء سے دس روپیہ
 روسا سے پچیس روپیہ
 والیان ریاست سے ستر روپیہ

عصمت کی اشاعت میں خدا کے فضل و کرم سے کبھی ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ ہمیشہ ۳۰ تاریخ کو شائع ہو کر پہلی دوسری تاریخ تک ہندوستان کے تمام خریداروں کو پرچہ پہنچ جاتا ہے اگر کسی ماہ کا رسالہ وقت مقررہ پر آپ کو نہ ملے تو سمجھ لیجئے کہ ڈاکخانہ میں ضائع ہوا۔ اس لئے تاریخ کے بعد اگر ۳۰ تاریخ سے پہلے خریداری نہیں کے حوالہ سے ہیں اطلب کر دیجئے تاکہ دوبارہ بھیجا جائے۔ چونکہ کاذب گرائی اور زانیہ کی وجہ سے کم سے کم تعداد میں صرف ضرورت کے مطابق اب پرچہ بھیجا جاتا ہے اس لئے اگر کسی ماہ کا پرچہ نہ ملے کی فوراً اطلاع نہ دی تو آپ کا نائل نامکمل رہ جائے گا۔ جولائی تک ۳۳ لکھ کے ۶ پرچوں میں ۳ پرچے بالکل ختم ہو گئے اور کسی قیمت پر اب نہیں مل سکتے۔

مینجی

(باستقام رازق الخیری ڈویژن پرنٹر۔ پبلشر محبوب المطالع دہلی میں چھپ کر دفتر عصمت کوچہ چیتلاں دہلی سے شائع ہوا)

موجودہ گرانی اور ہمارا طرز معاشرت

تقریب میں جانا ہوا فوراً ایک جوڑا بنو الیا کسی نے شہر گئے کپڑے خرید لئے۔ لیکن اب جبکہ لٹھا اور مل تک ڈیرہ دور وسیہ گزرا رہی ہے۔ ان باتوں کو ترک کرنا پڑے گا اور سوچ سمجھ کر کپڑے بنائے جائیں گے۔ اگر ہر سال چار جوڑے بنائے جائیں تو کافی ہیں۔ پہلے اور دوسرے سال کے جوڑوں کے ساتھ مل کر بارہ جوڑے ہو جائیں گے کیونکہ کپڑا تین سال میں ٹھیکتا ہے۔ بلکہ امیر عورتوں کو تو دو تین سال تک مطلق کپڑے نہیں بنانے چاہئیں ان میں سے ہر ایک کے پاس کئی کئی درجن جوڑے ہونگے۔ اگر وہ چار سال کپڑے نہ بنائیں تو انہیں مطلق تکلیف نہ ہوگی۔ ہاں فیشن کا سوال الگ ہے۔ نوکر کوئی تے کپڑے خریدنے بند کر دے تو نت نئے فیشن کا شوق بھی رک جائے گا۔ دوکان پر چیزیں جب ہی آئیں گی جب ان کی مانگ ہوگی۔

بچوں کے کپڑوں میں اور مزید کفایت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ بڑوں کے کپڑوں سے کاٹ کر بچوں کے بنادیے جائیں خصوصاً گرم کپڑے۔ جو آج کل بہت زیادہ ہتھتے ہیں۔

شگدہ سی انشیا کا استعمال بھی آج کل بہت ہو گیا ہے۔ گرم پودر۔ لپ شک اب سب ہی استعمال کرتے ہیں۔ جلد نرم کرنے کے لئے پہلے میاں روغن بادام لگاتی تھیں۔ یا صرت بادام پس کر لگاتی تھیں۔ اور تو اور معمولی مسروں کا تیل تک جلد کو نرم رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ پورر کا بدل تجویز کرنے سے میں قاصر ہوں۔ صرت یہ کہہ سکتی ہوں کہ کم لگائیے اور کم سے کم دفعہ لگائیے۔ ویسے بھی زیادہ پودر جلد کے لئے بہت نقصان دہ ہے کئی کئی دفعہ صابن سے منہ دھونا بھی جلد کے لئے مضر ہے۔ اس کے بدلے مین سے دھوئیں جو مفید بھی ہے۔

انگریزی دوائیں بے حد گراں اور نایاب ہیں اس لئے معمولی زکام کھانسی میں جو شانہ پیا کریں۔ بد معنی ہونو انگریزی دواؤں کی جگہ عرق بادیان اور سولف کا استعمال کریں۔ فکس کی جگہ ریٹھے ریشمی کپڑوں کے لئے اور ”ڈریس شپو“ کی جگہ آنولے باؤں

سال ڈیرہ سال سے سارے ملک میں انشیا کی گرانی بری طرح محسوس کی جا رہی ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں۔ کپڑا۔ روزانہ ضرورت اور استعمال کی چیزیں مثلاً کاغذ پسل۔ دوائیں سنگھار کی چیزیں۔ غرض ہر ایک نے بے حد تنگی ہے۔ برطنت سے لوگ شامی ہیں لیکن اپنے طرز معاشرت کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ یہ بھروسہ دونوں کی بات ہے۔ حالات بھروسے ہی ہو جائیں گے۔ یہ خیال غلط ہے۔ لڑائی کے بعد بھی برسوں حالات ویسے نہیں ہوں گے۔ جیسے پہلے تھے۔ اس لئے عقل مند یہ ہے کہ زمانہ کی حالت کے مطابق اپنی معاشرت کر لی جائے۔

امیروں کو اپنے اخراجات کم کرنے اور غریبوں کو اپنی آمدنی بڑھانے کے طریقے سوچنے چاہئیں۔

بے سارا اور بے ضرورت نوکر بچا سوں جوڑے کپڑے سیر سفر خواہ خواہ دواؤں اور سنگھاری چیزوں کا استعمال۔ امیر طبقہ کی کیا ہندوستان کے متوسط طبقہ کی معاشرت میں بھی داخل ہے۔ نوکر اب بہت مشکل سے ملتے ہیں اور بہت زیادہ خواہیں مانگتے ہیں۔ ان کی تعداد کم کرنی چاہیے۔ بنگلوں اور کونویوں میں باورچی سیر پشعلی آیا مالی بدعوبی چیراسی خدمت گار کی جو پوری پٹن رکھی جاتی ہے اس میں فوراً تخفیف کرنی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ تین نوکر امیروں کے لئے۔ اور صرت ایک نوکر متوسط حیثیت کے گھروں کے لئے کافی ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ پاس رو بہ جہاں آمدنی ہے وہاں بھی کم نہ لگے۔ اور ایک بھوکا ضرور ہو گا۔ آخر کیوں؟ اپنے ہاتھوں کام کرنے میں کیا عیب ہے۔ خود کام کر کے تو دیکھیے، خضار و قست نوکروں سے سر کھانے میں ضائع ہوتا ہے۔ اس سے آدمی میں سارا کام ہو جائے گا۔ گھر پہلے سے دو گنا صاف نظر آئے گا۔ اور صحت یقیناً بہتر ہو جائے گی۔

نوکر دوں کے بعد کپڑے پر متوسط اور امیر دونوں طبقے سب سے زیادہ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ دونوں طبقوں میں ان گنت اور بے ضرورت کپڑے بنائے جاتے ہیں۔ جہاں کوئی کپڑا پسند آیا ہے کیا۔ کسی

افسر اگر اکیلا ہو تو دوسرے کے یہاں رہتا ہے۔ اور اپنے کھانے کا خرچ دیتا ہے۔ اس میں کئی قسم کا عیب کوئی بھی محسوس نہیں ہوتا۔ دراصل گزشتہ جنگ عظیم کی گرائی نے بھی ورسٹ کی طرز معاشرت میں یہ زبردست انقلاب پیدا کر دیا جو ہم اب دیکھتے ہیں۔ یقین ہے کہ یہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔

جب نوکر نہ ملیں گے تو اپنا کام خود کرنا پڑے گا۔ جب خود کرنا پڑے گا تو کام کم کیا جائے گا۔ یعنی دسترخوان پر دس کے بدلے دو چیزیں ہوں گی۔ سلائی اور کیرٹے جیسے ہوں گے تو کم کیرٹے بنوائے جائیں گے۔ اور انہیں گھر میں دھلائی اور استری سے صاف رکھا جائے گا۔ غرض موجودہ گرائی ایک زبردست معاشرتی انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ جو عورتیں جس قدر جلد بدلی ہوئی حالت کے مطابق اپنی زندگی کر لیں گی۔ وہ اتنی ہی آرام میں رہیں گی۔ ورنہ پرانے طریقوں کی باندی موجودہ حالت میں تباہی کا باعث ثابت ہوگی۔

شائستہ اختر سہروردی

برسات

یہ رُت سادوں کی، یہ شادیاں، جس گلشن کا
یہ ہنستے بھول، لگاتی غزلیں، ہلکا ہوا صحرا
یہ رعنائی گشتاں کی، یہ شادابی سیاہاں کی
ہوا کا سخن اُتتے کوٹوں کے ساز بوندوں کا
بہائی آپ کو ترسے تروتازہ مسکب کلیاں
بچکتی نرم شاخیں، یہ چمکنا دزم بھوڑوں کا
فلک پر بدلیوں کا کرب، بے مینی ہواؤں کی
چمن میں کروٹوں پر گرد میں لیست ہو دریا
یہ قسم قسم کر بسنا ابر کا، محشر کا سب عالم
ہر انگ لمحہ یہ یہ بڑھتا ہو سید کا دھارا
جی ہے دھوم آبادی میں رونق ہے بیاباں میں
ہوا ہے جنگلوں میں بہ طوفان نمونوں
نشاط روح میں یہ سخن میں دے ہوئے منتظر
یہاں زندگانی ہے ہر اک ہلکا ہوا جھونکا
خود بخود رگت گھل سے روشنی ہے کوسا روئی میں
اُتر آئی ہے جنت آج شاید لالہ زاروں میں
صفیہ شمیم ملک آبادی

کے لئے استعمال کریں۔ ناشتہ وغیرہ کی چیزیں بھی اب بچہ گراں میں اور جو مفتی میں وہ باسی اور ان کا استعمال خطرہ سے خالی نہیں۔ ان کی جگہ تازہ چیزیں استعمال کیجئے۔ جام چلی۔ اور سیٹ بھی بڑی آسانی سے گھر میں بنائے جاسکتے ہیں۔ کیک اور میٹری بھی رسٹورنوں سے منگوانا چھوڑ دیجئے۔ ماہوار ایک بڑی رقم بچ جائے گی۔

لیکن یہ سب باتیں تو امیروں کی تھیں جو پیسے سنان باتوں کے مادی نہ تھے وہ کیا کریں جن کی معاشرت میں خرچ کم کرنے کی گنجائش نہیں۔ انہیں آمدنی بڑھانے کے ذرائع سوچنے ناہیں۔ گھی اور دودھ، مرغی اور انڈے کھانے کی چیزوں میں یہ سید گراں میں۔ گھر میں مرغیاں اور گائے پال لینے سے خرچ کی ایک بڑی رقم میں کمی ہو جائے گی۔ چھوٹے سے چھوٹے گھر میں بھی اس کا انتظام کوشش کریں تو ہو سکتا ہے۔ گائے نہیں تو بکری بڑی آسانی سے چل سکتی ہے اور اس کا دودھ بچوں کے لئے بے حد مفید ہے۔ گھی البتہ اس سے نہیں نکل سکتا۔ لیکن اس کی دیکھ بھال نسبتاً آسان ہے۔ اور یہ آمدنی کا معقول ذریعہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بچے اچھے دامنوں میں بک جاتے ہیں۔

میں نے خوری مسئلہ کے پرچہ میں ایک طویل مضمون میں گھر بیٹھے آمدنی بڑھانے کے طریقے لکھے تھے یعنی نئے فیشن کے مطابق سلائی امیگرٹری وغیرہ کیک جام بنانا اور عینا، آجکل اس میں دو گنی کامیابی ہوگی۔ اس لئے کہ ولایتی چیزیں قطعی نہیں آ رہی ہیں (رنگ کیرنگ وغیرہ ایک اور آمدنی کا پیننگ کیٹس) کو رکھنا ہے۔ ہم ابھی تک اسے عیب ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن سوچئے کہ اس میں کیا عیب ہے۔ ہر ایک بڑے شہر میں بے شمار اسٹور اور کلبز وغیرہ ہیں جو ہٹوں میں نہایت تکلیف دے رہتے اور اپنی حیثیت سے زیادہ کرایہ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ بخوشی پرائیویٹ گھروں میں اپنا خرچ دے کر کھینے پر راضی ہو جائیں۔ انہیں کم خرچ میں کھر کا سا آرام ملے اور جہاں ۵-۶ آدمیوں کا کھانا کھیا ہو وہاں ایک اور آدمی کے کھانے میں کچھ بھی خرچ نہ ہو۔ اور ایک مستقل رقم کا آمدنی میں اضافہ ہو جائے۔ انگلستان میں اچھے اچھے لوگ اس کو عیب نہیں سمجھتے۔ یہاں ہندوستان تک میں انگریز

مُشترکہ رہائش

ہاتھ میں آتی۔ اور وہ مناسب موقع سے سارے خاندان کی خوراک و پوشاک کا انتظام کرتی تھیں۔ اگر ایک بھائی... ۵ کما تھا اور دوسرے ۲۰۔ تو دونوں کی آمدنی ان کے ہاتھ میں آتی۔ اور مسادیا نہ جنسیت دونوں کی بری اور بھول سے سلوک کرتی تھیں اور وہ ان کے دست و پیر کرنے لگتی تھیں۔ گمراہ حالات بدل گئے ہیں۔ جو وہ بچے اور بچے دنیا بیکو پیڈیا و برنس ذرا گویا ہیں اب سے ۵۰ سال قبل یہ مفید سمجھے جاتے تھے۔ اب فحش ہو چکے ہیں حالانکہ طبائع بیماریاں اور آغا راضی وہی ہیں۔ مگر زمانہ کی ایجادات اور آب و ہوا کے غلط سے اب ان کا اثر کم نہیں رہا۔ اور نئی اختراعات کو اختیار کرنا لازم ہو چکا ہے۔

بیکے میں مل جل کر رہنا الگ بات ہے۔ مگر حصر ال کے ماحول میں ہر شخص کو خوش رکھ کر مشترکہ رہائش کے زیر اصول مشترکہ زندگی بسر کرنا دوسری چیز ہے۔ یہ امر تو تسلیم شدہ ہے۔ کہ دنیا میں آپ ہر شخص کو خوش نہیں رکھ سکتیں۔ ایک آپ کے سب کو کا گرویدہ ہے۔ تو دوسرا آپ کی کٹھنی اور خشک مزاجی کا شکار کی۔ کوئی آپ کو فضول خرچ قرار دیتا ہے۔ تو دوسرا آپ کو جڑس اور کپجوس۔ پس ہاں حالات کے زیر نظر علیحدہ زندگی بسر کرنے کا صحت تصور ہی نہیں عمل بھی پسندیدہ ہے۔ دور کی صاحب سلامت اور تھوری دیر کی ملاقات زیادہ پر لطف ہوا کرتی ہے اور ہفتیہ سا قہر بہت سے معمولی معمولی اختراعات پر کشیدگی اور بخش پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ جن کے ہاں اولاد ہوتی ہے انہیں اس کا سب سے زیادہ نفع بخیر ہوتا ہے۔ اکثر بھائیوں دیوانیوں اور زندہ بھادوں سب کے وجہ سے خانہ جنگی کی نوبت آجاتی ہے یا اپنے بچے کی بجا بٹ پر تنبیہ کرنے کی پاداش میں ساس، خوش ہو جاتی ہیں۔ پھر قاعدہ کی بات ہے کہ بجا طرہ داری پریشی نے ماں کو منع کیا یا مٹ رہی کہہ دیا کہ آپ مہربانی سے دخل نہ دیں۔ تو اس قدر برا نہیں ہوتا لیکن اگر ستم رسیدہ ہوئے یا بے ادبی سرزد ہو گئی تو پھر دوسری دیوانیاں، جھانیاں اور ندیں، ساس کی طرف ماری میں اس پر

صحت کے نئی اور جلدانی کے برہن میں محترمہ ڈاکٹر شائستہ اختر صاحبہ بہروردی اور محترمہ صدیقہ فاقون صاحبہ کے مصنفین مشترکہ خاندان کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر شائستہ اختر صاحبہ نے مشترکہ خاندان کو اقتصادی نقطہ نظر سے جو منقہ بتایا ہے۔ وہ ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں۔ مگر صدیقہ فاقون صاحبہ نے اس پر اپنی گوالف رائے کا جو اظہار کیا ہے مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ وہ علمی معلوم ہوتا ہے اور اس میں عملی جدوجہد کی نسبت خیال آرائیوں کا دخل زیادہ ہے۔ بے شک اشتراک عمل کی ہمیں اشد ضرورت ہے۔ مگر مشترکہ خاندان کی افادیت پسندی مختلف طبائع و ماحول کے لئے کیسا ثابت نہیں ہو سکتی اور نہ اس امر میں مغربیت کو فاسد دخل ہے۔ آخر اکبری خانم کو کس مغربی تقلید نے جلاگت نہ رہائش اختیار کرنے پر ابھارا تھا۔ اس زمانے میں نسوانی حلقہ کو تو چھوڑیے۔ مردوں میں بھی "ابن الوقت" کو کوئی پسندیدہ نظروں سے نہ دیکھتا تھا۔

"پردہ"۔ اپنی پسند کی شادی۔ یا "گورٹ شپ" اور پرنس ہیں۔ مگر مشترکہ خاندان اور مشترکہ رہائش کو اب وہ اہمیت نہیں رہی۔ اگلے وقتوں کی مائیں اور دادیاں بڑے بڑے محلوں میں کینٹر مصارف کے ساتھ رہتی ہستی تھیں۔ مگر اقتصادی زبوں حالی جوں جوں بڑھتی گئی جلسہ راول، عظیم الشان بالا خانوں اور گولڈیوں میں مشترکہ رہائش شکل نظر آنے لگی۔ بھر چھوٹے چھوٹے کم خرچ مکانوں میں علیحدہ رہنا۔ اور اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی کنبہ لنگ بنانی پڑی جس کا ایک خاندان یہ بھی ہوا کہ مشترکہ رہائش میں جو آنے دن کے تنازعات برپا ہو کر تھے۔ ان سے نجات مل گئی۔

جن لوگوں کو مشترکہ رہائش کا اتفاق نہیں ہوا وہ اس کی خوبیوں اور برائیوں پر ناقدانہ رائے قائم نہیں کر سکتے مگر جنہیں مدتوں اس کا تجربہ ہوا ہے۔ وہ اس علیحدہ رہائش کو ہر طرح قابل ترجیح قرار دیں گے۔ مشترکہ رہائش میں بیسے ساس یا بڑی خندیا بڑی بھاد و من سردار اور سب کی مالک ہوتی تھیں۔ تمام آمدنی ان کے

خوردی کا کونسا کھا کر رکھے گی یہ میری ناقص سمجھ میں مطلق نہیں آیا۔ شوہر اور بیوی تو ایک کٹاڑی کے دو سادی پیسے ہیں مگر بیوی ہمیشہ خورد سال رہے گی۔ تو یہ کٹاڑی کیونکر چلے گی۔ اور پھر آنے والی نسلوں کی سرکردگی کون کرے گا۔

مشترک فائدہ ان سے میرے خیال میں جیاد خوردی اور بزرگی کا کوئی تعلق نہیں۔ بزرگوں کا ادب۔ اور چھوٹوں کا کھاؤ اسلامی تہذیب میں رکھاتی ہے۔ ہمیں انگریزی ضرب الامثال نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اتحاد و اشتراک عمل سہار جی دینی تعلیم ہے۔ مگر مشترکہ رہائش میں ہر فرد ہی خیال کر سکتا ہے کہ میرا روپیہ دوسروں پر بے درخ خرچ ہو رہا ہے۔ اگر ہم علیحدہ رہتے تو اس سے کم خرچ میں گزارا کر کے کچھ پس انداز کر سکتے۔ رکاوٹوں کو ہائی تعلیم کے لئے یورپ بھیج سکتے۔ لڑکیوں کو یونیورسٹی کے لئے تیار کر سکتے بچوں کو اپنے حسب فضا تربیت کرتے۔

سسرال میں خوردی کی حیثیت بے صرت نئی بیابھی بیوہوں رہ سکتی ہیں لیکن جہاں ان کے بال بچے ہو گئے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے بیوہوں کو "خورد سالی" کے خیال کو دور کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ بچوں کی تنبیہ اور نگہداشت ماں ہی اچھی طرح کر سکتی ہے۔ چنانچہ نسل آئندہ کی ماؤں اور باپوں کی تعلیم و تربیت کے لئے یہ سکون علیحدہ اور خود مختار فضا کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس رہ کر درد دل اور یاس و فاقہ کی پابندی آسان نہیں ہے۔ میرے خیال میں دور رہ کر عجب بت و درد دل زیادہ ہوتا ہے۔ جدائی سے محبت بڑھتی ہے۔ جدائی اگر نہ ہو تو ٹٹنے کا ہوا نہیں۔ اور نہ علیحدہ رہنے سے ہم میں بے حیائی پیدا ہو سکتی ہے۔ مغربی اقوام میں علیحدہ رہائش کی وجہ سے کیا شرم و حیا کا نقد ان سے بے گز نہیں۔ بلکہ یہ اپنے اپنے ملک کی رسم ہے۔ اور زمانے کا رنگ ہر وقت زمانہ منت نئے دستور و اختراع کرتا ہے۔ ان میں تہ آزاد خیالی بھی ہے۔ مشترکہ رہائش نہ صرف باہمی اختلافات اور مناقشات کی ذمہ دار ہے۔ بلکہ ہمارے خیالات کو پست اور ذہنیت کو محدود اور غلامانہ بنانے میں بھی معاون ہے۔

جسبیلہ نگیم کلکتہ

نوٹ پڑتی ہیں۔ ذرا ٹھہرے جھپٹے ایسے لہنے دیئے جاتے ہیں کہ وہ دل ہی دل میں گھٹتی رہتی ہے۔ اسی طرح اگر ساس نے بھولے سے پہلے کے معاملے میں دخل دیا۔ یا پوتے پوتیوں یا نوکر ماؤں کی حمایت میں ایک جملہ بھی کہا یا بطور نصیحت کوئی بات کہہ دی تو ساس کی نصیحت گرد دی محسوس ہوتی ہے اور ان کی باقل کو تنگ نظری اور دشمنی سمجھا جاتا ہے۔ اور ایک کی دس لگے کر شوہر کو سناتی ہیں۔ جس سے ماں بیٹے میں اختلاف اور بخش کی بنیاد پڑتی ہے۔ بھیا اگر سناؤ تو منہ ہو تو حقی الامکان اس فساد کو کھن دھوئی رونق دینے کو نے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ گرگت تک روز روز کے جھگڑوں کو چکانا آسان کام نہیں۔ مگر وہی ساس نہیں یا بھابھی یا بہن یا بہنہ بھتیجی کے لئے وہاں آتی ہیں۔ توان کی جس قدر غاطس اور آؤ بھگت ہو کم ہوتی ہے۔ آپ مشترک زندگی بسر کیجئے یا نہ کیجئے مگر بھائی کو بھائی بہن کو بہن اور ماں کو ماں ضرور سمجھتی ہیں گی۔ ان سے انحراف ممکن نہیں۔ مگر سسرال میں رہ کر اور مشترک زندگی بسر کرنے کے بعد ساس کو محبت سے خالی۔ اور زندگیاں میں اور دلوں کو اپنا حریعت ضرور منظور کرنے لگتی ہیں۔ اور ان محبوب اور عزیز رشتہ داروں کا احترام ساتھ دینے کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے۔

عمر نہ کا یہ کہنا بھی سراسر سخی ہے کہ انگریزی تمدن میں *brother in law* کا کردار کوئی مخصوص چیز ہے۔ ہر ملک میں ساس کو در حقیقت ملا اور بہو دونوں ہی غیر ضروری سمجھتے ہیں واداد مرد ہونے کی حیثیت سے چونکہ الگ ٹھکانہ رہتا ہے۔ اس لئے اس قدر بدنام نہیں۔ اور ہو چونکہ ۲۴ گھنٹے ساکنی ہے اس لئے وہ ساس کی نظر میں بڑی۔ اور اس کی نظروں میں ساس بڑی ہے۔

مختصر ایک جگہ اقامت فرماتی ہیں کہ یہ ساس کے نزدیک لڑکے کی دلہن ضرور ہوتی ہے مگر وہ کیسی گوارا نہیں کرتی کہ یہ شرم و کھاط سے انحراف کر جائے اُسے توقع ہوتی ہے کہ وہ ایک خورد کی طرح رہے اور اپنے شوہر سے ملنے میں اس خوردی کا کھاؤ رکھے۔ مگر شرم و کھاط کا سوال تو چند ماہ یا چند سال تک محدود ہوتا ہے۔ وہ ساس کی نظروں میں ہمیشہ خورد ہی رہتی ہے اور کوئی بیوہ بھی خود کو ساس سے بزرگ نہیں خیال کرتی مگر شوہر سے

اولاد پر والدین کے اثرات

لڑکے کے سامنے باپ کی اور لڑکی کے سامنے ماں کی نظیر ہوتی ہے، وہ ہر بات میں ان ہی کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر بیاں ماں اور باپ میں غلط، سافرق ہو جاتا ہے، بچہ لڑکا موبار لڑکی باپ کا اثر کچھ دیر میں قبول کرتا ہے، مگر ماں کا اثر اس پر صرف ولادت کے بعد بلکہ اس سے قبل ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے یہ کہنا کچھ غلط نہیں کہ بچے کی حقیقی تربیت ولادت کے دن سے شروع نہیں ہوتی بلکہ داغ بیل اسی وقت سے بڑھتی ہے۔ جبکہ وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، اس طرح بچوں کی پرورش و پرداخت میں عورت کا دخل بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جب بچہ شکم مادر میں ہوتا ہے تو ماں کے خیالات و رجحانات کا اثر نہ صرف اس کی سیرت و کردار کو متاثر کرتا ہے بلکہ اُن کے ذائقے، اطوار، بدن کی ساخت ان کی خواہشات کو بھی یہی چیزیں متعین کرتی ہیں، ذیل کی چند مثالوں سے اس کی بخوبی وضاحت ہو جائے گی۔

نیوٹن ہونا پارٹ جب پیٹ میں تھا تو اس کے باپ کو ایک جنگی ٹیم پیش آگئی، جس میں اس کی ماں بھی گھوڑے پر سوار اس کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ وہ کئی ماہ تک فوجی ماحول میں رہی اور فوجی جنگ سے اچھی خاصی واقف ہو گئی، اور بعض فوجی فراموشی بھی انجام دینے لگی، ان تمام چیزوں کا اثر بچہ پر پڑا، نہولیں کو بچن ہی سے فوجی کھیلوں کا بڑا شوق تھا، وہ ہر وقت کے فیلے بناتا اور اپنے کم سن ساتھیوں کے ہمراہ لڑائیاں لڑا کرتا تھا۔ اس کو جنگ اور فتوحات کی گفتگو سے بڑی دلچسپی تھی۔ ان سب چیزوں نے اس کو دنیا کا ایک مشہور جنرل بنا دیا۔

نہنشاہ اکبر کے متعلق بھی یہی کہا جاسکتا ہے وہ اس وقت ماں کے پیٹ میں تھا، جبکہ اس کا باپ ادھر سے ادھر لڑا پھر رہا تھا، اس کی ماں گھوڑے پر سوار شوہر کے ہمراہ رہتی تھی جہاں کہیں دشمن مل جاتے ان سے ایک آدھ جھپٹ ہو جاتی

ہر بچہ اپنے مزاج، طبی مناسبت اور شخصیت کے لحاظ سے دوسرے سے مختلف ہوتا ہے مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ماحول، تعلیم و تربیت کا بھی بڑا اثر قبول کرتا ہے۔ پھر چونکہ بچے کو آنکھ کھولتے ہی سب سے پہلے اپنے گھر اور بالخصوص والدین کا ماحول ملتا ہے۔ اس لئے وہ ان کے اثرات بہت جلد اور آسانی سے قبول کرنے لگتا ہے، اگر والدین میں کچھ کمزوریاں، نقائص اور بُرائیاں ہیں تو ان کا بچے کی سرشت میں داخل ہونا ناگزیر ہے، یہ بات الگ ہے کہ آئینہ اعلیٰ تعلیم و تربیت یا ماحول کی تبدیلی اور کچھ بوجھ آجانے کی وجہ سے ان میں کچھ تبدیلی یا کمی ہو جائے۔ مگر یہ بچے کی سرشت میں داخل ضرور ہو جاتی ہیں۔ اور زندگی میں کبھی ان کا انہار ہوتا رہتا ہے، چنانچہ بعض انسانوں میں ان کے عام مزاج اور سرشت کے خلاف جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے، اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ والدین کو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ صحیح بچے پیدا کرنا ان کی صلاح سے بدرجہا بہتر ہے، بنی نوع انسان کی بھلائی چاہئے واسے اولاد جو بچوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ یقیناً ایک بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، اور وہ والدین بھی اچھے ہیں جو اپنے بچوں کی صحیح پرورش اور تعلیم و تربیت کرتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ قابلِ تشریف وہ لوگ ہیں جو اپنے بچوں کی بیدارش سے قبل ہی تربیت شروع کر دیتے ہیں۔ اور اچھے اثرات کی بدولت ان کے مزاج، سیرت اور کردار میں داخل ہو کر ان کی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں، تورت کا ایک جملہ ہے کہ ”بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے بدی اس وقت داخل ہو جاتی ہے اور ایسے بچے پیدا ہوتے ہی بھٹکنے لگتے ہیں“ یہی صورت نیکی کی ہے اور اس کا اثر بھی وہیں سے شروع ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ لڑکے پر باپ کا اور لڑکی پر ماں کا اثر زیادہ پڑتا ہے۔ چنانچہ ایک مثل مشہور ہے کہ ”باپ پر بوت پتا پر گھوڑا، بہت نہیں تو غور و حقور“ اس کی وجہ یہ ہے کہ

میں، خود میرا بچہ جو سوا سال کا ہے۔ کتاب یا، اخبار دیکھتے ہی بُری طرح اس پر گرتا ہے، اور گھنٹوں اس کو الٹ پیٹ کر دل بہا دیا کرتا ہے۔

جس طرح اچھی باتوں کا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح بچہ بُری باتوں کا اثر بھی قبول کرتا ہے۔ چنانچہ مٹرس، جی، پیرس نے اپنی کتاب ”مادری اثرات“ میں ایک عورت کی مثال دی ہے جس کو اس کا شوہر گھر کے خرچہ کے لئے کچھ رقم دیا کرتا تھا۔ مگر اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے وہ اکثر اپنے شوہر کی کچھ رقم اڑا لیا کرتی تھی، اس زمانے میں اس کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا جو بڑا چوڑا نکلا۔ مگر اس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہمیشہ صرت اپنے عزیز واقارب کی چیزیں چرایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے باپ، ماں، بہن، بھائی، اور دوسرے قریبی عزیزوں کی مختلف چیزیں (مثلاً گھڑی، زنجیر، ٹوٹ، بوتل وغیرہ) چرائے۔ مگر کبھی کسی غیر آدمی کی چوری نہیں کی۔

ایک ماں کو جائے پینے کی بڑی عادت تھی۔ اور وہ دن میں کئی بار جائے پیا کرتی تھی، جب اس کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ دودھ کے بجائے چائے بُری عادت سے پیتا تھا۔ صرت ہی نہیں ہوتا کہ ماں جو پیتا ہے، یا جو کھا پی پیتی ہے۔ اس کا اثر اولاد پر پڑتا ہے بلکہ محض اس کے تخیلات کا اثر بھی اولاد قبول کرتی ہے، یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ شادی کے بعد اگر بچہ جلد پیدا ہو جائے تو عموماً وہ شکل و شبہت میں باپ سے ملتا جلتا ہوتا ہے کیونکہ نئی ذیلی دھن کا مرکز خیال اس کا شوہر ہی ہوتا ہے لیکن دوسرے بچوں کی پیدائش میں چونکہ کافی وقت گزر جاتا ہے۔ اور مرکز خیال ایک نہیں رہتا۔ اور وہ انہی سی خوش ذہنی باقی نہیں رہتی، عورت گھر کے کام دھندوں یا بچوں کی پرورش میں لگ جاتی ہے۔ اس لئے دوسرے بچے باپ سے اتنے زیادہ متاثر نہیں ہوتے، یہی صیغہ ہے کہ وہ بچے جو والدین کی خوشحالی میں پیدا ہوتے ہیں نیاں بلکہ فضول خرچ ہوتے ہیں، تنگ دستی اور معاشی مشکلات

اور بھڑکی نوبت آجاتی، اسی زمانے میں اکبر پیدا ہوا اور اس کی زندگی میں ان چیزوں نے کافی اثر ڈالا، یہی وہ پوشیدہ تربیت تھی، جس نے اس کو محنت پر بیٹھنے کے کچھ عرصے بعد ہی شاہ مجرات کی سرکاری کے لئے تین دن میں دہلی سے مجرات پہنچا دیا۔ اکبر میں باپ کی نرمی اور رواداری کا اثر بھی آیا، بہاریوں نے ہمیشہ اپنے بھائیوں کو سخت کیا، اکبر نے باپ کی سردار سہیل کا سر اپنے ہاتھ سے قلم کرنا گوارا نہ کیا۔ جبریم خاں نے بغاوت کی مگر جب گرفتار ہو کر سامنے آیا تو اکبر نے اس کو گلے سے لگایا اور قصور معاف کر دیا۔

رائٹ برنس، انگریزی کا ایک مشہور نسا مگنڈر ہے، اس کی ماں ایک خوش طبع عورت تھی۔ اور اس کو گیتوں اور گانوں سے بڑی دلچسپی تھی، اور وہ اپنے گھر کا کام کرتے ہوئے ان ہی گونگنیاں کرتی تھی۔ چنانچہ جب اس کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو بچپن ہی سے اس میں یہ ذوق جھلکنے لگا اور آہستہ آہستہ وہ بڑا نغمہ ساز بن گیا۔ اسی طرح کی ایک اور مثال فلاکس جین کی ہے جو بڑا اچھا ری مصور گنڈر ہے جس کی تصویروں کی خوبصورتی اور نزاکت کی بڑی تعریف کی جاتی ہے۔ اس کی ماں کو فنونِ لطیفہ سے بڑی دلچسپی تھی۔ اور جب یہ لڑکا پیٹ میں تھا تو وہ گھنٹوں محسوس اندر اعلیٰ قسم کی تصویروں کو بخور دیکھا کرتی اور ان کی نفاستوں اور باریکیوں پر غور کیا کرتی تھی، چنانچہ وہ اس بات کا پختہ یقین رکھتی تھی کہ اس کے بیٹے میں جو کمال پیدا ہوا وہ دراصل خود اسی کی محنت کا نتیجہ ہے۔

سرستید کی تربیت میں ان کی والدہ کی کوششوں کا خاص دخل رہا ہے، دنیا کے اکثر مشاہیر کے متعلق ہی کہا جاسکتا ہے۔ اور ان کی فطری صلاحیتوں کو بہت زیادہ اجاگر کرنے والی ان کی مائیں ہی تھیں۔ ایک اور ماں کا ذکر ہے کہ وہ ولادت سے قبل اپنا سارا وقت کتے بینی میں گزارا کرتی تھی اس کے کچھ عرصہ بعد اس کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جب یہ لڑکی دو ڈھائی سال کی ہو گئی تو اس کو گھنٹوں سے دیکھی پیدا ہو گئی، اور جب اس کو کوئی کھلونا دیا جاتا تو وہ اتنی خوش نہیں ہوتی جتنی کہ ایک کتاب یا کڑ خوش ہوتی

کے زمانے میں پیدا ہونے والے بچے جزیس یا بعض اوقات کنجوس ہوتے ہیں۔

بعض اوقات بچوں پر چند پیدائشی نشانات پائے جلتے ہیں، اکثر صورتوں میں ان کا تعلق بھی ماں کے تجلیات یا واقعات سے ہوتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر رے گرنے مثال دی ہے کہ ایک عورت کو جب پیٹ میں بچہ سات ماہ کا تھا، ایک گھنٹے کے ساتھ کھا با، اس وقت وہ بہت ہی وحشت زدہ رہی، لیکن وہ ایک روز بعد وہ اس واقعہ کو بالکل بھول گئی۔ اس سے بعد جب اس کے بچے کو اس کی اپنی ٹانگ پر کتے کے دانتوں کے نشانات موجود تھے، مگر دو ترم نشان صرف پانچ مہینے میں غائب ہو گئے اور باقی بھی کچھ دنوں کے بعد بالکل مٹ گئے۔ اس کے برخلاف ایک دوسری عورت کے گھوڑے نے لٹ مار دی۔ اس کو کچھ زیادہ چوٹ نہ آئی، مگر اس نے اس واقعہ کو بڑی اہمیت دی اور ہر شخص سے اس کا اندیشہ ظاہر کرتی تھی کہ کہیں اس کے بچے کے بدن پر اس کا نشان نہ پڑ جائے، چنانچہ جب اس کے بچے پیدا ہوئے تو اس کے سر پر ایک جگہ سے بال اڑے ہوئے تھے اور گھوڑے کے سم کی علامت موجود تھی، یہ نشان عمر بھر نہ مٹ سکا، غالباً یہی سبب ہے کہ آج بھی ہمارے اکثر گھروں میں زچہ کو گرہن لگے وقت کسی چیز کے توڑنے، کاٹنے یا کترنے سے منع کیا جاتا ہے، اور اس کو بے حرکت پلنگ پر چیت لیٹ جانے کی ہدایت کی جاتی ہے، خیال یہ ہے کہ اگر اس وقت وہ کوئی کام کرے گی تو اس کا اثر بچہ پر پڑے گا، چونکہ پرانے زمانے میں چاند یا سورج گرہن کو ایک سادہ آفت سمجھا جاتا تھا، اور عام لوگوں کو بھی نیک کام کرنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ اس لئے زچہ کے ساتھ جو سلوک بھی کیا جاتا تھا، مگر اب وہ اگلی سی بات تو نہیں رہی، تاہم یہ اعتقاد ضرور باقی ہے، اور چونکہ یہ اعتقاد عرصہ دراز سے چلا آ رہا ہے۔ اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اگر اس کی خلاف ورزی ہو جائے اور خیال ہمارے بندھا رہے تو اس کے اثرات بھی نمایاں ہو جائیں۔

بہر حال اولاد پر والدین کے اثرات بہت زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو روک نہیں سکتی تعلیم یا تربیت کا اثر ان کو بالکل باطل نہیں کر سکتا، میں اور طب نے بہت کافی ترقی کر لی ہے۔ پیدائشی نقائص کو دور کیا جاسکتا ہے۔ کمزور کو قوی بنایا جاسکتا ہے، گوشت کا پیوند لگایا جاسکتا ہے۔ بیمار کی رگوں میں تندرست کا خون دوڑایا جاسکتا ہے۔ غیر ضروری اعضا کی قطع برید کی جاسکتی ہے۔ مگر والدین کے فطری اثرات میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ موت کی طرح اصل ہیں۔ اب یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ جیسے اثرات چاہیں اپنی اولاد پر ڈالیں، لیکن تربیت جتنی عہد شروع ہوگی، اتنی ہی اچھی اور راسخ ہوگی۔ اور اسی میں ان کی اور ان کی اولاد کی فلاح و بہبود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بچہ پیٹ میں ہو تو عورت کو اچھی باتیں سوچنے، اچھے کام کرنے، اور سہنی خوشی رہنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ جتنا ان باتوں پر زیادہ عمل کیا جائے گا اتنی ہی اولاد بہتر، اور تندرست پیدا ہوگی، اور اس کے اخلاق و عادات درست ہوں گے، اور آئندہ اس کی تعلیم و تربیت پر کم محنت کرنی ہوگی۔

محمد احمد سبزواری، ام۔ اے

راوی کے کنارے

بیٹھی ہوں شب میں راوی کے کنارے
آکاش پہ میں کھیل رہے شوخ ستارے
خاموش نظر آتی ہے پانی کی روانی
ہے غنیمت کی آغوش میں ابرو کی جوانی
چوں ہیں تھماں مکمل کی تمنائیں
کلیوں کے غلے میں جڑے دلے بچہ باہیں
چھوٹی کی ٹمکتی ہوئی رنگین تباہے
ہر ایک کلی باہل انداز حیا ہے!
سبوحی کنارے چمن سویا ہوا ہے
ماضی کی کسی یادیں بالکھو ہوا ہے
چریک منظر میں طب بیز ہوا میں
خوشبو میں لٹا ہی ہوں خیر ہوا میں
بیٹھی ہوں شب میں راوی کے کنارے
آکاش پہ میں کھیل رہے شوخ ستارے

محمد انوار الحق

دعوت!

جلیے، ”اتنی جان ناراض ہو کر بولیں۔“ واہ بھئی واہ چھوڑنے کی بھی ایک کچی، میری سچی میری جان کے ساتھ ہے۔ جہاں میں جاؤں گی وہ میرے ساتھ چلے گی۔ تمہارا بس چلے تو میں کرا کیسے؟ خدا ارگھر میں چھوڑ کر نہ ڈال دو۔ مگر میں کیسے گوارہ کروں گی؟ میں نے تمہارا ایک ناخاندان مسکرت کے ساتھ دکھایا اور ذرا کرکھڑی ہو گئی۔ تمہانے کہا ”اتنی جان آؤ گھر میں بھی تو کوئی جونا چاہیے۔ اگر خدا نخواستہ آپ کی بیماری کوئی اٹھا کر لے گیا۔ تو میں بے چارہ کیا کروں گا؟“ اتنی نے کھسکیانی ہوتے ہوئے دونوں پاؤں کھینچ کر چوکی پر رکھ لئے اور بولیں۔ ”احمد تیری ان ہی باتوں پر تو میرے اگ گھتی ہے۔ اچھلے نہ میں جاؤں اور نہ برہی سچی جائے۔“ میں نے دلی ہوئی آواز سے کہا۔ ”اتنی تمہارا وہاں حور ہو جس جا کر کہا کریں گے۔ ان کو گھر میں ہی رہنے دیجئے۔“ تمہا بولے؟ اور ”یگم تو کواستہ کون تباہے گا؟“ میں نے کہا۔ ”لکھن بجے تو آپ بیلنے سے انکار کر رہے ہیں۔“ وہ بولے۔ ”ہاں ہاں۔ تو میں اب بھی کہہ رہا ہوں کہ اتنی جان بڑی ہو میں گی۔ تمہارا کیا پوچھتا ہے؟“ اتنی کا غصہ کچھ بڑھ گیا اور وہ کانوں میں سے ہالی پتہ اتارتے ہوئے بولیں۔ ”تو کوئی نہیں جانتا۔ بس۔ تو خود چلا جا۔“ تمہا کھلکھلا کر منہ پڑے اور اتنی کے گلے میں ہانسیں ڈال کر بولے۔ ”اچی میری اتنی یہ کیسے ہو سکتا ہے اب میرے سر پر اور سعیدہ (آہستہ سے) میرے پاؤں پر۔ آپ میری مونہ کی نرم نرم سیٹھ پر اور سعیدہ اس کے ماتر پر۔“ میں نے تمہا کو بھٹکا کر دکھایا اور دل ہی دل میں کہا۔ ”میر تو سبھی کسی فیضیادیاں کرواؤں گی۔ تمہا بولے۔“ اتنی جان اور اہل بھی سعیدہ بگم صاحبہ چلے، تشریف لے چلے، کار تیار ہے؟

ہم لوگ برآمدہ سے نکل کر لاؤں میں بیٹھ گئے اور تقریباً پندرہ برس منٹ میں اپنے میزبان کے مکان پر جا پہنچے۔ میزبان سوری دھیمیا کی سچی بھابی، استقبال کے لئے ڈیوڑھی تک آئیں۔ ان کے پیچھے دو تین بچے بھی روتے پکٹتے دوڑے۔ سچی بھابی نے بچوں کو اشارہ سے منع کیا۔ لیکن ایک سچہ توہانوں میں لپٹ گیا کہ نہیں میں بھی جاؤں گا۔ بھاری نے کچھ کو مشکل تھا کہ ہم لوگوں کو خیر مقدم کہا اور ایک وسیع

بھیا کا نیا دلہ مستیا پور کا ہوا تو انہوں نے مجھے اور ماں کو اس بات پر رضا مند کر لیا کہ ہم ان کے ساتھ چھیں۔ نہ کہ گھریا جو نے میں بھیا کو وقت نہ اٹھانی پڑے ہو سکے تو ذہن رس آدمی بھیا کی شادی سے بھی فارغ ہو جائیں۔ سیتا اور سرج کرہیں ہرست باہر ایک خوشنما بنگلہ مل گیا اور میں نے ایک ہفتہ ٹی جان تو آنحضرت میں بنگلہ کو آرامتہ کر کے دلہن بنا دیا۔ ایک دن نام کو تمہانے دفتر سے واپس آکر کہا۔ ”بھئی سعیدہ یہاں اتفاق سے ہمارے ایک برائے دوست بھی مل گئے ہیں۔ نہایت مخلص اور معقول آدمی ہیں۔ انہوں نے آج بہت اصرار سے کہہ دیا ہے کہ ”اسی والدہ اور ہمیشہ کو کمال صبح نو دس بجے ہمارے یہاں ضرور لاؤ۔“ کھانا غریب خانہ بری تناول فرمائیں گی اور تمہاری بھابی سے ملاقات ہو جائے گی۔ اس بہانہ اپنے بیویوں سے مل لیں گی۔“ میں نے بہت ”الانگروہ نہ مانے“ خدا ہونے لگے کہ ”اسی بھی خیریت کس کام کی کل اتو۔“ ہے۔ ہم بھی گھر میں بڑے بڑے کیا کرو گے۔ والدہ اور ہمیشہ کو لے کر آجاؤ۔ ان کی تعزیت ہو جائیگی نیا شہر ہے۔ نئے لوگ ہیں۔ دل گھڑتا ہو گا۔ اب بول بھی سعیدہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا۔ ”بھیا نیکی اور پوچھ پوچھ آپ جانتے ہیں کہ میں ایسے موقعوں پر سب سے آگے رہتی ہوں مگر اتنی جان کو راضی کرنا ذرا مشکل کام ہے۔“ بھیا نے کہا۔ ”باؤلی یہ کیا مشکل ہے۔ اتنی جان سے بس یہی کہہ دینا کہ آپ کے بانی پت کی ایک بیوی ہیں۔ اگر پسند کریں تو ان سے مل لیجئے۔“ میں نے تمہا کے نکتہ رس و مانغ کی داد دیتے ہوئے وعدہ کر لیا کہ میں اتنی جان کو راضی کروں گی۔

دوسرے دن ہاشمتہ سے فارغ ہو کر میں نے جلدی جلدی اتنی کے کپڑے نکالے کتنی ہی سرسردہ دانی، آئینہ سب ان کی چوکی پر رکھ کر کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی میں تیار ہو کر توی تو اتنی جان بھی کپڑے بدل چکی تھیں۔ اور تمہا شیر وانی پہنے میا انتقال کر رہے تھے۔ تمہا نے مسکراتے ہوئے اتنی جان سے کہا۔ ”اتنی تشریف لے چلے سوازی تیار ہے اور سعیدہ کو تو میرے خیال میں گھر کی پوکیداری کے لئے چھوڑ

کمرہ میں لاکھ بٹھایا بستیہ مردانے جس چلے گئے کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں
 ہوتی رہیں۔ اتنی جان نے پانی پت کا ذکر چھڑک دیا جس میں نئی بھابی نے
 بہت دلچسپی لی۔ میں نے ایک بچہ کو (جو سہری کے تکیہ سے چھوٹ رہا تھا)
 اشارہ کرتے ہوئے بلایا اور پوچھا ”میاں آپ کا نام کیا ہے؟“
 بھگتے کرتے کا دامن جو سنے ہوئے کہا ”چول تانیں“ نئی بھابی
 بولیں ”ان کا نام ظہور میاں ہے؟“ میں نے کہا ”جواب میں آپ کا
 نام تو معلوم ہو گیا۔ یہ بتائیے کہ آپ کیا پڑھتے ہیں؟“ ظہور میاں میرے
 کلمہ پڑھنے والے کو کہتے ”تیری اماں کا چھتر دوسرا بھی ظہور میاں سے
 باتیں ہو رہی تھیں کہ باورچی خانہ سے بھری بی بی ہنسی کا پتی سر پہ دوپٹہ
 کی ڈھیری رکھے تھیں۔ اور پوری بھجیں بولیں۔“ بیگم صاحبہ جلدی چلے
 گئے۔ میاں صاحبہ سالن سپوٹ جانتیں۔ بیگم صاحبہ نے بڑی بی بی کو
 گھورتے ہوئے کہا ”آخر تم کو کب تیرا آئے گی۔ ماؤ اتنا کہہ دو۔
 سنبھلے میاں کو باہر لے جائیں۔“ مجھے یہ مخاطب ہو کر بولیں ”بہن یہاں
 کے ملازم بہت ہی بدتمیز اور اڑھ ہیں۔ ہمارے پانی پت کی اماں اس
 قدر تمیز دار اور با سلیقہ ہوتی ہیں کہ بیوی کو داخل دینے کی ضرورت ہی
 ہمیں پڑتی اور وہ سارا کام سنبھال لیتی ہیں۔“ میں نے کہا ”جی ہاں اچھے
 ملازم تو ذرا مشکل ہی سے ملتے ہیں۔“ بھی چار بار بیچ منٹ باتیں کرتے
 گزرے تھے کہ ایک ملازمہ اور کئی بچوں کی خیم دھار سے سارا گھر گونج
 گیا مینبران بھابی کو کڑک داتا دوازے سے چلائیں۔ ”کیوں اتنی شور مچا رہا ہے؟“
 لیکن تقارفا نہ میں طوطی کی آواز کو نہ سنتا؟ اماں اور بچوں کی چیخیں اور
 اور زیادہ بلند ہو گئیں۔ اُگے اُگے نئی بھابی اور چچے سے میں بھی دوری
 ہوئی بہتی منجھلیاں بوڑھی اتنا کا گریبان پکڑے لٹک رہے تھے اور
 منجھلیاں بٹھا اس کے دامن کو دانتوں سے بری طرح دبا لے ہوئے تھے
 اور اتنا ایک میلی کالی سی صندوقچی پر چھتوں پاؤں رکھے دونوں پہلوؤں
 کا مقابلہ کر رہی تھی۔ نئی بھابی نے بچوں کو علیحدہ کرنے کی کوشش کی لیکن
 ان غریب کی کمزور کلاسیاں ہچک چک کرنا کام رہ گئیں۔ آخر چچے بھی
 نئی بھابی کی مدد کرنی پڑی جب ہم دونوں نے پوری قوت سے ایک
 ایک بچہ کو الگ کیا تو ایک کے ہاتھیں پورے آگے گریبان کی دھجی
 آگئیں۔ اور دوسرے کے دانتوں میں دامن کا چھتر اٹکا ہوا۔ میں
 نے دہی آواز سے دریافت کیا ”اتنا بچے کیوں مارا اڑھ لگے تھے؟“
 اس وجہ کا جواب نہ تھا۔ بڑھیا کی دھونکنی چل رہی تھی۔ اس نے

صندوقچی پاؤں کے نیچے سے نکال کر روتے ہوئے کہا۔ بیوی میں
 اس صندوقچی میں اتنا سونے کی ناگہ بین گھس دی رکھ لیتی ہوں اس وقت
 لیکر بھی تھی کہ لاکھ ناگہ ٹوبہ بھولوں۔ اتنے میں منجھلیاں اور منجھلیاں
 آگے اور جھکٹنے لگے کہ صندوقچی دے نہیں تو تیری جیسا گھسیٹ کر
 اماں کے پاس لے جائیں گے۔ جب میں نے منع کر دیا تو منجھلیاں
 اس صندوقچی دکھاتے ہوئے (دیکھتے میری منہ و تھی برکھڑے کھڑے بیتا سا
 کر دیا۔) میں نے کہا ”بڑی بی بی دوست بچے ہیں ان کی بات کا کیا
 خیال کرتی ہو؟ بڑھیا خاموش ہو گئی اور میں اندر ہی بھابی دونوں بچوں کو
 ساتھ لے کر کٹ سست گاہ پر آئے۔ بھابی بولیں ”منظور دیکھو نہ بہت
 سونچی کرنے لگے ہو دیکھو یہ بھی جان اور دادی اماں پانی میت سے
 آتی ہیں اگر تم شراوت کرو گے تو یہ خفا ہو کر چلی جائیں گی“ منظور میاں
 اٹھلاتے ہوئے بولے ”دادی اماں تو نہیں ہیں۔“ نئی بھابی نے اتنی
 جان کی طرف اشارہ کیا کہ بہتہاری دادی اماں ہیں۔ اتنی جان
 نے کہا ”آؤ میاں ہمارے پاس آؤ“ بلانے کی دیر بھی منظور میاں آپک
 کراتی جان کی پیچھ پڑاند گئے اور دونوں ہاتھوں سے ان کی گردن
 جکڑ لی۔ اتنی جان نے پیار سے ظہور میاں کے دونوں ہاتھ تھام لے
 لیکن جب گردن کی گرفت کچھ زیادہ مضبوط ہو گئی تو انہوں نے ہاتھ چھڑانے
 کی کوشش کی۔ ادھر میں نے مینبران بھابی کی نگاہ بچہ کی طرف میاں کو
 آنکھیں نکال کر زور سے گھورا میرے گھورتے سے انہوں نے کہہ سکتے
 ہوئے اتنی کی گردن تو چھوڑ دی لیکن ان کے سر سے دوپٹہ سر کا کر چوٹی
 پکڑے زور زور سے گانے لگے۔ ”دادی کی چٹا کپڑے لٹک جائیں دے
 اے ہاں جی۔“ اتنی جھنجھلا گئی تھیں۔ پھر بھی انہوں نے ضبط سے
 کام لیتے ہوئے کہا ”بیٹے چوٹی نہیں پکڑتے۔ آؤ ادھر آؤ باتیں کرو
 گنتی سناؤ۔“ نئی بھابی شرم سے پانی پانی ہو رہی تھیں۔ آخر انہوں
 نے ظہور میاں کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کمرہ سے باہر نکال دیا۔ اور مجھ سے
 کہنے لگیں ”بہن! یہ سچ بہت ہی شرم ہو گیا ہے۔ آپ اپنے بھائی سے کہئے
 کہ کوئی ایسا آدمی بتائیں جہاں میں پھوڑی دیر کو اسے چھوڑ دیا کرول“
 جی میں تو آیا کہہ دل“ کا بھی ہاؤس بھیج دیکھے۔ لیکن بہت اچھا کہہ
 کر خاموش ہو گئی۔ پھوڑی دیر میں بڑی بی بی ایک بالٹی لیکر آئیں
 اور یہ کہتے ہوئے کہ ”بھوی خبردار“ بالٹی جو ترہ پر رکھ دی۔
 ظہور میاں کی بھی پسلی پھوڑک گئی اور وہ لپکے ہوئے آئے بالٹی میں

ہاتھ ڈالا اور ایک بڑا قمی ام نکال کر ان کی والدہ کو بڑے فخر سے دکھاتے ہوئے بولے۔ ”ابا ابا! دیکھو جے چاہے دو کچھو یہ کیا“ ماں نے روٹیہ کی اوٹ سے چھوڑ کر دیکھا۔ لیکن وہاں کس پرانتر ہوتا کھڑے ہی کھڑے ام کو کھاتے بھی گئے اور کہنیوں کے پاس سے کلائی اوڑھ لیں۔ ایک سترائے میں لمبی زبان نکال کر جاتے بھی گئے۔

اس کی جو ہندیں گرتے پر ٹپک جانی تھیں وہاں سے کرتے کا اتنا حصہ اٹھا کر زور سے جوس پیتے تھے۔ چہرہ میاں بڑے باپ کے بیٹے تو تھے نہیں اور بھائیوں نے کیا قصود کیا تھا۔ سب گدیہ کر کے باٹھی پر آندھ گئے۔ جب ایک ایک بچہ نے کئی کئی ام کھائے تو کئی بھائی یہ کہتی ہوئی انھیں ”میاں زیادہ نہ کھاؤ پیٹ میں درد ہو جائے گا“ انہوں نے بالٹی اٹھانی چاہی لیکن بیٹوں چاروں بالٹی کو پوری قوت سے چٹ گئے۔ آخر بڑی ملی کو آواز دی گئی اور ماں اور پوری دونوں نے مل کر اس مرحلہ کو طے کیا۔ چہرہ میاں حصہ میں بچھنا گئے اور جیسی ہوئی کھلی اپنی آبا کے اور پناک کر رہی۔ لیکن وہ بجائے ان کی والدہ کے اتنی جان کی کینٹی پر اس زور سے پڑی کہ وہ سر پر گرو گئیں۔ ادھر بچوں نے ٹھٹھے لگا لگا کر چند ہی منٹ میں تم کے چھلکوں اور کھیلوں کا مینہ برسایا۔ مینہ بان بھائی جیج رہی تھیں۔

ماں میں بچوں کو کپڑے کے لئے بھاگ رہی تھیں۔ اتنی جان نے ایک کونہ میں سرک کر کوڑ بند کر لیا۔ اور مجھے سنگھار مینر کے پیچھے پناہ دینی پڑی۔ آخر ایک ایک بچہ کو تالیوں میں لاکر مردانہ میں بھجوا دیا گیا۔ ہم اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ اور چاندنی بدلنے کے لئے کچھ دیر کے لئے اپنی اپنی جگہ پر خاموش بیٹھ گئے۔ خدا خدا کر کے دسترخوان بچھا اور ہم نے جلدی سے ہاتھ دھو کر کھانا کھا لیا۔ ابھی دو چار ہی تھے حلق سے اترے ہوئے کچھ چھوڑ دیاں آدھکے اور آستین سے ناک پونچھتے ہوئے میرے مقابل برابر اُٹھان ہو گئے پہلے انہوں نے تمام چیزوں کا جائزہ لیا اور پھر بڑی کی پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے منمناتے ہوئے بولے۔ ”بڑی تھا ڈال دا“

دکھاؤں گا، ماں نے آنکھ کے اشارے سے منع کیا اور بڑی کی پیٹ اتنی جان کی طرف سرکادی چہرہ میاں دسترخوان پر لوٹ گئے اور ایڑیاں رگڑتے ہوئے بولے۔ ”یہ ہار دی سب بڑی تھامیدی“

دودھ کا جلا چھچھ کو چھونک پھونک کر پیتا ہے میں نے جلدی سے

تازیانہ عبرت

ماں اگر کسی کے جنازے کے ساتھ ہم مردہ کے نعمت چاہتے بڑھ کر ہونا چاہتے تو عزرائیل کا منہ کھینچ لیا کہہ کر اگر اسی ہے یہ کھٹکا لگا ہوا وہ کچھ چکاپے موت کی نمی میں ہے کھٹکا اسی جو اس کا زہر اس جان پر اس کو تو اب رہا نہیں کچھ خاتمہ کا ڈر اپنے لئے یہ موت ہے باقی ابھی مگر

وہ وہ گمے آ رہا ہے ازل دل میں یہ خیال

کیا کچھیں پیش آئے ہیں وقت انتظار

ابو العجاز ازل

میری بیٹی

بہن صاحبہ معلوم ہوتا ہے اس سوال کی منظر سی فیس ان کے سارے جسم میں نہ تنگی، ایک ہر دو جاتی ہے ان کی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر مسکندہ مسکندہ ہونے کا ہے ان کا ہر ایک نشان انھار سے خود بخود بلند ہو جاتا ہے اور وہ خوش ہو کر اور دھوم دھوم کر اپنی بیٹی کی تعریف میں ایک زوردار نعرہ برکرا جاتی ہیں۔

ان کی اس تعریف کا دوسرے سامعین پر دھن کی مٹیاں بھی بجی اے کے۔ دیگر دستی منڈلاتی ہوں بہت سی ناخوشگوار اثرات رہا ہے بعض ترغیض کو ضبط کر کے مجھڑا نہ موش ہو جاتی بعض ان کے پیچھو رہے ہیں پراسوس کرنے لگتی مگر بعض انتہائے غیض سے دانت پیسنے لگتی ہیں بلکہ مقابلہ کے لئے مسلح ہو جاتی ہیں۔ اور اپنی بیٹی کے گریجوئیٹ ہونے کا حربہ استعمال کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ حربہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کا جواب دوسروں کے پاس کم ہی ہوتا ہے۔

”میری لڑکی بھی تو شاید آپ کی صاحبزادی کی کلاس فیلو ہی تھی“ سکندر اعظم نے ایران کو فتح کر کے شاید اتنی شان محسوس نہ کی ہوگی جو اس ایک جیسے ادا کرنے کے بعد خاتون محسوس کرتی ہیں کیونکہ ان کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ ان کی بیٹی کی تعلیم کا رتبہ متعجب کیا۔

”جی؟“ پہلی خاتون گھبرا جاتی ہیں کہ ان کی بیٹی کے برابر کوئی اور

بھی ہو سکتا ہے اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے اپنا آخری تیر صرف کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ”وہ تو شاید بی اے کے پہلے سال میں تھی!“

”اے واہ بہن!“ بہن صاحبہ اس قدر بلند آواز میں گویا ہوتی

ہیں کہ تمام محفل ان کی طرف منوجہ ہو جاتی ہے۔ ”ابھی اسی سال

تو اس نے بی اے میں اس قدر شاندار کامیابی حاصل کی ہے کہ دور دور

اس کی شہرت ہے عجیب ہے کہ آپ کو نہیں معلوم ہوا۔“

آر اے۔ الیف کی مبارکی سے برلن کو انا صدمہ نہ پہنچا ہوگا

جناب امی والدہ صاحبہ کو ان اما جان کے ان چند محفلوں سے ہوتا ہے

ان پر جیسے بجلی سی کر جاتی ہے لیکن وہ اس طرح آسانی سے اپنی

نفسکست قبول کرنے والی نہیں۔ مرے ہوئے دل سے لیکن مسکراتے

کی ناکام کوشش کر کے فرماتی ہیں۔ ”بڑی خوشی ہوئی کہ جوڑی کی اول

اپنی بیٹی سے کون محبت نہیں کرتا۔ اور کون نہیں چاہتا کہ اس کی بیٹی کی تعریف کی جائے لیکن تعریفوں کے موضوع ہر زمانے میں مختلف رہے ہیں۔ پہلے زمانے میں اگر بیٹیوں کی تعریف اس میں سمجھی جاتی تھی کہ وہ خوش مزاج، نیک سیرت، سلیقہ شعار اور انتظام خانہ داری میں ماہر ہوں، تو آج کل لڑکیوں کی صفات سمٹ کر تعلیم میں آگئی ہیں والدین کی تمام توجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی لڑکیاں تعلیم یافتہ کیا بلکہ ”ڈگری یافتہ“ ہو جائیں۔ یہ ڈگری ان کو ہر صفت موصوفت کر دیتی ہے۔

تعلیم واقعی بہت ضروری اور مفید شے ہے۔ اور میں نہیں کہہ سکتی کہ کس قدر روحانی ستر ہوتی ہے جب آج کل دو چار ”بڑی بڑیوں“ کے مجمع میں جائے ان کو ناک پھلا پھلا کر اور آنکھیں نکال نکال کر بیٹھتے ہوئے پانے کے کہ ”اے بوا ہتھاری لڑکی سیانی ہوئی کب بیاہ کر دو گی؟“ اب میں اس سے بالکل مختلف بلکہ بالکل برعکس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے پاتی ہوں۔ لڑکیوں کی تعلیم جس شہدہ سے شروع ہوئی ہے اور جس زور شور سے پران چڑھ رہی ہے۔ خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں اس کو نظر نہ لگ جائے۔ اور دل سے دعا نکلتی ہے کہ ”اللہ کرے اس کی عمر اور زیادہ!“

خواتین کی محفل میں زور اور کثرتوں کی گوفانی کی شکایت اور انداز کی کمیابی کے گلے کے بعد لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ چھڑ جاتا ہے اور خدا بھلا کر اس موضوع کا کہ یہ شروع ہوتا ہے دو چار سے لیکن روٹی کی آگ کی طرح پھیل کر پوری محفل کو گھیر لیتا ہے۔ پھر دیکھئے اور غور کیجئے کیا کیا باتیں ہوتی ہیں۔ اور کسی کسی باتیں ہوتی ہیں! ہر ایک کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ میری بات ہر ایک سے اور کسی کی نہ سنوں۔ میری بیٹی کے گمن ہر ایک گائے اور میں کسی کے شکاؤں نتیجہ جو ہوتا ہے ظاہر ہے بعض اوقات یہ موضوع بہت ہی غیر دلچسپ شکل اختیار کر لیتا ہے چنانچہ اس قسم کی محفلوں میں آپ نہیں گئی کہ ایک والدہ صاحبہ دوسری اماں جان سے بظاہر بہت ہی محبت اور اخلاص سے دریافت کرتی ہیں

”اے بہن آپ کی صاحبزادی نے بی اے کا امتحان دیا تھا کیا نتیجہ ہوا؟“

صرت آواز سننے تو سمجھے کہ کوئی انگریز لڑکی بول رہی ہے؟
دوسری بہن جن کی صاحبزادی بھوشیدہ انگریزی اسکول میں
تعلیم پاتی ہوئی ہیں تائید کرتی ہیں۔ ”انگریزی اسکول میں پڑھنے
سے یہی نامزدہ تو ہوتا ہے کہ انگریزی بولنا آجاتا ہے ورنہ (منہ بنا کر)
ہندوستانی اسکول اور کالج میں تو...“ وہ کچھ آگے کہنے والی
ہوتی ہیں کہ گریجویٹ لڑکیوں کی ہائیں ٹملا جاتی ہیں۔ کتنا ستم ہے کہ
ان کی بی اے پاس لڑکیوں کا اسکول میں پڑھنے والی محولی
لڑکیوں سے مقابلہ کیا جائے اور صرت یہی نہیں بلکہ کسی عجیب طریقہ
وزن سے ان کو کمزور کر دکھایا جائے۔

”اے بہن یہ تو نہ کہئے“ وہ برا مان جاتی ہیں۔ ”صرت انگریزی
میں گٹ پیٹ گٹ پیٹ کر لینا تو کسی طرح بھی قابلیت کی دلیل نہیں ہے
بول بولنے کو تو“ صاحبوں کے یہاں کے بھرا اور چہرہ اسی عجیب انگریزی
بول لیتے ہیں؟

دوسری بہن جن کی بیٹی کی بھی ذلت کی گئی تھی اس طرح ہاں
میں ہاں ملاتی ہیں۔ ”میں تو سنستی ہوں کہ انگریزی اسکول میں سینیئر
پڑھی ہوئی لڑکیاں ہندوستانی کالج میں ایف اے کے پہلے سال
میں لی جاتی ہیں۔ پھر انٹرنس اور سینیئر کیمبرج میں کیا فرق دہم؟
بلکہ سینیئر تو صرف انگریزی ہی انگریزی ہوتی ہے اور مضموں
کی طرت بالکل توجہ نہیں کی جاتی!“ ”آپ ہی بتائیے کہ اپنی لڑکی
کی ذلت (جو خود اس کی ذلت ہے) کوئی مال کیسے گوارا کر سکتی ہے
اگر وہ غصہ سے مل کھا جائے تو کیا تعجب ہے؟

”تو نہ کیجئے بہن“ وہ فیصلہ کن لہجہ میں فرماتی ہیں۔ ”بھلا سینیئر
کیمبرج اور انٹرنس کا کیا مقابلہ؟ یہ تو انتخاب کو چراغ دکھانا ہوا
اسکول کالج میں جو کچھ بھی قاعدہ قانون ہو۔ ہمیں تو انصاف کی
بات کہوں گی، انگریزی ہی تو خاص چیز ہوئی ہے، اسی کی قدر ہے
جس کو انگریزی آگئی اس کو سب کچھ آگیا۔ اور جسے انگریزی نہ آئی...“

”واہ واہ۔ وا۔“ ان کی بات بے رحمی سے کاٹ رہا ہوں
اور کیا ایک ملک و قوم کی بستی کے خیال کے ساتھ محبت کا جوش تازہ
ہو جاتا ہے۔ ”یہی تو ہندوستان جوں کی غلامانہ ذہنیت ہے۔
سخت انصاف کی بات ہے کہ اپنی چیز تو ہٹاؤں سے لگتی ہے۔
اور غیر دل کی خراب سے خراب چیز کی بھی اتنی عزت ہونے لگی ہے

اُنہی ہے، وہ آپ ہی کی صاحبزادی ہے۔ خدا اس کی عمر میں برکت دے“
بہ اندھ بچہ اپنے دل کو بیٹی کی محبت کا ٹکڑا دے کر کچھ مضبوط
کرتی ہیں۔ ”اے بہن میری لڑکی تو بس اتنی شرسر ہے کہ کیا بتاؤں!
دن رات کھیل کود میں لگی رہتی ہے۔ کالج کی لڑکیاں اور استانیوں تو
اس کے پیچھے جیسے دوڑتی ہیں۔ کوئی ڈز۔ کوئی باری۔ ڈرامہ۔ کھیل
تاشا۔ ایسا نہیں جوتا جس میں کالج بھر کی بیخوش نہ ہو کہ سلطانہ
وان کی بیٹی) شریک نہ ہو۔ اس لڑکی نے رانی دی۔ اس بچے نے دعو
کیا۔ اس ڈیٹیٹ میں حصہ لیا اس مقام میں شریک ہوئی۔ رانی کا
دماغ کیا ایک آفت ہے میں تو اسناخو ہوتی تھی کہ اسی سلطانہ تیرا
استحسان سر پر ہے اور تو کرب کھول کر نہیں دیکھتی۔ لیکن وہ ایک
منہی میں سب اڑا دیتی تھی۔ اچھی و امتحان کے دن بہت بہن ہی
بھی کہا کرتی تھی۔ سچ کہتی ہوں بہن میں نے تو یہی لڑکی ہی نہیں دیکھی۔
دوسری بہن بھی اپنی بیٹی کی تعریف کر۔ ضروری سمجھتی ہیں۔ کچھ

نہ پوچھتے بہن بس ہو یہی حال میری لڑکی کا بھی ہے، خدا کا سہ ہے کہ
کامیاب تو ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ پستی ہوتی تو ناممکن تھا کہ اول آتی
میں تو کہتی ہوں دنیا جہاں میں لڑکیاں ہوتی ہیں امتحان کی تیاری
میں اپنی جان کو جان نہیں سمجھتیں۔ اے بہن بغین مانے کہ ریاض محمد
صاحب کی لڑکی کو میں نے دیکھا۔ ایسا ”مٹریاٹہ“ یا کر اگر دن جھکا جھاک
پڑھتی ہے کہ دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے لیکن ایک رشیدہ وان کی بیٹی
ہے کہ اسے امتحان کی فکر ہی نہیں۔ دس روز پہلے لوگابہر خبر یہی گئیں
یہ سننے کے بعد میری بہن صاحبہ جو اننگ جموراٹا محسن تھیں ان
کے صبر کا پیمانہ بھی بربز ہو جاتا ہے۔ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ سب تو اپنی
”بی اے پاس“ لڑکیوں کی مدد سرائی کوئی ہیں اور وہ اپنی انگریزی
اسکول میں پڑھنے والی لڑکی کی قابلیت کا رعب نہ بٹھائیں!

”میری تو یہ راسے ہے بہن دھلا کر ان کی رائے دریافت کرنے
کا کوئی شق نہیں) اصل چیز لیاقت ہے۔ کورس کی کتابیں رٹ
رٹ کر امتحان میں اول آجائے سے لیاقت تھوڑی پڑھتی ہے۔ اب
بھی دیکھئے تاکہ میری لڑکی کہنے کو تو انگریزی اسکول کے نوں درجہ میں
پڑھتی ہے لیکن اس کی قابلیت کسی طرح بی اے سے کم نہ ہوگی۔
انگریزی تو اس قدر سے دہتی ہے کہ کوئی اس کا رنگ نہ دیکھے
جو ہندوستان، فی ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ ذرا سا نولا ہوگا) اور

اُن کی آمد

زمرہ انتظاریہ پچیس سال

۱۹۴۳ء — ۱۹۶۸ء

وہ آ رہے ہیں اک نئی دنیا لئے ہوئے
چہرے پر انقلاب کا پھرہ لئے ہوئے
کب بائے سرخ میں مے دینا لئے ہوئے
مستی کا ہر ترہ میں اُتار لئے ہوئے
رنگ و نشید و نور کے دریا لئے ہوئے
زہرہ کا فخر و نور کا جلا لئے ہوئے
مہندی کے چور میں بدھینا لئے ہوئے
ایک نئی لذت و گوارا لئے ہوئے
پیما نہ سکون تماشا لئے ہوئے
نظروں میں ہر مرض کا دوا لئے ہوئے
اقلیم روح و دل کا اجارا لئے ہوئے
آزادی تمام کا شروا لئے ہوئے
سانسوں میں معجزات میلا لئے ہوئے
تہذیب مغربی کا سہارا لئے ہوئے
دوش حسیں پہ زلف چلیپا لئے ہوئے
اک نور و زشع کلیا لئے ہوئے
مریم کی آن شان زلیخا لئے ہوئے
تاپ نظریں برق بجھ لئے ہوئے
ناموس اور حیا کا جنازا لئے ہوئے
بسط و کشاد وادی سینا لئے ہوئے
ہونگے نقاب رخ پہ فنا کا لئے ہوئے

وہ آ رہے ہیں اک نئی دنیا لئے ہوئے
چھکائے چاندنی سی جبین صبح میں
بے باک چٹوڑوں میں سبوتی کا اذن عام
وہ اُن کے زمرے وہ قسم وہ پہنچتے
خال و قدیمیل میں بے قید و بے جا
تہائیاں بھٹے ہوئے کی جھوٹ میں
زہرہ عتاب کے ٹکس جلال میں
نیخانہ شباب کے میگوں جلال میں
نعموں سے طبیعت ناما ساز کا علاج
بدرد و گار حسن و خداوند عشق سے
عیش و نشاط عام کا دیتے ہوئے پیام
باتوں میں دلکشائی دل آرائی و دلکشی
تعلیم مشرقی سے چرائے ہوئے نظر
نسلیت کو دیئے ہوئے حُسنِ قبل عام
ذیر و حرم پہ دالے ہوئے پردہ بیاہ
آوار گئی ذہن و طبیعت کے باوجود
خامت میں اپنے جذبہ کھوکھلا اٹھان
خدا م حسن و ناز جلو میں خدمِ خدم
ان بکلیوں کا عالم امکان سے منظر
اُس وقت جو بجے گا وہ دیکھ جائے گا اور ہم

سیاہ پیش گوئی مری لے سبب نہیں

امروز ہے تصور فردا لئے ہوئے

سیاہ اکبر آبادی

اگر بڑی زبان سب کچھ بولتی، خوب! کس لئے؟ وجہ بھی تو معلوم
ہو! (پھر بغیر کسی کے جواب کا انتظار لئے ہوئے اور زیادہ
گرمی اور تیزی کے ساتھ) صرف اس لئے کہ وہ ہمارے
حکمران میں اور ہم مثل غلاموں کے جسے زیبا کہیں آزاد بند
ہے وہی زیبا! پچل کر کے ان کی اندھی تقلید کر تے ہیں۔
نام تہذیب تعلیم و تمدن کا دار و مدار۔۔۔ اس کے بعد
ہر جگہ کے بعد ان کی تقریر کا جوش و خروش ٹہرتا جاتا ہے
یہاں تک کہ بعض ہنسن تو اس پر زور تقریر کے سننے کی
تالاب نہ ملکر دہال سے اٹھ جاتی ہیں۔ اور جن کو جانے
میں دیر ہوتی ہے۔ وہ یہ سوچ کر کہ

جو کچھ ہیں سنائیں میں اپنا رسوں گی

مجھ اور انجمنی رہتی ہیں لیکن جب یہ تقریر گراموفون کے
کسی طوائفی غیر دلچسپ ریکارڈ کی طرح کسی طرح ختم ہونے
کا نام نہیں لیتی تو وہ چارواخین صلح کل انداز میں نفسِ یقین
میں سے کسی کی جانبداری نہ کر کے معاملے کو دفع دفع کر کے
کے لئے موضوع بدلنے کی کوشش شروع کر دیتی ہیں۔ بڑی بڑی
دشوازیوں کے بعد فریقین کا درجہ حرارت جو اس وقت
۱۱۰ درجہ سے بھی زیادہ بڑھ گیا تھا کم کیا جاتا ہے اور وہ ایک
دوسرے کو قہر کی نگاہوں سے گھور کر خاموش ہو جاتی ہیں۔
اور دل ہی دل میں سوچتی ہیں کہ اس وقت تو نہیں بعد کو اگر موقع
ملا تو بنا کر چھوڑوں گی کہ میری بیٹی کتنی لائق ہے پھر نرم لوگوں
کو جھک مار کر اس کی قابلیت کے سامنے سر جھکا نا پڑے گا۔
اس طرح اپنے اپنے شکست خوردہ دلوں کو تسکین
دے کر ”باقی آئندہ“ کے لئے چھوڑ کر اس لا متناہی
اختلاف کو انجام تک پہنچانے کی فکر کرنے لگتی ہیں۔
اس اختلاف کا فیصلہ تو خود مائیں کریں لیکن
میں صرف یہ سوال کرنا چاہتی ہوں کہ

”کیا بیٹی کی محبت یہی ہے؟“

ام سلمیٰ فیاض علی

کیا تعلیم کا تصور ہے؟

جاتی ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کو منع کر سکے کیونکہ وہ تعلیم یافتہ ہے۔ اس میں یہ قوت ہے کہ اپنے دست و بازو کے زور سے اپنی روزی آپ پیدا کر سکے۔

اب ایک مذہبی و معمولی آدمی کو نوشت و خواندہ جاننے والی لڑکی کا حال سنئے۔ یہ بھی پردہ دار گھرانے کی فرد ہے مگر صحیح تربیت کی کمی کے باعث خود سمر صندی اور بے باک ہے۔ خود رانی کا بہ عالم ہے کہ اپنی شادی کے معاملہ میں کسی کی رائے و مسوہ کی پروا نہ کی اور اپنی مرضی سے خاندان کی مرضی کے خلاف شادی کی۔ نہایت آزادی سے برقعہ اور ہکر اور منہ کھول کر تفریح کرتی ہے اور اگر کسی بزرگ نے دخل و مداخلت کیا بھی تو اسے سخت الفاظ میں جواب دیتی ہے۔ کہ میں کو لا حول ویرہنے ہوئے وہاں سے فرار اختیار کرنے ہی میں اپنی سلامتی نظر آتی ہے۔

مندرجہ بالا تینوں مثالیں ہمارے دور میں جن میں دھوکا تعلیم یافتہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معمولی تعلیم یافتہ لڑکیوں کا ختم دیدہ حال دکھا گیا ہے۔ ان سے ہم باسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ سب تعلیم کا حضور ہے۔ اس کی ذمہ داری والدین کی دی ہوئی تربیت پر عائد ہوتی ہے۔ مگر والدین ابتداء ہی سے بچوں کی اچھی تربیت کریں تو لڑکی ادھوری تعلیم حاصل کرے یا اعلیٰ اس کے نیک چہن نیک اطوار، نیک عادات پر تعلیم کے برے نتائج آسانی سے قبضہ نہیں کر سکتے، جتنے اس کے بطن سے مٹنے والے تعلیم کے مفید و کارآمد اثرات اثر پذیر ہوں گے۔

آخر میں مضمون نگاروں سے یہ استدعا ہے کہ وہ صحیح و عمدہ تربیت دینے کے اصول و طریقوں پر مضامین لکھیں۔ تاکہ نوجوان والدین کو اپنے نوہناؤں کی تربیت کے زمانے میں ان کے مضامین سے مدد مل سکے اور آئندہ ایسے لڑکے اور لڑکیاں ملک و دوسو سٹائی میں پیدا ہو سکیں جن کا ہم ابھی صورت تصویر کر سکتے ہیں یا جن کی تعداد بہت ہی کم ہے۔

صدر لیفٹننٹ بالو (الہ آباد)

اس ترقی یافتہ دور میں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بعض مضمون نگار تعلیم کو بنام کرنے اور اس کے خراب نتائج ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ میرے خیال میں اصلاح کا طریقہ بالکل بدل دینا چاہیے۔ جس طرح آج کل وہ تعلیم کی خرابیاں بیان کر کے اخلاق و خیالات کو درست کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ان کو چاہئے کہ جگہ جگہ تعلیم کو بوجھلے کے والدین کی دی ہوئی نامکمل اور غلط تربیت کا ماتم کریں۔

ایک لڑکی جو محض معمولی تعلیم یافتہ ہے مگر اس کی تربیت والدین نے نہایت دانشمندی و صحیح طریقہ پر کی تھی۔ باوجود ادھوری تعلیم ہونے کے نہایت نیک اور صابر و شاکر رہتی ہے۔ اور جب اس کی شادی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ روشن خیال نوجوان سے ہو جاتی ہے تو باوجود اس کے کہ گونا گوتے کے زمانہ میں پردے کی عادی تھی مگر شوہر کا میلان طبع پر دے کے خلاف پاکر وہ خود کو شوہر کی حسب مرضی بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ شوہر کے دوستوں سے بچہ دہن پانی مٹی ہے۔ شوہر کے ہمراہ کلب اور ٹھلوں میں جاتی ہے۔ ڈانس وغیرہ میں شرکت کرتی ہے۔ گراپی خراست و پاک دامن و سنجیدگی کا دامن کسی موقع پر بھی نہیں چھوڑتی، وہ کچھ کرتی ہے اپنے شوہر کی خوشنودی کے لئے کرتی ہے۔ اگر وہ صحیح و عمدہ تربیت یافتہ نہ ہوتی تو وہ اتنی آزادی پاکر اسی طرح ہو جاتی، جس کا روزانہ مضمون نگار تعلیم کے ذمے لگا ہوا ہے۔

دوسری اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی جو پردہ نشین بھی ہے۔ اس کی بیزاری کا یہ عالم ہے کہ خود اس کے گھر والے اس سے نالاں ہیں۔ اس کے غصہ کی رو اور بدزبانی کے سامنے بزرگوں کی کوئی ہمتی نہیں۔ وہ شادی کے بارے میں آزاد ہے۔ گو پردہ نشین ہے۔ مگر وہ اپنے ہونے والے شوہر کے ہمراہ گھومنے جاتی ہے۔ والدین کی بغیر اجازت جہاں چاہتی ہے جاتی ہے وہ اگر ناراض ہو جائے تو اپنے والدین کے گھر سے ان کی بغیر اجازت و مرضی دوسرے شہر میں اپنے قریبی رشتہ دار کے یہاں چلی

بوٹ کھولتے ہوئے

روزگار کی دست برد سے بچے رہتے ہیں ان کا یہ عالم کہ نیچے کاٹش اوپر کے کان میں لگا ہوا اور اوپر کا نیچے کے نیچے کی تیز نہ لگسکا کا سلیقہ یہ میں ہمارے شاعر رومان حضرت مرغاب - لاجول و لا قوۃ الا باللہ - شاعری اچھی چیز ہو گی لیکن ان حضرت کی وجہ سے مجھے اب شاعری سے بھی نفرت ہونے لگی ہے۔ یہ میں آپ کے دوست ہے۔۔۔ آج کان کھول کر سن لیں کہ اگر اس اتوار کو کبھی وہ آیا اور پندرہ منٹ سے زیادہ بیٹھا تو اچانک ہو گا "سنو غلط ہو" "مطلع عرض کیا ہے"۔۔۔ میں یہ کہو اسریت و چرک برداشت نہیں کر سکتی۔ مجھ دن بعد تو کہیں جا کر اتوار آتا ہے۔ گھر کے سودھ سندے ہوتے ہیں۔ بالخصوص اگر کوئی کام نہ بھی ہو تو پلو آدمی گھڑی دو گھڑی بیوی کے پاس ہی بیٹھ لیتا ہے مگر تو بے کیجئے یہاں دوستوں سے ہی فرصت نہیں اب شاعر انقلاب اب ادیب شہیر۔۔۔ اب کامیڈ۔۔۔ چلے آتے ہیں۔ دوستوں کا ایک جلس ہے جو ختم ہونے میں ہی نہیں آتا۔۔۔ اب غائب کی باتیں اب ناول کے تذکرے۔۔۔ بٹیکر کی باتیں، بائیں باتیں، باتیں! اور میر جس خدص و بیچھی سے آجنا ب ان باتوں میں حصہ لیتے ہیں (عصمت میں) بائے۔ میراجی چاہتا ہے کہ جوں اور نہ نفع لوں۔ میں حیران ہوں کہ جس گھر میں ایک خوبصورت عورت نہ رہنے والی بیوی کسی سے بات کرنے کو ترس رہی ہو اسے غائب اور بٹیکر کی باتیں کرنے کا حق ہی کیسے؟ مگر وہ تو یہی ہے کہ خیمہ سے محبت بھی ہو، اداوار میں رقت آجاتی ہے مگر قصور میرا چاہا ہے "ایں تم روئے نہیں۔۔۔ بہاروی جان کی تم مجھے تم سے بڑی محبت ہے۔ بہت زیادہ، بہت ہی زیادہ (بوٹ کی طرف دیکھو کہ ایو ہوا) اچھی ایک لستہ بھی نہ کھل سکا، "کھل جائیگا" بیوی پھر تیز ہو کر بولی "کھول تو رہی ہوں۔ ذرا ایک بات بھی نہ کروں۔ اب سنتی ہوں کہ آپ کے کب اگلے چھپے میرے سر پر سوار ہونے والے ہیں۔ آپ سے لاکھ بار کہہ چکی ہوں کہ جو کام کرنا ہو کم از کم مجھ سے مشورہ تو کر لیا کرو مگر تمہارے کان پر تو کبھی بول بھی نہیں دیتی۔ مجھے یہ اعتراض نہیں کہ وہ کیوں نہیں گئے جہاں فدا کی رحمت ہی تھی لیکن جہاں کیوں گئے پورے گریڈ مجھے نہیں سمجھا لاجائے گا۔ اور چاہے کوئی بڑا ہی کیوں نہ لے میں تو صاف منہ پر کہو گی کہ آپ کی بہن صاحبہ محترمہ کی اولاد بہت بد تیز ہے مجھے کیا میں آفت کا پرکا لیں جس گھر میں ایک ساعت کے لئے چلے جائیں وہاں کوئی چیز سلامت نہیں رہتی۔ اور میرے ہاں تو کسی بھی مول کی آتی ہے اور پھر بہن صاحبہ محترمہ کو لگا کی بھائی کی بھی بہت بُری عادت ہے چلو یہ بھی کوئی بات نہیں انسانی صبر کو لیتا ہے۔ اس کی نیت اس کے کام لیکن۔۔۔" لیکن بہتاد سرے "میاں نے مجھے کھلا کہا اور خود ہی بوٹ کے تسمے چھوٹے شروع کر دیئے۔

سیدہ انیس زہرا

"میں پوچھتی ہوں کہ دفتر سے آنے کا یہی وقت ہے؟ بیوی نے میاں کے بوٹ کھولتے ہوئے حسب عادت تقریر شروع کی "ساری دنیا کب کی گھرا چکی ہے اور تو اور یہ کڑوا لے خوشدھار صاحب بھی ٹھیک مہیجے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے گھر میں کون ہے؟ بیوی نہ بچے بس ایک نوکر، مگر شیخ جی، بدر صاحب، صوفی صاحب، مرزا جی، ادھر دفتر سے چھٹی ہوئی ادھر یہ سیدھے گھر پہنچے۔ کوئی بازار سے سودا سلف لارہا ہے کوئی بچے کو کھلا رہا ہے۔ کوئی بیوی کے پاس بیٹھا ہے! یاں ان کی بیویاں کتنی خوش نصیب ہیں۔ مگر ساری بات تو محبت کی ہے۔ اور آپ کو۔ آہ مجھ سے محبت ہی تو نہیں۔ اور اگر ہوتی۔۔۔"

"محبت کے فلسفہ پر پھر بحث ہونے لگی" میاں بات کاٹتے ہوئے بولے "ابھی میرانی کر کے زرا بوٹ جلدی سے کھولے پاؤں صبح سے بوٹ میں بند ہیں۔" دیکھا بوٹ کھولنے میں زور دہر ہوئی اور آپ کو ناگوار ہوا۔ بیوی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "لیکن اس بات کا ذرا خیال نہیں کہ بیوی سارے دن کس مذاب میں مبتلا رہتی ہے۔ بھائی ہیں، ماں باپ، خویش اداوب، دیس وطن،۔۔۔ ہر چیز کو چھوڑ کر میاں جس کی خاطر آتی ہوں، اگر وہ بھی خیال نہ رکھتے تو گدا را ہو جکا۔ وقت ہی جیلے کت ہوتا ہے صبح سے لیکر شام تک" داخل دفتر۔ بھر اگر سنا م کی دو گھڑی بھی آدمی وقت پر گھر نہ آئے تو ایسی فوجی سے گوری اچھی، میرے لئے نہ سہی، گھر کے دھندل کے لئے ہی سہی،۔۔۔ یا تو یہ ہوتا کہ گھر میں دھار لو کر موجود ہوتے۔ سب کام آپ ہی آپ ہو جاتے۔ مگر سب سارا دھندلہ نصیبوں کی کوئی کرنا پڑتا ہے۔ پھر جس حیران ہوں کہ آخر یہ طور طریقے کب تک جاری رہیں گے۔ آخر ہوش بھی آئے گا کبھی۔۔۔ بنا کوئی بہانہ؟ کہہ دو کہ دوستوں کے ساتھ چلا گیا تھا۔۔۔ اور یہ دوست؟۔۔۔ یا اللہ میری توبہ۔۔۔

ساری دنیا کے دوست ہوتے ہیں مگر ایسے دوست کسی کے نہ ہوتے۔ جو گھر کا منہ بھی نہ دیکھنے دیں۔۔۔ اچھا جی، آج تو ایک نہ ایک بات ہو کر رہے گی، یا میں رہوں گی یا دوست یا تو ٹھیک وقت پر گھر آنا ہو گا۔ یا میں بھی پیٹلے چلی جاتی ہوں۔ میرے کون سے بچے رونے والے ہیں۔ خدا بھائی کی عمر دار ذکر ہے۔ اکیلے دم کے لئے ان کے پاس آنا بہت ہے۔۔۔ ہزار دفعہ کہہ چکی ہوں کہ یہ سب کھانے کے باؤں خدا وقت نہ ڈاٹھے، سلام علیک بھی تو نہ کریں گے۔ اور پھر کام کے دوست ہوں تو کوئی بات بھی ہو۔ کوئی شاعر، کوئی ادیب، کوئی سوسلسٹ۔۔۔ یہ کون ہیں؟ حضرت مرغاب رومانی لالی لالی۔ پریشان بالی ڈولید صورت چھٹی ہوئی سیلی مین کے کٹے ہوئے جھٹوں میں سے جو دہن بن اتنا ناچار

جمہوریت (ڈاکٹری)

ودھ بھبہ والا جو۔ ہندی شل ہے، مایا تیرے تین نام۔ پرسا، پرسو، پرس رام۔ یعنی پہلے جب غریب تھے پرسا، پرسو کہلاتے تھے اور عوام میں سمجھے جاتے تھے۔ لیکن جب پیسہ پاس آگیا تو لالہ برس رام بن بیٹھے۔ اور خاندانی کہلانے لگے مطلب یہ کہ غریب اور وہ خاندانی لوگ بچا رہے عوام میں شمار ہوئے۔ کہو کہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے لفظ عوام حجاز تانہا لیا۔

بیٹی۔ جہاں، یہ تو بڑا، مگر بادشاہ کو نکال کر ہمہ شما کہنے حکومت کر سکتے ہیں۔

بابا جان۔ آج کل کی دنیا میں ڈاکٹری میں ہمہ شما وی حق رہتے ہیں جو پہلے بادشاہ یا امرا رکھتے تھے۔ تم نے دیکھا نہیں تم کل جنس بنے بقال کہتی تھیں اور موئے دکا نڈا آج وہی تو حکمران بن۔ بیٹے بیٹی کے ممبر شہر کے رئیس ہوتے تھے۔ اب کوئی موت بننے والا ہے، کوئی جفت فروش ہے، یہی لوگ کونسل کے ممبر ہیں اور پورنار و اسٹریٹ کے ساتھ مل کر حکومت کر رہے ہیں۔ اور ان میں ہی سے کوئی وزیر اور کوئی پڑا وزیر بن جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اب تم ان پیشہ ور لوگوں کو حقدار کی نظر سے نہیں دیکھ سکتیں۔ اور ان کے لئے ہمہ شما لفظ نہیں مستعمل کر سکتیں۔

بیٹی۔ مگر اب ان شہر کی بیٹی کا ممبر بنایا کونسل میں جانا، وزیر بن جانا تو بدشما کا کام نہیں ہے۔ ہمہ شما سے مراد عوام سے ہے۔ یہ آپ نے فرما ہی دیا کہ عوام سے متعلقہ عوام سے۔ اب خواہ وہ بیٹے بقال کا کام کرتے ہوں یا سوت اور جوئے کی تجارت کا۔ مگر ان کی قد قوت سب ہی ہوئی جب ان کے پاس بے انتہا دولت جمع ہو گئی۔ وہی مایا تیرے تین نام والا معاملہ ہے۔ عوام کی حکومت تو نہ ہوئی یعنی بے پیسہ والے تو حاکم نہ بنے۔ اگر اسی کا نام جمہوریت ہو تو یہ جمہوریت بھبہ والوں کی ہوئی۔ جس میں بڑے مالدار زمیندار

بیٹی۔ بابا جان! اخبار میں آج کل ڈیکٹری کا بہت ذکر آتا ہے اس کے معنی تو ڈکٹری میں مل گئے۔ یعنی جمہوریت۔ لیکن جمہوریت سے کیا مطلب ہے۔

بابا جان۔ بیٹی! جمہوریت اس نظام حکومت کا نام ہے جس میں بادشاہ کی جگہ عوام نے لی ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ بچے اس کے کہ عوام ایک شخص کو بادشاہ کا خطاب دیکر اس کو حکومت کے سپرد سفید کالک بنا دیں۔ وہ اب انتظام آپ کرتے ہیں۔

بیٹی۔ بابا جان یہ عوام کون لوگ ہوتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ بازاری لوگوں کو عوام کہتے ہیں اور بازاری لوگ گھٹا قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

بابا جان۔ یہ سچ ہے کہ عوام میں عوام کا ہی مفہوم ہے جو تم نے لیا۔ مگر عوام لفظ عام کی چیز ہے۔ ہم میں نہ شخص آگیا۔ عورت، مرد، امیر، غریب، پیشہ ور، غیر پیشہ ور۔ بسکین، مذہب انسان کا یہ خاصہ ہے کہ وہ انسانوں کی تقسیم کرتا ہے مڑی تفریق تو امیر انسان اور غریب انسان کی ہے اس کے بعد عالم انسان اور جاہل انسان، خاندانی انسان اور بے خاندانی انسان، خاندانی انسان اہل میں تو وہ ہے جو خلیج کسی پیغمبر، دیوتا، یا لغو یا لٹریٹھ کی اولاد میں سے ہو۔ جی جیسے آریا۔ ہم کو معلوم ہے۔ اس قوم نے جس کا رچا کر لیا تھا۔ ہندوستان کی کالی قوموں کو فتح کیا۔ اس سے اس طرح کے باشندے برہمن اور جھنیر یعنی۔ علم اور شہسوز بن بیٹھے اور اپنے آپ کو خاندانی اور باقی سب کو غیر خاندانی اور بیخ ذات کہنے لگے۔ اسی طرح پیغمبر کی اولاد کی لوگوں نے عظمت کی، وہ وہ خاندانی ہو گئے۔ دوسرے غیر خاندانی۔ جاپان کا بادشاہ اور ہندوستان کے راجپوت اپنے آپ کو خدا کی اولاد سمجھتے ہیں۔ یعنی سورج بنی۔ اور سورج کو خدا منستہ ہیں۔ اور سب سے بڑے خاندانی ہو گئے۔ فی زمانہ خاندانی

فدوت کی ترقی میں۔ اس لئے سفراطیروں کو جو انوں کو دین سے
 جدا کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اور مقدمہ محسن جہور بہ منس ہوا
 سفراط جیسے حکیم زمانے اپنی تقریر میں اپنی صفائی کا کوئی دقیقہ
 نہیں اٹھا رکھا۔ لیکن عام رائے جب لی گئی تو سفراط کے خلاف
 کمر بڑھ گئی۔ اس لئے اس کو قتل کی سازش ہو گئی اور اس
 زمانے کے قاعدے کے مطابق زہر کا ہیالا اس کو پڑایا گیا۔ ممبر
 مطلب بہ ہے کہ سفراط جیسے مشہور آدمی کا بھی رائے عامہ کے
 خلاف اس نہ چل سکا۔ دوسرے ملک میں جہاں آبادی ہون
 سے درجہ بڑھ چکی تھی، براہ راست رائے دنا اور حکومت کو
 عوام کے لئے سہل نہ تھا۔ اس وجہ سے وہاں نیابتی رائے دینے
 کا انتظام کیا گیا۔ برطانیہ میں اب یہ دستور ہے کہ کل ملک کو رے
 ہندوستان کے حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور رائے دہندگان
 کو بھی حذہ سرالہ پر محدود کر دیا گیا ہے یعنی ہر فرد دوسرے رائے
 نہیں دے سکتا۔ یہ حلق اسانہ اندہ محب کر کے کل ملک کی
 مجلس شوریٰ میں جے انگریزی میں، رلہمنت کہتے میں بھیجے تھے میں
 مجلس شوریٰ میں کسی سوسمہ دتے ہیں۔ ان میں سے جس شخص کے
 طرز رائے بہر گنیزت ہوں اس کو بادشاہ۔ وزیر اعظم یا کو حکم دنا
 ہے کہ تم اپنی خوشی کے ممبرین کو جو تمہارے ساتھ ملکر حکومت میں
 بھرتی و وزیر استے سکرٹری جنس میں اور حکومت ان دزرا کے
 ہاتھ میں ہوتی ہے۔ بادشاہ پھر اس میں دخل نہیں دیتا۔ مارکٹ
 جمد و امن بناتی ہے۔

یٹلی۔ اباجان آپ نے نوہر بادشاہ کہ بدشاہ کی جگہ عوامے لیتے
 ہیں مگر اب آپ فرماتے ہیں کہ وزیر اعظم کو بادشاہ مقرر کرتا ہے
 جس طرز حکومت میں بادشاہ ہو، وہ جہوریت بھر کرنا ہوئی
 یعنی بادشاہ موجود ہے۔ اور بے بادشاہ کی حکومت کہلاتی ہے
 اباجان۔ تمہارا اعتراض نہایت وقیع ہے جہیت یہ ہے
 کہ صحیح معنوں میں برہانیہ میں دہا کر سی نہیں ہے بلکہ دستوری
 حکومت دہا کر سی کے نولے کی ہے، یعنی عوام نے مکرایہ۔
 دستور قائم کر لیا کہ ہماری حکومت میں کل اختیار تو جہوریت حکومت
 کا سا ہوگا مگر ہم جو رے کو بادشاہ بھی رے کا جو سلطنت
 کی شان و شوکت قائم رکھنے اور لوگوں پر شاہی رعب

اور کار باری بولت ادر ٹھیکے دار و برے کارخانہ و رشائل میں۔
 اباجان۔ یہ سب گراس میں حرج کیا ہے۔ دیکھو جب ایک
 بادشاہ اپنی ملک میں تھکا تھکا اور تھکا تھکا و سار اعتبار اس طرح
 اپنے ہاتھ میں لیتا تھا کہ سب اس کے محتاج ہوتے تھے
 اور کوئی اس کے آگے چوں نہ کر سکتا تھا۔ جب ایک واحد
 انسان کے ہاتھ میں اتنی طاقت آجاتی ہے تو اس کی ناجائز
 خواہشات اور غیر معمولی جذبات اس کو ظالم بنا دیتے ہیں۔ تم نے
 سنا نہیں، بادشاہ لا تعداد عورتوں سے شادی کرتے تھے اور
 جن کی بیٹی خوبصورت دیکھی بائستی اس کو زبردستی اپنے محل
 میں ڈال لیتے تھے۔ ان باتوں پر بڑی بڑی زبردست برائیاں
 بھی ہوتی ہیں۔ اور لاکھوں امیوں کا خون بہا ہے۔ اسی طرح
 جس کا مال چاہتے لوٹ لیتے۔ جہوریت نے یہ سب ظلم بند کر دیے
 یٹلی۔ یہ تو ایک حد تک ٹھیک ہے۔ مگر پیسے فقط بادشاہ کیلئے
 تو تھا اور ظلم دھاتا تھا۔ اب ایک بادشاہ کی جگہ دس بلکہ
 پچاس بلکہ سینکڑوں بادشاہ ہو گئے۔ اور قوت حاصل ہونے
 پر سب وہی کام کرتے ہیں۔ جو ایک بادشاہ کرتا تھا لو جہوریت
 نے ایک ظالم کی بجائے سینکڑوں ظالم پیدا کر دیئے۔

اباجان۔ پہلے تو جہوریت کے نظام کو سمجھ لو تب تم کو معلوم
 ہوگا کہ جہوریت نے ظالم کے ہاتھ کس طرح بندھے ہیں۔ سنو
 پیسے سہل زبان میں جہوریت ہوئی۔ وہاں کی آبادی نسبتاً کم تھی
 اس لئے ہر کس حکم تھا یعنی جب کوئی انتظامی معاملہ پیش ہوتا
 تو ساری آبادی سمندر کے کنارے بڑے میدان میں جمع
 ہو جاتے اور ہر معاملے کی بحث مباحثے سے خوب چھان بین
 کرتے۔ اور جب رائے کا وقت آتا تو سندر کے کنارے
 سے کوڑا بال سپیاں اور گنگرے کو بڑی بڑی گولوں میں ڈالتے
 چند گولیں معاملے کی موافقت کی سمجھی جائیں اور چند مخالفت کی
 جس طرف کی گولیں زیادہ ہوں تب وہ جہت جاتی مطلب یہ
 کہ اس وقت ہر شخص رائے دینے کا حق براہ راست رکھتا تھا۔
 و عوام کے مقابلے میں ہڑے سے بڑا آدمی بھی چون نہ کر سکتا تھا
 مثلاً تم نے سفراط کا نام سنا ہوگا۔ وہ جو انوں میں انہ نیا فلسفہ
 بگھارتا پھرتا تھا کہ جائزہ سورج، ستارے دیوتا نہیں ہیں بلکہ

ڈانے کا کام دیکھا۔ بڑے بڑے دربار کمرے گا جس میں غبرگاہک کے سفیر حاضر ہونگے۔ دوسرے ملک کے بادشاہوں کو دعوت دیگا یا ان کے ملک میں مدعو ہوگا۔ مگر سلطنت کے نام استغناء پارلیمنٹ کرتی ہے۔
 بیٹی۔ ”یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ جمہوریت بھی ہے اور بادشاہت بھی۔“

اباجان۔ ”جمہوریت برطانیہ میں اصلی معنوں میں ہے۔ بادشاہت نام کی ہے۔ یعنی حکومت مجلس شوری کے ہاتھ میں ہے۔ اگر بادشاہ اور پارلیمنٹ میں جھگڑا ہو جائے تو پارلیمنٹ کا حکم بادشاہ کو ماننا پڑے گا۔ اور جو وہ نہ مانے تو سزا پائے گا۔ چنانچہ ایک بادشاہ نے جس کا نام یارسل اول تھا پارلیمنٹ سے باقاعدہ جنگ شروع کر دی۔ ملک کے مختلف صوبوں میں عرصہ تک لڑائی جاری رہی آخر بادشاہ ہارا۔ اس پر بغاوت کا مقدمہ قائم کر کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس دن سے کسی بادشاہ نے یہ جرأت تو بھرنے کی مگر بعض بادشاہوں نے یہ کیا کہ پارلیمنٹ کے ممبروں کو کثرت سے اپنے ہاتھ میں لیا۔ ایک زمانے میں پارلیمنٹ میں اور وزراء و بادشاہیں خوب رشوت چیتی تھی۔ اب یہ بات نہیں ہے۔ چنانچہ نے سنا ہوگا کہ موجودہ بادشاہ سے پہلے ان کے بھائی حقدار تھے اور اپنے باپ کی جگہ بادشاہ ہوئے تھے مگر وہ اکثر وزراء کی صلاح و مشورے کے خلاف ورزی کر دیا کرتے تھے۔ اس سے وزراء کو اندیشہ پیدا ہو گیا کہ یہ خود مختار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس پہلے پر کہ انہوں نے ایک ایسی عورت سے شادی کرنی چاہی جو شہزادی نہ تھی اور خاص انگلستان کی بھی نہ تھی اور جس نے پہلے و شادیاں اور بچی کی فحش اور اب شطرنج بھی پس یہ یہاں لکیر وزراء نے بادشاہ کو مجبور کیا کہ تخت اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کر دیں اس واقعہ سے عاف ظاہر ہے کہ برطانیہ کا بادشاہ دستور کی پابندی پر مجبور ہے۔

بیٹی۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ برطانیہ ایک آزاد ملک ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر غلام برطانیہ میں قدم رکھے تو فوراً آزاد ہو جاتا ہے مگر اصلی بات یہ ہے کہ یہ آزادی صرف پارلیمنٹ کے ممبروں اور

دوران کے گروے جن کو وزیر کہتے ہیں تک ہے بادشاہ کی حیثیت انسان کی بھی تو ہے تو بچہ دے بادشاہ انسان کو اتنا حق بھی حاصل نہیں کہ وہ نئی سند سے نئی رشتہ جیات جس طبقہ کے لوگوں میں سے ہو بہت بند رہے۔ اور نہ کیا جمہوریت ہوئی۔ یعنی عوام کو اس میں کیا قدر افزائی ہوئی کہ عوام کی لڑائی اس قابل نہ سمجھی جائے کہ بادشاہ اس سے شادی کر لے یعنی برطانیہ نے ایک ذات بادشاہوں اور امراء کی شادی کہ جو اس سے باہر شادی کر لیا وہ بزدلی سے خارج ہو جائے گا۔ کو جمہوریت بند برطانیہ کا بادشاہ کو اتنی آزادی بھی نہیں یعنی ایک جتنی ہمارا جو کہ ہے۔ ہمارا جو تو اپنی خوشی سے جس سے چاہے شادی کر سکتا ہے۔ واقعی اباجان! یہ معصومہ تو عجیب قسم کا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آزادی کا یہ چارہ بھی ہے اور ذات پات کی تو بھی۔ اباجان میں یہ تو چھٹی ہوں، جب یہ قوم اس قدر قدامت پسند ہے تو ہم ہندوستانیوں پر کیوں اعتراض کرتی ہے۔ اگر جب یہ بچا رے خود آزاد نہیں تو یہ کیا آزاد پورے گا۔

اباجان۔ بیٹی تم نفس معنوں سے دور جا رہی ہو گھنگھڑ کسی قوم کے متعلق نہیں بلکہ جمہوریت اور حکومت کے متعلق ہے۔

بیٹی۔ تو اسی جمہوریت میں کون بادشاہ کی جگہ لینا اور کہاں کہاں ہیں اباجان۔ اسی جمہوریت کو کہاں ہی میں ہے کہ جہاں تک مکرور انسان ان مہینوں میں سکتا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انقلاب کے بعد جمہوریت بہت فرانس میں قائم ہوئی اب امریکہ میں بھی ہے جہاں بادشاہ قائم نہ ہو نہیں جمہوریت کا اٹلی ترین اندہ جو بادشاہ کے رتبہ کا سمجھا جاتا ہے جمہوریت کا صدر ہوتا ہے۔ امریکہ میں اس مجلس القدر عہدے پر آجکل روز ولٹ ہیں۔ جمہوریت میں خطاب یا نہ امراء بھی نہیں ہوتے۔ آجکل امریکی میں بھی اسی قسم کی جمہوریت ہے۔ امریکہ میں اس شورشی کو کا مگر پس کہتے ہیں۔ پارلیمنٹ بند نہیں۔

بیٹی۔ اچھا تو روس اور جرمنی میں کس قسم کی حکومت ہے؟
 اباجان۔ آج اس طرز حکومت کے معنوں پر کافی بحث ہو چکی۔ روس اور جرمنی کے نظام کا یہ طویل بحث کے ختم ہونے کی اور دن ہی * مشتاق احمد زیدی

بیل اور سرخ گلاب

جیسے اس کے دل پر غم کا پیار ٹوٹ رہا ہو۔ نہ معلوم سچا ہے کو کیا بیج ہو؟
 "جیسے کہا" آج ضرور اس کی محبوبہ نے اس کو دکھائی ہے اس
 کے غم کی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ "دیکھو گھاس پر پھونکنے ہوئے
 بولا" ہاں اس سے ایک سرخ گلاب کی فرمائش کی تھی ہے جس کو
 سر میں لگا کر وہ اس کے ساتھ رخصت کرے گی۔ ورنہ نہیں مگر تم سب
 جانتے ہو کہ آج کل سرخ گلاب کا موسم نہیں ہے۔ طوطا اپنی سرخ
 چوٹی کو سول کر زور سے چلایا "مجھے اس نوجوان سے ہمدردی ہے۔
 خدا نے ایسی دلکشاں دنیا میں کیوں پیدا کیں جو محسوس نوجوانوں کو
 اپنے نیچے میں پھانسی اور پھر انہیں سستانی اور دکھ پہنچاتی ہیں؟
 ناخستہ چٹکی "میاں طوطے زبان سننا لو کیا سب غمزے اور روگیاں
 ایسی ہوتی ہیں۔ تم جانتے ہو ہم بھی صنفِ نازک میں سے ہیں۔ ہماری
 قمری، دیکھو سر کو کتنا چاہتی ہے سرور اگر ہزار بار جہنم لے تب بھی اس کا
 پر نہ لے سکے۔ طوطا شرمندہ ہو کر دوسری طرف دیکھنے لگا قمری
 بولی "کاش میں اس کی مدد کر سکتی۔" دھڑ بولا "چلو ہم سب بیل کے
 پاس چلیں ممکن ہے اسے کہیں سے پھول مل سکے۔"

پرنس دل کا سب فائدہ دھڑ کی سرداری میں بیل کے پاس پہنچا بیل
 نے بھی اپنا غم آگئیں نغمہ ختم کیا تھا اور اب سونے کی تیار کر رہی تھی۔
 ان سب کو دیکھ کر اپنے آستیاں سے باہر آگئی۔ سب پرنسوں نے یک
 زبان ہو کر نوجوان کی داستانِ غم و ہزل اور ہڈی نے بہت ادب سے عرض
 کیا۔ "اے ملکہ نعمات شیریں ہم سب تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ کہیں سے
 بھی ایک سرخ گلاب اس دل گرفتہ نوجوان کو ملا دے۔" بیل نے ان
 کو اطمینان دلا کر رخصت کیا کہ اگر اس پھول کی نیت میں اسے اپنی جان
 تک دینا پڑے تب بھی وہ دریغ نہ کرے گی۔ ان سب کے جانے
 کے بعد بیل نے اپنے پر جھڑک کر گلوں کے کوچ کی طرف پرواز کی۔ ایک
 درخت کے پاس پہنچ کر اس نے نرم و شیریں آواز میں کہنا شروع کیا۔
 "اے درخت تم میرا ایک حسین و دل آویز نغمہ سن لو اور مجھے اس
 کے بدلے میں ایک سرخ پھول دیدو۔ سرخ لعل سے بھی زیادہ سرخ
 گلاب بولا۔" پیاری بیل نے تم خود دیکھ لو میرے پھول دودھ سے

اگر تم مجھ سے سچی محبت کرنے ہو اور اس بات کے آرزو مند ہو کہ
 میں تمہارے ساتھ وزیرِ اعظم کی بزمِ رقص میں ناچوں مجھے گلاب کا
 ایک سرخ پھول لا کر دو جو اسانی خون سے بھی زیادہ سرخ ہو جس کی نکت
 سے میرے ہونٹ بھی شرمنا جائیں جسے دیکھ کر میکا پھول گریبان میں نہ ڈالے
 "میری! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس کا ثبوت تمہیں
 ہر طریقہ سے دیتے کو تیار ہوں۔ آج کل سرخ گلاب کا پھول غنقا ہے
 کاش تم اس کے بدلے مجھ سے میرے دل کی خواہش کر لیں۔ اور میں بخوشی
 تمہاری یہ فرمائش پوری کر دیتا۔ تم جس چیز کی فرمائش کر رہی ہو وہ میرے
 امکان میں نہیں ہے۔ میری! میرا دل نہ ٹوڑو۔"

"بس، حجم! بس اپنی محبت کا زیادہ ثبوت نہ دو۔ اگر کل میری
 خواہش پوری کر سکو تو میرے ساتھ رقص کی امید رکھو۔ ورنہ مجھے
 اپنی شکل نہ دکھانا۔"

جم کی حالت اس وقت زخمی پرہیز کی سی تھی۔ میری نے
 جان بوجھ کر اس سے ایسی خواہش کی ہے جو پوری نہ کی جاسکے۔ وہ
 اس پر اپنی زندگی قربان کر سکتا تھا۔ مگر سرخ گلاب کہاں سے لا سکتا
 تھا۔ غریب نوجوان۔ اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اس کی رُوح
 یک تیری کی خواہش کی تکمیل کے لئے تڑپ رہی تھی مگر وہ مجھ کو تھا نگاہیں
 مضطرب رہ اپنے کمرہ میں چلا آیا۔ اور دیکھ پھول کمر باغ میں دیکھنے لگا۔ باغ
 پرتر کے پھولوں سے مزین تھا۔ نیلے پیلے گلابی سفید گلاب۔ خوبصورت
 رنگیں حسین نیلوفر۔ جانفزا منقشہ۔ مگر سرخ گلاب کہیں بھی نظر نہ آتا تھا
 دو روز درگاہ تھا۔ روئے جا رہا تھا۔ ایک سرخ گلاب کے لئے میرے چھائے
 ہوئے غم جو چہرہ، سوچھی ہوئی آنکھوں۔ تڑپتے ہوئے دل سے وہ
 زانہ کی بے اعتنائی ولا پرواہی اور میری کی بے وفائی پر افسوس کرتا ہوا
 باغ میں چلا گیا۔ گھاس پر اوڑھ جا کر وہ میری کی اس دشمن شہر پر
 اور بھی زیادہ رونے لگا۔ اس طرح گویا آج اس کا دل آفسون کر
 آنکھوں کی راہ بہہ جائے گا۔ اس کو اس درد سے رونے دیکھ کر
 پرنس درختوں پر سرگوشیاں کرنے لگے قمری سرور کو تاکتے ہوئے
 بولی "آج یہ نوجوان بہت مضطرب معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو ایسے روز ہے

اس کام کے لئے تیار ہو گئی، اس نے کاٹا جسم میں جمونا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی گانا فضا میں بلند ہونا شروع ہوا وہ گارہی تھی اور گارہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ گانا اس کے دل سے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ درد و سوز میں وہ باہر انغمہ بدستور جاری تھا۔ وہ کس جوش سے گارہی تھی۔ یہ اس کا آخری گانا تھا۔ اسی نے وہ اپنی پوری طاقت صرف کر رہی تھی۔ کلی کی بتیاں ایک ایک کر کے کھل رہی تھیں۔ بلبل کی منگی باندھے اسی مہول کو دیکھ رہی تھی صبح کا ذب کے آثار نظر آرہے تھے۔ اب کچھ دیر میں سویرا ہونے والا تھا۔ اور اس سے پہلے پھول ختم ہو جانا چاہتا تھا۔ اس نے دخت بولا۔ "پیارے بلبل اور زور لگاؤ تاکہ کاٹا جلدی سے تمہارے دل تک پہنچ جائے کیونکہ صبح ہونے والی ہے۔" پس مگر قبل سے اور زور لگا یا نہ کاٹا دل میں چھینے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ انغمہ بھی بڑھ گیا یہاں تک کہ ختم ہو گیا۔ صبح کا آجالا جو ہواؤ نشاخ ہر ایک سرخ حسین پھول کھلا ہوا تھا۔ اور کانٹے پر ایک بلبل کی لاش لٹک رہی تھی۔

صبح کو جب نے جس کی ساری رات کو میں بہ لے لڑی تھی اٹھ کر درج پھولا سامنے سرخ گلاب سے ہوا اٹھکھیلیاں کر رہی تھی۔ اس نے کئی مرتبہ اپنی آنکھوں کو ملا کہ کہیں یہ خواب تو نہیں مگر آخر سے یقین ہو گیا کہ سرخ گلاب ہے۔ اب اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ مسرت سے ناپٹنے لگا۔ "میری میرے ساتھ دھڑکے گی میں کتنا خوش شمت ہوں۔" وہ جلدی سے تیار ہو کر باغ میں گیا اور ایک پانڈی کے بھلے والے چاقو سے پھول کو کہنی سے علیحدہ کر کے ایک گیلے خوبصورت رومال میں لپیٹ لیا۔ خوشی سے سیٹیاں بجاتے ہوئے اس نے میری کے گھر کی راہ لی۔ اور وہ پھول اس کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر آہ اکہم نہم لڑکی نے پھول پر ایک تحارت کی نظر ڈال کر اسے ایک طرف لاپرواہی سے رکھ دیا۔ اس پھول کو جس کی قیمت ایک قبل کی جان تھی۔ .. اور نفرت سے بولی "یہ پھول کیا حقیقت رکھتا ہے مجھے وزیر اعظم کے بیٹے نے نہایت قیمتی جواہرات بیچھا اور مجھے اپنے ساتھ دھڑکے کی درخواست کی ہے۔ اب شام کو میں تمہارے ساتھ نہیں چلی سکتی۔"

آہ! اہلن۔ اس نے پھر غریب فوجان کا دل توڑ دیا۔

دل نکستہ جم نے اس پھول کو اٹھالیا۔ (دلی صفحہ ۹۰ کا کالم)

بھی زیادہ سفید میں نرم سرو کے قریب جو گلاب کا دخت ہے اس پر جاؤ ممکن ہے ہمیں وہ سرخ گلاب دیدے۔"

بلبل آری ہوئی اس دخت کے پاس پہنچی اور بولی اے دخت تم ساری رات میرا ایک دل خوش کن نغمہ سن رہے ہو اور اس کے بدلے میں مجھے ایک سرخ گلاب دیدو۔ سرخ کسی حسین کے لب لعلیں سے بھی زیادہ سرخ۔" گلاب کا دخت بولا "مے بلبل مجھے بہت انوس ہے کہ میں تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کر سکتا تم خود دیکھ سکتی ہو کہ میرے پاس درد پھول میں حسین چاند سے بھی زیادہ زرد۔ تم باسین کے گرج میں جو گلاب ہے اس کے پاس جاؤ شاید وہاں سے تمہیں پھول مل سکے۔" ناکام بلبل پھر اپنی شمت آزمائی کے لئے باسین کے گرج میں گئی اور پودے سے بولی "عزیز گلاب مجھے ایک سرخ پھول کی ضرورت سرخ شفق سے بھی زیادہ سرخ۔ اس کی قیمت میں نہیں ایک ایسا دھڑکے کا گلاب آکر دوں گی، جو کسی نے بھی نہ سنا ہو۔" گلاب نے سنا سنا نہ بوج میں کہا۔ "میری بلبل تمہاری خواہش کو بسر و ختم قبول کرنا مگر دے شمت کو میرے پھول گلابی ہیں۔ اس لڑکی کے رخساروں کی طرح گلابی ہیں۔ ہاں تمہاری اتنی درد کر سکتا ہوں کہ اس درجہ کے پاس جو جھڑی ہے تم اس کے پاس جاؤ مجھے یقین ہے کہ تم وہاں سے سرخ گلاب پاؤ گی۔" غریب بلبل ایک مرتبہ اور آری اور درجہ کے دخت کے پاس جا کر ہر وہی استفسار کیا۔ "پیارے دخت مجھے ایک سرخ گلاب چاہئے سرخ یا قوت سے بھی زیادہ سرخ۔ اگر تم مجھے وہ پھول دیدو تو ہمیں ایسا بلبلو انغمہ سناؤں کہ تم بدبو سن ہو جاؤ۔"

گلاب بولا "بلبل میں نہیں پھول دے تو سکتا ہوں مگر پھول حاصل کرنے کی شرط بہت ڈیر ہے تم وہ شرط بھی پوری نہ کر سکو گی اس نے بیکار ہے۔" نہیں گلاب ایسا نہ کہو میں اس پھول کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں۔ آچھا تو سنو۔ آج کل میرے پھول ختم ہو چکے ہیں ایک کلی وہ گئی ہے ممکن ہے یہ مرجھا کر گرجائے اگر واقعی تم چاہتی ہو تو اس کلی کے پاس کے کانٹے کو اپنے جسم میں چھبائو۔ پھل جاتی جاؤ چھاتی جاؤ اور ساتھ ساتھ تمہارا حسین نغمہ فضا میں بلند ہوتا جائے یہاں تک کہ یہ کاٹا تمہارا پھول کے باوجود جائے پس یہ ہی کلی کھل کر ایک پھول بن جائے گی۔" بلبل کے لئے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا مگر غریب طالب علم کی تکلیف اور پندوں کی انتہا کو سن کر

مکس بانی

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

چھری طرح نمبر ۱-۲-۳ اور ۱- حالات میں تبدیل کرتے ہوئے فریم ہائیو کے اور رکھے جاسکتے ہیں۔ معائنہ کرنے کے بعد ایک رجسٹر پر تاریخ وار رپورٹ تیار کرنا چاہیے۔ جس میں مونوں سے بھرے فریموں کی تعداد، انڈوں کے فریم، برود (بجول) کے فریم، مکڑ، پالین اور شہد کی مقدار، دشمنوں سے نقصان، خوراک دینے کی تاریخ اور قسم، دیگر مہمات وغیرہ جو کچھ کام کیا جائے اس پر مختصر نوٹ لکھا جاسکتا ہے۔

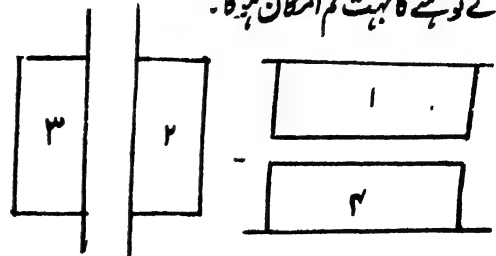
مونوں کے ساتھ کام کرتے وقت اگر ڈنک لگ جائیں تو فوراً ڈنک کو ناخن سے زہری کی پھلی سمیت نکال دینا چاہیے اور اس مقام پر کسی قسم کی سبزی پتی مل دینا چاہیے یا سمو کر سے اس جگہ دھواں دینا چاہیے۔ ایسا کرنے سے ڈنک کی پوزائل ہو جائے گی اور دوسری مونیں اس مقام پر ڈنک نہ ماریں گی۔ کام کرتے وقت اگر جسم کی کسی حصے پر کپڑوں کے درمیان کوئی مون چلی جائے تو اسے ہوشیاری سے دیر کی طرف جڑھ کر نکلنے کا راستہ دے دیا جائے۔

سوار منگ قدرت نے نسل بڑھانے کے لئے مونوں کو سوار منگ کا اصول سکھایا ہے جب مونوں کو ایک خوشحال گنبہ کا کچھ حصہ ایک مکہ کے ساتھ نکل کر دوسرا گھر بسائے تو اس نسل کو سوار منگ کہتے ہیں۔ یہ کام خوشحالی کے عالم میں کیا جاتا ہے جبکہ گنبہ میں مونوں کی تعداد بہت زیادہ رہتی ہے۔

اس کی تیاری عموماً بہار کے موسم میں کی جاتی ہے۔ جبکہ مچھوئوں سے خوب مکڑ اور پالین آ رہا ہو۔ سب سے پہلے خوراک کافی مقدار میں اکٹھا کر لی جاتی ہے۔ پھر چند کونسلر (مکے کے خاتم) بنائے جاتے ہیں۔ اور ان پر خوراک کھلانے کے بعد مہر لگا دی جاتی ہے۔ اس طرح پرانی کالنی کے زندہ رہنے کا مکمل انتظام کرنے کے بعد ایک دن جبکہ آسمان اور موسم اچھا ہو سوار منگ نکلتا ہے عموماً پرانی مکہ کے ساتھ باقی آئندہ کی

سیکیم مرح ہاشمی

ہائیو کا معائنہ۔ زمین حاصل کرنے کے بعد ذرا فوڈ ان کا معائنہ کرنا ضروری ہے تاکہ کالنی کی دیکھ بھال نہ ورت کے مطابق ہو سکے۔ سب سے پہلے معائنہ کے لئے موسمی حالات کا خیال رکھنا چاہیے۔ یعنی ہائیو اسی دن کھولنا چاہیے جبکہ موسم صاف اور کھٹا ہوا ہو۔ ابر اور بارش کا سلسلہ نہ ہو۔ جاڑوں میں دوپہر کے وقت اور گرمیوں میں ۸-۹ بجے صبح اگر مونوں کا معائنہ کیا جائے تو بہتر ہے موسمی حالات کے موافق ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کارکن مونیں جب باہر سے مکڑ اور پالین لانے کے کام میں خوب مشغول ہوں۔ شروع شروع میں ہائیو کھلتے وقت نئے مکس بانوں کو درسا معلوم ہو سکا۔ لہذا اگر وہ کھلے ہاتھوں سے کھولنے کی بہت نہ رکھتے ہوں تو مسئلے نہیں ہیں۔ چہرے پر غلاب ہونا ضروری ہے۔ اب ہائیو کا کور لورڈ (ڈھکن) اس بات اٹھاتے ہوئے دروازوں کے درمیان آسمو کر سے دھواں دیا جائے۔ خیال رہے کہ دھواں زیادہ گرم یا تیز نہ ہو۔ ایسا کرنے سے مونیں کسی قدر سم جائیں گی۔ اور ڈنک کم لگیں گے۔ اب کور لورڈ کو ہائیو کے سامنے دروازے کے قریب اسٹوٹ کیا دیا جائے تاکہ چکی ہوئی مونیں چڑھ کر دروازے سے ہائیو میں داخل ہو سکیں۔ اتنا کر لینے کے بعد فریموں کو ہوشیاری سے اٹھایا جائے۔ اور اندرونی حالات کا غور سے مطالعہ کیا جائے۔ خیال رہے کہ اس عمل میں ٹھکانہ لگے۔ اور مونیں دب کر نہ مریں۔ ورنہ وہ فٹے میں اگر ڈنک مارنا شروع کر دیں گی۔ فریموں کو نیچے کی شکل میں دکھائی ہوئی ترتیب سے اگر رخ تبدیل کر کے دیکھا جائے تو پہلے کا بہت کم امکان ہو گا۔



غذا سے علاج

بعض لوگ حالت صحت میں احتیاط اور پرہیز کرتے ہیں اور چند خاص خاص غذاؤں اپنے واسطے مخصوص کر لیتے ہیں مثلاً صرف ترک کاریوں یا صرف شور و جہتی یا صرف دودھ اور پھل بعض لوگ برہمنی ہیں اور ترک کاریوں کو نظر انداز کرتے ہیں اور اس قسم کے لوگ اکثر بیماریوں کا شکار رہتے ہیں۔ لہذا کا قول ہے کہ ”حالت صحت میں پرہیز نہایت مفید ہے۔ جتنا حالت مرض میں بد پرہیزی۔ قدرت نے سو سموں کے کانا سے چل کر بیماریاں اندیشہ یوں ساتھ ساتھ سدا کی ہیں۔ موت پر ہر ایک کی شب کی وجہ سے جسم کے اندر کچھ تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسے تغیرات ہوتے ہیں جو جاتی ہے جس کی وجہ سے گروہ شائد اور آسمانوں پر جہاں اثر پڑتے۔ یہ میشاب میں لکھی سوزش بعض قلب میں کرب بے عینی وغیرہ۔ اس کے واسطے قدرت نے کھیر، لکڑی، تر بوڑی، بوکی، بیل، خر بوڑہ، مارنگی، انار وغیرہ بنا رکھے ہیں۔ اور اندر کچھ چیزیں میشاب زیادہ لاتی ہیں۔ سوزش کے واسطے سفید ہیں۔ جسے جو کہ خراب سی مراد دینا ہے۔ کے ذریعہ خارج کرتی ہیں۔ سبھری۔ دروگرہ۔ وجہ المغاصل کے۔ اور کوصات کرتی ہیں۔ خر بوڑہ دفع قبض ہے اور عمدہ۔ آنزور کے واسطے سفید ہے۔ میشاب اور مین سب۔ اورنگی۔ اور بھاس اور قلب کی بے عینی کو دفع کرتے ہیں۔ بوکی جسم میں آخندک پیدا کرتی ہے۔ بیل آنزور کے واسطے مقوی خوش کے واسطے اکبر سنج معوی کو نور زائل کرتا ہے۔ جو بگ ان چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں وہ ان ہی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ موسم سرما میں مچھلی اور مرغی کا گوشت۔ پائے۔ اندا۔ عاودہ جات وغیرہ کا استعمال جسم کی حرارت کو برہماتا ہے۔ نس سے سردی کی بیماریوں کا ازالہ رہتا ہے۔ اسی طرح بعض موسمی چیزیں خاص خاص بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہیں مثلاً املی اور بخار۔ بیوں مارنگی سہیضہ سے۔ بیل چھک سے۔ بھتوت فاق سے۔ بیل بچش سے۔ دل اور جگر کی گرمی دور کرنے کے واسطے جالیئوس کے نزدیک آپ انار اور سردی دفع کرنے

کے واسطے شدت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ شکر کی کا واحد علاج مینہ خر بوڑہ۔ کیلا ہے۔ منہ۔ ناک۔ بشتاب سے خون آنے کے واسطے خرد کا ساگ، اکسیرت۔ خون کے دستوں کے واسطے املی کی تھپی پس کر مینا سفید میز ہے۔ خشک کھانسی کے واسطے کچھ کیلا بھن کے ساتھ یا دھم۔ سبھیں۔ ترکھانی کے۔ سٹے سبھ بہت مفید ہے۔ کانی کھنٹی کے واسطے امدود۔ مہمہلا کر مینا کا گوشت۔ صبر دمرق۔ درنگ کے ساتھ یا سیر سے کی راکھس خورزی۔ میر گنے کے بعد استعمال کرنے سے زامبیس کے واسطے بھمن۔ کجا۔ بھرتی کے واسطے مول۔ جڑیا۔ جالیں روزنک۔ بھج پنے کا ساگ۔ خر بوڑہ مولی کا ساگ۔ باوی۔ اسیر کے واسطے پیٹہ۔ خر بوڑہ شبنم۔ مولی کی ترکاری۔ کبری کا دودھ۔ بڈ مینتر کے واسطے مرتہ آند۔ خون کی کمی کے واسطے آدھ جھنڈ۔ کاقوق۔ جمن کاقوق۔ کھنٹی کا پانی۔ سوکے واسٹے گئے ام کو نہت۔ جینے کا ساگ۔ خون کی صفائی کے واسطے لٹھ ہوتے دودھ کا پانی۔ تر بوڑہ۔ استنفک کے واسطے ادت کا دودھ۔ اگر چہ جولانی مولی وال دق کے واسطے حورت یا کہ سی کا دودھ۔ دھرمی بخاروں کے واسطے کر بلا۔ کچی امدود۔ تو بعض۔ بختہ مین ہے۔ منہ اور زبان کٹ جائے تو کھوپر۔ احراج قلب کے واسطے شکرہ۔ سیب کاکر جھنڈہ پانی۔ انار۔ بیت کے کپڑوں کے واسطے شفا نو شریف۔ اعصاب اور دماغ کی قوت کے واسطے ماس کی دال۔ خون کی صفائی اور قوت کے واسطے جین۔ مہا۔ بان کے واسطے اندا۔ گوشت۔ دمدھ کے واسطے جوار کشمل۔ لومڑی کا پھیر۔ میشاب کی سوزش کو تر بوڑہ کا پانی بارے وائے فائدہ کرتا ہے۔ مٹا پے کو دھ۔ کر کے واسطے صابو۔ انہ کی کھیر کا جہ۔ آم بہترین چیزیں ہیں۔

آج کل جدید سائنس کے اصول پر اکثر بیماریوں کا علاج و دامن اچانکین، کی کمی ہوتی ہے۔ جس کا علاج محض حیاتین

رحمۃ اللعالمین

اندھیرا کفر کا چھایا ہوا تھا بزم عالم پر
لفظ شیطان حکومت کر رہا تھا ابن آدم پر

خدا کی کا تھلا لازم آہم معصوم ابن مرتیم پر
گماں فرعون اور ہان کا تھا ہر ایک عالم پر

جدھر دیکھو اُدھر شیطانیت ہی کا نذر ما بھی

عرب کا ذکر ہی کیا ایک عالم میں یہ دنیا بھی

جہاں طاقت کوئی دیکھی تو انسان نے کیا سجدہ

نظر آیا بڑا کوئی تو انسان نے کیا سجدہ

کوئی آفت نظر آئی تو انسان نے کیا سجدہ

لی جو گھٹ جو راہب کی تو انسان نے کیا سجدہ

کہاں تک دیکھتا معبود برحق کھیل بندوں کا

غلط راہی پر انسان کی اسے کچھ رحم سہا آیا

ہوا نازل خدا کا رحم پھر نور میں بن کر

رہا انسانوں میں انسانیت کا جو معین بن کر

معزز کر دیا دنیا کو دُنیا کا کہیں بن کر

زمانے بھر یہ چھایا رحمۃ اللعالمین بن کر

محمد نام یا یا پھر اُسی رحم اُتھی نے

گدا کی جس کے در کی کی جہاں کی بادشاہی

معزز ابن مریم کو کیا جس کی شہادت نے

شہرت ابن آدم کو کیا جس کی نبوت نے

منور بزم عالم کو کیا جس کی رسالت نے

بگوں شیطان کے ہر دم کو کیا جس کی قیادت نے

نجات انسان کی موقوف ہے جس کی لایا ہے

سلام شوق کی بارش ہو اس نور اُتھی پر

وقار و اتقی

جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا تین پیسہ ٹاکٹ

بھیجئے ورنہ جواب نہ دیا جائے گا۔ منیجر

پہنچنا ہے۔ حیاتیات زیادہ تر غذاؤں میں یاے جانے ہیں، اگر جسم میں حیاتیات الٹ کم ہو جائے تو آنکھوں میں سوزش، خشکی، مرضِ سِل، نمونیا، اور مرضِ کُزاج پیدا ہو سکتا ہے اس کا علاج دودھ، مکھن، چربی، گھی، کیچڑی سے ہو سکتا ہے۔ ان چیزوں میں حیاتیات الٹ کی کافی مقدار موجود ہے۔ حیاتیات ب کی کمی سے حسب ذیل بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ برسی برسی جس میں اعضا سس ہو کر کھال اُترنے لگتی ہے۔ یا اعضا مفلج ہو جاتے ہیں۔ ت۔ دست۔ بھوک میں کمی۔ نکلنے میں دشواری پیشاب میں بورک ایسڈ کی کثرت۔ تلی۔ بلبلیہ۔ دل۔ جگر۔ معدہ۔ دماغ۔ کڑھ۔ معدہ کے ہنم رطوبات میں کمی جس کا علاج غذا گاجر۔ ٹماٹر۔ نشقنا۔ عرق انگور۔ عرق لیموں۔ بادام۔ کرم کلمہ سے کریں۔ ان چیزوں میں حیاتیات ب کی مقدار میں موجود ہیں۔

حیاتیات ج کی کمی سے جوڑوں خصوصاً گھٹنوں میں درد، مسڑھوں میں پائیریا۔ استسقا پیدا ہو جاتا ہے۔ کرپلا گاجر۔ مولی۔ شلغم سے علاج کریں۔ حیاتیات ج اس میں کافی مقدار میں موجود ہیں۔

حیاتیات د کی کمی سے خصوصیت کے ساتھ مرضِ کُزاج جس میں بچوں کی ہڈیوں کا نشو و نما بند ہو جاتا ہے۔ ہڈیاں نرم ہو جاتی ہیں۔ کیلسیم ڈیپازٹ نہیں ہوتا۔ جس کو عرت میں سوکھا بھی کہتے ہیں۔ اس کا علاج عرق لیموں۔ گدڑ شلغم گوجھی پالک۔ بالائی۔ اخروٹ۔ بنولہ۔ ٹماٹر۔ انگور۔ نارنگی۔ دھان۔ سے کریں۔

نقراہ کا قول ہے کہ سب سے پہلے بیماری کا علاج غذاؤں کے ذریعہ کرنا چاہیے۔ اگر اس سے ناکام نہ ہو تو پھر حیاتیاتی ادویہ پھر بنائی۔ آخر میں مجبور ہو کر معدنی ادویہ سے ہنفت حاصل کی جائے۔ آخر میں اس امر کو خوب یاد رکھئے۔ کہ اچھی اور مناسب غذا ہر قسم کی دوا سے بہتر چیز ہے۔ حکیم حقیقی کا سب سے بڑا سب سے قیمتی سہل الحصول اور سب سے مجرب نسخہ یہی ہے۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر ابو الفضل کپور تھلہ

دورے

شادی کیا ہوئی گھر والوں کے دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں پھر
جیہا آباد سے دلی آنا تھا کی پناہ۔ ریل کے ڈبوں کی سلسل کھڑکھڑاہٹ
سے ساری بیویوں کا کچھ مرکل آتا ہے۔ یہ بندوستانی ریل کے ڈبے
مجھے ہمیشہ سے بُرے لگتے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی میرے بدن میں خود بخود
درد ہونے لگتا ہے گھر پہنچ تو بھی کئی دن تک ریل کا جھوٹا سر سوار
رہتا ہے۔ پٹنگ پر لٹو تو بھی بس ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ریل کے
ڈبے میں۔۔۔ گھر کی دیواریں بھاگتی رہتی نظر آتی ہیں سفر بھی
کنتا لہبا۔۔۔ یوں تو میں نے اُن سے کئی بار کہا لیکن اُنہوں
نے کچھ نیچے بہانہ کر کے مال دیا۔ اسی عرصہ میں امی جان کا خطا لگیا کہ
راشدہ کی شادی ہے۔ بس مجھے بہانہ دیا۔ دن رات اُن کے
بیچھے پڑنے لگی۔ آخر کو انہیں ہارمانی ہی پڑی اور جھٹی کی درخواست
دے کر ابراہام پر چلے گئے۔ جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو شادی شدہ
کو اپنی شادی یاد آتی ہے سادہ وہ اپنی شادی کے سنہرے خوابوں میں
رنگ ریلیاں مٹایا کرتا ہے۔ بس دن رات مجھے راشدہ کی شادی کا
خیال سننا یا کرتا۔ راشدہ دراصل بری شوخ واقع ہوئی تھی۔ اپنی
شوخیوں سے ہر ایک کا دل موہ لیتی تھی۔ بڑھپوں میں مجھ کو ایسی
باتیں کرتی جیسے دادی ماں ہو اور پھر کنواریوں کے لئے تو وہ بلیغ صغیر
کا سامان تھی۔ دن رات جی جی چاہتا کہ اس کے پاس بیٹھے رہیں۔ مجھ
سے اُس کو کچھ قدرتی طور پر زیادہ اُٹس تھا۔ پھر اُس نے جب میں اپنی
شادی سے پہلے پرانی جسم کے مطابق مایوں میں بھی ہوئی تھی تو مجھے اس قدر
ستایا کہ ایک دن تو میں رو دی۔ اس وقت جب کہ سارے گھر میں
صوت ایک اکیلی متنفس تھی مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے راشدہ میرے
پاس میں بھی مجھے فوج رہی، چار ہی ہنس رہی ہو۔ آنکھیں ٹٹکا ٹٹکا کر
کسی کی نقل کر رہی ہو۔ میرے ہاتھ بے اختیار ہی طور پر اٹھ گئے۔ اور
میرے منہ سے آہستہ سے نکلا، راشدہ کسی کے پاؤں کی آہٹ
ہوئی۔ دیکھا تو وہ تھکے۔ کہنے لگے کچھ کھانے کو ہے۔ بڑی بھوک لگ
رہی ہے گی۔ مہارہی تہہ گیگ آتیں مل رہی ہیں۔ جلد لاؤ کچھ۔ ہاں کچھ

ملے جوڑے سے مراد دوروں کے نامزد مرض سے ہے۔

مجھ کو وہ لینے آئے۔ مجبوراً جانا پڑا۔ کچھ دن بعد خبر ملی کہ راشدہ میاہ دی گئی۔ اس مرحلہ میں ان کا تبادلہ دہلی کا ہو گیا۔ .. آئی تو سب سے پہلے راشدہ کا خیال آیا۔ یہاں اگر معلوم ہوا کہ راشدہ کو شادی سے پہلے بڑے خطرناک دورے پٹنے لگے تھے۔ کوئی کہتا سہڑیا۔ اور کوئی کہتا جن بھوت کا سایہ ہے۔ اور راشدہ کی ماں کہتی کہ شادی سے پہلے لڑکیوں کو ایسے ہی دورے پڑا کرتے ہیں۔ رخصت کے دن بھی بڑا سخت دورہ پڑا سب لوگ امید ہو گئے۔ گرد و دھت جان روٹ کر کھڑے ہو گئی۔ .. بچا بچا ہنسنے کی کونھ سے کسی کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ معلوم ہوا آج بھر راشدہ کو دورہ پڑ گیا۔ جس تیزی سے چھکن کی غالب نشان کو بھی کی طرف سندھ دنا ہو گئی۔ وہ ایک زمین مسہری پر پڑی دھاڑیں مار کر رو رہی تھی سیم ٹیوں کا بھر رہا تھا۔ کبھی رونے روتے ایک دم اس کی آواز بند ہو جاتی۔ .. میں نے گئی بار آواز دی۔ اس کا ہاتھ لے کر دایا۔ لیکن وہ نہ بولی۔ ..

ایک چنچ بلند ہوئی۔ اور پھر آواز گھٹنے لگی۔ .. پھر ایک دم بند۔ .. منہ کھلا کا کھلا۔ .. آنکھیں کھٹی کی جھٹی رہ گئیں۔ یہ اس کا آخری دورہ تھا مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے سارے خالم ماں باپوں کو دورے پڑ رہے ہوں اور وہ بھی اسی طرح درد و کرب کی حالت میں چنچ رہے ہوں۔ بچا رہی راشدہ۔ سڈنا۔ .. جاندی۔ .. دورے نواب چھکن۔ .. دمہ کا مریض۔ .. کھانسی۔ .. دورے۔ ..

عادل شفیق ڈبائوی

(بقیہ صفحہ ۵۷) .. انک اور نظریں میری کے چہرہ پر ڈالتا ہوا دلوں سے نکل آیا۔ گھر اگر اس نے بھول کر اسی باغ میں پھینک دیا۔ جہاں رات کو ایک مبل نے اپنے خون سے اس کی سوکھی ہوئی رگوں کو ترکیب تھا۔ اور بلینگ پر گرتے ہوئے اس کے منہ سے نکلا۔ ”سچی محبت کیا دنیا سے ناپید ہے۔ میرے خدا“

ع۔ جہاں شمع

(ماخوذ از آسکر ایلڈ)

عصمت کی اشاعت میں ایک دن کی بھٹی، خبر نہیں ہوتی کسی ماہ کا پرچہ دقت مقررہ پر آپ کو نہ ملے تو فوراً خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ منگوا لیجئے۔ منیجر

آئی ہیس ہی ہتی۔ سارا سال بکھاڑا تھا۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ راشدہ، راشدہ پکاری آگے بڑھتی۔ سیلے کپڑوں میں لپٹا ہوا کوئی میری طرف آسمت آسمت آ رہا تھا۔ میرے منہ سے چنچ نکلی گئی۔ میں یہ راشدہ تھی۔ میں اس سے بے اختیار چپٹ گئی۔ جی نہ چاہتا تھا کہ اس کو اپنے سہنت الگ کروں۔ میں نے اس کو دانٹے ہوئے کہا۔ راشدہ تم نے اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ مہفتہ عشرہ میں ہمارا شادی ہونے والی ہے۔ شادی کا نام سن کر وہ بچوٹ بچوٹ کر رونے لگی۔ بے اختیار پھر ایک بار میرے سینہ سے لگ گئی۔ اُٹ اٹھ اس کی آنکھیں سرخ انگارے ہو رہی تھیں۔ اتنے میں راشدہ کی ماں آگئیں جس نے انہیں سلام کیا۔ وہ بولیں ”بیٹی اچھی تو ہے۔ اب تیرا سہیلی کی شادی ہوئی والی ہے۔ خدا رکھے اب سہیلی کو کھیلوں۔ موٹروں اور بے شمار دوکانوں کی مالک ہوگی۔“ میں نے کہا ”آخر چچی جان

وہ ہیں کون؟ جن سے راشدہ کی شادی ہو رہی ہے۔“ وہ بولیں ”ارے ہونا کون! وہی ہے۔ جن کا نام ”دور دور“ ہے۔ جو بہنوں سونے چاندی کا واحد مالک ہے۔ ہزاروں لاکھوں، مزدوروں پر حکومت کرتا ہے۔ جس کی طرف ہزاروں لڑکی۔ اول کی نگاہ لگی ہوئی تھی۔ ..“ میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا، ”چچی جان! ان کا نام“ وہ ہنس کر بولیں ”ارے مجھے معلوم ہی نہیں، وہی نواب چھکن۔“ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے ہزاروں ہتھوڑے ایک دم میرے سر پر مار دیئے۔ نواب چھکن۔

وہی بس کو آج میں سال سے دمہ ہے۔ جس کو زندگی کا ایک ایک سانس بھاری ہے۔ وہی چھکن جو کہ کھانسی تو سارے محمولے اپنے کانوں میں روٹی ٹھونس لیتے ہیں۔ اُٹ اس کی کھانسی اس کے سانس کے دورے۔ .. جس اٹھ کر چلی آئی۔ .. سانس چھکن کی عالی شان کو بھی جبکہ وہی تھی۔ اس کو دیکھ کر مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے مجھے بھی دورہ پڑا ہو۔ سانس میرا تیزی سے چل رہا تھا۔ ”کو کیم بلینگ ریگر پڑی۔ .. رات بھر سکی کھانسی کی آواز کانوں میں گونجتی رہی۔ دوسرے دن اس کو دمہ کا ایسا سخت دورہ پڑا کہ دس دنوں کو بھی اس کی حالت دیکھ کر دنا آگیا۔ کینجٹا ہوا پھر اچھا ہو گیا۔ شادی ایک ماہ کے لئے ملتے کر دی گئی۔

کہاں ہے آجا

میر روزنامہ کا ایک ورق

۱۳ جولائی ۱۹۴۲ء

(رفیقہ حیات کی رحلت کے چند ماہ بعد)

لے تھائے دل زار کہاں ہے آجا
تاب غم اب نہیں زندہ کہاں ہے آجا
میں چنانہ طلبگار کہاں ہے آجا
کیوں ہر دے پھل کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
نہیں پانا دل با دوسرے ہستی
ہے ہر شام ہی کھجے کو چرائی ہستی
تو نہیں آدو نو ویران ہے ہر ہستی
لے بہا رنگ و بھنگار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
بے ترست و ترست بے کیف شب مجھے
بہشت انکس مس کی نرخی مجھے
سبب غم ہے یہ نظارہ جانکا مجھے
بزم انجم ہے شرار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
دیکھا سہرا ہے اب آئینہ حال زول
دیکھا بزم رنگ ہے اب جن جگر سے تنگوں
دیکھا بہر سناں ہے اب روکش اندازوں
قلب ہے غم سے گوانا کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
بھئی سیرالم کی سرور نہ دہی ہے
مردہ ہی تیش منڈاں کی تجر سووی کو
چر دل زار میں تیش اندوزی ہے
چہ نہ ہو جاؤں میں بیاد کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
سرخ آنکھوں پر نظر ڈال رہا زرد کو کچھ
نارنگوں کو نفس سرور کو دیکھ
میر کی ہر سحر سے غم کو مرنے کو دیکھ

رات گرم تھی طبیعت خواب ہی رہی نیند
پورے طور پر نہیں آئی، صبح مطلع آبرو تھا
قربوں کا جوڑا اپنے بچے میں بول رہا تھا۔
سرخ بھی بائیں دے رہا تھا۔ نیچے درمیان منزل
میں اٹھی۔ حسب مول اپنے کمرے میں کتاب
پڑھنے کو دل نہ چاہا۔ اندر جس تھا تو رنگ دم
میں کو کسی یاد کر بیٹھ گئی۔ سامنے راک کو کچھ ہی
راک سنسنی بھی۔ سرائے کی چھ پر کچھ لوگ
ابھی سو رہے تھے۔ کچھوڑے بدستور کھڑے تھے۔
سات بجے اپنے عزیزوں کے ساتھ مل کر جا
ئی۔ اس کے بعد تھوڑا مطالعہ کیا "اردلی" ر
راڈنڈا امی سس (میرے خیال میں بری کہانی
لکھنے سے یہ بہتر ہے کہ دوسری زبانوں کی اچھی
اچھی ادبی کہانیوں کو اردو میں منتقل کر دیا جائے
اور دوسرا نہ نگار ہی اپنی ترکیب و ترتیب کے
لحاظ سے ابھی کچھ نہیں۔ اس لئے کہ اس کا
ارتقاء ذوقی اصولوں کے مطابق نہیں ہوتا۔
بارہ بجے دوپہر۔ بے غم مکروری
کھائی۔ اس دوران میں میری ایک دیر نہ دوست
کا ملازم گیا۔ یہ معلوم کر کے کہ "س" پہلی دفعہ
پیشا ورائی ہے میرت سی ہوئی۔ لاہور سکول
میں گذرا ہوا بندہ سال قبل کا زمانہ یاد آگیا۔
جب س کی شادی نہ ہوئی تھی۔ اب نہ اس
دو بچوں کی ماں ہے۔ ایک مدت بعد اس کو
بچوں کی۔
آج سہ ماہی کس کیفیت پر ہے۔ میری جو بھی
برسا می۔ خوب بھی کل آئی۔ خوب کے
بخت نفاذ اس بھی۔ س وقت رات کے
نہ۔ آج کے۔ ام کے ساتھ میری

کر دوا سوال زار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
اب مرے جام میں وہ بادہ سرور نہیں
لطف سستی دفعہ بھلی ہوش نہیں
مرے امروز میں کعب طرب نہیں
دے وہی جذبہ رشاد کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
بن تجھے میرے غم و ظاہر تیناں کی قسم
طلب مصطر کی قسم، دیدہ حیراں کی قسم
در ہے جس ترا تجھ کو کسی حال کی قسم
بوز میں اب جان سے ہزار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
اب تر نطق کبر بار نہ ہوگا نہ سہی
شوق متب کس اظہار نہ ہوگا نہ سہی
بخت خفہ مرا پیدا نہ ہوگا نہ سہی
کمرے خواب پر نور کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
اب سرت جو نہیں رہ میری سہی
کیف رحمت نہ سہی اجم رات ہی سہی
بعد بادی عشرت۔ جم عشرت ہی سہی
غیر ہی غم ہے مجھے دیکھا کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
دوست خواہد، زبے میں پڑے
چشم منت کو مدو شتر تخیل سے
پتے صلوں سے پھر خوش نظر ہو کچھ
جوں میں جوہوں کا ہند کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا
جام لوامی بدلیونی

میرا اوٹوگراف اہم

جب ہم ۱۹۲۲ء میں کشمیر جارہے تھے تو لاہور میں چند روز ٹھہرے۔ ہمارے ہوٹل کے بازو میں سر محمد اقبال مرحوم کا مکان تھا۔ بیسٹر صاحب ان سے ملنے گئے۔ اس کے بعد ان کی بیوی نے مجھے چاؤ پر بلایا اُس وقت سر محمد اقبال نے میرے اوٹوگراف پر یہ لکھا: اس کے بعد خط و کتابت جاری رہی :-

I can pick the whole meaning of Islam in a few words :-

Boundless trust in god and utter defiance of death **Mohammad Iqbal**
Lahore

11th July 1928

ترجمہ :- اسلام کا مفہوم میں چند الفاظ میں اس طرح ادا کر سکتا ہوں۔ اللہ کی روبرو بیت پر ایمان کامل رکھنا اور جان کو تہیابی پر رکھ لینا۔ محمد اقبال ۱۱ جولائی ۱۹۲۸ء

میرے شوہر سید ہمایوں مرزا صاحب مرحوم نے یہ لکھا :-

من خود را منی دائم کر گزستم
سید ہمایوں مرزا - صفرا منزل

۲۲ جنوری ۱۹۳۲ء

لاہور سے ہم لوگ امرتسر گئے۔ اس وقت بیگم باکسر سیف الدین صاحبہ کچلو سے ملاقات ہوئی تھی۔ اور انہوں نے یہ لکھا تھا :-

اخلاق ایک لطف الہی کا تاج ہے
ہر جس کے سر پر اس کا زامن میں راج ہے
۲۴ نومبر ۱۹۲۸ء
سعادت بانو لایہ ڈاکٹر سیف الدین کچلو

مسٹر حمید علی آصف جہاں صاحبہ ایڈیٹر تہذیب نے یہ لکھا تھا :-

جو لوگ چیخ چیخ کر دنیا بھر سے یہ کہتے ہیں کہ اپنی عورتوں کو حقوق دو۔ اسے کاش کہ ان میں اتنا خلوص ہو تاکہ وہ اپنی گھر کی عورتوں کو ان کے جائز حقوق دینے میں پہل کر سکتے۔
۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء
آصف جہاں

سر اکبر حیدری صدر اعظم حیدر آباد کی بیگم صاحبہ ہمارے گھر آئی تھیں۔

انہوں نے یہ لکھا :-
آمنہ حیدری ۱۹۳۹ء

شہزادی درشتوار صاحبہ نے مجھے چاؤ پر بلایا تھا اس وقت یہ دستخط فرماتے :- درشتوار
نواب سہرا نسر الملک نے مجھے چاؤ پر بلایا تھا اس وقت لکھا تھا :-
۱۲ مئی ۱۹۲۸ء
نواب سہرا نسر الملک جنوری ۱۹۲۸ء (باقی صفحہ ۹۳ کالم ۲)

زندگی کا ایک اور صفت بھی ختم ہونے والا ہے

۱۲ جولائی ۱۹۲۳ء

رات حبس میں سونے کے لئے لیٹی
آسمان پر بادلوں کے موٹے موٹے ٹکڑے گھوم
رہے تھے۔ کہیں کہیں ستارے بھی ٹٹار رہے
تھے۔ مہربانہ تھی اس لئے پھر رانی نہیں
لگائی۔ پتھروں نے بہت تنگ کیا۔ ورنیک
جانتی تھی صبح صادق سے پہلے بارش شروع
ہوگئی۔ بچے کمرے میں آنا پڑا ورنیک بھائی
کی روکھوں کے ساتھ بارش اور طوفان کی
دکھ باتیں ہوتی رہیں۔ یہ دونوں لڑکیاں
بڑی سیکڑا ہیر، اور چھوٹی سیرک میں بیٹھتی
ہیں۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ غارتہ دور کہیں
بول رہی تھی۔

ماشتہ سے فارغ ہو کر کمرہ صاف
کرنے کو ملازم لڑکے کو کہا۔ ساتھ خود بھی
کام کرنا پڑا۔ بارہ اسی غسل میں بچ گئے اب
میں تھک گئی تھی۔ دوپہر شہنشاہی کمرہ میں
گزاری۔ اس جگہ کافی سکوت تھا۔ نہود
منگوا یا۔ پشاور ریڈیو کا نیا پروگرام دیکھا
باہر دیوار پر کوا بول رہا تھا کہتے ہیں۔
کو ابلے تو کوئی مہمان
آتا ہے واللہ اعلم خدا کرے سچ سچ کوئی
دکھپ نہاں آجائے۔

شام کتنی دل آویز تھی بالائی منزل پر
کا نظارہ خوب نظر آتا ہے اس وقت رات
کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ شہر پر لوگوں کا
ہجوم ہے۔

ایس بی طاہرہ

پڑھے لکھوں کی جہالت

صبح کو خیال آیا کہ اب جاسنوں اور انگوڑوں کی خبریں سنائی جائیں گی مگر فوراً ہی اس کے خیال کی تردید ہو گئی کہ یہ خبریں عوام کے یا عام لوگوں کے لئے نہیں جب آگے کہا گیا۔

”ایک گھنٹہ کے بعد فوجیوں کے لئے خبریں سنائی جائیں گی“ مگر اب وہ سوچنے لگی کہ ”گھنٹہ“ کے بعد لفظ ”کے“ کی بالکل ضرورت نہ تھی۔ لوگ بات بات میں کس قدر فضول الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

دوسہیلیاں سیر کرتی ہوئی بازار میں سے گزریں۔

نمبر ایک نے کہا ”مجھے تو اردو لٹریچر سے گویا عشق ہے۔“

نمبر دو کو بہت ہنسی آئی اور اس نے کہا تمہارے عشق کا حال تو لٹریچر سے معلوم ہو گیا۔ اری بکلی یہ لفظ ہے۔ ”لیٹ“ رہے چر“

مگر تھوڑی ہی دیر بعد نمبر دو کی نظر ایک دوکان کے سائن بورڈ پر پڑی اور اس نے نمبر ایک سے پوچھا ”یہ ال گروک ہاؤس کا ہے کی دوکان ہے۔“ اب نمبر ایک کو ہنسی آگئی اور اس نے جواب دیا۔

”اری اندھی سیکلی کی دوکان ہے اور بکلی کو ال گروک نہیں الگ کر کے کہتے ہیں۔“

۱۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

۲۔ خدا کی امانت تھی اس نے واپس لے لی

۳۔ اس نے پیروں سے سر تک ایک نظر ڈالی۔

۴۔ موتیا جھک رہا تھا۔

یہ فقرے ہیں ایک ”معیاری ادبی“ رسالہ کے ایک انسانہ میں ان زمین و آسمان کا فرق ”غلط ہے صحیح محاورہ ہے۔ زمین آسمان کا فرق“ واؤ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ باپ سے اگر بیٹے کی موت پر تعزیت کی جاتی تو یہ کہنا مزدوں سے بیٹے سے باپ کے انتقال پر ان افغانا میں اظہارِ ملال سمجھا خیر ہے

۳۔ صحیح محاورہ ہے۔ ”سرے پاؤں تک“

۴۔ موتیا مونت ہے

دس کی کٹی نہ تچہ سے اے باد صبا کھلی چپا کھلی، گلاب کھلا، موتیا کھلو

موتیا ہوتی ہے گمبوں میں مگر ذکر ہے چلہ کی سردی کا۔ ”مس“

کسی ادبی انجمن کے ایک جلسہ میں کسی صاحب نے افسانہ سنایا تین فقرے اب تک یاد ہیں۔

۱۔ اس کی نظریں آج بھی کچھ ڈھونڈنے کی جستجو میں تھیں۔

۲۔ مگر صاحب نظر اصحاب دیکھ رہے تھے۔

۳۔ کاش میں کچھ اور استفادہ حاصل کر سکتا۔

۱۔ ”ڈھونڈنے کی جستجو“ اور ۲۔ ”صاحب نظر اصحاب“

ایسے ہی پُر لطف جملے ہیں جیسے ”آب زمزم کا پانی“ یا

”شب تارک کا اندھیرا“ یا ”روبر روشن کا اجمالا“ !

۳۔ ”استفادہ حاصل کرنا“ بھی ایسا ہی دیکھ

جملہ ہے۔ کیونکہ استفادہ کے معنی ہیں ”فائدہ حاصل کرنا“

اسی جلسہ میں ایک اور ادب نے اپنا مضمون پڑھا۔ ایک فقرہ تھا

”رئیسوں اور حکاموں کی خوشامد یقیناً اپنی خودداری کے خلاف ہے“

اور ایک جملہ اس طرح ادا کیا ”کل کے جلسہ (س) میں“

رئیس کی جمع فارسی قاعدہ سے رؤساء اور اردو قاعدہ سے

رئیسوں صحیح ہے مگر جس طرح حکم کی جمع احکام صحیح ہے اور احکاموں

غلط ہے۔ اسی طرح حاکم کی جمع حکام صحیح مگر جمع الجمع

”حکاموں“ غیر فصیح ہے۔

”اپنی خودداری“ لکھنے سے قبل کاش ادیب صاحب نے

غور فرمایا ہوتا کہ ”خود“ کے معنی ہی ”اپنے“ ہیں۔

جلسہ، تماشہ وغیرہ کی ہ جب بولی یا پڑھی جاتی ہے

تو موقع کے لحاظ سے ”سے“ سے بدل جاتی ہے۔ پڑھنا

چاہیے تھا ”کل کے جلسے میں“ مگر لکھنے میں ”جلسہ میں“ ہی

درست ہے۔ ”جلسہ کا میاب رہا“ جس طرح لکھا ہے اسی طرح

پڑھا جائیگا مگر ”جلسہ کی صدارت“ کو پڑھیں گے اور ہنس گئے۔

”جلسے کی صدارت“ اسی طرح ”کل کے تماشہ“ میں تماشہ بولنے

اور پڑھنے میں تماشہ ہو گا۔ نہ ”تماشہ اچھا تھا“ بولنے اور پڑھنے

میں بھی ”تماشہ“ ہی صحیح ہے۔

ریدہ کھولا گیا تو آواز آئی ”یہ جبریں آموں کی تھیں“

خانہ داری

(بِس میں سنگھارا اور آرائش بھی شامل ہے)

بچے لٹکتے ہیں۔ انہی بچوں کو آپ بھر جان بنانے کی جگہ دو دو منٹ ملنا ہیں۔ اس بناؤ سنگھار کے سلسلہ کے بعد انہی بچوں کی گدی کھینچ کے اتنی لمبی کر لیں کہ وہ جڑے کے نیچے کے حصہ پر پوری طرح آجائے اور ٹھوڑی کے نیچے ٹھیک بیج جائے۔ اسے جلد کسنے والے محلول *Stomachic* منہ پر لگا کر اس بچہ کو بھروسہ اور اسے موقع پر جاکے رکھ کر ٹھوڑی کے کنارے چھوٹا ٹھوڑا *Stomachic* کے نیچے مضبوطی سے لگا دیں۔ اور دس منٹ تک اسے لگا رہنے دیں۔ زیادہ جلد کسنے والا محلول لگانے سے جلد میں بہت خشکی پیدا ہو جاتی ہے لیکن لیکن درست اور مناسب مقدار کھلے ہوئے بچوں اور نسلوں میں جان ضرور پیدا کر دیتی ہے۔ اور انہیں کس کے جاندار بنادیتی ہے جس سے صاف اور عموماً حفظ نمودار ہو جاتا ہے اور یہی چیزہ کی سب سے بڑی خوبصورتی کہلاتی ہے۔ اور یہ بھی یہ بات اس عمل کے بعد تو فحش کریم *Vanila cream* لگائیں۔ اگر جلد خاص طور سے خشک ہے۔ تو جلد کسنے والے محلول کے لگانے سے پہلے کریم لیکے ضرور لگائیں۔ اس عمل سے وہ بھاری لکیریں بھی رد ہو جاتی ہیں جو مدد سے نکالتے ہیں کے کوئیں کہ انہوں نے ہوا کر لی ہیں۔ سنی درجہ کی جلد کی غذا *Rich Skin Food* کے جذب کریں اس غذا میں خیرات بچوں کا تیل *Castor Oil* بھی ملا دیں تو سونے پر سہا لہ ہو جائے۔ آنکھوں کے بیچ کی بھولی ہوئی ہیر بھولوں اور پیشانی کی شکنوں کے لئے جی بی کریم اور تیل مفید ہے۔ اگر آنکھیں جھکنا اور سکیڑنے اور باغیچے پر جلنے کی وجہ سے لکیریں ٹھہری گئی ہیں۔ دو دن وقتاً چہرہ کا کسم *Stomachic* لگوانا۔ خاص رات بھر لگانا خوب خیر ثابت ہوگا۔

آنکھوں کا تیرھا پا اثر آنکھوں کی کمرہ نمودار ہوا کرتا ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عمر زیادہ نہیں ہوتی مگر پھر بھی لکیریں

دھری ٹھوڑی عمر جو بڑھتی جاتی ہے۔ وہ بچے جو ٹھوڑی اور چہرہ کے نیچے حصہ کو سمجھاتے ہیں دھیرے دھیرے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور لٹکتے لٹکتے ہیں بعض اوقات چہرہ کے خط کے نیچے چربی اکٹھی ہو جاتی ہے۔ اس طرح دھری ٹھوڑی نمودار ہو جاتی ہے۔ اگر چہ یہ جمع نہ ہونو کھال ڈھیلی ہو کے لٹکتی لگتی ہے۔ اور پھولی ہوئی تھیں نظر آنے لگتی ہیں۔ اس کی شکل تجربی دار لکھے کی ہو جاتی ہے۔ بالکل سامنے گھلا لہر دار معلوم ہوا کرتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں پُر اضمیاط محنت کی ضرورت ہے۔ جسے باقاعدہ کرتے رہنا پڑے گا۔ یہ کام چند روزہ نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ ٹھوڑی اور نسلوں کو بڑھے ہوئے ڈھیلے پڑنے میں ساہا سال لگتے ہیں کھلا وہ چند روزہ یا چند ہفتوں میں پھر کسے کیسے جان ہو سکتے ہیں۔

ڈھیلی جلد کو کسنے اور اس کی جگہ پر لاسنے کے ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ جسے گھر پر آسانی سے عمل میں لایا جاسکتا ہے اور وہ کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ مگر مستحق میں معجزہ برکات کی توقع نہ کیجئے۔ پہلے چہرہ کو ایسی کریم سے جو لگانے کے بعد مانی بن جائے۔ خوب صاف کریں۔ ملائم دھنی ہوئی روئی کی ایک مضبوط اور خوب گول کی ہوئی گدی بنائیں۔ اسے پانی سے مدار کریں۔ پھر سے کسی اچھے جلد تان۔ مینے والی دوا *Stomachic* منہ پر لگا کر اسے ترتیب کر لیں۔ اس سے کھلے کے بچوں کو اوپر کی جانب کھینچے جائیں۔ یاد رکھیں ہمیشہ اوپر کی طرف کھینچے جائیں۔ جبڑے کی ٹڈی کے مین نیچے کا حصہ اس گدی سے اس طرح دبا میں سنواریں جیسے کسی گولی ٹپی کے گولہ کو آپ سنوار کے صورت شکل بناتے ہیں۔ ٹھوڑی کی ٹک سے لے کر جبڑے کی ٹڈی کے ختم ہونے والے سر تک مین کان سے سامنے اس گوندھنے سنوارنے اور پھینکے کا سہہ جاری رکھیں۔ خوب یاد رکھیں کہ نیچے چہرہ کے بچوں کا سہا رہی۔ دہرے ہیں۔ جہاں جبڑے کی ٹڈی دونوں پیٹوں میں کھوڑی میں جما کے بنھائی گئی ہے۔ ان ہی دہرے سے چہرہ کے نیچے کے حصہ کے

نہر ان پر اثر انداز نہ ہو۔ جن کے چہرے میں عقل سلیم کی حقیری موجود رہنی چاہیے۔ جن اس وقت قائم رہ سکتا ہے۔ اگر اس کی حقیری پر جو جس گھٹنے صحت بخش خنیکہ کی علیحدہ پٹری پر کاسٹ کے کڑی کردی جا یا کہے۔ خنیکہ پٹری کو بھر دیتی ہے۔ وہ زیادہ بھری جاسکتی ہے۔ لیکن اس محنت و تکدود کے زمانہ میں ایسی صورتیں کیا ہیں۔

چہرہ کے پوڈ کو مندرجہ ذیل ترکیب سے لگایا جائے۔ تو نتائج حیرت خیز نظر آتے ہیں۔ اور وہ صورتیں بھی جو دکھائی سے خالی ہوتی ہیں۔ مزہبی بن جاتی ہیں۔ اگر ٹھوڈی خیر نمایاں اور غندہ کوبی ہوئی ہو تو چہرہ کے پوڈ کے مقابلہ میں اس پر ہلکا ہلکا پوڈ چھڑکا جائے۔ نتیجہ دیکھ کے خود بے ٹھوڑی دالی حیران ہوگی۔ اگر ٹھوڑی زیادہ نمایاں ہو تو اوپر کا طریقہ ملٹ دیجئے باقی چہرہ کے پوڈ کے مقابلہ میں اس کا پوڈ رکھا رکھئے۔ شے والی سپیلیاں بھی فرق کو دیکھ کے حیران رہ جائیں گی۔

اکثر ہولہبہ کو محنت سے لگایا ہوا سنگھار موسم کی زد میں چند گھنٹوں کے بعد ہی اثر نامشروع ہو جاتا ہے۔ پسینہ باریک باریک چٹنے صاف ستھرے پوڈ شدہ رخساروں پر قائم کر کے تباہ کن نتائج پیدا کر دیتا ہے۔ ٹھوڑی اور رخسار کے سنگھار کو تمام دن قائم رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ چیلے اوٹین منوے منگھہ صحت مند ٹھوڑی سی مقدار میں نرمی سے مہدیں لگا کے جب کہیں شے کہ وہ بالکل غائب ہو جائے۔ پھر اپنے چہرہ کا پوڈ اور دوسری روز (۲۴ گھنٹہ) لگائیں۔ پہلے سرخی لگائیں اس کے بعد پوڈ پھر نرم شبوسے زائد پوڈ چھڑا دیں۔ اب یہ سنگھار سارے دن قائم رہ سکے گا۔ اور گہمی اور اس کی شدت اس پر اثر انداز نہ ہوگی۔

خانگی ٹھوڑی تندرستی میں چیزیں رکھتے نکالتے وقت اگر کوئی غما کر کے کام میں لائی جائے تو ہاتھ بٹھکیں جیسے سج جاتی ہیں۔ اس ادنیٰ بات سے بڑا آرام ملتا ہے۔

نقلی فصل کے پلے ٹکڑے شیشے اور وحالت کی چیزیں کو صحت کرنے اور بچانے میں بڑی مدد دیتے ہیں۔

تارپین میں گرم دودھ ملا کے بیسے کچلے روئی ٹیپے پر مل کے لگانے سے وہ بالکل نیا ہو جاتا ہے۔

محمد ظفر

پڑ جاتی ہیں۔ ایسا عموماً آنکھوں کے دباؤ، تنک یا گہری گرمی طبیعت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بہت کم لوگوں کو اس کا احساس ہے کہ ہر صبح اور رات کو کسی عمدہ آنکھوں کے محلول سے آنکھیں بے حد مفید ہے اس سے آنکھوں کا دباؤ جاتا رہتا ہے۔ آنکھوں کی گرمی آرام پاتی ہیں اور ان کے پٹے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ہر حالت کو خاص آنکھوں کی کریم لگائیں۔ یہ گرمی احتیاط سے بنائی جاتی ہے۔ تاکہ آنکھوں کے جناسیت نازک رگ بچوں اور ان کے ارد گرد کے علاقوں کو توت پہنچائے۔ اس کے لگانے سے باریک باریک کیوں کا جال دور ہو جائے گا۔ جو دلفریب سے دلفریب آنکھ کو بدنامنا و تباہ ہے بہت بڑے حالات کے لئے اور بھی خاص خاص دوائیں اور ترکیبیں ہوتی جاتی ہیں۔ ایک ایسا نسخہ ہے جو آنکھوں کے نیچے چھوٹی مٹی کھال کو کم کر دیتا ہے۔ اسے آنکھوں کی کریم کے اوپر لگائیں۔ اس سے نہ صرف کیوں کو بلکہ غلٹوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ آنکھوں کے نیچے چھوٹے ہونے



گوشٹ اور گڑھوں کے مستقل قائم رہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحت میں کوئی خرابی ہے۔ بلاشبہ کریم اور روشن اس معاملہ میں مدد کریں گے مگر خرابی صحت کا اصل راز معلوم کر کے طبیب کی مدد سے اس کو دور ضرور کیا جائے۔ اس نسخہ کو تصور میں دیکھا جاسکتا ہے۔

گماہ گماہ آنکھوں کے نیچے گوشٹ بھول جائے تو نرم روئی کی گڈیاں ٹھنڈے پانی اور کھنے والے روشن میں بھگو کے لگائیں اور پھر ہلکی سی کریم ملائم پٹیکوں سے لگائیں۔

سنگھاری چٹکے عورتیں من و جمال کے لئے نمک و دو کر سکتی ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کا

سمیرین

وہاں موجود ہے۔ دوست نے مڑ کر اس مقام کو دیکھا مگر وہاں کوئی ہوتا تو اسے نظر آتا۔ تو بچی نے اپنے ہاتھ بھیلائے اور بولا۔ الیک تم سے مل کے میں بہت خوش ہوا۔ تمہیں میرے چوٹ لگنے کا حال کیسے معلوم ہوا؟ پھر اس کی نظر دوست پر پڑی اور بولا۔ اوہو جبک! انہوں نے یہاں ہمارے ملاقات الیک سے نہ کر سکا۔ دوست اس تغافل پر غبر مری شخصیت کے سامنے جھکا اور آہستہ آہستہ بولا۔ مجھے آپ سے مل کے بہت خوش ہوئی۔ امین یعنی تو بچی نے کہا۔ اچھا چاہتا ہوں۔ ہم قیول چاہیں گے۔ چنانچہ دوست نے چاکا حکم دیا۔ تو بچی ہوش ہو چکا تھا۔ پیالوں کے رکھے جانے کی آواز سے اسے بہر ہوش آیا۔ دوست نے ایک پیالی اس نظر نہ آنے والے شخص کے سامنے جس طرف وہ تو بچی منہ کر کے مات کرتا تھا رکھ دی اس کے کہنے سے وہ دوست اس غیر مری سستی سے بات کرنے لگا۔ دوست کو معلوم ہوتا تھا کہ تیسرا شخص اس جگہ ہے ضرور مگر نظر نہیں آتا۔ وہ بات اس طرح کرتا تھا گویا وہ کسی بات کا جواب دے رہا ہے تو بچی بھی اسی طرح بات چیت میں شریک ہو جاتا تھا۔ اچانک بچی کی آنکھیں پھراں۔ اور وہ بستر پر بیٹھ کر بے جان گر پڑا۔ دوست نے اسی تاریخ وقت وغیرہ جہاز کے روزنامے میں مددج کر لے کہ امین ملک کی خاطر جان قربان کرے گا۔ چند روز بعد اس تو بچی کا باب اس سے ملنے آیا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ تم میرے بیٹے الیک سے بھی کہیں ملے ہو۔ اس نے انکار کیا۔ لیکن وہ نام سن کے چونک حذر فرما۔ باپ نے کہا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بڑے بھائی تھے۔ اس نے ایک کاغذ نکالا جس پر تاریخ ۱۵ مئی مئی پڑی تھی اور لکھا تھا کہ انہوں نے آپ کا لڑکا الیک ملک پر قربان ہو گیا۔ دوست کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے جہاز کا وہ مکہ آگیا جس میں تو بچی امین نے اپنے بھائی الیک کو دیکھ کر اس سے بات کرنی شروع کی تھی معلوم ہوتا ہے دونوں بھائی ایک ہی تاریخ و وقت میں ایک ہی کام میں یعنی جنگی خدمت میں مرے اور ایک ساتھ ملک عدم کو روانہ ہوئے

دو بھائیوں کی موت غشتی جہاز چند ہوسرے تجارتی جہازوں کے ہمراہ شمالی بحیرہ اوقیانوس کو جا رہا تھا اس لڑائی کی طرح اس وقت بھی جہازیں آبدوزوں نے سمندروں میں تباہی برپا کر رکھی تھی۔ اس جہاز کا ہر شخص دیکھ بھال میں مستعد کھڑا تھا۔ اچانک ایک طرف ایک ہر معلوم ہوئی۔ اور جب تک آبدوز کی چوٹی اور برائے۔ دونوں کے منہ ادھر کر دیئے گئے اور ہر ایک کے تو بچی نے گھوڑا دبا یا مگر توپ نہ چلی۔ دوسری دھند پھر دبا یا پھر بھی توپ نہ چلی۔ دوسری توپ سے جہاز اٹھی اور غضب کی گنت ہوا میں پیدا ہوئی سمندر کی سطح پر پھیل گیا جس سے معلوم ہو گیا کہ آبدوز تو بچی کے ہمراہ ایک کا تو بچی اپنے خیالات میں محو تھا۔ فائدہ یہ ہے کہ اگر توپ نہ چلتے تو اسے احتیاط سے ایک طرف کو دبا یا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے مگر اس تو بچی نے ایک کے توپ کے دہانہ کا بیج گھما کے کھول ڈالا۔ معاً ایک گرج پیدا ہوئی اور توپ پیچھے کو چل پڑی۔ تو بچی ہوش ہو کے گر پڑا۔ اسے کمرہ میں پہنچا دیا گیا۔ ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد کہا کہ اسے اندرونی چوٹ آئی ہے۔ حالت خراب ہے اور دماغ پر بھی اثر پڑا ہے۔ اس کا ایک دوست اسے دیکھنے اندر گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا معمولی زرد چہرہ اس وقت لٹھے کی طرح سفید ہو رہا ہے اور وہ آنکھیں بند کئے سہارہ سے بستر پر لیٹا ہے۔ آنکھیں کھول کے اس نے دوست کا استقبال کیا۔ اور بولا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری ٹانگیں غائب ہیں۔ بعد میں اس دوست کو معلوم ہوا کہ اس کا بھائی دھڑا مفلوج ہو گیا تھا۔ اس نے اُسے بتایا کہ اس کی ہی توپ نے آبدوز ڈوبو دی ہے۔ وہ بیٹن کے بہت خوش ہوا۔ وہ پھر ہوش ہو گیا۔ دوست چلنے کے لئے اٹھنے کو تھا کہ تو بچی ایک خاص جوش سے جس سے اس کا دوست حیران رہ گیا جاگا اور بستر پر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ عجیب روشنی سے چمک اٹھا۔ وہ اس دوست کی طرف دیکھنے کی بجائے کمرہ میں کسی اور کو دیکھ رہا تھا۔ گویا وہ

یہ واقعہ صحیح بتایا گیا ہے۔ صرف نام بدل دیئے گئے ہیں۔

شادی کے دستور ہیں، جو بات ایک جگہ معیوب ہے

دوسری جگہ مناسب و معقول ہے۔ کتاؤ دشنامی امریکہ کے دیسی باشندے
آزاد نشی شادی کرتے ہیں۔ اگر تھ جائے تو شادی قائم رکھتے ہیں۔ مگر
اپنی اپنی راہ لیتے ہیں۔ مٹھا سکرمیں بھائیوں کی اولاد آپس میں شادی
کرتی ہے تاکہ جائداد باہر نہ جائے۔ لیکن بہنوں کی اولاد سے ناٹھ نہیں
کیا جاتا۔ نسبت میں ایک عورت کی کئی شہرہ کرتی ہے۔ رنگا میں بھی یہ دستور
پایا جاتا ہے۔ جزیرہ ہوائی میں سردار اپنے سے نیچے درجہ کی عورت
سے شادی کرتا ہے۔ خواہ سنگی بہن ہی کیوں نہ ہو یا چچی بھوپھی ہی ہو۔
تانا ریوں میں ایک وقت میں دو بہنوں سے شادی کا رواج ہے۔
اسے مسلمانوں میں حرام بتایا گیا ہے۔ اکثر قوموں میں ہٹ بھائی کی
موت پر بیوہ چھوئے بھائی کے عقد میں آجاتی ہے اور اس کی
بعد کی اولاد بڑے ہی کی اولاد سمجھی جاتی ہے۔ اس شادی سے بیوہ
کو ہی تسلی نہیں دی جاتی بلکہ بھائی کی موت کا بھی احترام ملحوظ
ہوتا ہے۔

فوج کی خوراک

پہلے فوجوں کے ساتھ کوئی باورچی خانہ
نہ ہوتا تھا۔ جیسے آج کل کسٹریٹ کا محکمہ
ساتھ ساتھ ہوتا ہے جس ملک پر حملہ کیا جاتا ہے وہ فوجیوں کی خوراک
وغیرہ کا نڈکا رہتا تھا۔ پولینڈ دنیا کا بہت بڑا سپاہی اور سیلا
مانا جاتا ہے۔ اس نے بھی اپنی فوج کے لئے کوئی رسد رسانی کا محکمہ
قائم نہ کر رکھا تھا۔ حقیقت میں وہ ان باتوں کو بیکار سمجھ کے تجارت
سے دیکھتا تھا۔ اس کی فوج حملہ کئے ہوئے علاقہ سے خوراک حاصل
کرتی تھی۔ یہ طریقہ بہت سستا تھا۔ مگر اندیشہ ناک تھا۔ جب تک
اس کی فوجیں آسٹریا اور جرمنی جیسے زرخیز ملکوں پر حملہ آور رہیں ان
کا کام خوب بتا رہا۔ اُلی پر تملہ کرتے۔ ذلت چولین سے فوج کو دہل
کی کوٹ اور طرح طرح کی غذاؤں کا لالچ دیا کہ تمہاری نیت کی منظر
ہیں۔ اور سب مٹھا رہی ہیں لیکن جب اس نے اس پر حملہ کیا وہاں
برف ہی برف تھی۔ اس پر فوج کیسے زندہ رہتی۔ فقر سب سارا شک
تباہ ہو گیا۔ اور خرد خرد زمین کی قسمت نے انہیں بلٹا کھا یا۔
جب جنگ کر سیر ہوئی اور انگریزی فوجیں ترکوں کی طرف سے

سے لڑیں اس وقت فوج کے کھانے کی تسکینوں سے انگریزوں
کے کان کھٹے ہوئے۔ اس وقت بسکٹ رائج ہوئے جوئے اور
پانی اور گوشت کا مجموعہ سب بھی ایسے بسکٹوں کا ایضاً شکروں
میں ذخیرہ ہوتا ہے۔ چمکا ڈھنوں کے ڈھیر ہوتے ہیں مگر عموماً ایسا ہوتا
ہے کہ سپاہی اپنی خدمت کے تین سال پورے کر آتا ہے اور اسے
ضرورت ہی پیش نہیں آتی کہ اسے مین کھول کر یہ بسکٹ کھانے میں
رسد رسانی اور باورچی خانوں کا بہت اچھا انتظام ہے۔ بالکل
صحیح ہے کہ اکثر سپاہیوں کو اپنے گھروں سے بہتر فوج میں کھانا
میتا ہے۔ راج محکمہ فوج نے فوجیوں کے معدوں کا خاص خیال
رکھا ہے۔ پہلے زمانہ میں ان کے ہتھیاروں کا خیال کیا جاتا تھا۔
مگر معدوں کا خیال خود سپاہیوں کو ہی رکھنا پڑتا تھا۔

چھلکے طبا
کچھ عرصہ ہوا امریکہ کے ایک ڈاکٹر نے پھیلیں
سندھوں اور جوہوں پر یہ تجربہ کئے کہ جو
اعضا جواب دے جائیں۔ ان میں دوبارہ جان ڈالی جاسکتی ہے۔
تجربہ کے بعد اس نے بتایا کہ اندھے جوہے ماحول دھڑک رہے مارنے
کے بعد نہ بڑے ٹکڑے تک جا پہنچے۔ مگر جن کی آنکھیں دوبارہ
زندہ کی گئیں وہ فوراً پتھر پر جا ٹوٹے۔

تحقیقوں کا نظریہ ہے کہ زمین کی حرارت آہستہ آہستہ بڑھتی
جا رہی ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو زمین ایک پگھلتا ہوا استارہ
بن جائے گی۔ جو قطب کی تحقیقات نے ان لوگوں کو اس نتیجہ پر
پہنچایا ہے۔

یورپ میں کاغذ کی بوتلیں بنانے کا تجربہ کیا جا رہا تھا۔ ایک بوتل
پر ایک پیسہ لاگت آتی ہے۔ کاغذ کی بوتلوں سے یہ کم وزنی اور زیاہ
پائدار ہوتی ہیں بمضبوط بھی بہت ہیں۔ ان میں دودھ اور دوائیں
بھر کے رکھی جاسکتی ہیں۔

امریکیں ماہ جول میں ایک شادی شدہ ۳۸ سالہ عورت نے
جاتو سے زبان کاٹ دی۔ اسے خون کی ندی میں مت بہت زمین پر
پا گیا۔ پاس ہی ایک میز پر بیٹھا جس پر دس نے کھانا کھانے میں
اٹھ سے بہت دعا مانگی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اس کا یہی علاج ہے
کہ وہ مذاق ہی نہ رہے جس نے اللہ پر اثر نہ کیا۔

محمد ظفر

بزم عصمت

میں دلی مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری پیاری خالہ زاد بہن عائشہ عبدالکبیر صاحبہ کی شادی خانہ آبادی جناب کریم موسیٰ خاڑی صاحب کے خلیفہ اکبر صوبیدار عبدالنشا خاڑی صاحب کے ساتھ ۱۰ ارجن ستمبر ۱۹۴۳ء کو بخیر و خوبی انجام پائی۔ خالہ زاد کریم انہیں یہ نئی زندگی مبارک کرے اس خوشی میں میں انہیں پیارے عصمت کی خریداری کرتی ہوں۔

(عبدوسف کلکتہ خریداری نمبر ۱۰۷۷)

خریداری نمبر ۴۶۵۴ نام فاخرہ بیگم فلم گدھ صاحبہ نے سچے دائرہ نظر اور دین و دہن کی سوئی کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ چنانچہ میں ان کو اطلاع دیتی ہوں کہ یہ سب چیزیں مندرجہ ذیل دکان سے بہت کفایت اور آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہیں:- "حافظ رشید احمد اینڈ سنس سبزنئیڈی رائے بریلی"

(کنیز فاطمہ خریداری نمبر ۶۷۴)

مارچ کے عصمت میں بہن ذاکرہ خاتون فرحت نے روتی دور کرنے کی ترکیب لکھی تھی۔ اسے باغ مرتبہ آزمایا جا چکا ہے۔ گراہی تک فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ کیا وجہ ہے؟ اگر چھینے میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو بہن صاحبہ بیچ فرمائیں و نیز اس سے مطمع فرمائیں کہ کتنے عرصہ اور اس کا استعمال ضروری ہے۔

(خریداری نمبر ۸۲۹۲)

عرصہ چار سال سے میری ایک عزیز بہیلی مرض میں مبتلا ہیں۔ حکیم، ڈاکٹر اور کبیراج سے انہوں نے علاج کروا لیا ہے۔ فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی بہن یا بھائی اس کا علاج جانتی ہوں یا تقریری نسخہ ان کے پاس ہو تو مع برہنہ کے "بزم عصمت" میں شائع کر کے ممنون کریں۔ (آمنہ خاتون علیہ ابراہیم علی)

میرے چہرہ پر رواں پیدا ہوتا ہے جو کہ بڑھ کر بالوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ کئی نسخے استعمال کئے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اگر کسی عصمتی بہن کو کوئی ایسا نسخہ معلوم ہو جس کے استعمال سے روئیں

میں بڑھنے کی صلاحیت باقی نہ رہے تو بذریعہ بزم عصمت مطمع فرمائیں۔ بزم سیر بہرہ کنیا بھی ہے۔ کوئی ایسا مجاہد بستی بھی لکھیں جس سے عینا سہت دور ہو جائے۔ (خریداری نمبر ۶۴۲۸)

بک بہن کے چہرہ کے مساب بہت بڑے ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے چہرہ چکنا چٹنا ہے۔ کوئی بھائی بہن کسی ایسی دوا سے بذریعہ بزم عصمت مطمع کریں جو آسانی سے مل سکے اور جلد کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ (امیں فاطمہ بلگرامی)

نقرہ سال سے میرے سر کے بال سبھی سے سرخی کی حالت میں ہلکے ہلکے کرنے سے زیادہ نہیں گرتے۔ لیکن وہ مافوقاً کم ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر بال کا سرور ہر گویا ہے۔ براہ کرم عصمتی بہنیں اس طرح مزید ہو کہ کوئی عجیب نسخہ تحریر فرما کر شکر یہ کا موقع دیں۔ (خریداری نمبر ۶۳۴۴)

میں ممنون احسان ہوں گی اگر کوئی عصمتی بہن یہ بتائیں کہ کوئی مقام۔ پٹی یا پٹی (ہوائی صنایع ایرورڈ۔ صوبہ مدراس کے نزدیک) دہائے کاویری کے کنارے واقع ہے یا نہیں۔

(خریداری نمبر ۶۲۰۵)

ضرورت ہے

میزین دو بچیاں ہیں ۵ اور ۱۳ سال کی ان کے لئے مجھے ایک شریف اور نیک عورت کی ضرورت ہے جو بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت کر سکے غسل کرانا کپڑے بدلنا وقت پر کھانا کھلانا وغیرہ ان کاموں کے علاوہ اگر کلام مجید اور اردو بھی پڑھا سکے تو اچھا ہے کھانا ہمارے ساتھ ہوگا۔ تنخواہ ۳۰ روپیہ ماہوار اس کے علاوہ ہوگی۔

بیگم ناز عہد الحمید غنی

۱۶ اسکال روڈ مغل پورہ۔ پنجاب

تور سے پیچھے حلیہ اعلان

وہ عورتیں جو کسی پوشیدہ مرض کی وجہ سے کمزور پندلیوں کے درجہ پر
کی زردی دہلا پڑیں اور کمزوری میں مبتلا ہیں یا کسی بیماری کے بعد کمزوری
میں مبتلا ہیں وہ حیاتین استعمال کریں جو عورتوں کی پریم کی کمزوریوں کو
دور کرنے میں قابل رشک اور حلیہ اثر رکھتی ہے۔ جو عورتیں جو
اشتبہ بارزوں کی قریب دی اور طبعی پٹری باتوں سے تنگ آ کر شک و شبہ
میں پڑ جاتی ہیں ان کو اس سچائی کا یقین دلانے کی غرض سے میں خدا کو گواہ
کر کے اعلان کرتی ہوں کہ اگر آپ کے ساتھ دیکھا یا قریب کردوں تو خدا
کے ہاں کی مواخذہ دیا ہوگی۔ اور دنیا میں بھی خدا میرا شہدہ کا لاکرے گا۔ خدا
گواہ ہے میرا مقصد کما نا ہی نہیں بلکہ خلق خدا کو نفع پہنچانا بھی ہے۔
کیا یہ ممکن نہیں کہ ہزاروں قریبی اشتباہ بارزوں میں ایک
ایسا انسان بھی پیدا ہو جائے جو حقیقی معنوں میں خلق کی خدمت
کر کر بالکل صحیح اور اصلی اجزاء سے تیار کی ہوئی دوا آپ ہم
پہنچا دے۔ چند روپوں کی کوئی بات نہیں اگر آپ نماز نہیں پڑھتی
یا روزہ نہیں رکھتیں لیکن خدا کو دل سے ایک مانتی ہیں تو اس پر بھی
کر کے حیاتین استعمال کریں اور میری سچائی کا امتحان کریں۔ یہاں
بھی خدا آپ کے اور میرے درمیان ہے۔ اور خیر کے دن بھی میں اور
آپ اس کے حضور میں پیش ہوں گے۔ اگر آپ کو دھوکہ دوں اور
دراجموئی ثابت ہو تو آپ کا ہاتھ اور میرا گریبان ہوگا۔ اطمینان رکھیں
حیاتین دہلی کے شاہی محلہ انجنیوں کا پتھر ہے اور دوا خانہ رفتی نرین
میں جس کی آمدنی حکیم این۔ اسے خاں کے آنکھوں کے پتھرانی شفا مانا
برخرج ہوتی ہے ایمان داری کے ساتھ بیش قیمت اجزاء سے تیار کی
جاتی ہے۔ جو عورتوں کے پریم کے پوشیدہ امراض جن کے نتیجے میں
کمزور پندلیوں کا دور سر کا چکرانا۔ آنکھوں کے بجھے اندھیرا آنا۔ چہرہ
کی زردی کمزوری۔ دہلا پڑیں اور ہاتھ پیروں کی کاپی وغیرہ پیدا
ہو جاتے ہیں۔ سب کو دور کر کے ہاتھ پیروں میں طاقت پیدا کرتی
ہے۔ جسم کو سڈول اور مضبوط بناتی ہے۔ نعل معجم کو درست کر کے
خدا کو جزو بدن بناتی ہے۔ مزاج کے چرچرے بن کو دور کر کے
طبیعت کو منشا شیشا کش کرتی ہے۔ دل و دماغ اور حافظہ کو
قوی کرتی ہے۔ بدن میں خون بکثرت پیدا کر کے چہرہ کو گلاب
کے مانند نر و تازہ خوش رنگ اور سرخ و سفید بناتی ہے۔
قیمت جس روز کی دوا پانچ روپیہ چار آنہ

ملنے کا بندہ
طبیہ حاذقہ اسے خاتون منتظمہ دوا خانہ
رفیق نسواں کے اچھتہ لال میاں۔
ماتا والی سٹریٹ دھلی

نزع کی حالت کے مریض بھی اچھے ہو گئے ہیں
ایچ ریجو وینو (۱) اس کو جسم پر تل کر حام کیا کریں بچے۔
برس، بوڑھے، جوڑیں بڑی ٹھیک توانا

طاقتور جوان ہستے ہیں بلکہ بعض امردی طویل العمری بھی حاصل ہو چکی ہے کیسے بھی
کہندہ امراض کمزوریاں ہوں خود بخود دفع ہو جاتی ہیں شیمی جی جی ہے

دوا، حالت مریض میں اس کو جسم پر ملنے سے خون کا دوران درست اور
جسم میں حرارت غریزی قائم رہتی ہے۔ نزع کی حالت کے مریض شفا یاب
ہو گئے ہیں۔ اگر کسی مرض کی شدت کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے
یا موت کے حملہ سے جسم سرد پڑنے لگے تو فوراً اس کو جسم پر ملیں اور اس
کے اعجازی اثرات دیکھیں۔ جسم میں فوراً حرارت غریزی طاقی
ہے اس کی ہلکی ماش سے کیسے ہی درد گھٹیا۔ نزع کے اثرات دور
ہو جانے ہیں۔ بارش، چارے میں زچاؤں۔ بچوں۔ بوڑھوں
کو گرم رکھتا ہے۔ فی ششی دور و سپاٹھ آنہ

ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ ہر بڑی دکان میں ملتی ہے۔ یا
امپیریل پوسٹ بکس نمبر ۷۹ حیدر آباد وکن سے طلب نہایں

پینٹا لیو کو
عورتوں کے سب سے خطرناک مریض کو صحیح اور مکمل علاج
سریل الاثر دوائیں اکثر عارضی طور پر نازدہ دیتی ہیں لیکن بعد کے
تکلیفیں شائع کیوں کہ پرق دوا لگی اور سینکڑوں قسم کے امراض
میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان سے بچنے اور اپنی خندہ رستی کو
قائم رکھنے کے لئے

پینٹا لیو کو
استعمال کیجئے جو آپ کے اعصاب میں نوت پیدا کر کے آپ
کو اس نامراد مرض سے نجات دلا کر صحیح اور منتقل تندرستی
بخشے گی۔ قیمت فی بکس پانچ روپیہ مع محصول ڈاک نصف قیمت
پیشگی آتی چاہئے۔
ملنے کا بندہ
پینٹا گون پروڈکس سرائے ریگل بلڈنگ نئی دہلی

دورین

جنگِ صغلیہ کی ہفتہ تک خوف و گھبراہٹ کی فضا پیدا

کرنے کے بعد اتحادیوں نے سسلی یعنی جزیرہ صغلیہ پر سامانِ جنگ اور فوجیں اتار دیں۔ محوریوں نے سمولی مقابلہ کے بعد نیچے ٹھکانا شروع کر دیا اور اتحادیوں کو شروع میں اندیشہ تھا کہ وہاں انھیں فوجیں اتار نہیں سکتیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چونکہ ان کے لئے ساحل پر کوئی حفاظتی صورت نہ ہوگی۔ اس لئے محوری ہوائی جہاز اُن کے بحری جہازوں اور سیاحیوں اور دیگر سامانِ جنگ کا سخت نقصان کریں گے۔ اور برابر پریشان کرتے رہیں گے۔ مگر ان کا یہ قیاس درست نہیں نکلا۔ جنوبی اور شرقی ساحلوں پر مشقہمی کرتے ہوئے انہوں نے اوسط سیرکیوس پر اور اندرون ملک میں رفسہ مدلیقہ سقوطیہ اور اخیجنتہ پریقینہ کر لیا۔ قطانیہ کی بندرگاہ صرف چھ میل کے فاصلہ پر رہ گئی ہے اس میدان میں جرمنوں کی تازہ دم فوجیں پہنچ گئی ہیں۔ اور انہوں نے بڑی تندی سے لڑنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن امریکی اور انگریزی دباؤ اس قدر زیادہ ہے کہ جرمنی اپنی بے بسی کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جرمنوں نے وسطی جزیرہ میں اتحادیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے صغلیہ کا ایک تہائی حصہ اس وقت اتحادیوں کے ہاتھ میں آچکا ہے۔ اور جرنیل الکزنڈر اس کا فوجی حاکم بنا دیا گیا ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے کہ صوملی کی پارٹی جزیرہ میں منوع تزاردی گئی ہے دشمنوں کو کسی قسم کی مدد دینا جرم ہے۔ اگر باشندے ونا دار اور با امن رہے تو انہیں کسی قسم کی تحفیت نہ پہنچے گی۔ نہ ان کی جان و مال سے کسی قسم کا تعرض کیا جائے گا۔ سارے اہلی میں پریشانی پھیلی ہوئی ہے۔ اب وہ اس جنگ کو موت و زندگی کا سوال سمجھ رہے ہیں۔ ان کے لیڈر اسی قسم کی تقریریں کر کے انہیں مضبوط بنا رہے ہیں۔ ادھر اتحادی ریڈیو کے ذریعہ اطالویوں کو ان کی صورتِ حالات سے آگاہ کر کے ہتھیار ڈال دینے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ کہ اب انہوں نے اطاعت

قبول کرنی تو ان سے نرمی برنی پائے گی۔ یہ سب سنہ ترین بندرگاہ نیپلز میونس کی بندرگاہ بڑھت۔ جس میں کئی ہزار سرب بڑھ اتحادی جہازوں کا مرکز بن گیا ہے صغلیہ کی بندرگاہ مرسلہ میونس سے صرف ۵۰ میل دور ہے۔ اسی دورے بوب کو اطمینان دیا ہے کہ ان کی غیر جانب داری کا احضام کیا جائے گا۔ یہ جنگ صوملی اور اس کے طرفداروں کے خلاف ہے۔ ان کی بیخانی کے بعد اطالویوں کو سہولتیں ہم پہنچی جاسکیں گی۔ انجی دیوں کی طہاریوں اور جھوٹے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ تو قریب میں جزیرہ سادامینہ اور اہلی کے جنوبی حصہ یہ جگہ جگہ فوجیں اتار کے محاذ قائم کر رہے ہیں گے۔ تاکہ اہلی اپنی بے بسی دیکھ کر اساتھ نہ جوتے ہوئے اتحادیوں کے آگے سر اطاعت چھڑانے میں جی بخت سمجھ رہے ہیں اندیشہ کیا جا رہا ہے کہ اتحادی بقدر، بون، خبرہ بڑی فوج کسی شروع کر دیں۔ اتحادیوں کی ہونی طائب اب جرمنی کی طاقت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے۔ ہتھیروں کے ذریعہ اتحادی فوجیں اتاری جا رہی ہیں۔ بیکھرہ دم میں محوری جہازوں کے راز۔ دھماکا کیا جا رہا ہے ہر طرح اس سارے علاقہ میں فوجی ہائیڈرو ہے گو قرائن سے پایا جاتا ہے کہ اب صغلیہ میں زبردست تبدیلیاں گے مگر انجام کار ان کو ہڈانگ کے جزیرہ خلی زائے سا کا۔ اہلی کی سرزمین میدان جنگ بن جائے گی۔

روسی محاذ اس دفعہ جرمنی نے زنبار سے ہمہ میں جارحانہ اقدام کے سلسلہ میں غیر معمولی تاخیر سے کام لینا خیال یہ ہے کہ اس نے اتحادی حملہ یورپ کی وجہ سے روس پر اپنا گمانی حملہ شروع نہیں کیا۔ روسیوں نے اہل سیل سے زیادہ کے محاذ پر انہیں مدد و فوج رکھ کے اتحادیوں کو پیش قدمی دے دینی چاہی ہے۔ جرمنی کی فوجیں جلد جلد نقل و حرکت کرتی دیکھی گئی ہیں مغربی فرانس۔ جنوبی یورپ۔ بیلان اور یونان کی طرف اس کی فوجیں اور سامانِ جنگ ہر جگہ جا رہے ہیں۔ جس کے یہی معنی نکلتے ہیں کہ اتحادی حملے سے متعلق وہ پریشان ہے کہ خدا جانے کہاں ہو

کیا آپ کے گھر میں ننھے بچے ہیں؟

اگر آپ تو بچوں کی تربیت "سنگ ایجنٹ" کیونکہ بچوں کی پرورش و تربیت پر اس قدر آسانی پزیر ہیں اس لیے مفید کتاب اردو میں آج تک شائع نہیں ہوئی دہلی کے مشہور گھر والوں میں بچوں کی پرورش میں جن باتوں کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ آج جن بیاریوں پر فریضات خرچ کی جاتی ہیں اور اس وقت پیسوں میں کام ہو جاتا تھا۔ وہ نسخے اس میں جمع کئے گئے ہیں۔ بھوسائیس اور صحت کے اصولوں پر کتاب لکھی گئی ہے۔ اور ذاتی تجربے بیان کئے گئے ہیں انمولی علی خاں وصال پوری سابق پروفیسر رکنش یونیورسٹی بیروت۔ دوسری دفعہ جی پی۔ قیمت ۱۲/-

زنانہ بچوں اور لڑکیوں کے لئے سنسنی خیز کتابوں کا مجموعہ

(۱) بسم اللہ کی کتاب (۲) کمبلیوں کی کتاب (۳) کھیل کی کتاب (۴) ننھے کی کتاب (۵) نماز کی کتاب (۶) کھانے پکوانے کی کتاب (۷) تندرستی کی کتاب (۸) تہذیب ادب اور اخلاق کی کتاب (۹) پردہ کی کتاب (۱۰) خانہ داری کی کتاب۔ جو کتاب جس مضمون پر بھی غور کی جائے مکمل ہے۔ بچوں اور لڑکیوں کے لئے زنانہ بسم نہایت ہی مفید اور کام کی کتاب ہے۔ اور عجیب بھی اتنی ہے کہ وہ خوش خوشی اور شرم سے بار بار پڑھتی ہیں۔ ضخامت پونے دو سو صفحے سے کچھ کم نہیں پانچویں دفعہ جی پی۔

انعام تاسیاب اگر بادی قیمت علیہ ایک دو ہند گروہم و سپر لک کی افسانہ نگار شہزادہ اور شہزادی کی دلچسپ داستانیں جن سے معلوم ہوگا کہ کس وجہ سے ایک شریف عورت اپنے شوہر کو ایک دوسری عورت کے حوالہ کر دیتی ہے۔ لالچ بے ایمانی سنگی جذبات کے قابل نفیس مرتبہ احسان فراموشی۔ محسوس کی گئی ہے۔ اور مقامات استقلال۔ دور اندیشی کی فتح ایک سبق آموز آواز ہے جو نیا سنگ لکھتی شری مشکلات کا مقابلہ کرنے پر بھی عورت اعلیٰ تعلیم۔ سلیقہ شعلی۔ اور صلاح نامی کی بدولت زندگی خوش گوار بناتی اور قوی خدمت انجام دے سکتی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ جلیہ بیگم صاحبہ کلکتہ کی تصنیف ہے۔ قیمت ۱۲/- دوسری دفعہ جی پی۔

سہنی کی باتیں عامیانہ اور بازاری لکھنے میں جو چمک رہی ہے کی محکم قافیہ کے لئے طبع از مہذب لکھنے میں نہیں پڑے کہ جس پر وہ انسانی بھی بننے پڑے نہ سنے۔ لطیف یہ کہ قمار تہذیب سے گرا ہوا کوئی لطیف نہیں مہذب خلافت کی بہترین کتاب ہے جو عورتوں، مردوں اور بچوں کو ہندو از مغرب آمنہ نازنی ادب فاضل تیسری دفعہ جی پی ہے۔ قیمت ۱۲/-

ملنے کا پتہ

عصمت بک ڈپو۔ دہلی

میوٹرین

کے استعمال سے

جائیں کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ کیل و ماسوں کو جڑے اکھڑ بھینکتی ہے بچہ لویں اور بد نما داغوں کو دور کر کے چہرے کو خوبصورت بناتی ہے۔ پھوڑے پھس کے لئے مجرب ہے۔ قدرتی پیداوار اور خوشبودار بچوں سے تیار کی جاتی ہے۔ سپیلیوں اور دوستوں کو پیش کرنے کا بہترین تحفہ ہے۔ تمام جنرل مرچنٹ اور کمیٹی بچے ہیں۔

قیمت ایک روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک جنرل میجر اے جہانگیر جی اینڈ کو سول ایجنٹ

ایس۔ بی۔ احمد مرچنٹ اینڈ ایجنٹ نہر سادات خاں طوطہ میدا۔ دہلی

ضرورت

میونسپل گرل اسکول کے لئے اردو انگریزی

پڑھانے کے لئے معقول تنخواہ پر ماسٹروں

کی ضرورت ہے۔ درخواست میں یہ ظاہر کر دیا جائے

کہ کم سے کم کتنی تنخواہ منظور ہوگی۔

پریسڈنٹ میونسپل کمیٹی

راج ناند گاؤں۔ سی۔ بی۔

پرائمرکرو کافی علاقہ پر قابض ہو چکے ہیں۔ اتحادیوں نے قیڈا وغیرہ پرائمرکرو جیسے شہر کو فتح کر دیے۔ ابال کو اتحادی فتح کر لینے کا غرض کر چکے ہیں۔ اس کے ارد گرد جزیروں کی ایک سنجھم باڑ جا پانیوں نے قائم کر رکھی ہے چین میں بھی پیچھے پیٹ جانے کے بعد اب پھر صوبہ یونان میں حملہ آور ہو گیا ہے۔ آسٹریلیا اب پہلے سے زیادہ امید افزا حالت میں ہیں۔ ان کو اب جاپانی حملہ کا خطرہ نہیں ستا رہا۔ برابر انگریزی اور امریکی ہوائی جہاز حملے کر کر کے جاپانیوں کا سخت نقصان کر رہے ہیں۔

جرمنی سے ہوائی جنگ امریکی اور انگریزی ہوائی جہاز

علاقوں پر ہوائی حملے کر کے سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جرمنوں نے اس علاقہ کو زیادہ مضبوط بنالیا ہے۔ ایک ہزار سے زیادہ لڑاکا جہاز اور تیس ہزار ہوائی توپیں وہاں جرمنوں نے پہنچا دی ہیں۔ اس وجہ سے اتحادیوں کے ہفتہ ۱۷ بار جہاز تباہ ہو گئے۔

موسم خراب ہونے کی حالت میں ایک ہی رات میں جرمن ہوائی جہازوں نے بادلوں میں سے نکل کے اٹھا کر اتحادی جہاز کو گادیے مگر اٹلوی سپہ سالاروں نے اس نقصان کو فائدہ کے مقابلہ میں کم سمجھا ہے۔ اسی وجہ سے وہ حملہ جاری رکھے ہوئے۔ جنوبی یورپ میں رجہ جگہ ہوائی حملے کے جارہے ہیں۔ اب اتحادی بغاوتیں ہوائی حملوں کا سلسلہ قائم کر دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جرمنی کے ہوائی جہاز بھی انگلستان پر مختلف مقامات پر ہوائی حملے کرتے رہے۔ بعض مجروحوں کا خیال ہے کہ جنوبی یورپ میں اتحادیوں کو جنگ میں مصروف کر کے جرمن انگلستان پر ہوائی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اس میں کامیاب نہ ہوں گے اور اس میں ان کا نقصان بھی بہت ہوگا۔ اس کو جانے ہوئے وہ اس کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اسے عمل میں لایا جائے۔ جرمنی اب بوکھلایا ہو معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ اندھا دھند اس قسم کے فعل پر تیارہ نظر آتا ہے

ماروں کا جھرمٹ ہندوستان کے نئے ڈاکٹر نے ستر جیوٹ دیوں کو لاندہ بنا دیے گئے ہیں

خیر آباد وکن میں مصلیٰ کا شکار ممنوع قرار دیا گیا ہے

اندرس ہے کرانا شہنشاہ علی تھانوی کا جو بہت بڑے عالم و محدث تھے ۴

وہ عقلیہ کے حملہ کو دوسرا حملہ نہیں سمجھ رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اتحادیوں کو یورپ کے کسی حصہ پر حملہ کرنے پر نائل کرنے کے لئے کورسک اور اوریل کے علاقہ میں زبردست حملہ شروع کر دیا اور روسی فوجوں کے سخت حصار میں گھس کے ایک سہ سکندری قائم کر دی ہے۔ مگر وہ اس کو زیادہ وسیع نہیں کر سکا سخت جنگ ہوئی جس میں طرفین کا سخت نقصان ہوا۔ بے شمار طیارے اور فلا دی گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ بے شمار سپاہی مارے گئے۔ اور گرفتار ہوئے۔ اب روسیوں نے جوائی حملہ کر کے جرمنوں کو دبا لیا۔ اور اوریل کے بہت قریب پہنچ گئے۔ اور اس اہم جنگی مقام کو بلڈر جرمنوں سے چھین لینے کا ارکان نظر آ رہا ہے۔ اتحادی بھڑوں کو یہی خیال تھا کہ جرمنی کا یہ سخت حملہ روسیوں کو حلاطاعت قبول کر لینے پر مجبور کر دینے کے لئے ہے مگر اس ہفتہ کے واقعات نے اس خیال کو درست ثابت نہیں کیا۔ یہی نظر آتا ہے کہ جرمن اس موسم گرما میں روس میں مدافعت پر رہنا چاہتا ہے۔ وہ انگریزوں اور امریکیوں سے دو ہاتھ کرنا چاہتا ہے۔ مگر اب یہ دونوں اس قدر طاقتور ہو گئے ہیں کہ ان کو کچھاڑ دینا اس کے بس کا روگ نہیں معلوم ہوتا۔ مگر جرمنی جنگ کو لمبا کر دینا چاہتا ہے اور اس عرصہ میں وہ اتحادیوں میں بھوٹ ڈالنے کی ادھیڑ میں لگا ہوا ہے۔ تاکہ اتحادی اس سے ابھی صلح کر لیں جس سے وہ شکست کے بڑے نتائج سے بچ سکے۔

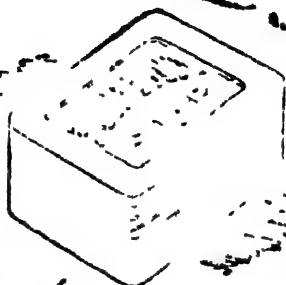
جاپان سے جنگ نیوگنی کے امریکی سپہ سالار نے

کہا ہے کہ جاپانی سپاہی جرمن سے زیادہ سخت اور بے رحم دشمن ہے۔ ایک لاکھ جاپانی سپاہیوں کو اطاعت پر مجبور کرنے میں بڑا وقت لگے گا۔ جنوبی بحر الکاہل کی جنگی فضا ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی زبردست حملہ ہوگا۔ وہ اتحادیوں کی طرف سے ہوا یا جاپانیوں کی جانب سے، وثوق سے نہیں کہا

جاسکتا۔ جاپان کچھ عرصے حملہ نہیں کرنا۔ وہ اپنے مقبوضہ علاقہ کو مضبوط کر رہا ہے اور اس کی میدانوں سے فائدہ اٹھانے پر تیار ہوا ہے۔ مگر وہ خدو اول کنا پر شکست کھا چکنے کے باوجود اس پر پھر حملہ کر رہا ہے، جو ایک قسم کی دفاعی تدبیر معلوم ہوتی ہے تاکہ اتحادی اس میں مصروف رہیں۔ امریکی جاپانیوں کے جزیرہ نیوزیہ

پیش رو

سے زیادہ نہ دینے



12

۵۶

اس کا وہاں کی تین بیویاں، جو کہ اگر بنا ہمارے لئے ذرا مشکل مہر ہے جس کے وہ تمام سدا میں
سوا مر علی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک پوری ہوجاتی تھیں اب یہ فیض علی صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان پہنچ
سہجہ کسا ہے اس لئے اب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا رخنوں ہی کو سب کی ضرورت ہے۔ سو پوری لڑتی ہیں۔
تو ان کے صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان سے بدقسمت سے ان کے لئے جیسا کہ ان کے لئے ضرورت ہے
ہے۔ اب جب جیسا کہ ضرورتوں کی ایک پوری کرنے کی دو سے ہمارے کارخانوں کے مال کی
کسی کی کم ہوگئی ہے، ان کے حکم کے باوجود یہ کوئی قبہ کا مال
چند ہونہ آپ کو ہندوستان کے ہر در میں ہی سنا ہے

یہ تین

جن چیزوں سے صاحب تیار ہوتا ہے، جب کے زمانے میں
ان کی قیمت بہت چڑھ گئی ہیں۔ مجبوراً انھیں کی
مناسبت سے صاحب کی قیمت بھی چڑھ لگتی پڑتی ہیں۔ اس
وقت صاحب سازی کے ذریعہ سے حساب روپیہ کا بھرپور مقصود نہیں ہے
بلکہ حقیقت یہ وقت کسی ایسے موقع کو کارآمد بنانے کی کوشش رہتی ہے جس
سے منافع مل سکے۔ ایسی صورتیں پیش آ سکتی ہیں کہ جن میں بے حساب نئے خورد و بیوپاری مال کی کمی کا
قائد ہوا ہو۔ اگر اسے من مانی قیمتیں اٹھایا جاوے لیکن اسکے ساتھ ہی کالوں کو جو وہ بھی جیتیں
دیتی جا رہی ہیں اور بار اعلان کرتے رہے ہیں اگر آپ سرمایہ اعلان کردہ دماغی
قیمتوں سے زیادہ قیمتیں دیتے سے انکار کر دیں گے تو آپ درحقیف بے حساب
مفت خورد و بیوپاری سے بخشش میں اپنی اور ہماری

اور ہماری
مسو کھا کیے

[illegible]

ابور برادر رسد ہے اس عہد وہاں کے باشندوں کو وہ حضرتوں کو کمر کرنے کے لئے ہر گزاج
مکمل شدہ ہوئی ہے اور ان کے تہذیب کے وہ کام اور ان کو مل ہو رہا ہے کہ وہ یہاں کے
غرض سے کہ وہ یہاں کے رہیں۔ ہندوستان کے وہ خدمت جو ہم

[illegible]

کتابیں جو عربی کھانے
ایرانی اور عثمانی کھانے
نگار اور ہندی کھانے
کثیر اور مداری کھانے
کھانا اور چٹائی کھانے
میدانی اور مداری کھانے
لذیذہ کھانے
دلی اور کھانے کھانے
چٹوری اور ہندی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کی کتاب میں دیکھی گئی ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست ہے ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً عصمتی بنوں نے اس کتاب کی تیاری میں مصداقہ اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہم عمر محمد احمد نازلی صاحب نے بڑی محنت سے کتاب میں تخریفات ہے اور چھانڈنے کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی حیات اور مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کی کمی کو تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر چیزوں پر نمک اور کبابوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

بریکٹ	انگریز نمک	دھان کے کباب	کباب پیچہ مرغ	ہاشمش کباب
کھوت کی پڑنگ	اسٹارڈنگ	دھان کے کباب	کچے لہسن کھان	سٹ کی کباب
نانگی جری بیک	بے پڑنگ	نئے آؤکے کباب	گوشٹ کے پیچھے کباب	آٹوں کے کباب
جھڑ پڑنگ	طیسیویک پڑنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روڑ پڑنگ	سودہ دار پڑنگ	چھل کی کباب	سج کے پڑنگ کباب	اردی کے کباب
اتاس پڑنگ	کھنڈ پڑنگ	سج کے کباب	چھل کے شالی کباب	اور کئی کئی قسم کے کباب
گودر پیاروں کے	بالائی پڑنگ	پنڈے کے کباب	دھان کے کباب	کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے
اسی سے کتاب کا اڈانہ لکھتے چاہوں سلونے اور چھوٹیں
کھانہ فریق سادہ اور کھانہ کڑی کے ساتھ چھل کی پکلی بیکٹ
ایک دھان بخاریاں۔ مٹوے چھیلے۔ مرنے۔ تیار۔ مٹوے بنے۔ پوری کباب پڑھے۔ دھان مرغ برقم کے کھانوں کی
بڑی بڑی تالیس ہیں اور ہر چیز کی ایک ایک چیز صحیح ترکیبیں اس کتاب کا ہر کھانہ میں جو نادر و ریات میں سے ہے
ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچی گئی ہے یہی عورتیں اس کتاب کی مدد سے کھانے دار کھانے بنانے لگیں۔ لڑکیوں کو
یہ کتاب خد ضروری ہو کر پڑھیں۔ دیکھائی ہے سینکڑوں خواتین نے اس کی تحریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کئی سی مردوں نے اس
کتاب کی اشاعت پر نونہل و پشیمانی کا شکر یہ ادا کیا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ چند سال میں اس کی
دہائیوں میں کئی قیمت دو روپے چھ روپے اور دو روپے۔ حصہ دوم مشرقی مغربی کھانے کا مجلد نکلیں

عصمتی دسترخوان حصہ دوم مشرقی مغربی کھانے

باعتبار خدائیں پہلے حصہ میں ہی فہرست رکھنا ہے قریناً۔۔۔ اصحاب کے نہایت ہی کارآمد اور قابل قدر مضامین
ہیں۔ چند عنوان سے ہیں۔ بیماری خوراک اور غذا کے متعلق قیمتی مضامین۔ کھانے کے اصول۔ کھانے کی
حفاظت۔ جیڑنی باورچی خانہ۔ چھائی باورچی خانہ۔ پتی سبزی۔ تھراپیوں کے خواص۔ کھانے کا کمرہ۔
انجی کا صندوق ایرانی دعوت وغیرہ وغیرہ۔ ترکیبیں سب نئی اور آزدودہ ہیں اور ایک ایک کھانے
کی متعدد ترکیبیں۔ عربی۔ ایرانی۔ ترکی۔ جاپانی۔ عراقی۔ روسی۔ اطالوی۔ انگریزی۔ فرانسیسی کھانوں کی اپنی اپنی ترکیبیں ہیں۔ عصمتی دسترخوان حصہ دوم کے
کسل نہیں یہ بھی بہت مقبول ہوا ہے۔ قیمت کار مجلد چار۔ عصمتی دسترخوان مکمل یعنی دونوں حصوں کی قیمت لکھ۔ مجلد لکھ۔

مصلح ذاک ہند مرغیہ اور پتہ منیجر عصمت بک ڈپو دہلی مصلح ذاک ہند مرغیہ

عصمتی ہند کھانا
ایک کتاب بچوں کے ہند
دھانہ دای سے لکھ کھانے

کے ہیں باہر وہاں ایک کمرہ کی کو جو کھانا چاہے علی
طویر اس سے بہت ہو جائے سو اس کھانہ کی کھانے کی چیزیں
ہی کے طلب کی ورنہ کی کسی ہر غور کر کھانے کھانے کھانے
نہات مفید خاص اور کارآمد۔ اس میں بھی قیمت صرف ہر

ناشتہ

اس و صبح و قافلت ریکہ جس میں چار کوکو۔ شربت
لکھا۔ فالوہ۔ آتش کریم۔ پتی۔ ایک فوٹ کڑائی و چھو
و پھر نہ ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر حصے کے مختلف
قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں جو اس کتاب کی بڑی
میں میں ہندو ملک کا دہان چارہ ہاں آجائے ی کے
مطلب کی چیزیں بھی لکھیں ہیں قیمت ۱۰

بچوں کے کھانے

کھانا دینی چاہئے کون سے کھانے کھانے کھانے اور کس طرح
تیار ہونے ہیں۔ اس موضوع پر اب اس کتاب میں بچوں
کے صحت پرکشش و خد کھانوں کی دیکھیں۔ دیکھیں۔ دیکھیں۔
بزرگیوں کے علاوہ کئی بچانہ کارآمد خاصاں ملے گی
کے قابل ذکر اور کھانوں کے لئے جو بہت بہت ہیں

بیماروں کے کھانے

ہمیں اس میں صحت پرکشش کی ترکیبیں ملے گی۔ قابل قریب کار
ڈاکٹروں نے ایک ماہر دیکھنا ہے تمام ترکیبیں تجربہ
کی کوئی ہر خاصاں میں۔ دیکھیں۔ دیکھیں۔ دیکھیں۔

مذاق کھانے

مذاق کھانے کے لئے یہ کتاب دیکھیں۔ دیکھیں۔ دیکھیں۔
مذاق کھانے کے لئے یہ کتاب دیکھیں۔ دیکھیں۔ دیکھیں۔
مذاق کھانے کے لئے یہ کتاب دیکھیں۔ دیکھیں۔ دیکھیں۔
مذاق کھانے کے لئے یہ کتاب دیکھیں۔ دیکھیں۔ دیکھیں۔

کراچی دند کی وجہ سے کتابوں کی قیمت فرساقہ آئے فی وجہ دند کئی ہے

کتابخانہ دستکاری کی مفید کتابیں

۱۹۸۱
۶۱۱
۷۱۱

<p>کراس اسچ ورک</p> <p>کراس اسچ ورک کا کام ہر قسم کے کراس اسچ ورک کے لئے مفید ہے۔ اس میں کراس اسچ ورک کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>تارکشی کا کام</p> <p>تارکشی کا کام ہر قسم کے تارکشی کے لئے مفید ہے۔ اس میں تارکشی کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>گلہ سستہ تارکشی</p> <p>گلہ سستہ تارکشی کا کام ہر قسم کے گلہ سستہ تارکشی کے لئے مفید ہے۔ اس میں گلہ سستہ تارکشی کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>عصمتی کروٹیا</p> <p>عصمتی کروٹیا کا کام ہر قسم کے عصمتی کروٹیا کے لئے مفید ہے۔ اس میں عصمتی کروٹیا کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>
<p>گلشن زہرا</p> <p>گلشن زہرا کا کام ہر قسم کے گلشن زہرا کے لئے مفید ہے۔ اس میں گلشن زہرا کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>گلزار درخشاں</p> <p>گلزار درخشاں کا کام ہر قسم کے گلزار درخشاں کے لئے مفید ہے۔ اس میں گلزار درخشاں کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>گلہ سستہ کشیدہ</p> <p>گلہ سستہ کشیدہ کا کام ہر قسم کے گلہ سستہ کشیدہ کے لئے مفید ہے۔ اس میں گلہ سستہ کشیدہ کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>عصمتی کشیدہ</p> <p>عصمتی کشیدہ کا کام ہر قسم کے عصمتی کشیدہ کے لئے مفید ہے۔ اس میں عصمتی کشیدہ کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>
<p>جالی کا کام</p> <p>جالی کا کام ہر قسم کے جالی کے لئے مفید ہے۔ اس میں جالی کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>سلسلہ سنارہ کا کام</p> <p>سلسلہ سنارہ کا کام ہر قسم کے سلسلہ سنارہ کے لئے مفید ہے۔ اس میں سلسلہ سنارہ کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>موتیوں کا کام</p> <p>موتیوں کا کام ہر قسم کے موتیوں کے لئے مفید ہے۔ اس میں موتیوں کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>اونی کام سلیاتیوں سے</p> <p>اونی کام سلیاتیوں سے کا کام ہر قسم کے اونی کام سلیاتیوں سے کے لئے مفید ہے۔ اس میں اونی کام سلیاتیوں سے کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>
<p>گوٹہ کناری کا کام</p> <p>گوٹہ کناری کا کام ہر قسم کے گوٹہ کناری کے لئے مفید ہے۔ اس میں گوٹہ کناری کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>شیم سوزن کاری</p> <p>شیم سوزن کاری کا کام ہر قسم کے شیم سوزن کاری کے لئے مفید ہے۔ اس میں شیم سوزن کاری کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>گلستان خیاطی</p> <p>گلستان خیاطی کا کام ہر قسم کے گلستان خیاطی کے لئے مفید ہے۔ اس میں گلستان خیاطی کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>	<p>چنستان خیاطی</p> <p>چنستان خیاطی کا کام ہر قسم کے چنستان خیاطی کے لئے مفید ہے۔ اس میں چنستان خیاطی کے مختلف اقسام کے نمونے دیئے گئے ہیں جن سے کام کرنے والے کو بہت سی بات چیت حاصل ہوگی۔</p>

عصمت ایک ڈپو دہلی

صاحبزادہ اکبر خیر خیر

صاحبزادہ اکبر خیر خیر



تصانیف علامہ راشد الخیرمی علیہ الرحمة

اصولِ محکمہ معاشرتی افسانے

سات وحوں کے اعمال نامے ایک شیطان کی مغفرت کے لئے
پیش کی جاتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے کہیں بنتے پتے میں بل بڑھ جائیں کہیں
آنسو نکل آئیں آخری روح نہ کار نہ لے اس قدر دعا پڑھیں کہ کبھی سبذہ عاتق
سات دفعہ صبح ہے۔ بیف دس آ لے ۱۰۔

کی دوس ہوا ہے، وہی کہانیاب نہایت، انگیزہ اور جوش ناک تبین یا لعلی
کئی کئی رنگ کی ہلاک کی تصویریں بھی ہیں قیمت ۱۲

مہندوستان کے بعض صوبوں میں شیعہ اسلام کے خلاف

جی اس وقت کہ ایسے ہی نہیں مرم ہو جائے گی۔ قیمت ۱۰

شب زندگی معجزہ زندگی میں سب سے حسین اور جوانی کو رکھنا چاہیے۔
 شامِ زندگی میں سب سے خوشترنل ایک دنیا ہے۔ زندگی
 میں حیرت کے لمحہ کے حالات پہ ہوا اپنے رنگ میں ہے مثلِ صفاقِ املی ہے چٹان
 بے حدودِ آرزوئی حکما کو رسوا کرتا ہے۔ دلوں سے چلے۔

حیاتِ صالحہ یا صالحات نہایت موزن و برابر ہیں بیان کئے گئے ہیں جو کہ مرشدِ رسانی گھڑی میں پیش آتے رہتے ہیں جو تیسے نشوں سے اللہ تعالیٰ کے ادب و واقعات اس در موزن کے کلیجے کے پار ہو جاتے ہیں قیمتِ صرف ایک رو سے بارہ آنے سے

منزلِ سائرہ اس میں ایک شہر لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے تمام واقعات نہایت دلچسپ پیرایہ میں یکے کے ہیں۔ طرزِ تحریر اس قدر پیاکارہ سڑھنے دو زبان سے دو سوا آٹھ

نوشہ مندی کے بعد ان کے متعلق نہایت کم اور گھبروے زدہ ناک دلوں سے
سمجھا جاتا تھا شریعہ اسلام کے بموجب کسی ہی بولوں کے نکاح نہیں اور کہنے ہی
نکویہ کے بولوں سے بوائے کے نکاح کہئے۔ نوشہ مندی بھی ہے۔ قیمت ۱۲

طوفان حیات بے مثل ناول جس کے قلم کار نے شک کسوں کو
بھاگ جاتا ہے اور روم روم جہرِ خوفناک ڈر ہے کہ صورت میں نظر آئے گی

بہترین خفیہ لائے بن کامیاب ہوتی ہے۔ دوسرا قصہ ایک دکھائی ان کا ہے جو گمشدہ بچہ کی تلاش میں جنگوں اور لڑائیوں میں ماری ماری بھری قیمت سات آنے کے بعد آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں بنوں، ناممکن ہے کہ اتنی عشوہ ہے

نانی عشوہ یا ستنے وقت آپ کے پیٹ میں بل نہ پڑ جائیں۔ تمام مند و بستار میں اس کتاب کا ڈھکاج چھوئے۔ مصور غم مرحوم نے ظرافت کے مضامین بھی لکھے تو کمال کر دیا چٹا ایلکشن۔ قیمت ۱۰/-

رودادِ قفس حضرت علامہ مرحوم کی درود اثر میں ڈوبی ہوئی نفلوں کا مجموعہ۔ یہ معمولی نفلیں نہیں بے کس نوروں کے جلوہ رخ اسٹیشن نامے اور مسلمان گھرانوں کے حیرت انگیز نفلے ہیں۔ علامہ مرحوم کو مذہبات بخاری میں جو کمال حاصل تھا وہ پورے طور پر ان نفلوں میں نمایاں ہیں قیمت ۱۲/-

گر قمارِ قفس نفلوں کے مشہور مجموعے رودادِ قفس کا دوسرا حصہ یہ نفلیں اس قدر درود اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھ سے بھی آنسو نکل پڑیں۔ قیمت ۴/-

گلدستہ عید سچی خوشی کس طرح میسر ہوتی ہے۔ رمضان مبارک چاہئے۔ ان مومنوں کا پرچہ نیز مضامین اور افسانے۔ کتاب یک مرتبہ بہترین علمی عہد ہے خود دوسری طرف ہر وقت پڑھئے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے۔ قیمت صرف ۱۲/-

تاریخ و سیرت ادب و انشاء

آمنہ کالال اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف حضرت علامہ مرحوم کی وہ تصنیف جو اپنے رنگ میں جواب نہیں رکھتی۔ اب تعلیم یافتہ گھرانوں میں مجلس میاں دہری کی کتاب پڑھی جاتی ہے۔ کیوں میں اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو ظرافت نقل کیا جائے۔ نثر کے ساتھ ساتھ نظم بھی علامہ مغفور کی ہے۔ عجم شہادت کی مکمل رہنما قتل تاریخ۔ حصہ اول۔ سیدہ کالال مکمل تاریخ شہادت ہے۔ جس سے واقعہ

کربلا کے صحیح حساب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ دوسرا حصہ میراثی کر رہا ہے۔ یوں تو تمام کتاب اس قدر درود انگیز ہے کہ بغیر انشؤ بلے نہیں پڑھی جاسکتی۔ مگر نثر میں جو مرثیے علامہ مغفور لکھ گئے ہیں۔ ان کی نثر کی ایک ایک سطر گھج کے پار ہو جاتی ہے۔ ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اس قدر مفصل اور مددگار اور خوش بیان کسی کتاب میں نہیں۔ قیمت ۱۲/-

الزہراء آنسو زبان میں جگر گوشہ رسولؐ سیدۃ النساء الطہرات بی بی فاطمہ کی بہترین سوانح عمری جو بتاتی ہے کہ میں جو کس طرح رہنا چاہئے بچوں کی پرورش کس طرح

کی جاتی ہے۔ کے ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے۔ آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان اور صوفیہ کا قلم۔ قیمت ۲/-

نوبتِ پنج روزہ نساہت جہان آبادی کا جگہ جگہ آس کے مختصر ایک کے درود اور اس وقت بھی اپنے ہماروں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج۔ پیر۔ سال میں پیشرو کی کیا تھی۔ بادشاہ کا جلوس قلعہ سہل کی پہاڑی شاہی جھلکے میلے تماشوں کے رنگ۔ دربار کی کیفیت سنہرو آبادی کی چل پھل۔ سندو سلاؤں کی معاشرت۔ رمضان عید۔ سالگرہ کے ترک و احتشام شادی میاہ کی بہیم غرض درود گذشتہ کی بہار اگر دیکھیں تو تو نوبتِ پنج روزہ بھی دواغ ظہر ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں آخری بابدار علیہ السلام تاریخ نویتیں اس قدر درود انگیز ہے کہ میں بھی گئی ہیں۔ کہ خون کے آنسو روادیں گی۔ قیمت ۲/-

قلبِ حزین چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلا دہر میں علامہ مغفور نے شاعری کی ہے اور نظم نثر کا یہ کتاب بہترین نمونہ ہے۔ قیمت صرف ۱۲/-

وداعِ خاتون وہ درود افسانہ میں جو شہید اور محترمہ خاتون اکرم کی جوان مہر کی پرستش کرتے تھے جو تباہی کے کربوں کے گیت ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس حشر سے راز والوں کے دل کو فحش کر سکتی ہے۔ قیمت ۵/-

امین کا دم واپس شہنشاہ ایران الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے سخت ملامت اور امین الرشید کا درناک قتل اسلامی تاریخ کا یوں ہی ایک درود انگیز واقعہ۔ اس پر علامہ مصور غم نے قصے کے پیش۔ ایہ میں عبرت انگیز واقعات اپنے خاص رنگ میں لکھے ہیں۔ قیمت ۴/-

لڑکیوں کی انشاء طو قات سکھانے کی اور زبان میں بہترین کتاب جس میں خطوں کے ذریعہ لڑکیوں کو بنایا گیا ہے کہ میکہ کی زندگی انھیں کس طرح میسر رہنی چاہئے۔ اور سرسبز باغیچہ جاکر ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ ایک عورت کی حیثیت سے انھیں کیا کیا فرائض انجام دینے ہیں۔ اور زندگی کی دشواریاں گنارہ۔ اور انھیں رہتوں کو کس طرح کامیابی کے ساتھ کر سکتی ہیں۔ فضائل و معصیات کے قویہ۔ قیمت صرف ۴/-

اسلامی تاریخ افسانہ کے طرز پر مصلحت نمونہ علامہ رشید انجیری رحمۃ اللہ علیہ کا بے نظیر تاریخی افسانہ۔ فاروق اعظمؓ کے عہد مبارک میں سلطنت ایران پر تباہی کے لئے مسلمانوں کے بے مثل جھگڑنے فرزند زان ایران کا سفر و خانہ گری جو شہر ایران کا پہلا وطن پر قربان ہوا۔ نذر زان ایران کا سفر و خانہ گری جو شہر ایران کا پہلا وطن پر قربان ہوا۔ سلام اور نصرت کی لڑائیاں کفر و ایمان کے مو کے۔ دن اولی کے مسلمانوں کی دلانہ

اس پرچم میں بقدر مضامین شائع ہو رہے ہیں ان سب کا کاپی رائٹ "بحجۃ عصمت" محفوظ ہے

عصمت دہلی

چھتیسواں سال اکتوبر ۱۹۴۳ء عیسوی جلد ۱، نمبر ۱

فہرست مضامین

گھر کی ملکہ اور عید	حضرت علامہ اشد الحقیری ر	۱۴۹	گسبانی	بگم ۲-۲-۲ - ہاشمی صاحبہ ۱۲۷
میدانِ نظر (نظم)	مولانا عجمی صدیقی	۱۵۰	اصلاح اور ترقی	مولوی محمد الفاروق - بخیری ۱۶۸
ستارہ عید (نظم)	ابوالاعجاز ازل صاحب	۱۵۰	خوشامد	شائستہ اختر صاحبہ سردی ۱۶۹
عید	حمید بیگ صاحبہ	۱۵۱		۱۵۱ بج ڈی
عید ہجور (نظم)	جام نوائی صاحب	۱۵۲	مالی کی بیٹی	نذرتاجاد جید صاحبہ ۱۷۱
آدمی ہونا دشوار ہے (افسانہ)	پروفیسر حسن صاحب قادری ۱۵۳		مال کائیت	خلیق صاحب - برہانپوری ۱۷۳
دریا کا منظر (نظم)	مولانا محمد اسرائیلی	۱۵۶	رباعیات	صادق صاحب - اندروی ۱۷۳
ساز زندگی	ب۔ ب۔ - ابراہیم صاحبہ	۱۵۶	بھول جاؤ	سحر دجاس صاحبہ ۱۷۳
..... کی دائری سے	خ۔ ح صاحبہ	۱۵۷	پڑے نکلے کی جہالت	"س" ۱۷۴
ہم کیا کہتے ہیں۔	ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب	۱۵۸	خانہ داری	مولوی محمد نفع صاحب - ام بی ۱۷۵
کوہستان شملہ (نظم)	سیدہ ناہید صاحبہ	۱۶۰	سیرین	مولوی محمد نفع صاحب ۱۷۷
آزادی کا نکل و شادی	مولوی محمد احتشام الدین صاحب ام بی ۱۶۱		بزم عصمت	مفتوح ۱۷۹
آبا..... نے" (افسانہ)	آمنہ نازلی صاحبہ ادیب فاضل ۱۶۵		دورین	"ع" ۱۸۱

چند سالانہ پیشگی (مع محصول اک وغیرہ) چار روپیہ قیمت فی پرچم ۸ روپے سے دو روپیہ
امراء سے دو روپیہ روکھ سے پچیس روپیہ والیان ریاست سے سو روپیہ

محترمہ بیگم خان عبدالرشید کشمیری دروازہ لاہور حشر دیار ۲۹۷۷ء ستمبر کو لکھتی ہیں "اعطارہ اُنیس سال کے عرصہ میں یہ پہلا پرچم ہے کہ رسالہ عصمت ابھی تک نہیں پہنچا شاید ڈاکخانہ میں خالق ہو گیا ہو۔ براہِ نوازش رسالہ بابت ۱۵ ستمبر ۱۹۷۷ء جلد بیچ کر منڈن فرمائیں۔ (انہیں کو اعطارہ اُنیس سال تک رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت کہیں نہیں ہوئی ان کے برخلاف بعض نہیں ایسی بھی ہیں جنہیں رسالہ پہنچا ہے کہ رسالہ انہیں باقاعدہ نہیں ملتا حالانکہ غلطی ان کی اپنی ہوتی ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلاً ہوتا ہے اور کسی کی ماہ گزرتے ہیں مگر پتہ نہیں بدلتا انہیں یا پتہ میں کچھ غلطی ہوتی ہے تو تصحیح نہیں کرتیں یا ملازمین کی غفلت سے پرچم خالق ہوتا ہے اور وہ بے قاعدگی اشاعت کا اذام رسالہ پر رکھ کر وہ تین تین ماہ کے پرچے اکٹھے طلب کرتی ہیں۔

"عصمت" کی اشاعت میں بھی ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ ہمیشہ سورتاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ لگ بھگ ماہ کا پرچم آپ کو ڈاکخانہ کی غفلت سے وقت مقررہ پر نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو مطلع کر دیجئے دو بارہ بھیج دیا جائے گا۔ ورنہ کاغذ کی انتہائی گرانی کے زمانہ میں جب صرف ضرورت کے مطابق پرچم چھاپا جا رہا ہے ہر سکتا ہے کہ ۱۵ تاریخ کے بعد قیست بھی نہ مل سکے۔ چنانچہ سترہ کے ماہ کے پرچے اب کسی قیمت پر نہیں مل سکتے۔

منجبر

باہتمام و لائق بخیری ادیٹر پرنٹر، پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چمپک دفر عصمت کوہ چمپلان (دریا گنج) دہلی سے شائع ہوا

گھر کی ملکہ اور عید

حجاز علامہ راسخ الدینی رحمۃ اللہ علیہ

بیوی اُس معزز لقب کی جو اسلام نے اُس کو عطا کیا یعنی گھر کی ملکہ اگر قدر کرے تو اُس کے ذمہ کچھ فرائض ہیں اور جب تک وہ اُن کو پوری طرح ادا نہ کرے ہرگز گھر کی ملکہ نہیں ہو سکتی۔ عید کے جو فرائض اُس کے ذمہ ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ اپنا بیش قیمت جود دینا کرے اور خواہ شوہر کی مالی حالت اچازت دے یا نہ دے ایسے متحمل بن جائے کہ اس پر محنت کر دے اور ایک عید کے روز زمین بھر کی آبی بغیر اس فکر کے کھل گیا ہو گا خرچ کرے۔

جب عید میں آٹھ نو روزہ رہ جائیں یعنی میں روزہ کے بعد بیوی کو سب سے پہلے گھر کے بناؤ سنگار پر توجہ کرنی چاہیے۔ یعنی مکان کی ظاہری حیثیت اس کی آمدنی سے کم نہ ہو اگر اس کا شوہر دوسو روپیہ ماہوار بیوی کے ہاتھ میں دیتا ہے اور اس کے گھر کی حیثیت شوہر کی آمدنی دوسو روپیہ نہیں بتا رہی ہے تو وہ نہایت بدتمیز اور حد سے زیادہ بے مروت عورت ہے۔ یوں تو یہ اصول ہمیشہ ہی کے واسطے مقرر ہے لیکن عید بقر عید پر اور اسی قسم کے موقعوں پر گھر والی بیوی کو اپنے بناؤ سنگار سے زیادہ گھر کے بناؤ سنگار پر توجہ کرنی ضروری ہے۔

حفظانِ صحت کے اعتبار سے اگر ہر مہینہ نہیں تو کم از کم سال بھر میں دو مرتبہ گھر کی صفائی ہونی ضروری ہو اگر نچلتے گھر ہے تو قلعی اور کچا ہے تو پانی تاکہ عید کی خوشبوؤں میں گھر والی کے ساتھ گھر بھی شریک رہے۔

اس کے بعد گھر والی کے ساتھ اگر کچھ مسلمان نوکر چاکر متعلق ہیں تو اُن کی تتھا میں کچھ روز پیشتر ادا کر لی جاتا ہے تاکہ وہ بھی عین عید کے روز اپنی مالک کے ساتھ برابر شریک رہیں اور جموعت بیوی عید کی خوشیاں منا رہی ہوں ان کی تیوری پر بل نہ آئے۔

اب گھر والی کے سامنے ایک چیز اور آتی ہے۔

بشرطیکہ وہ بااختیار گھر کی ملکہ ہے اور برائے نام بیوی نہیں جس کو کئی بولٹی اور نپا شور باطل رہا ہے اور بیوی کہلا کر ماما کا کام کر رہی ہے کہ جوبل گیا پکا دیا اور جو حکم ہوا وہ پہن لیا۔ یہ چیز صدقہ فطر ہے جس طرح ہندوؤں میں بھائیوں کی سلامتی اور مردوں کی تندرستی کا روزہ پہنیں اور بیویاں رکھتی ہیں اسی طرح اسلام نے بھی اپنی اور اپنے متعلقین کی صحت کا عید کے موقع پر کچھ صدقہ مقرر کیا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ عید کی خوشی سے مزید بھی محروم نہ رہیں۔ اور یہ خوشی صرف امیروں پر ختم نہ ہو جائے۔

اس سلسلہ میں گھر والی بیگم کو اپنے عزیز اقارب ہمسایہ جان پہچان وغیرہ پر نظر ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ کون زیادہ مستحق ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ فطر صرف عید ہی کے روز دیا جائے اگر پہلے بھی دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ اس سے فراغت پاکر بچوں کے لباس کی ضرورت ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں درزیوں کی دکانیں عید سے دو ایک روز پہلے رات رات بھر کھلی رہتی اور جہاں مسلمانوں کے افلاس کا مرثیہ پڑھتی ہیں وہاں بااختیار بیویوں کے بچوں پر ضرور آنسو گراتی ہیں۔ اگر کپڑے نیار کر داتے ہیں تو چاہیے کہ وقت سے پہلے ان کا انتظام ہو جائے۔

اب بیوی کو ان ضرورتوں پر غور کرنا ہے جو اس کے شوہر کی ہیں اور جس میں تنہو یا بہت اس کا ہاتھ بھی ہے بعض مرد خوشبو وغیرہ کو پسند نہیں کرتے مگر اسلام نے اس کو اچھا بتایا ہے اور اس کی بہتری اسی سے ثابت ہے کہ گرم موسم میں اس کا ہونا ہر اعتبار سے مناسب ہے۔ یہاں تک کہ صحت کے لحاظ سے بھی۔ ان سب ضرورتوں کو پورے طور پر انجام دینے کے بعد بیوی بشرطیکہ اس کو قرض لینا پڑے اپنے اور شوہر کے مشورہ سے

آمد عید الفطر

۱۹۴۳ء کی عید

ہذا کا شکر عید الفطر خوشیاں لے کے پھر آئی
ہلالِ میر کی پھر ہم نے دیکھی جسدِ آرائی
وہ عید الفطر جس نے زندگی بخشی انگوں کو
وہ جس کی ہر ادا میں جسدِ گر شانِ میحانی
وہ عید الفطر جو مومن کے دل کو شاد کرتی ہے
دلِ صائم کو جو دیتی ہے تسکین و توانائی
وہ عید الفطر جو ہے عیدِ سچے روزہ داروں کی
ہوئے روزے جو پورے یہ خوشی خالق نے دکھائی
وہ عید الفطر جو مسرور کرتی ہے غریبوں کو
امیروں کے گھر میں بھی ہے جس کی کُلفِ فرائی
وہ عید الفطر جو انعام ہے روزہ داروں کا
دلوں میں جن کے نورِ صدق و ایمان نے جگہ پائی
وہ عید الفطر جو پھنسلِ ذمہ دار و بیگس کی
کیا کرتی ہے اگر سال بھر میں چارہ فرمائی
وہ عید الفطر جو لے کر حیاتِ تازہ آتی ہے
جو کرتی ہے شکستہ خاطر لوں کی بہت افزائی
نظر آتے ہیں گھرِ عشرت کدے ایمان والوں کے
سمجھتے ہیں کہ عیدِ آئی، نشاطِ جانِ غزالی
چمک اُٹھتے ہیں سب انسردہ چہرے شادمانی سے
نظر آتی ہے ہر سو دلوں کی کارِ فرمائی
لباس اچھے پہنتے ہیں، مزے کے کھانے کھاتے ہیں
بہاریں دیکھتی ہے عید کی، چشمِ تمنا کی
ہینا بھر کے روزے رکھے ہیں جن اہل ایمان نے
لے گا عید گہ میں اب انہیں لطفِ جبینائی
بہارک ان کو غیرتِ جن کی زندہ ہے ابھی محوی
بہارک ان کو جو ہیں دین اور ملت کے شیدائی
محوی، صدیقی، لکھنوی

(۱)
پوچھو نہ اپنا حال برا ہے جواب کے سال
دیکھو جسے ہے ضعف کے مارے وہی بد حال
اشیا و خوردنی کا تو پہلے ہی قحط تھا
روزوں نے آگے اور پیچھے دیا نکال

(۲)
نکر کیا اس کی ازل ختم تو ہو ماہِ صیام
جو کھلائے گا عید کے دن کھالیں گے
اس کا تو توڑا ہی راجنگ کے باعث سے اگر
کھانڈ کے بدلے سو تیل نہ پنک ڈالیں گے

(۳)
نیا لباس کہاں سے خرید کر لائیں
پُرا نے کپڑوں میں کس طرح پرھنے جائیں عید
نہ ان کو ذرہ میسر نہ گئی نہ بشیر و شکر
غریب لوگ منائیں تو کیا منائیں عید

(۴)
شادی کا اہتمام کہ جلسہ ہو عید کا
منگل کی کوئی بات چوچھے تو پھر ہے بات
ورنہ ازل امیر جو ہیں اُن کے واسطے
ہر روز روزِ عید ہے ہر شب شبِ برات
ابوالاعجازِ ازل

قاضی محمد قیام الدین مرحوم
مرکز خورشید آباد ایم کے والد ماجد قاضی محمد قیام الدین صاحب کا افسوس ہے
۱۹۴۹ء گشت کو انتقال ہو گیا۔ قاضی صاحب مرحوم برار کے ایک قلمت
پرست خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر انہوں نے اپنی روکوں کو اعلیٰ
تعلیم دیکر مسلمانوں کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال چھڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ
اُن کی مغفرت فرمائے اور متعلقین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

عید

فقیروں سے امن ہے۔ درنہ ہر سال یہ دیکھنے میں آتا تھا کہ اچھر رویت ہلال کی توپ سلی اُدھر مستند سے فقیروں نے چغینا شروع کیا۔ پانچ پیسہ ایک بستر چلم شاہ کا سوال ہے۔ پانچ پیسہ ایک بستر ڈھنڈا راشاد کا سوال ہے۔ پھر غضب تو یہ کہ روزانہ ایک بجے رات سے جوان کی صدائیں شروع ہوتی تھیں تو صبح اذان کے وقت خدا خدا کر کے نجات ملتی تھی، تمام رات روزہ داروں کا سونا حرام کر دیتے تھے۔ اگر انگریزی محل میں سے دو چار انگریز ڈانٹتے اور ان کو چغینے سے منع کرتے تو یہ ہتے کتے فقیر الہی لال سلی انھیں نکال کر مذہب کا ڈراوا دیتے لڑتے یہ کرنا فرض ہے۔ گو یا مذہب کو یہ نام نہاد بدنام کرتے اور مالدار روپیہ پیسہ دے کر ان کی تائید کرتے تھے۔

اگر صاحب مال حضرات اس زکوٰۃ کی قسم سے حقیقی معنی میں غریبوں بیکسوں اور یتیم بچوں کی عید منانے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیں تو زوابع کے علاوہ انہیں سچی مسرت حاصل ہو۔ پیشہ ور فقیروں کی لمبی لمبی حاشیہ دار دعاؤں سے وہ سناٹ و ذہنی ہیں حاصل نہیں ہو سکتیں جو چند مہم مہم غریب اور یتیم بچوں کو عید کے نئے کپڑے پہنا کر ہو سکتی ہیں۔

بعض لوگ فطہ کے پیشے بھی ان ہی فقیروں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ حالانکہ عید الفطر کی زکوٰۃ فقہ کی صورت میں ایک ایسی رقم ہوتی ہے جس سے کسی نادار غریب کے ہاں عید منائی جا سکتی ہو۔ اور وہ ان چند پیسوں سے عید کی خوشی میں شرکت کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نماز سے پیشہ فطہ نکالنا سبب قرار دیا گیا ہو۔ عام طور سے بچوں والے گھروں میں عید کے اچھے اور دوسرے کپڑے چھوٹے ہو کر بیکار پڑے رہتے ہیں اگر اس وقت یہ کپڑے بچہ بچوں کے بچوں کو دے دے جائیں تو ان کو بے حد خوشی ہو۔

عید کی خوشی اکیلے کوئی نہیں منا سکتا اور نہ اس میں وہ خوبی اور مسرت ہوتی ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ بچپن میں یا جب کسی

عید کی چٹی خوشی کے اصلی سستی وہی لوگ ہیں جو رمضان کے پورے تیسوں روزے رکھتے ہیں۔ ایک ماہ کی پوری نیت اور انتظار کے بعد یہ گوہر مقصود ہاتھ آنا ایک نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوتی ہے۔ یوں تو اس ہتوار کی خوشی چھوٹے اور بڑے روزے دار اور روزہ خور سب ہی مناتے ہیں مگر عید کی سچی مسرت حاصل کرنے کے لئے جو تزکیہ نفس لازمی ہے اس کو سب قدر نظر نہیں رکھتے۔

یہ دن مہینہ بھر کی ریاضت، متناؤں اور امیدوں کے بعد دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے فارغ البالا اور اطمینان دیا ہے وہ دل کھول کر خوشی منا سکتے ہیں مگر ان کا فرض ہے کہ اپنی امید اور اپنے بچوں کی مسرتوں کی بہار دیکھنے میں مگن اور غافل نہ ہو جائیں اور غریب و نادار اور معصوم اور یتیم بچوں اور بے سہارے بیوہ عورتوں کو اس خوشی کی گھڑی میں یاد رکھیں۔

رمضان شریف کے چھینے میں زکوٰۃ نکالنا اس لئے واجب ہے کہ صاحب حیثیت مال و زر کا جالیسواں حصہ نادار اور غریبوں کی امداد میں صرف کریں۔ چنانچہ اس کا عملی ثبوت عام طور پر مسلمان یوں دیتے ہیں کہ زکوٰۃ کی ایک معتد بہ رقم ہتے کتے مستند سے پیشہ ور فقیروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور اسی لئے بڑے شہروں میں دور دراز سے پیشہ ور اگر رمضان شریف کے مہینہ میں آکر جمع ہو جاتے ہیں اور نئی نئی ترکیبیں اور تدبیریں سے اس اسلامی ٹیکس کو امیروں سے وصول کرتے ہیں۔ چونکہ دینے والے زیادہ تر اپنی سبکدوشی اور نام نمود کا خیال رکھتے ہیں لہذا یہ کسی غور بھی نہیں کرتے کہ اس طرح پیسہ شائے سے ثواب بھی ہو گا؟ اور شائع اسلام کی غرض و غایت اس طرح پوری ہوتی ہے کہ نہیں۔

اب کے سال تو کلکتہ میں ویگرنسی بل (Vagrancy Bill) کی وجہ سے رمضان شریف میں راتوں کو ہتھ د

عیدِ مجبور

خلد و فردوس پہ آغوشِ نظر ہوتی تھی
مفتبستمِ ترے جلوں سے سحر ہوتی تھی
زندگی پائے رخِ ساس کے نظارے سے
غفل کرتی تھی فصفِ نور کے فوارے سے
چار سو ایلک تجلی سی جو ہو جاتی تھی

شبِ ترے حسن کی تہذیب کھجھ جاتی تھی
چہرہ صبحِ مسرت سے دکھ اُٹھتا تھا
ذرا ذرا ترے پر تو سے چک اُٹھتا تھا
نکتیں مانگنے آتی تھیں ہوائیں تجھ سے
جگمگائی ہوئی ہوتی تھیں فضا میں تجھ سے
پھول بستے تھے تہمتِ ترا بل جاتے سے
سازگی پاتی تھیں کلیاں ترے کھل جاتے سے
ہر طرف میش کے آثار نظر آتے تھے
بام و درمطیع انوار نظر آتے تھے

تھا بہارِ دل جاں چہرہ خنداں تیرا
غلظتِ ظاہر تھا جب من درخشاں تیرا
جب مبارک تھیں مرے دل کی امیدیں مجھ کو
ہیں تیرے سر کی قسم یاد، وہ عیدیں مجھ کو

اب کہ تُو روتی گلزار نہیں۔ کچھ بھی نہیں
اب کہ چھل بڑا دیدار نہیں کچھ بھی نہیں
اب وہ رنگینی کیفِ نگہ شوق کہاں
دلِ مایوس متناکدہ ذوق کہاں
اب فضاؤں میں نہ تابش ہے نہ تابانی ہے
نہ ہواؤں میں وہ نکلت کی سرادلی ہے
اب نظر لذتِ صد جلوہ در آغوش نہیں
صبحِ امروز میں نورِ سحر درخشاں نہیں
نچتہ و گل میں تبسم کا وہ انداز کہاں
اب مسرت کا وہ سامانِ خدا ساز کہاں

مردوں کی طاعت کی وجہ سے شہر سے باہر رہنا پڑا اور ایسی
جگہ جہاں عام مسلمان آبادی کم ہے وہاں عید کبھی عید معلوم نہیں
ہوتی۔ عید کی چمپ پھل تو گھروں میں اپنے بچوں اور باہر غریبوں
اور مہساریں کے بچوں کی عید منانے سے ہوتی ہے۔ اور شہر سے
دیہات کی حالت اور بھی بدتر ہوتی ہے اگر دیہات میں رہنے والے
صاحبِ حیثیت لوگ ان غریبوں کی خوشی کا سامان کریں تو ان کی
اپنی بھی خوشی دو بالا ہو سکتی ہے اور ان غریبوں کی بھی۔

یورپ میں غریبوں کے بچوں کے لئے خاص طور پر اور سرگرم
کے لئے عام طور سے کرسمس منانے کا انتظام کر جاکے کرسمس والے
یا امر کرتے ہیں۔ اور ایک کمیٹی قائم کر کے اعلیٰ پیمانہ پر ان غریبوں
کی عید منواتے ہیں۔ یہاں کلکتہ میں بھی مشنری سوسائٹی کی نظر
سے نادار کرسمس بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو کرسمس منانے
کے لئے ایک دو روز پیڑھ سٹھائیاں لیوں اور کسی کسی جگہ
کپڑے بھی بانٹتے ہیں۔ اسی لئے ان کے یہاں ان موقعوں پر
دُور در کاسہ گدائی ہاتھوں میں لئے کسی کو پھرتے نہیں دیکھا جاتا۔
اگرچہ ہیں تو ہم بھی اس طرح طعامِ عید یا عید کے کپڑوں کا غریبوں
کے بچوں اور رانڈوں کی عید منوانے کے لئے ان خیرات کے
پیسوں سے بخوبی انتظام کر سکتے ہیں۔ خدا اس کا بغیر کی طرف
ہم کو مائل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

جمیلہ سگم کلکتہ

(بقیہ کالم ۲ صفحہ ۱۵۱)

عشرتِ آغاز کی، مسرت کش انجام ہوئی
مری تقدیر کی ہر صبحِ طرب شام ہوئی
بے ترے اس دلِ نوید میں کیا رکھا ہے
عید آیا کرے اب عید میں کیا رکھا ہے

جامِ نوائی (دہلی)

آدمی ہونا بہت دشواری

(ایران کی دہشت جبریدہ کا ایک تازہ طنزیہ فسانہ)

اور تقاضے پر بھی خریدار قیمت ادا نہیں کرتا۔

آج تاریخ: ایران میں یہ پیدا کرنا نہ تھا کہ ابراہیم جاننا نہ
ڈیرہ سوروپہ کی قیمت کی کتابوں کے چالیس روپیہ وصول ہوئے
میں برس ہو گئے، یہ منہ موصفت اسی قیمت میں گرفتار
ہے، کتابوں سے اس کو ایسا مشتق ہے کہ جب کوئی کتاب
بافہ آتی ہے، اور پیسے ورق کی دو ایک سطر پر چھاپے،
تو پھر دنیا و مافیہا کی اس کو خبر نہیں رہتی، اس وقت ہوش
میں آتا ہے، جب مرغ سحر کی اذان، شب بیدار آنکھوں
کی حیلن، بھوکے پیٹ کا گڑھا بار بار تھکاؤ اور اٹھنا چاہنا
ہے، لیکن ابراہیم جاننا پھر بھی پروا نہیں کرتا۔ ابھی کتاب
کے چالیس صفحے باقی ہیں، ابھی دیکھنا ہے کہ مصنف نے کتاب
کو کس عنوان سے انجام کو پہنچایا ہے،

ہر سال نوروز کی تیاری کے وقت جب ہر گنیز خانم ان
دولت کے چوروں، ان عالم کر بول کو الٹ پلٹ کرتی اور ان
کی گرد صاف کرتی ہے تو ان کا غبار اس کے دل میں بھر
جاتا ہے، ان نسخوں کو دیکھ اور چوہوں کی دست بردست
بچاتی ہے تو شوہر سے دست و گریبان ہونے کو جی چاہتا ہے
کئی دن میاں بیوی میں بد مزگی رہتی ہے،

کیا یہ سچ ہے کہ قدیم زمانہ میں ماں باپ اپنی اولاد کی
قریبانی کیا کرتے تھے؟ ابراہیم جاننا جب کبھی اپنی ترکی
اور لڑکے کی گفٹش و کلاہ یا بیوی کی چادر و شلوار یا گوشت
روٹی کے لئے اپنے گرد و غبار کے انبار اور دبک، گئے آثار
کی قربانی پر مجبور ہوتا تو کئی دن دھڑکے ہی وعدے میں مل
دیتا ہے، پھر رات کے وقت جب سب سو جاتے ہیں
آہستہ سے چوروں کی طرح اس قبرستان علم و فضل میں داخل
ہوتا ہے، جہاں ہزار برس کے مُردے ایک دوسرے پر
پڑے ہیں، ابراہیم اندر سے دروازہ بند کر لیتا ہے اور

ہر گنیز خانم، مشہور شاعر و ادیب ابراہیم جاننا کی
رفیقہ حیات کبھی خوب بات کہہ دیتی ہے، آج ظہر کے بعد
شوہر سے بولی۔ ”تم کبھی آدمی نہیں بن سکتے، سب کے پاس
موٹر کار ہے، سوائے مہنارے“

یہ ایسا زہین، صول تھا کہ ایران کے تمام نثار و ادول
اور مصنفوں کی پیشانی پر لکھ دینا چاہئے، ہمارا ادیب اعظم اس
کلمہ طیبہ کو سنکر آدھ گھٹنے کے اندر گھر سے روانہ ہو گیا، اپنے
کتب خانہ کی تیرہ نادر کتابیں فروخت کی تھیں۔ ان کی قیمت
وصول کر لی تھی، اتفاق سے سب قیمت یکشت مل گئی، اور
یہ ابا واقعہ تھا کہ تاریخ ایران میں نظیر نہ رکھتا تھا، جس وقت
دس دس روپیہ کے دو نوٹ اور پانچ پانچ کے چار نوٹ جاننا
کے ہاتھ میں آئے، اس نے بغیر گنے جیب میں رکھ لئے اور
فوراً رخصت ہو گیا، خوف تھا کہیں دینے والا کسی پہلے سے
واپس نہ لے لے، جاننا جانتا تھا کہ ایران کی تاریخ میں
ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا کہ کسی مصنف و نثار پرواز لے
اپنے اہل و عیال کی فاقہ شکنی کی خاطر اپنے کتب خانہ کی نایاب
قلمی کتابیں فروخت کی ہوں اور اس کو قیمت وصول ہو گئی
ہو، ہضم نہ ہوئی ہو، دیر نہ لگی ہو۔

برسوں سے ابراہیم جاننا کو تجربہ یہ تھا کہ کتاب بڑی
منجوس چیز ہے، یہ شکستہ و بوسیدہ اوراق گردش روزگار سے
بچھڑانے والے نسخے، یہ دیکھ اور چوہوں سے دست و
گریبان رہنے والے نوشتے بچوں کی روٹی پکڑے، جوتی ٹوٹی
کو زخیر سانپوں کی طرح بچھلتے ہی رہتے ہیں، لیکن جب انسان
ان کی نحوست و قیمت کو مدغم کرنا چاہتا ہے، اور اہلی قیمت
کا دسواں بیسواں حصہ لے کر ان کی ہڈی کو سر سے ٹالنا چاہتا
ہے کہ شاید اس طرح تنگدستی کی تلخی نان و گوشت کی لذت
سے بدل جائے، تو یہ مصیبت بھی آچڑتی ہے کہ ہزار نکو اور

خدا کا خوف نہ ہوتا تو ہمارا جہانناز ایران کے تمام مصنفوں اور دانشا پرستانوں کو دعوت دینا کہ آئیں اور ثابت کریں کہ میں کون ایسا ہے، جس نے ڈیڑھ سو روپیہ مالیت کی کتابیں چالیس روپیہ میں فروخت کرنے کے باوجود دوسرے ہی روز بغیر لیت و لعل کے ان کی قیمت وصول کر لی ہو۔ وقت مہر انگیز خانم رفیقہ آقا برہم جانیار رئیس مصنفین طہران پر بھی روشن ہو جاتا کہ وہ اگرچہ کبھی آدمی نہیں ہو سکتا، مگر اس آدمی سے بالاتر بھی ایک مرتبہ ہے،

پھر بھی، یہ دوزہریے جملے کہ ”تم کبھی آدمی نہیں بن سکتے، سب کے پاس موٹر ہے سوا تمہارے“، ابراہیم جانیار کے دل و دماغ کو مسوم کر رہے تھے، دھنسنے سے ایک قدیم و نادر کتاب ”تاریخ خشت سازی“ جو نوسو برس پہلے کی لکھی ہوئی تھی، ابراہیم کے ہاتھ میں تھی، چاہتا تھا کہ نمونہ کے طور پر اس کا ایک صفحہ خوشخط نقل کرے، اور حاشیہ پر ایک دو تین چار نمبر ڈال کر متن کی تصحیح کرے اور مولف کتاب اور کتاب نسخہ کے اعلاط بیان کرے لیکن خانم کے وہ دو جملے اس کے حواس گم کر رہے تھے، معلوم ہوتا تھا ساری کتابیں ہی لکھا ہے کہ تم کبھی آدمی نہیں بن سکتے سب کے پاس موٹر گاڑے سوا تمہارے“

کیا یہ سچ ہے کہ وہ کبھی آدمی نہیں بن سکتا؟ وہ ابراہیم جانیار جس کا قلم ہر بزاز کی زبان اور ہر پیادے کے پاؤں سے زیادہ تیزی کے ساتھ چلتا ہے، کیوں آدمی نہیں بن سکتا؟ ابراہیم جانیار روزانہ چالیس صفحے سیاہ کرتا ہے کاغذ کا ہر ورق جس میں عطار و بقال کی دکان سے سودا بندہ کو آتا ہے، اور اس پر مطبع کے پروفٹ کے نشانات ہوتے ہیں اسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہوتا ہے، پھر کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہرگز آدمی نہیں بن سکتا۔

آج مہر انگیز خانم شام کو اپنی ایک سہیلی کے ہاں چلی گئی تھی، مشہور مثل ہے کہ ”خانہ نشستن بی بی از بے چادری است“ (یعنی بی بی گھر سے باہر نہیں جاتی تو سمجھو اس کے پاس چادریا برقع نہیں ہے) مہر انگیز خانم جو رات کو

اپنے عزیز فرزندوں کو، جو کل قربان ہونے والے ہیں، کبھی ہاتھ میں لیتا ہے، کبھی کھولتا بند کرتا ہے، ان کے بے رنگ چہرہ مل سے غبار صاف کرتا ہے، ان کے ہر ورق میں اس کی جان پڑی ہوئی ہے، ہزار شیرازہ میں اس کا رشتہ جیتا بندھا ہوتا ہے، پھر بھی ان کو اپنے ہاتھ سے قربان کرتا ہے! آخر صبح ہو جاتی ہے، اور جانیار ان دل بندوں اور جگر پادوں کو بازار کے منتقل میں لے جاتا ہے، جس وقت ان کو کتب فروش کے سامنے رکھتا ہے، اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے اور آنکھیں بند کئے ہوئے دکاندار سے معاملہ کرتا ہے، دوتا ہے کہ کہیں کتابوں پر نظر پڑنے سے رگ دہی جوش میں نہ آجائے لہذا فروخت ہی سے باز رہا کرے، اس نے اپنی عمر میں کم سے کم سو مرتبہ اس طرح کا معاملہ ہوگا، اگر وہ ان معاملات کا حساب نہیں بنائے تو معلوم ہو کہ اس کی مرتبہ لوگوں نے یہ پیہ پیہم کر لیا۔ اور میں مرتبہ جو قیمت وصول ہوتی تو اس طرح کہ زبان درازی اور حجت بکرا کر کے طے شدہ قیمت کا بھی چوتھا یا پانچواں حصہ کم کر لیا کیا اور پھر جتنا ملا، ہزاروں پھیروں اور تقاضوں کے بعد ملا، کتب فروش ہمیشہ یہ عذر پیش کر دیتا ہے کہ ابھی کتابوں کا کوئی خریدار پیدا نہیں ہوا، سچ یہ ہے کہ کون اتحق ہے جو نقد دام دے اور اس مایہ نکیبت اور سامانِ نحوست کو گھر لے جائے، لوگوں نے گدھے کا مغز تو نہیں کھایا؟ جس روپیہ سے زمین خرید سکتے ہیں اور وہ چار پہنچتے بعد معقول منافع پر فروخت کر سکتے ہیں، یا کوئی مکان بول لے سکتے ہیں، اور اس کی قیمت ایک سال میں کر ایہ دار سے وصول کر سکتے ہیں، بھلا دیوانے ہیں جو اس روپیہ سے اس تودہ خاک اور اخبار دبا کر خرید لیں؟ بہر حال آج تو ہمارے فاضل ادیب ابراہیم جانیار نے شوقِ علم کو دکھایا تھا۔ نادمہند خریداروں نے بغیر امروز فردائے چالیس روپیہ دے دیئے تھے، آج کا دن تاریخ ادبیات ایران میں یادگار تھا، ابراہیم ہر چند سوچا تھا مگر عقل کام نہ کرتی تھی کہ ایسے نادبھی دن خانم نے یہ بات کیوں کہی تھی کہ ”تم کبھی آدمی نہیں بن سکتے“

"آقا، یہ تاریخِ سخنِ ویرانی ہے، بزرگِ تمامِ عالم میں کسی اس کی صورت بھی نہیں دیکھی، ہمیں اس کا کوئی قلمی نسخہ نہیں چاہتا ہے۔ سرِ قلم میں نے ابھی کسی کو نہیں دکھائی سیدھا ہمارے پاس رہا ہوا۔"

"بہت خوب، اچھا، اس کی قیمت نہاؤ، لیکن شرط یہ ہے کہ جتنے کو خریدی ہے وہی دم بہ نہ۔"

آخر آدھ گھنٹہ کے اندر چھوٹا، ماتحت و مکر کے لودو وہاں پس روپیہ کے بارشِ بڑا آج ڈبرہ سورویہ قیمت کی کتاب کے سودہ میں حاضر ہوئے تھے، جن کو ابراہیم جاننا زہر انگیز خانہ کی مدد راجی ورنج کرنے کے لیے جمع رکھ رہا تھا، جن سے ان کی چادر خریدنے کا پکار پیدا کرنے اور آدمی بننے کے لیے سرمایہ کا عار کرنے چاہتا تھا، صرف ایک قلمی نسخہ تاریخِ سخنِ ویرانی کی ضرورت تھی، امیر علی محمد کو علم تھا کہ آج اب پچیس روپوں کے علاوہ اور کچھ بساط میں نہیں ہے، اس لیے اگر وہ تاریخِ سخنِ ویرانی کی زیادہ قیمت دے بھی ہو تو اس کی مذنی آئندہ دوسری کتابوں کی فروخت کے وقت کر لی جائے گی۔

ابھی میرزا علی محمد رخصت ہونے والے اپنے دل میں نہ کہتا تھا کہ قلمی آدمی نہیں بن سکتا، سب کے پاس ہوتے سوا ہمارے! ممکن ہے کسی دوسرے کو سمجھ ہو، لیکن میرزا علی محمد جانتا ہے کہ جس وقت ابراہیم جاننا تاریخِ سخنِ ویرانی کے مطالعہ میں محو و مہمک تھا، میرزا علی محمد نے اپنا چرمی کپڑا بند کرتے وقت آہستہ سے تاریخِ رختِ مازنی میرزا سے اٹھا کر کس میں رکھ لی تھی، وہ کوئی بڑی چیز نہ تھی، سخنِ ویرانی سے فقط چوٹی قیمت کی تھی!

اس تاثرِ متب اور اس اثرِ زہر کے درمیان ایسے معاملے بہت ہو چکے تھے، اور ہمیشہ ابراہیم جاننا نے کتابوں کے گاہکوں کے کانوں میں سخنِ ویرانی کی گونج بھر رکھا تھا، کیا ایسا شخص بھی آدمی بن سکتا ہے، کبھی موٹر کار سے ملتا ہے؟

میرزا علی محمد! اگر ہم میں سے کوئی شخص آدمی بن سکتا، اور موٹر کار خرید سکتا ہے، تو دوست وہ ایک تم ہی ہو!

حسن قوری

کبیر، منہ نہیں جانی تو اس کو بھی یہی سبب ہے کہ وہ کی سردی اور تیز ہوا سے بچنے کے لیے اس کے شوہر کو ادنیٰ چادر نہ بنے کی توہین نہیں مانتی، بے شک وہ ہرگز آدمی نہیں بن سکتا۔

فہر خانہ سے اب کے جاؤ، کے لیے نہ کیا اور بند میں جمع کیا، نہ چادر نہ بنا، نہ کتاب نہ کی، جو ہر سال جعفر قی مازم کے ہاتھ سے بخوار سا جل گیا تھا، ابراہیم جاننا نے تم بلاشبہ کبھی آدمی نہیں بن سکتے

تبدیلی کو، بن گزرتا جو کہ ہر انگیزہ ایک گھنٹہ اپنی اور اپنے شوہر عزیز کی زندگی بچانے کی ہو، ابراہیم اپنی رو کو اس طرح فریب دے لیتا کہ قلم جان ہے، مزاج میں تیزی ہے، ہر دیکھا نثر ہے، چرچا میں آگیا ہے، میرزا وہ لوگ، مدد راجی کے بہانے دینا دیکھتے ہیں لیکن اس کو کبھی خوب لگتا تھا کہ میں ہرگز آدمی نہیں بن سکتا۔ آخر ہر انگیزہ کی مدد راجی کو کھجور لے کے تہہ کی بننے کی تدبیر پیدا کرنے کے لیے، حتیٰ کہ موٹر کار خریدنے کے لیے کتاب کے سودہ اور کیا ذریعہ ہے، کہتے ہیں کتابیں ہر درد دہا، دو ہے آخر جب دردِ اکثری کی کتاب میں کیوں بھی گئی؟ دولت پیدا کرنے کا ایک کوئی ذریعہ، کتاب کے علاوہ ہے، پیغمبرِ حبشہ، جن تختہ دار احوال سرمایہ و تجارت کی تصنیف کس کام کے تھے؟ کیا موٹر حاصل کرنے کا بھی کتاب کے سوا کوئی اور وسیلہ ہے؟ موٹر کی ساخت اور موٹر چلانے کے مستحق کتاب میں کیوں ترجمہ کرتے اور چھپاتے ہیں؟

ابراہیم جاننا انہی خیالات و افکار میں متغیر تھا، آدمی بننے کی تدبیر موٹر کی خریداری، ہر انگیزہ کے لیے کوئی چادر کی دستیابی اس کی مدد راجی کا علاج، یہی دینا دینا کے فائدے تو اس میں گردش کر رہی تھیں کہ کیا ایک مرزا علی محمد کتب فروش اپنا مشہور و معروف چرمی کپڑا بچے ہوئے کمرے میں داخل ہوا، سلام و مزاج پرسی کے بعد ٹھیک کر کس کھولنا اور نہایت احتیاط سے ایک کتاب نکال کر ابراہیم کو پیش کی، ابراہیم جاننا جیسے حضورِ قلب اور تعلیم و محبت کے ساتھ کسی قدیم قلمی کتاب کو لیتا اور کہتا ہے، اس طرح شاید یہی فرستہ سے بھی بھانپنا نہ کرنا، میرزا علی محمد کی نظر میں بھی اس سے زیادہ نقد خریدار اور ساتھ لوح کا بہ تمام ایران میں کوئی دوسرا نہیں! خریدار ادا نا جو خوب لڑے تھے۔

ساز زندگی

دوست! میرے ساز زندگی کا وہ فردوس
گوشِ نغمہ جس پر کبھی تیری روح و جد کیا کرتی تھی
اب خاموش ہو گیا ہے۔ .. ہاں وہ سازِ شکستہ
ہو گیا اس کے تار ٹوٹ چکے ہیں۔ .. آہ دوست!
اب تو ان شکستہ تاروں کو جھیرنے کی کوشش نہ کر دینے
اس سے ایسی ناخوشگوار لرزش پیدا ہوگی جو تیرے
دل میں درد و کرب کی لہر دوڑا کر تیرے منہ سے
دل کا خون کر دے گی اور اس سے ایسا دلہروز
نغمہ پیدا ہوگا جس کو تیرا نازک دل برداشت نہ
کر سکے گا۔ .. جیتے ہوئے آیامِ دلکش بھول جا،
بھول جا میری محبوب سسکی! ان سہانی صحبتوں کی
یاد کو دل سے بھلا دے۔ اس شکستہ ساز کے ٹوٹے
ہوئے تاروں پر نسا نہ ماضی دہرانے کی کوشش
نہ کر۔ اس کی شکستہ آوازِ نغمہ میں ارنشِ بیدار
کہہ کے تیرے منہ سے دل کو نرزدے گی یاں جا
میری محبوب سسکی! خدا سے باز آ کہیں ایسا نہ ہو
کہ اس کا دلخراش نغمہ تیرے جگر کو چھید دے
اس کی دلسوزی کہیں تیرے خرمِ حیات کو بھلا
کر خاکِ بیاہ نہ کر دے۔ .. بے فکر کے وہ آیامِ
دلکش زمانے کے، روا سلوک اور اس کے نغمہ جڑوں
نے مجھے بھلا دیئے ہیں تو بھی انہی بھول جا بھول
جانے کی کوشش کر۔ میری سسکی! ایسا نہ ہو کہ کہہ
تو بھی میری طرح مستقبل کی خوشگوار امیدوں کا
غلاب دیکھتے ہوئے اپنی کشتیِ حیات کو ہلاکت کی
طرف دھکیل دے۔ دیکھ سسکی! کہیں تیری کشتی
حیات بھی سرابِ مٹی کے گرداب میں پھنس کر نہ
رہ جائے؟

ب. ن. انسہ۔ ابراہیم بنگلور

دریا کا منظر

اک منظرِ نایاب
اک گلشنِ شاداب
پانی میں جو کچھ پودے کھڑے کاٹتے ہیں
وہ سینہ دریا کا عشقِ ناپ رہے ہیں
مُرد غاب ہیں جنباں
گرداب ہیں رقصاں
جو شے ہے وہ شادال
انکارِ جاں یاں خزاوالمِ انگیز
قدرتِ مناظر میں سکونِ کشِ طرب خیز
گو صورتِ مدحوش
وہ شہر سے روپوش
ہر وقت ہیں خاموش!
محمود اسرار سیلی

(بقیہ صفحہ ۱۵)

۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء

اگر سانس کی آمد و شد پر زندگی کا انحصار
ہے تو بے شک میں زندہ ہوں۔ بولتی
ہوں۔ مینہ پڑتی ہوں اور کھاتی پیتی ہوں۔
مگر سینہ خالی۔ آنکھیں دیران۔ دل
باپوسی کے اندھیرے میں سو یا ہوا اور
دماغ سمجھنے سے یکسر قاصر۔ اسی کا
نام زندگی ہے؟ دنیا کے سمندر میں ایک
جیلے ہوئے جہاز کے نیم سوختہ تختے کی
مانند ہی جا رہی ہوں اور نہ معلوم کب تک
بہتی ملی جاؤں۔ دنیا میں ہر ہر قدمِ نیکست
کا سامنا ہوا مگر ہمت نہ ہاری۔ برابر کوشش
کرتی رہی، مگر نیکست آہ! آہ! آہ! ..
خ. ج. رامپور

آئینہٴ دُشیزِ قدرت ہے یہ دریا
یا لقرۃٴ سیال کا سرسبز خزانہ

نہ پر جہاننا سب
یک جا دریا سب
یا پارۂ مہتاب
مغلِ منتہی میں مینا ختہ دریا کے کنار
کس ناز سے کہتے ہیں یہ بہت اثار
ہنسی کو جھٹکا کر
پتوں کو اٹھا کر
عارض کو دکھا کر

رو مال ہلانے لگیں پانی پر ہو ہیں
اور لینے لگیں چہرہ دریا کی بدوش
موچوں کے ٹھکلب
فیشن میں ہوئیں اب
اور گانے لگیں سب

کچھ ان کی زبانوں میں سیم سے بنانے
واؤد کے دل خوش گن بادل بچن تانے

گاے کوئی جیسے

خیام کی لے سے

رومی ہی کی لے سے

زلفیت کی پوشاک ہی ہر گل کے بدن پر

سورج نے ٹھہرایا ہوا سے اپنی کرن پر

کس درجہ چمک ہے

ہر پتی دھنک ہے

رگ رنگ میں جھلک ہے

مکس آپ میں بھولوں کا جو اور جھوم رہی ہیں

جھک جھک کئے یہ ساحل کے قدم چوم رہی ہیں

دیکھا ہے تہ آب

.... کی ڈائری سے

۴ مارچ ۱۹۴۳ء

کوئی نئی چیز نہیں۔

۴ مارچ ۱۹۴۳ء

نطائے ہوئے کی جھٹک لڑ چکے ہیں کس قدر پیار سے اور نصیحت آمیز جملے ہیں۔ ایک ایک جملہ دل میں چبھ کر رہ گیا۔ میں بھی جانتی ہوں کہ "الام اور مصائب سے تنگ اگر موت کی تمنا کرنا نہ صرف بُردی اور کم ہمتی ہے بلکہ ایک بہت بُرا مذہبی گناہ اور اخلاقی جرم بھی ہے" لیکن "آدمی کیا نہیں کرتا ہے پریشان ہو کر" تاہم مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے کاش میں سمجھنے سے پہلے کچھ سوچ لیتی، اگر میں آپ ان کی تکلیف کا باعث بنوں گی تو پھر دنیا میں کون راحت پہنچا سکتا ہے۔ اے خدا میں صدق دل سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتی ہوں۔ مجھے کوئی حق نہیں کہ اپنی ناکامیوں سے متاثر ہو کر ان کی تمناؤں کا خون کوروں جنہوں نے صرون مبری خوشی کی خاطر دنیا کی تیر تکلیف کا سنا کر کے مجھے حاصل کیا۔

۱۵ مارچ ۱۹۴۳ء

معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی کو میری کوشش کے ساتھ دشمنی ہے۔ مگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر ہر جگہ ناکامی کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے۔ ہر جگہ ناپوسی کا بھیانک چہرہ کیوں دیکھنا پڑتا ہے۔ کیا اس لئے کہ عورت کمزور ہے؟ کمزور کو سب دبائے کی کوشش کرتے ہیں۔ ظالم ظلم کرتا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ ظلم کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور اس طاقت کو استعمال کرنا بھی جانتا ہے، مظلوم ظلم سہتا ہے۔ صرف اس لئے کہ نہ تو اس میں ظلم کا مقابلہ کرنے کی طاقت ہے اور نہ مظلومیت کے دائرے سے باہر نکلنے کی جرأت ظالم مظلوم کی ہر کمزوری سے واقف ہوتا ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، مظلوم ہر طاقت سے مرعوب اور اس کے آگے سر جھکانے پر مجبور رہتا۔

دبائی صفحہ ۱۵۶ کالم ۲ پر چھو

پھر وہی وحشت۔ پھر وہی داغی انتشار۔ زندگی اور کائنات پر غور کرتی ہوں مگر ہر طرف تلخی ہی تلخی اور تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ یہ دیکھ کر دل بمقید اور پریشان ہو جاتا ہے۔ بچپن میں ایک نظم پڑھی تھی جس میں شاعر نے دنیا کی رنگینوں اور رعنائیوں کا ذکر کرتے ہوئے دنیا کو جنت ثابت کرنے کی کوشش کی تھی، اور یہ تو یہ ہے کہ اس وقت میں بھی دنیا کو جنت ہی سمجھتی تھی، مگر آج دنیا کی حقیقت کوئی میرے دل سے پوچھے۔ مجھے اس ظالم دنیا سے نفرت ہے! شدید نفرت!! کسی کو کیا معلوم میرے دل پر کیا گزرتی ہے، ہوگ پانی کو دیکھ کر کچھ لپٹے ہیں کہ سمندر ساکن ہے، حالانکہ اس کی گہرائیوں میں ایسے طوفان اور ایسے ظالم برپا ہوتے ہیں کہ اگر وہ سطح پر آجائیں تو کائنات کے ہر ہر ذرہ کو چند لمحوں میں اپنی آغوش میں لے کر میٹھی میٹھی رسلا دیں مگر دنیا! دنیا کو اس کی کد خبر!!

۵ مارچ ۱۹۴۳ء

آج کا دن بھی کل کے دن اور رات کی طرح بیت گیا، نہ کل کے دن میں کوئی خصوصیت تھی اور نہ آج کے دن کو کوئی امتیازی شان حاصل ہے۔ آزاد قوموں کے لئے زندگی کا ہر دن بذاتِ خود ایک نئی زندگی ہے۔ مگر غلام کے لئے غلامی زندگی ایک خواب پریشاں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ آزادو باشندے زندہ ہیں ان کو آزاد رہنے کا حق ہے لیکن غلام نہ نہ زندہ ہیں نہ مردہ، زندگی کا ہر حادثہ ان کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے۔ ان کی بوجھ سے دبی ہوئی رو ہیں زندگی کے سیلاب میں حقہ تنکوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ انہیں میں سے ایک میں ہوں۔ ایک تاریک کنوئیں میں پڑی ہوں، جہاں زندگی کی ہلکی سی روشنی بھی نہیں آسکتی جہاں مسرت کی حقیر سی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی۔ چند ناکامیوں کے نقوش چھوڑ کر یہ رات بھی اپنی تمام فستہی اور مردہ دلی کے ساتھ گزر گئی۔ غلام زندگی کے لئے ناکامی

ہم کیا کھاتے ہیں؟

ہندوستان اصل میں ایک وسیع براعظم ہے جس میں نئی نوین آباد ہیں۔ ان کی زبان مذہب اور رہنے سہنے کے عام طور طریقوں کی طرح ان کے کھانے پینے کے دستور اور رواج بھی جدا ہیں جس علاقہ میں جو پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ وہی اس کے باشندوں کی عام خوراک بن جاتی ہے، شمالی ہندوستان یعنی کوہمالیہ کا دامن شادیت تمام دنیا میں سب سے زرخیز علاقہ ہے۔ جہاں ہر طرح کے کھانے پینے کی چیزیں نہایت افراط سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہر قسم کا غلہ یعنی گندم۔ جو۔ مکئی۔ باجرہ چاول اور دوسرے اناج، والیں۔ بکئی قسم کی سبزیوں۔ ترکاریاں اور پھل۔ غرض کسی چیز کی کوئی کمی نہیں، اس کے علاوہ دودھ دینے والے جانوروں کے لئے ہر قسم کا چارہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر جگہ بڑی بڑی چراگاہیں موجود ہیں اس لئے دودھ اور وہ تمام چیزیں جو دودھ سے حاصل ہوتی ہیں مثلاً دہی۔ بکھن۔ پنیر بھی وغیرہ کثرت سے موجود ہیں۔ گوشت کھانے والے لوگوں کے لئے گوشت بکھن۔ انڈے۔ ان چیزوں کی بہتات ہے۔ ہندوستان کے باقی حصوں میں یہ بات نہیں۔ بنگال۔ مدراس اور بمبئی کے علاقوں میں گندم بہت کم اور چاول بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی چراگاہوں کی کمی کے سبب سے دودھ دینے والے حیوان بھی کم ہیں۔ اس لئے ان علاقوں میں عام لوگوں کا گزارہ گندم کی بجائے زیادہ تر چاروں پر ہے۔ دودھ کے ساتھ گھی بھی کم ہے۔ گھی کے بجائے کئی قسم کے تیل استعمال ہوتے ہیں۔ پھلوں میں کیلا۔ ناریل۔ زیادہ پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ان علاقوں میں دودھ۔ گھی بکھن اور عمدہ قسم کے پھل اور سبزیوں۔ ترکاریاں فقط امیر لوگوں کو میسر آسکتے ہیں جو مقام ہند کے قریب ہیں۔ وہاں معمولی عام ہے لیکن پرانے خیال کے پرہیزگار ہندو جو کسی قسم کا گوشت نہیں کھاتے اس کو اپنی غذا میں شامل نہیں کرتے۔ درمیانی ہندوستان

میں گندم اور چاول دونوں کی کمی ہے۔ اس لئے عام لوگوں کا گزارہ کھیتی باشت کے غلوں پر ہے۔ اس علاقے میں پھل اور سبزیوں کی پیداوار بھی کم ہے۔ اور دودھ بکھن وغیرہ تو بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ پس جغرافیائی لحاظ سے سب سے عمدہ اور مکمل غذا شمال مغربی ہندوستان میں اور سب سے ناقص وسط ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ سرحد اور پنجاب کے لوگ بلند قد۔ مضبوط جسم۔ طاقتور اور باہمت ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں ملک کے باقی باشندوں کی نسبت بیماری بھی کم ہوتی ہے، اور یہ لوگ عمر بھی زیادہ پاتے ہیں اس کے برخلاف وسط ہند کے باشندے نہ پورے قد کو پہنچتے ہیں۔ نہ اتنی ہی عمر پا سکتے ہیں۔ اور نہ اس قدر طاقت اور بہمت رکھتے ہیں۔

لیکن جغرافیائی حالات کے علاوہ اور بھی کئی باتیں ہیں جو غذا کے انتخاب پر اثر دیتی ہیں۔ ان میں سب سے اہم مذہب ہے۔ ہر مذہب کئی چیزوں کے کھانے سے روکتا ہے اور کئی چیزوں کا حکم دیتا ہے باسفا رش کرتا ہے۔ چنانچہ بدھ۔ جینی اور انجی ذات کے ہندو کئی صدیوں سے گوشت اور انڈے قطعی استعمال نہیں کرتے۔ لیکن دودھ اور اس سے تیار کی ہوئی چیزوں کا استعمال ان کے ہاں جائز ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ نشا رتنہ۔ چکنائی۔ پروٹین۔ وٹامن اور کئی قسم کے نمک غذا کے ضروری اجزاء ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی کمی تھوڑے ہی عرصہ میں انے آپ کو ظاہر کر دیتی ہے، اسی قسم کا نشا رتنہ اور نشا رتنات ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور یہی نمک اور کئی قسم کے وٹامن۔ نباتاتی چکنائی یعنی تیل اپنی غذا میں لگانے سے حیوانی چکنائی یعنی مٹی اور جینی کے قریباً برابر ہیں۔ لیکن نباتاتی پروٹین کے متعلق غذا کے ماہروں کا فیصلہ

زیادہ ہوتا ہے۔ گندم اور جو میں نشاستہ کے علاوہ کچھ پروٹین، نمک اور وٹامن بھی ہوتے ہیں۔ لیکن جاول میں سوانشا ستہ کے اور کچھ نہیں۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ بنگال اور مدراس وغیرہ کے لوگ پست قد، کمزور جسم اور بے ہمت ہوتے ہیں۔

بڑا لوگ اچھی خوراک کھانے کی توفیق بھی رکھتے ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ جنہیں جاننے کہ اچھی خوراک کیا ہے بعض لوگ بیت بکھر کر کھانا ہی ٹھیک سمجھتے ہیں اور اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ اس خوراک میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں یا نہیں۔ جن کی جسم کو ضرورت ہے ہمارے ملک میں زیادہ تعداد ایسے ہی لوگوں کی ہے، جو نہ جاننے کے باعث یا غریبی کے سبب سے مکمل خوراک نہیں کھاتے عام طور پر ہندوستانی غذا میں نشاستہ ضرورت سے بہت زیادہ پروٹین بہت کم چکنائی کی کمی ضرورت سے کم اور وٹامن کم نہیں ہوتے۔ بالخصوص برائے نام ہوتے ہیں۔ اس قسم کی غذا بچوں کو بڑھتے پھولنے سے روکتی ہے جسم کو کمزور رکھتی ہے۔ بیماریوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں پیدا ہونے دیتی۔ اعلیٰ دماغی قابلیت نہیں پیدا کر سکتی، اور انسان کو بہت جلد بوڑھا کر دیتی ہے۔ ہندوستان بھر کے دیہات میں بھلوں، سبزیوں، دودھ، دہی وغیرہ کی کمی ہے۔ اس لئے غذا میں دودھ اور وٹامن کی کمی میں دیہاتی ہندوستانیوں کی بہت بڑی تعداد مبتلا ہے۔

شہروں میں رہنے والے غریب اور ارمیانی درجے کے لوگ بھی مکمل غذا نہیں کھاتے۔ کیونکہ شہروں کی آب و ہوا بھی صحت اور درست نہیں ہوتی۔ اس لئے غذائی کمی کے اثر ان پر بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ چھوٹ کی بیماریاں اور خاص طور پر تپ دق غریب شہریوں میں نہایت تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔

امیر لوگ مکمل خوراک کی توفیق رکھتے ہیں لیکن وہ بھی ناقص خوراک زیادہ کھاتے ہیں۔ جہاں پروٹین کی کمی جسم کے اندر کمزوری اور بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ اس

سے کہ حیوانی پروٹین کے مقابلہ میں ناقص ہے۔ نباتاتی پروٹین زیادہ تر دلیوں میں اور کچھ سبب درجہ میں موجود ہوتی ہے اور حیوانی پروٹین گوشت۔ انڈے اور دودھ سے حاصل ہوتی ہے صحت کو قائم رکھنے اور جسم کو مضبوط بنانے اور کام کاج کے لئے طاقت بہم پہنچانے کے لئے پروٹین غذا کا نہایت ضروری جزو ہے۔ اس کے علاوہ پروٹین جسم کو سردی کے موسم میں گرم رکھتا ہے۔ اور کام کاج سے بولے نقصان ہر وقت ہوتا رہتا ہے اس کی مرمت کرتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ پروٹین جلد مضاعف ہو سکے۔ جس غذا سے یہ چیز حاصل ہو۔ اس کا حجم کم ہوتا کہ معدہ اور آنتوں کو اسے ہضم کرنے میں دقت نہ ہو۔ اور یہ خوبیاں فقط حیوانی پروٹین ہی کو حاصل ہیں۔ دودھ اور انڈوں میں نہایت عمدہ قسم کا پروٹین موجود ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو گوشت نہیں کھاتے مگر دودھ ضرورت سے ہیں۔ عمدہ پروٹین حاصل کر لیتے ہیں لیکن اس ملک میں ایسے لوگ کم درجہ کی تعداد میں موجود ہیں جنہیں نہ گوشت میسر آتا ہے اور نہ دودھ وہ اپنا پروٹین دال ہی سے حاصل کرتے ہیں۔ ایک آدمی کو کم از کم ایک چھانک پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہ مقدار کوئی ڈیڑھ سیر دودھ سے یا ڈیڑھ سیر گوشت سے یا اسی قدر دال سے حاصل ہو سکتی ہے۔ دال کی اتنی مقدار ہضم ہو جھوڑالتی ہے۔ اور اکثر ہضم ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر اس قدر مقدار کھائی بھی جائے تو اس سے ضرورت کے مطابق پروٹین حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس ملک میں زیادہ آبادی ان لوگوں کی ہے۔ جن کو یہ چیز ضرورت سے بہت ہی کم ملتی ہے۔ اور اس کے علاوہ غذا کی اور ضروری چیزیں خاص طور پر وٹامن عام لوگوں کی خوراک میں موجود نہیں ہوتے۔

بچوں کو عمدہ قسم کے پروٹین اور ہر قسم کے وٹامن کی خاص طور پر زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ ان کی نشوونما رگ جاتی ہے۔ یا وہ لوگ جن کے ہاں جاول ہی کا استعمال ہوتا ہے۔ انہیں یہ نقصان خاص طور پر

آزادیِ مکمل و شادی

اس کی پرواہ نہیں کرتی مگر آخر اپنا سارا وقت اپنے تئیں بنانے
سنوارنے، زینور و لباس کے آراستہ کرنے، غارہ دل کر بھرت بننے
میں گذارتی ہے۔

جو تھی مثال ایک میٹھیں بند بڑہ کی ہے جو اپنے منہ کی شہرہ
بے انتہا دولت کی تنہا وارث ہوئی ہو وہ کسی شخص سے نکاح کرتی ہو
پانچویں مثال ایک سیٹھ کی ہے جسکو کسی لالچی باپ نے انجمن
میں دے دی ہے۔ جو ہنوز جوان بھی نہیں ہوئی۔ جوان ہو کر
وہ اب دروہر و دھلتی جا رہی ہے۔ اپنی بے کیف زندگی سے
اکتا گئی ہے۔ موت کی دعا مانگتی ہے۔ یا اُس شخص کی قید سے خلاصی
اُدھر وہ شخص اُس سے بیزار ہے کہ اُسے کوئی اولاد اُس کی بی بی سے نہ
ہوئی جو اُس کی دولت کا وارث بنی۔ اور بقلے نسل کا باعث ہو۔
چھٹی مثال ایک شاعر کی ہے جس کی بیوی بے عقل، نالائق،
بدمزاج ہے۔ اُس کی منظومات کی مادہ دینے کی قابلیت کجا اُس کا شاعر
پر ہستی، مذاق اڑاتی ہے۔ شاعر ایک غیر عورت کی محبت میں مبتلا ہے جو اُس
ذہن کو جلا بخشتی اس کے دل کو روشن کرتی اور بہتر ریزہوں اور اشعار
کے نیاات غیر خالی خیالات افکار کرتی ہو۔

دُنیا اور قانون ان سب کو ان کے اطوار سے روکتے ان کے
طرز عمل اور ملین کو نامناسب قرار دیتے ہیں۔ لیکن حق و انصاف کیا ہے؟
پہلی مثال میں جو اعشارہ سالہ لڑکی چالیس سال کے مرد سے
شادی کر کے باوجود مرد کی خوش سلوکی، خاطر دلبری اور محبت کے
اُسے داغِ مفارقت دے جاتی ہے۔ اپنے فصل کی شاعرانہ حمایت
کرتی ہے۔ اور یہ تمام وکالت ایک افشاں بھار کے قلم سے ہے اور غرض
بھی فرضی ہے لیکن اس کی واقعی مثالیں ہر جگہ ہر قوم میں پائی جاتی
ہیں ان کے فصل کی یہی حمایت کی جاسکتی ہے جو افشاں بھار کے قلم نے
کی۔ اس تقریر میں قانون اور مفقعات قانون کو کافی نشانہ کیا ہے۔
لیکن کچھ نکتہ چینی بھی کی جاسکتی ہے۔ اعشارہ برس کی عورت کو بھی
عربیہ۔ دُنیا بھر کے قوانین نے اس عمر کی عورت کو حائل اور
سمجھدار اور اپنی منہنی کا مالک مانا ہے۔ اُس نے اس عورت کو زینور و لباس

ایک ادبی رسالہ کی ایک تازہ اشاعت میں دراجی حالات کی
جو عورتوں دنیائیں پائے جاتے ہیں چند مثالیں نظر پڑیں جو نہایت سلیم
اور غور کے لائق ہیں۔

پہلی مثال میں ایک چالیس سالہ ذی مشیت اور شریفہ خاندانی
شخص ایک اعشارہ سالہ عریب لڑکی پر محبت اور دولت کے دھڑے
ڈال کر اُس سے اپنا گھر آباد کر لیتا ہے۔ اُس کو چاہئے، خوش کنے
اور اپنی دولت سے مالامال کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ لیکن لڑکی
جلد ہی یہ محسوس کر لیتی ہے کہ اُسے اپنے خاوند سے محبت نہیں۔
وہ ہر چند اُس سے محبت و رغبت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے
مگر ناکام رہتی ہے۔ آخر ایک عریب مفلوک الحال گرو مشہور
قافلہ جو ان سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ اُس کے گھر میں باغی
ہے اور شوہر کو داغِ مفارقت دے جاتی ہے۔ وہ روتا پیشتا
رہ جاتا ہے اور اُس کے غم میں دیوانہ اور زندہ درگور ہو جاتا ہے۔
دوسری مثال ایک بدملین مرد کی ہے جسے بے شمار دولت
ورثہ میں ملے ہے وہ ایک ایسی عورت سے شادی کرتا ہے جسے مفارقت
معلوم ہے کہ وہ شریفہ نسب ہے۔ ابھی باوجود ویسے ختم نہیں ہوتا کہ وہ
اپنی بیوی کو بھلا دیتا اور خالی بوتل کی طرح چھوڑ دیتا ہے۔ قسمت کی
ماری عورت کچھ دن روتی بیٹھتی ہے آخر اُسے صبر آ جاتا ہے اور وہ
سمجھ لیتی ہے کہ اُس کے اُسوا اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہیں کہ نفس پر
بے وفا مرد پر ضائع کئے جائیں۔ ایسے بھی ایک خوش حال شیریں
خصال جوان کا خیال ہو جاتا ہے۔ اُس کی راحت کے لئے ہر قسم کی
قربانیاں کرتی ہو اور اُس کی جیب اپنے شوہر کے زرو مال سے
بھرتی رہتی ہے۔ شوہر نے اُس سے آنکھیں پھیر لیں ہیں۔ وہ شوہر
بے پروا ہو گئی ہے۔

تیسری مثال ایک رئیس زادے کی ہے جو مفلس ہو گیا ہے
ایک پرمسورت مگر بہت مالدار عورت سے شادی کر کے اُس کی دولت
پر قبضہ کر لینے کے بعد اُسے بھلا دیتا ہے اور ایک آؤن جو ان حسینہ سے
دوستی نہایت لیتا ہے۔ عورت بچھاتی اور دانتوں سے آنکھیں کاٹتی ہو

یہ ہے کہ عورت اب تک بمقابلہ مرد کے کمزور ہی رہی ہے۔ قانون نے بھی اس کو کمزور تصور کیا ہے۔ عورت ہزار مرتبہ شوہر سے بیزاری ظاہر کرے اور طلاق دے مگر بغیر کسی زبردستی عدالت کے اس کے قبضہ سے نکل کر محفوظ نہیں رہ سکتی۔ نہ اس کو اپنے سے باز رکھ سکتی ہے اس کو اپنا پلہ مرد کے برابر کرنے کے لئے عدالت کا پانچ ڈالنا لازم و ناگزیر ہے۔ جو طلع عدالت کے ذریعہ ہوگا عدالت کی تمام قوت و اقتدار اس کی حمایت کو موجود ہوگا پس عدالت کے توسل کی عورت کو خود ضرورت ہے۔ عدالت جہاں نہ ہو عورت اور مرد کے کنڈیادوں اور رشتہ داروں کو قرآن کا حکم ہے کہ وہ بیچ بن کر نہ بیچ و زوجہ کے منسلقے کا انسانیت سے تصفیہ کر دیں۔ عورت کو مدعی بننا آسان نہ ہو تو وہ اپنے اعزہ کے زیر حمایت خانہ نشین رہ کر مرد کو مدعی بننے پر مجبور کر سکتی ہے۔ اس صورت میں عورت کو مرد کے دعوے کا صرف جواب دینا واجب رہ جاتا ہے۔ ہم نے خود دیکھا کہ عورت یکے سب جا بھی شوہر نے باز دی عورت کا دعویٰ کیا اور پتہ کر دیا کہ اس کی طرف سے کوئی بدسلوکی وغیرہ نہیں، عدالت نے اس کے موافق فیصلہ کر کے عورت کو حکم دیا کہ اس کے گھر جائے ورنہ قید کی جائے عورت نے جبل خاں کو ترجیح دی۔ یہ دیکھ کر شوہر نے جو دعویٰ ایک نیک مرد اچھا آدمی تھا دعوے سے دست برداری اختیار کر لی۔ کہ میل میں رکھے جانے کے واسطے اس نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ہم نے شوہر کو خود دیکھا تھا نہایت خوش رو و صالح و تندرست لکاو، شریف، جوان تھا مگر پیند کا کیا علاج۔ اپنی اپنی پسند ہے۔ زجر اس کو ناپسند کرتی تھی۔ اس کی طبیعت اس مرد سے راضی نہ تھی۔ عدالت کا حکم البتہ بیوقوفی سے خالی نہ تھا بلکہ مکمل تھا جبکہ عورت ماضی ہی نہیں تو اس صورت میں عدالت کا فرض عورت کی طرف داری کرنا اور مرد سے طلاق دلانا تھا مگر ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ ذیل میں ہم اس کے متعلق صحاح ستہ کی حدیث نقل کر دیتے ہیں۔ جو اپنی حکایت آپ بیان کرتی ہو۔ اور ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت کا انصاف بیڑو صدی عیسوی کی انڈین عدالتوں کے انصاف سے کس قدر بڑھا ہوا تھا!

حدیث یہ ہے۔ - عن ابن عباس ان امراً ثاباً بن قیس

ات البقی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ثابت بن قیس امثالی ما اریب علیک فی خلق ولا دین ولا نعتی

اور نکھاٹ باٹ کو پسند کیا کیونکہ وہ غریب تھی اور ان چیزوں کی بھوک تھی۔ کیا قانون یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ ان چیزوں کو پسند کرنے سے روک دی جاتی؟ یا قانون یہ ہونا چاہیے تھا کہ جب تک اس کو ان چیزوں سے نفرت اور اکتاہٹ پیدا ہو اُسے شادی نہ کرنے دیا جاتا؟ کیا اٹھارہ برس کی عورت کو لیہم نہ ہو ان ایسا نظر نہ پڑا تھا جس کی طرف وہ رغبت محسوس کر کے عمر کی پختگی پر نوجوانوں کی ترجیح کا نتیجہ بنتی؟ اس قسم کے اور بھی اعتراض اس عورت پر کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً جب یہ نوجوان جس سے اُس نے بڑا لگایا پڑا نا پڑا اور نوجوانی سے اترا۔ ساتھ ہی کوئی اور نوخیز نظر پڑا تو جو اصل اس نے پسند کیا اُس کے مطالبی سٹہ ہر کو چھوڑ دینے اور اُس پیچر سے تعلقات قائم کر کے لئے اُس کی روح پھر پھڑپھڑائے گی۔ دس مل تباہ کر بڑھیا بھی ہو جائے گی تب بھی دل تو اس کا وہی رہے گا۔ پس قناعت کرنے اور دل کو جو لائبروں سے روکنا لازم آیا ورنہ انجسٹ وہ ہر گاہ جو خدا کرے شریفوں کا ہو

شوہر کے گھر سے فرار ہونا۔ مزید ہو کر غیر کی پناہ لینا وغیرہ۔ یہ فیہم ہی راسی اختیار کرنے کی عورت کو ضرورت نہیں۔ اگر ہم نہ چاہتی اور نا اتفاقی لا طلاق صورت اختیار کرے۔ شوہر بے اتفاقی سے باز نہ آئے۔ نان نفقہ نہ دے سکے، مرند ہو جائے، واقعی مرد نہ ہو جواری، ذلیلاری، بدچلن، بدتمش ہو۔ ان سب حالات میں عورت کو خلع پانے کا قطعی حق ہے اور قاضی کو مندرجہ کی تائید ہے کو خلع کر دے۔ مگر اگر عورت کو وارثوں نے خلاف مرضی بیاد دیا ہے یا بیادنا چاہتے ہیں تب بھی عورت اگر بالغ ہے ایسے نکاح سے انکار کر سکتی ہے۔ اگر نابالغ ہے تو بالغ ہونے پر اس کو مسترد کر سکتی ہے۔ سوال یہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے اور عدالت کا انسان

سہل الوصول ہونے کا ہے امدیہ دونوں چیزیں مکمل ہو سکتی ہیں اگر عورت میں قابلیت ہو جو دونوں کو تعلیم کے ذریعے قابلیت پیدا کرنی اور پیدا کرانی لازم ہے۔ جہاں یہ قابلیت موجود ہے اور عدالتیں نصف و ذی اقتدار ہیں عورت کی یہ تمام مشکلیں آسان ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قانون نے کوئی ظلم و جبر عورت پر روا نہیں رکھا ہے۔ یہاں شاید یہ سوال ہو کہ مرد کی طرح تین بار طلاق کا قطعہ کہہ کر گھبراہو جانے کا اختیار عورت کو کیوں نہیں دیا گیا؟ عورت کے لئے یہ آسانی کیوں نہیں؟ جواب

سچے مسلمان ہیں اور تعلیم اسلام ان کی معاشرت میں نفوذ کر گئی ہے۔
وہاں اس حدیث پر عملدرآمد اب بھی موجود ہے۔

میرے ایک معزز کرم فرما جو الزامیاض (پایہ تخت سلطان
ابن سعود) میں سرکار انگریزی کے ٹائمنس سے ملے ہوئے تھے
کہ وہاں کے ایفروں میں سے ایک سے ان کی کہی ملاقات تھی خوب ملنا
جُلنا رہتا تھا ایک دن جو گئے تو ششکران کی بیوی کو طلاق ہو رہی ہے
انہوں نے پیاس ہمدردی و انسانیت سمجھنا چاہا کہ بچے و بران جو مائیں
یہ کیا حماقت ہے۔ اپنا جاننا لکھ کیوں نہ جانتے ہو؟ میرے کہا کہ اس
تو طلاق نہیں دے رہا میری زوجہ خود اس کی طلبگار ہے۔ پوچھا
کیوں؟ کہا وہ کبھی اُس سے کاح کرنا چاہتی ہے! میرے کرم فرما
کہتے تھے کہ یہ سن کر مجھے بہت ہی غصہ آیا اور میں نے اُن سے کہا
کہ میری بیوی مجھے ایسا کہتی تو میں اُس کی گردن اُٹا دیتا۔ ہمدرد
میں کسی کی بیوی بھی ایسا کہے تو وہ اُسے مار ڈالے یا مارنے سے
بدتر کر دے۔ آپ ہرگز طلاق نہ دیں، "میرسن کر منسا اور کہا اگر
میری بیوی نے صداقت اور صفائی سے کہہ دیا کہ وہ اُس اور کو پسند
کرتی ہے تو اس میں کیا برائی ہے؟ دل سے انسان مجبور ہے سچ بولنے
کا یہ بدلہ دینا چاہیے جو آپ تجویز کرتے ہیں۔ اور یہ بھی حماقت ہے کہ
اُس کو زبردستی رکھا جائے اس کا نتیجہ اُس کی دشمنی اور اپنا نقصان
مول لینا ہے۔ دشمن ہو کر وہ میری چیز خواہ نہیں رہ سکتی جھگڑا
پہنچانے کی، طرح طرح سے ایذا دے گی لیکن ہے مجھے زبردستی
یا مردا ڈالے۔ مجھے کیا حق ہے جو اس کو زبردستی فیہ کر کے رکھوں؟
میرے کرم فرما کہتے تھے کہ اس امیر کا نہ دیکھتا رہ گیا!

اس حکایت کا ضمیر یہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں جو میرے
کرم فرما نے کہا کہ ایک روز جو امیر مذکور کے ہاں گیا تو معلم ہوا کہ امیر
صاحب آج کہیں جا رہے ہیں۔ اُس سے ملے تو پوچھا کہ کہاں کا ارادہ
ہے؟ کہا کہ "ہماری زوجہ سابقہ نے ہماری اور اپنے بچوں کی منیت
کی ہے اُس کے شوہر موجودہ کے مکان پر جا رہے ہیں" القیام امیر مذکور
نے وہاں جا کر شایانہ کھائی۔ اس نے بچوں کو گلے لگایا۔ اُن کے ذہن
سے بدل شاد کیا اور سچی خوشی واپس آ گئے۔

ہمارے ہندوستانی بھائیوں کو اس حکایت پر انتہائی تعجب
ہو گا۔ شاید جھوٹ سمجھیں مگر میرے معزز کرم فرما بفضل حق وقائم

اکبر الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان ردین علیہ حد یقتہ؟ قالت نعم۔ قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم۔ اقبل المحدثۃ وطلقها اطلاقاً (مسلم)
(مترجمہ) ابن عباس سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی عورت
(ام حبیبہ نام) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی یا رسول اللہ
میں ثابت بن قیس پر کسی طرح کا عیب نہیں لگا سکتی نہ اُس کی عادات
میں نہ دین داری میں لیکن میں کفر (انکار) کو اسلام میں ناپسند رکھتی ہوں
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ثابت کا دبا ہوا باغ اُس کو
واپس کر دو گی؟ عرض کیا جی ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے (ثابت سے) فرمایا باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔
یہ حدیث دو طرح سے صحیح نسائی میں وارد ہوئی ہے۔ دوسرے
طریق میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ "ام حبیبہ اپنے کنبہ میں جا جمیعین"
یعنی کہ آنحضرت معلّم کے فیصلہ پر عمل درآمد ہو گیا۔ آپ کا فیصلہ
ناطق و ناظر ہوا۔

شمس العلماء ڈاکٹر مولوی نذیر احمد بلوی مرحوم کا اس حدیث
شریف پر یہ حاشیہ بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں "ثابت
بن قیس کی بی بی کو اپنے شوہر سے کوئی عیب منافات ہو گی جس کی وجہ
سے اُس نے مفارقت چاہی لیکن اُس کی وجہ کو ظاہر نہیں کیا۔ کفر کو
اسلام میں ناپسند رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کی نافرمانی نہ سمجھتی
اور اسلام میں اس کفر کو ناپسند کرتی ہوں!"

اللہ انشاء اسلام میں ایسی بیبیاں بھی ہو گئیں ہیں جو شوہر
سے ناخوش رہنے کو کفر سمجھتی تھیں۔ مگر
آنحضرت معلّم کی تہذیب اخلاق محمد آفرین کہنا چاہیے کہ
آپ نے ام حبیبہ سے وجہ ناراضی دریافت کرنے سے پرہیز فرمایا۔
آج بیسویں صدی عیسوی کی یورپ کی عدالتوں میں بھی یہ تہذیب
مفقود ہے۔ وجہ ناراضی وہ ضرور پوچھتے ہیں اور اس پوچھنے پر جو
جو مقدمہ کھلے ہیں وہ اخباروں کے ذریعہ مشرق سے مذہب تک
کی مغفوں میں نقل نقل ہوتے ہیں!

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آنحضرت کی زندگی میں یہ ایک مثال
گزار گئی۔ پھر کسی اور کہیں ایسا نہ ہوا ہو گا کہ زوجہ کے بعض ناراضی
ظاہر کرنے پر خلع ہو گیا ہو یا خلع ہو جائے یا نہ ہو۔ اصلی ذمہ کے جہاں

اور ہندوستان میں موجود ہیں ان سے تصدیق کرائی جاسکتی ہے
نامہ نامی خان بہادر صلیبی حسن ہے۔

خانی کرنا چاہیے کہ اسلام کے عورت کو کس درجہ آزادی عطا
کی ہے۔ مگر چونکہ اسلامی فقہاء مردوں نے مرتب کیا ہے عورتوں کے
اس حق کو دینے سے قلم چرا لیا گیا ہے۔ کنز الدقائق جو فقہ حنفی کی
مختصر کتاب ہے۔ اس میں طلع کے متعلق بہت سے مسائل ہیں جنہیں
اوپر سے مسئلہ نہیں ہے کہ عورت طلع کی طالب ہو تو اس کو بخوشی و رغبت
بلا جوں و چرا خلع و لادینا اور دینا واجب ہے جیسا کہ حدیث صحیح
منقولہ بالا سے ثابت ہے!

مگر عورتوں کو جو حقوق اسلام نے عطا کئے ہیں ان سے
منتفید ہونے کے لئے عورتوں کو خود قابل تعلیم یافتہ ہونا لازم ہے
بغیر تعلیم و قابلیت کے عورتیں تو عورتیں ہی ہیں مرد بھی ایسے حقوق
کا حق اچھل کرنے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔ بخوبی مستفید نہیں ہو سکتے
اگر یہ حق خلع عورتوں کا تسلیم کر لیا جائے اور مسلمان مرد
مطہد مسلمان ہوں تو مجبور وہ ضرور ہیں بھی جو مثال سے اوڑھیں
کے بعد کی مثالوں میں مذکور ہیں پیش ہی نہیں آسکتیں اور گناہ کا کڑا
اختیار کرنے کی عورتوں کو ضرورت باقی نہیں رہتی! دونوں اپنے
اپنے کلمہ خوش رہ سکتے ہیں۔ چونکہ شرع کی جگہ شرم و رسم نے
غصب کر رکھی ہے اسلئے یہ رسوائیوں کی صورتیں پیدا ہوتی اور
پیش آتی ہیں۔ جن کا مندرجہ بالا چھ مثالوں میں مذکور ہے۔ حالانکہ
شرح میں مستتر نہیں ہے۔

یہ نہایت لازم و ضروری ہے کہ عورتوں کے انصاف و تسلیم
بیس ایک باب بالو کی کتاب ایسی مقرر کی جائے جس سے ان کا پورا
حقوق اور شرعی حیثیت سے کام لیا جاسکے۔ یہ حرف غمر و
ی بائیں ہیں۔ کوئی لمبا چوڑا کو رس نہیں ہے۔ دوسرے عورت
سے سین وقت نکاح پر جبکہ وہ دلہن بنی دلی مشکلائی جمع ہو
بھری ہوتی ہے اس کی مرضی پوچھنے کے علاوہ نسبت منظور کرنے
سے پہلے ہی عندیہ لے لینا واجب ہے سمجھ دار مائیں اس پر اب
بھی عمل کرتی ہیں اور نسبت نامنظور کرنے میں انکار کا انکار در
مقبولت لڑکی کا انکار ہوتا ہے۔ جیسے وہ اپنے اوپر اوٹ لیتی ہیں۔
رہتی نہ لید کامر دینا اتنا ہی دشوار اور ایک اتفاقی امر ہے جتنا کہ

لڑکے کی پسند کی لڑکی میسر آنا۔ لاکھ ہزار چاہے کہ فلاں لڑکی سے اس
کی شادی ہو لیکن جب تک لڑکی کے والدین یا خود لڑکی نہ چاہے ناممکن
ہوتا ہے۔ یہ صرف ہم ہی لوگوں میں نہیں بلکہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ اور
آزاد سے آزاد سوسائٹی میں یہ کیفیت پائی جاتی ہے مثلاً کوئی شخص
نامور ہوتا ہے تو اس کی شادی کی لئے سینکڑوں لڑکیوں کی درخواستیں
آجاتی ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایک بھی مقبول نہیں ہوتی۔ اگر رشتے
غرض کی بنا پر ہوتے ہیں۔ عموماً خوشحالی پر فریفتہ ہو کر بہت کم محبت
کی بنا پر۔ جو رشتے محبت کی بنا پر ہوتے ہیں وہ بھی آگے چل کر اتنے
ہی ٹوٹتے ہیں جتنے دیگر قسم کے رشتے آئندہ ناکام رہتے ہیں۔ یورپ
وامریکہ کی طلاقوں کے اعداد و شمار اس کے گواہ ہیں پس ہماری لڑکیاں
یار لڑکے اس بارے میں کسی خاص بد قسمتی کی حالت میں ہیں۔ ان حالات سے
بعض لوگوں نے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شادی کا رواج ہی سرے سے لغو
ہے لیکن اگر اس رواج کو اٹھا دیا جائے تو انسانی سوسائٹی جانور دنیا
کا گھر رہ جاتی ہے۔ پس لامذہب آیا کہ تہذیب و تمدن کی طرح جوڑا لگا کر
جوڑا جیسا بھی میسر آئے یا آگے چل کر ذات ہو۔ اس برحق الاسکان قانع
و شاکر ہیں۔ اور جب یہ ناممکن ہو جائے تو قانون میں ایک دوسرے سے
جدا ہو جانے کی آسانی موجود ہو۔ یورپ کے قانون ابلیس اصول پر بنے
ہیں۔ شرع اسلامی تیرہ سو برس قبل اس کو مقرر کر چکی ہو لیکن طلاق میں ان
نے اوڑھے اٹھا کر جلد بازی کو روکا ہے۔ تین جیسے تین میں بار کے بغیر نظر کرنا
کرسوئے سمجھنے کو کافی وقت ملے طلاق یا خلع دینے کا مشورہ دیا ہے اس
عصر میں کڑیاں پڑنا تو کسی صلح و مصالحت ہو جانے کی گھر گھڑنے سے بچ جاتے ہیں۔
اور بچے و بران ہونے نہیں پاتے ہیں۔ بچوں کی دیرانی کا بھی شرع نے خیال
رکھا ہے۔ ناہنجی میں ان کو اس کے پاس رہنے کا حق و سخت قرار دیا ہے اور
باپ پر ان کی پرورش کے مصارف عائد کئے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر بچہ شیر خوار
ہو تو ماں کو دو دو چلانا فرض نہیں۔ آثار رکھی جائے یا ماں کو دو دو چلانے
کا معاوضہ دیا جائے۔

اسلام نے آخر میں یہ بھی کھدیا ہے کہ مباحات میں بدترین چیز طلاق
و خلع ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کس کو کھیل نہ بنائیں کچھ سموت کی طرح
اس رشتہ کو ہر آذنی بات پر توڑ لینے پر مستعد نہ ہوں۔ جو شرع مذہبات کو قافلوں
رکھیں۔ ایک جذبہ جودلی میں پیدا ہو خواہ کسی قدر قوی ہو پر جی کر کے
لائی نہیں ہے۔ عقیدہ نکاح ایک پیمانہ وفاداری ہے اس کو توڑنا ناقص

ابا..... لے

خیر اٹھا، سر پر رکھ آگئے۔ مرنے کے ادھر سے مینک کا کیس اٹھا کر مینک کی کمائیاں کانوں پر لٹکائیں اور کھنٹی پہتے پہی اٹا کے کمر پر بند کر لی اور چھڑی تو وہ بہت پہلے ہی سے اٹھالائے تھے۔ میں نے چھکار کے ڈرتے ڈرتے کہا بھی کہ میاں شیشہ ٹوٹ جائیگا مینک اُتار دو کہیں اس وقت وہ خود ابا جان بنے ہوئے تھے!

ریحانہ ادھر چھوٹی مٹی کے آگے میں نے دو تین تصویروں کی کتابیں ڈال دیں وہ دونوں تصویریں یکے میں مشغول ہو گئیں اور میں صوفہ پر لیٹ کر اُونٹنٹے لگا۔ ریحانہ کی بلی سی چیچ سے میں نے جھک کر دیکھا۔ مٹی نے دیا سلائی جلائی تھی اور ریحانہ گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر بے تھکا پھوٹکیں مار رہی تھی۔ اور مٹی ہنس رہی تھی۔ دیا سلائی بچھ گئی تھی۔ میں نے مٹی کے ہاتھ سے جلاہر اٹھا پھینک کر کہا ”کیوں پیڑوں؟“ ہونٹنی کا ہونٹ آگے نکل آیا اور وہ چیخ مار کر رو دی۔ اُٹانے بہتیرا بھلایا مکروہ نہ بلی۔ آخر میں نے ہی ہار جھک مار کے مٹی کو اٹھا کر پیٹ پر بٹھا لیا۔ اور چیا (چڑیا) بوتل کو نکال کے اُن کا وہ بیان بتایا۔ اب وہ راضی ہو گئیں اور تالیاں بجا بجا کر میرے پیٹ پر کدائیاں لگاتے لگاتے میرا منہ نوچنے لگیں۔

”کیا لوگی مٹی کیا بات ہے“ میں نے پچکارا۔ وہ میری ناک ٹھیسٹ کر بولی۔ ”ابا ماموں مرنے“ میں اُس کا مطلب سمجھ گیا اور جلدی سے ٹانگوں پر بٹھا کر جھو جھو جھونٹے ماموں مرنے ”کرنا۔ ہا۔ جب میں پاؤں رکھتا تو وہ کبھی اول۔ اول“ اور میں پھر اُسی طرح ماموں مرنے کی تسبیح کے ساتھ پاؤں ہلانے لگا۔ اور ”ابو کا کوٹھا کر تپے کرنا ہے“ کہہ کر روٹھتا کر دیتا۔ میں گھبرا گیا تھا آخر کب تک۔ یہ بے وقت کی ویرش کے جانا۔ وہ تو ظہیر میاں کا بھلا ہو کہ باہر سے ایک چڑیا کا پتہ بڑا کر لے آئے۔ مٹی کو ذکر تہریکے پاس گئی اور میں بچے بھاڑ کر اُڑاؤں جو بیٹھا۔

گھڑی نے شن من بارہ سجا دے۔ میں اُٹھ کر غسلانے میں گیا۔ منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھانے بیٹھ گیا۔ بچوں نے بھی میرے ہی ساتھ کھانا کھلایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے اُٹا کو ہدایت کی کہ وہ بچوں کو دوسرے کمرہ میں لے جا کر بھلانے میں سونا چاہتا ہوں۔ اُٹا بچوں کو لے گئی اور میں بہر پے

بیگم نے برقہ اوڑھتے ہوئے فرمایا ”بچوں کا دھیان رکھنے گا میں تین بجے تک تو واپس آ جاؤں گی“ میں نے کہا ”لیکن دیکھو تو مسلسل کئی گھنٹہ تک ماشاء اللہ تینوں بچوں کو بھلانا میرے ساتھ دیا ہے۔“ بیگم کے تیور بدل گئے ”جھجکا کر لوں۔“ میں آپ سے یہ تھوڑی کہہ رہی ہوں کہ آپ گو دس لے کر بھلائیے یا کد سے لگا کر ٹیلے میرا مطلب یہ ہے کہ اُٹانی ہے بچے اُس سے مانوس نہیں ہیں آپ خیال رکھنے کا“ فنی کس کا؟“ میں نے چندرا کر پوچھا۔

بیگم بولیں ”اُسے بھی بچوں کا اُدکس کا“

”معاف کرنا میں سمجھا کہ اُٹا کا“

”آپ کے سمجھنے کا کیا ہے یوں ہی سمجھا کرتے ہیں“

میں نے کہا ”یکم تھیں معلوم تو ہے کہیں قریب قریب رات کا جاگا ہوا ہوں سوچا تھا کہ صبح اُتار ہے دو ڈھائی گھنٹہ مٹو گلا لیکن نہیں بھی آج ہی جلسہ میں جانا ہے۔“

”پھر ان باتوں سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ یہی ناکریش جانو“

”نہیں نہیں خدا نخواستہ میرا یہ مطلب کیوں ہونے لگا تھا“

شوق سے جا۔ کہہ تو رہا ہوں کہ مختار بچوں کو بھی بھلا لیں گا۔ اور۔۔۔

..... لاجول ولاقوۃ

وہ کھل کھلا کر منس پڑیں مجھ میں جلی گئیں اور بہا اپنے تینوں بچوں کی رکھوالی کو رہ گئے۔

چھ لڑکی تقریباً ڈیڑھ سال کی تھی اُس سے بڑی ریحانہ چار سال کی اور ظہیر ریحانہ سے دو سال بڑا تھا۔ مجھے ریحانہ سے خاصی محبت تھی اور وہ بھی ابا جان ابا جان کر کے ہر ذلت لیٹتی تھی۔ (وہ کوک متعلق مشہور ہے کہ بیٹے تو کھڑے جیسے ہوتے ہیں بی بی حال ظہیر کا تھا۔ چھوٹی مٹی سے میں کچھ گھبراتا تھا۔ پھر بھی وہ مجھ سے کافی مانوس تھی انحصار ہم اپنے چینیٹی پوڑوں کو لے کر ڈرائنگ روم میں چلے گئے اور اُٹانے دھوئی کا پتہ چھڑا دے ہوئے فراغت کا سانس لیا۔ ظہیر کو ہم تو دلچسپی نہیں تھی لیکن ہماری چیزوں سے انہیں خاص اُنس تھا۔ پہلے تو وہ پلک کر دوسرے کمرے میں پہنچے اور ہمارا بیٹ جہڑوں ہی

گس بانی

(سلسلہ کے لئے اگست ستمبر کا پرچہ ملاحظہ فرمائیے)

مولوں کو خوراک دینا۔ قدرت نے درحقیقت مولوں کو اپنے لئے شہد کی خوراک بن کر رکھا ہے لیکن ہم زیادہ تر شہد کا حصہ اپنے مطلب کے لئے نکال لیتے ہیں ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ مولوں کو کبھی کبھی خوراک دینے کی ضرورت ہوگی ورنہ شہد کی پیداوار میں کمی ہو جائے گی۔ خوراک کے لئے خالص اور اچھی قسم کی مینی استعمال کرنا چاہیے۔ بعض لوگ غلطی سے خراب قسم کی فکڑ یا کاسٹریٹ مولوں کو دے دیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ غیب پش کے عارضہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ مولوں کی خوراک تین طرح کی ہو سکتی ہے۔

(۱) اشارہ نشین فیڈنگ (Stimulation Feeding)

(۲) اسٹیمولیٹو فیڈنگ (Stimulative Feeding)

(۳) کومب بلڈنگ (Comb Building)

یعنی چھتہ بنانے وقت۔ پہلی قسم جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس وقت دی جاتی ہے جب مونین بہت زیادہ بھکی ہوں یعنی ان کے پاس خوراک کا ذخیرہ نہ ہو اور باہر کے پھولوں سے اس بھی زیادہ ملتا ہو۔ یہ خوراک ایک مہد بانی میں ۲ حصہ شکر ملا کر پتلا شربت تیار کرنے سے بن جاتی ہے اسے باہر کے اندر فرموں کے اوپر یا اندر جگہ پر ہر دو باس ہر کسی کھلے پیالہ نہار میں رکھ دینا چاہیے۔ اس شربت سے بھرے برتن میں کھاس کے ٹکڑے ڈال دینا ضروری ہے۔ ورنہ بعض مونین شربت دیتے وقت ڈوب جائیں گی۔

دوسری قسم کی خوراک کالنی کو خوشحال بنانے کے مقصد سے دی جاتی ہے۔ تاکہ اندسے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو اور پھولوں کے موسم میں کاکن مونین بکثرت موجود ہوں اگر یہ ترکیب کامیاب ہو سکے تو فی کالنی زیادہ سے زیادہ مقدار میں شہد اکٹھا ہو سکتا ہو۔ اس قسم کی خوراک ایک حصہ مینی میں دو حصہ پانی یا چینی اور پانی برابر مقدار میں ملا کر بنائی جاسکتی ہے۔ شربت پتلا ہونا چاہیے۔ اسے مولوں کو دینے کا طریقہ یہ ہے کہ شیش کی ایک پونڈ والی بوتل لی جائے جس میں پتلی یا مین اسکرودار ٹوٹکن ہو پھر اس ڈسکن میں دو چار باریک باریک سوراخ کئے جائیں۔ اگر اسی بوتل نل کے تواسا سائو کا مین کا ڈبلیا جائے۔

باقی حصہ (۱۶۷ کالم ۲ پر)

اگر کالنی بہت زبردست ہے تو اس میں کئی سوارم بکھل سکتے ہیں جیسے پینے کھلنے والے سوارم کو پرائم سوارم (Prime Swarum) کہتے ہیں اور بعد والوں کو (Second Swarum) کاٹ سوارم۔ سوارمٹنگ کے لئے اندرونی اور بیرونی دونوں حالات موزوں ہونا ضروری ہے۔ کالنی کی اندرونی خوشحالی اس لئے ضروری ہو کہ نہ جانے والی مونین کالنیوں سے پڑنا نہ قائم رکھ سکیں۔ باہر کی برسی حالات کا اچھا ہونا اور پھولوں کی موجودگی اس لئے ضروری ہے کہ کھلنے والا سوارم بکھر سके۔ کارخانہ قدرت میں مون کی نسل قائم رکھنے کا یہی انتظام ہے۔

عام طور پر دیکھ لیا ہے کہ سوارمٹنگ مندرجہ ذیل وجوہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ پرائی ملکہ کی زیادہ عمر ہونا۔ چھتے میں جگہ کمی، سایہ کی کمی یا یا کیو پر زیادہ دھوپ پڑنا، کم عمر مولوں کی زیادتی، ڈروں کا زیادہ تعداد میں موجود ہونا۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ خوشحالی بھی ضروری ہے۔ گس بان کے لئے سوارمٹنگ کا ہونا شہد کی پیداوار میں کمی کا باعث ہوگا۔ ظاہر ہے کہ سوارمٹنگ نکل جانے کے بعد کارکن مولوں کی تعداد گھٹ جائے گی اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں شہد نہ اکٹھا کر سکے گا۔ ایک بات یہ بھی نہیں گئی ہے کہ سوارمٹنگ کی تیاری کرتے وقت مولوں کا دل شہد جمع کرنے میں زیادہ نہیں لگتا۔ انہیں اسباب سے گس بان ہمیشہ سوارمٹنگ روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مولوں کی نسل بڑھانے کا کام بند ہو جائے گا کیونکہ خوشحال کالنی کو بعد میں گس بان خود ہی تقسیم کر کے ایک سے دو کفہ بنا لیتا ہے۔ سوارم روکنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ملکہ کے ایک پیر کا پیچہ کتر دیا جائے۔ اور جتنے نئے کوئسل نہیں انہیں توڑ دیا جائے۔ اس کے علاوہ بائیس ہمیشہ کافی جگہ کا انتظام کیا جائے۔ اگر ایک بروڈ چینر کافی نہ ہو تو دو رکھ دے جائیں۔

سایہ اور روشنی کا مناسب انتظام کرنا بھی ضروری ہے۔

اصلاح اور ترقی

مستید احمد خاں سرخزم نے مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کے لئے محمدؐ اور نبیل کالج کی بنیاد رکھی۔ اور آج یہ کالج مسلم یونیورسٹی کے نام سے موسوم ہے۔ ایک کیشنل کانفرنس قائم ہوئی، انجمن حمایت الاسلام لاہور بنی، خلافت کمیٹی نے بھی خوب دھوم مچائی، معینہ علمائے ہند اور علی گڑھ میں موجود مسلم لیگ بھی زور پر ہے۔ ملک میں مسلمانوں کے سرکاری مدارس اور کالج بھی بکثرت موجود ہیں۔ یتیم خانے بھی ہیں۔ وہ مدارس جو دینی لکھاتے ہیں لا تعداد ہیں لیکن جو اس کے مسلمان ہر لحاظ سے روبرو منزل ہیں۔ اخلاق میں دیکھو، ارکان اسلام کی پابندی میں دیکھو، معاملات پر نظر الوداعی یا تعلیمی یا اقتصادی حالت ٹٹو، تہذیب اور تمدن پر نظر کرو، دیکھو گے کہ ایک منگل ہے۔ جہاں کم قدم کی خورد و کھاس آگ رہی ہے۔ جس کا پہچانا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت جب آپ اکیلے اور تنہا تھے اصلاح کی آواز اٹھائی تب سے پہلے فرقہ بندیوں کا علاج کیا اور اللہ رب العالمین کا گرویدہ بنایا۔ کوئی جماعت یا قوم اگر اخلاق حسنہ سے عاری ہو تو قوت اور استحکام حاصل نہیں کر سکتی۔ اور اخلاق کی درستی بغیر دانا و مینا عالم و خیر بر ایمان لائے ناممکن ہے۔ یا اخلاق حسنہ وہ مصالحوں ہے جو افراد قوم کو اس مستحکم عمارت کی اینٹوں کی طرح وابستہ اور مربوط کر دیتا ہے جو ٹکڑ ٹکڑ کر ہی ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی میں قوم کی تعمیر کے ساتھ ساتھ قومی استحکام بھی ہوتا چلا جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ سے تعلق صحیح ہو گیا اور اُس کی شان و عظمت اور جلال کا تصور ردی نہیں ہو گیا تو انسان بول اٹھا کہ پُر دگار تو نے مجھ کو خلق فرمایا، لہذا، اور اپنی شان و ربوبیت سے سرفراز فرما کر دنیا و مافیہا پر اختیار عطا فرمایا۔ میں تیرا ہوں۔ میرا جینا اور مرنا میری مشق اور قربا تیرے اور معرفت تیرے لئے ہے۔ اس نصیحت پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا ہر حکم قابل تسلیم ہر ہدایت قابل عمل ہر نئی تعمیل حکم میں مصیبت اندیش حکم سے انحراف کفر ہو گیا۔

یا ہر وہ ۳۳ تلواریں الی ۱۳۱۳ مجاہدین اسلام کی چھوٹی سی جماعت

رہبر و رہنمائے اعظم کی سپہ سالاری میں جو بدر میں مصروف آ رہی تھی کس بھروسے اور کس اطمینان پر یہ قیاد کو آئی تھی۔ کیا اپنی کثرت پر یا سامان جنگ پر بھروسہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین کا بل کے ساتھ کہ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو پائے ثبات بخشے گا۔ ایک ہزار تلواریں نیزوں، برہمچریوں کے جنگ میں اور ایک ہزار پیٹ بھرے بہادر جنگجوؤں کے مقابل میں ان پیٹ سے پتھر باندھے والوں ہتھیار کے لئے ثبات کا باعث اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور یقین کے سوا کچھ اور بھی تھا عقل تو یہی کہتی اور کہتی کہ میاں پاگل ہو تم ۱۳۱۳ وہ ایک ہزار تھکے پاس سلا تلواریں ان کے پاس ایک ہزار تھکے پیٹوں پر پتھر وہاں روز سواروں کا گوشت تم خاقوں سے تلواریں وہ طاقت میں بھرے ہوئے۔ ان مقابلہ کا نام خود کشی ہے۔ مگر یہ ایمان کی قوت تھی اور بے جفالت کو کثرت پر کمزور کو طاقتور پر محتاج سامان کو صاحبیت پر قیام کر دکھاتی ہے۔ آج مسلمانوں سے یہ تریاق، یہ جوہر یہ ایقان یہ ایمان کم ہو گیا تو شیرازہ منتشر ہوا۔ ہمدردیاں فصحت ہوئیں۔ اختیار اور قربانی کا نام رہ گیا۔ نفس بستی اور خود غرضی عود کر آئیں۔ قلعہ جذبہ بن گیا اور وہ قوم جو اصل بننے اور رہنے کے لئے وجود میں آئی تھی ادنیٰ ترین اور غلام بن کر رہ گئی۔ وہ جو عالم کے لئے رہنمائے گئے تھے آج لیتھا کو اپنا جہنما بنانے پر بھڑک رہے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں محتاج فیروز و خوش میں اسلام کی تعلیم ۳۳ برس کی قلیل مدت میں مسلمانوں کو اعلیٰ بنادیا، ایمان کی محتاجی سے نجات دلائی۔ اپنی زندگی کے ہر شعبہ پر قابض ہو گئے۔ مگر یہ امن کا ذخیرہ نکال گیا۔ عورت جو بلیہ بدب کی زندگی اللہ کے واسطے وقف تھی ہر دل میں اور ہر گھر میں اللہ کی حکومت قائم تھی۔ عالم شریعت میں گناہ جاتا تو حکومت اہم کی گرفت سے بھڑک جاتے۔ اور اُس سے بچنے کے لئے دنیا کی سنت سے سخت سزا کو بطیب خاطر برداشت کرتے۔ اللہ کی حکومت کے قیام اور استحکام کے لئے جانوں تک پر وہ نہ کرتے۔

یا دیکھئے مسلمانوں کی بحیثیت مسلمان اصلاح اور ترقی کے مصطفیٰ احمد کے سایہ و امن کو مٹا کر اللہ تعالیٰ کی تعلیم اسوہ حسنہ کو نظر انداز کر کے قطعی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام سلاوہ کوئی دوسرا طریقہ مقبول نہیں۔ مسلمانوں نے سیکڑوں تدابیر اصلاح اور ترقی کے لئے کیں مگر نتیجہ کیا ہوا؟

آؤ رہنمائے اعظم رہبر کمال کے نقش قدم پر۔ روٹیوں کا سرال یہاں

خوشامد

فرق تھا۔ یہ بھی تو اپنے طبع کے علاوہ دوسرے
صفتوں سے میل بدل نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ ان کو اپنے حلقہ میں
نی آتا جا، اور نہ ہنسناسکل ہے۔

لخص دل ختمہ می سے فائدہ نہ س در یع نہیں
کرنے میں نہ دیکھ، نہ کہ بعض اعلیٰ حکام کی کھبیوں سرد و جاد
بخت افسہ طور اردلی کے ہر وقت حاضر رہنے ہیں۔ اور ان
کی بیویاں بے نخواستہ کی کورس اور باؤس کیسہ یکا کام انجام دیتی ہیں
اور اس کو فخر بخشی ہیں کہ میڈمی فلاں ان سے سہینک کراتی ہیں
یا اپنے بچوں کے رُسے بنانے کا بھٹیراں کے ذمہ کردہ ہیں۔

و انعی خوداری کا یہ فقدان، کچھ کو خون کھولنے ہے۔ اگر یہ لوگ
واقعی ضرب ہونے والے کا یہ رویہ عاجس معافی سمجھا جا سکتا تھا
کہ مجبوری انسان سے سب بچ کراتی ہے۔ لیکن عموماً یہ گوسا ہے
خامسے فارغ البال ہوتے ہیں۔ بھر دوسروں کی خوشامد کو س
رہتے ہیں۔ اس کی وجہ سوائے حرص کے اور کچھ نہیں۔ چاہتے
ہوں گے کہ خوشامد کے ذریعہ ان کو مزید بڑائی ملے۔ یہی ممکن ہے
کہ انہیں اس میں کسی قسم کا خطا حاصل ہو نا ہو گا کہ جو کہ فی اسے
سے ذرا امتیاز رکھے اس کی گفتش رداری رہے۔ عموماً یہ
اپنے سے ذرا اونچے درجے والے کی خوشامد کر کے نا آخر کیا مقصد
ہے۔ ہاں اس لئے کہ وہ خوشامدی و نخر نہیں۔ اور یہ گوسا ہے
لوگوں کی ذرا سی توجہ کو کتنا غنیمت سمجھتے ہیں۔ اثر فدا معنی ان سے
سیدھے منہ بات کر کے تو کچھ بھرتے ہیں۔ دایا اخلق ہے واللہ
بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔ ایسے فقرے سنتی ہیں، آؤ کہ وہ غلطیہ
یاد آئے ہے کہ ایک تعلقہ دار صاحب نے کسی گاؤں کی بارٹی میں
دور نہ جاؤ لی تعریف میں فرمایا تھا کہ گزیر نہا سب خوب اپنے ہاتھ
سے سب سے ہاتھ ملادے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں نے امراء اور افسروں کو فخر و بے سامان
بنادیا ہے۔ ان کی اتنی خوشامد کرتے ہیں۔ اور ان کی ذرا سی نظر
غنائت اسی نعمت تصور کرتے ہیں کہ یہ لوگ انسانیت اور

خوشامد نہیں کرنے والا نفل ہے۔ اس سے انسانی
ذوق کو کس قدر ٹھنک لگتی ہے۔ اور خوداری کا جذبہ کس بری
طرح مجروح ہوتا ہے۔

یہ معلوم لوگ خوشامد کیوں کرتے ہیں۔ اگر اس خیال کے تحت
کرتے ہیں کہ سدا ح آسانی سے ان کو نرئی اور دوسرے نواز
جمل ہوں تو یہ ابد بہت کم بوری ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ غفلتہ
خوشامدی شخص سے نفرت کرتا ہے۔ اور اپنی خوشامد سے بچائے
خوش ہونے کے طبیعت میں ایک قسم کی کجی ہونے لگتی ہے۔
ایسے لوگ بھی ہیں جو خوشامد کو شیر مادر کی طرح پی لیتے ہیں۔ لیکن
زباں تر خوشامدی بے خوش کرنے کے نفرت دلانے کا باعث
بہوتی ہے۔ خوشامد عموماً اپنے سے زیادہ تمکول اور ذی عزت لوگوں
کی بانی ہے۔ اور یہاں یہ صورت اختیار کرنی ہے کہ بار بار ان کے
درد و اسے یہ سلام کے لئے حاضر ہو جائے ہیں۔ ان کو بے اختیار
اصرار سے اپنے گھر پر مدعو کیا جاتا ہے۔ ان کی خدمت میں کھڑی کھڑ
پیش کئے جاتے ہیں۔ موسم کے بھل اور سوائے بھجوائے جاتے ہیں اور
اگر کبھی دس منٹ بات کرنے کو میسر آگئے تو زبانی مدح و ثنا بھی
کی جاتی ہے لیکن ان پوششوں کا نتیجہ عموماً حکام اعلیٰ کی طرف سے
مزید بڑائی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اگر یہ بنا دے اپنے بڑے والوں
سے کیا جائے تو واقعی دوستی اور محبت پیدا ہو جائے لیکن خوشامدی
لوگ تو اپنے ہم درجہ لوگوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ ان کا سارا
وقت اپنے سے بڑے لوگوں کی دربارداری میں خرچ ہو جاتا ہے۔
ان کی نظر غایت تو نصیب ہوتی نہیں۔ اپنے ساتھ والوں کی دوستی
سے بھی محروم رہتے ہیں۔

جسمتی سے اقتصادی فرق کی خلیج اتنی وسیع ہے کہ اس
نے انسانوں کے مختلف گروہوں کو بالکل ہی ایک دوسرے
سے الگ کر دیا۔ ان کا باہم منا اور دوستی قریب ناممکن
ہے۔ کیونکہ اقتصادی فرق کے ساتھ ساتھ ان کے رہنے بھنے
کے طرز بھی ان کے مذاق اور ان کے مشاغل میں بھی بہت بڑا

انہوں نے آپ کو یاد نہیں رکھا تو آپ میں اتنی خودداری ہونی چاہیے اور یقیناً ہونی چاہیے کہ آپ ان کو یاد دلانے کی زحمت ہرگز ہرگز نہ اٹھائیں۔

اگر خوشامد عیب ہے تو خوشامد پسندی اس سے بھی بڑا عیب اور نہ صحت عیب بلکہ حماقت بھی۔ میں نے دیکھا کہ عموماً لوگوں کو خوشامد سے انکھن ہوتی ہے۔ لیکن چند حضرات و خوافین ایسی بھی تھیں گے کہ اس جن کی ہر بافی اور انتفاع انہی تک محدود ہوتی ہے۔ جو ان کی خوشامد کریں

خوشامد کرنا میرے خیال میں ایک ایسی کمزوری ہے جس کو مرض کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح خوشامد پسندی بھی بعض لوگوں میں مرض کے حد تک ہوتی ہے۔ اچھے خاصے عقلمند خوشامد پسند سے ایسے مسخوریو جانے ہیں کہ ان کو برا کچھ نہیں سوچتے۔ اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی۔ ان کا خوشامد کرنے والا انسان صرف اس لئے کہ وہ ان کی خوشامد کرنا ہے۔ دنیا کی بہترین مخلوق میں نہ رہنے ہونے لگتا ہے۔ وہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ حضرت جو ابھی ابھی مجھ سے ملے ان کو میرے معاملات سے اتنی بھر دوی۔ میرے مشکلات سے اتنا تشکر کریں کہ سیدہ ہو سکتا ہے۔ یہ مجھ کو کونی و اور صاف گوئی اور ذلت و لیاقت وغیرہ کا خزانہ مجھ رہے ہیں۔ تو کس بنا پر؟ انہیں کیا معلوم کہ مجھ میں یہ صفات ہیں یا نہیں؟ لیکن خوشامد ایک ایسا جادو ہے جس کے آگے خوشامد پسندوں کی عقل داری جاتی ہے۔ اور وہ اپنے تصدیق کرنے والے کے کہہ سکتے ہیں۔ اور اس کو سچ سمجھتے ہیں۔

خوشامد پسندی خود پسندی کی انتہا ہے۔ لیکن ہر ایک اخلاقی کمزوری نہ صرف بطور خود برمی ہے۔ بلکہ اس سے نقصان بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح خوشامد پسند لوگ سخت دھوکا کھاتے ہیں لیکن خوشامد کی جاٹ جی لاشہ کی طرح ایک ایسی جینیت خوشامد پسند سوار دھوکا کھا کر بھی پھر خوشامد کی کے قریب میں آ جاتا ہے۔

شائستہ اختر سہروردی
تبدیلی پتہ کی اطلاع خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو فو
دے دینی چاہیے۔ مینجی

شرافت اور خلاق سے عاری ہوتے جاتے ہیں۔ اپنے سے کم حیثیت لوگوں کے ساتھ سیدھے منہ بات کرنا ان کے لئے عار ہے۔ اور اخلاق اور تہذیب کے معمولی قوانین کو برتنا غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ بغیر ان کے برتنے ہی لوگ پروانہ داران پرندہ اور شاہ جوتے رہتے ہیں۔

خوشامد نے جہاں ان لوگوں کو فروغ دے سا ان بنا دیا ہے وہاں بعض خود دار لوگوں کی زندگی بھی ابھرن کر دی ہے۔ جو خودداری اور عزت کھو کر ترقی خریدنے کو تیار نہیں ایسے لوگ مسرور مشہور ہو جاتے ہیں۔ اور خوشامد کے عادی افسر اور حکام کو ان سے خواہ مخواہ کا بغض ہو جاتا ہے۔ لیکن تب بھی ان کی حماقت ان سے بدرجہا بہتر ہوتی ہے۔ جو خوشامد کے ذریعہ اپنی ترقی کرتے ہیں۔ جو انہیں ترقی دیتے ہیں۔ خود ان کی نظر میں ان کی ذرا بھی وقعت نہیں ہوتی اور نہ وہ دنیا سے اس بات کو چھپا سکتے ہیں۔ ان کو ترقی کس طرح سے حاصل ہوئی۔ اور جو بیج بچ قابل ہیں۔ چاہے وہ خوشامد کریں یا نہ کریں کبھی نہ کبھی ان کو ترقی مل کر رہے گی۔ کیونکہ قابلیت کے سونے کو خوشامد کے منبع کی ضرورت نہیں۔ ترقی اعلیٰ عہدہ۔ دولت۔ ان چیزوں کی خواہش انسان کو کیوں ہوتی ہے۔ اس لئے ناکہ ان کے ذریعہ عزت حاصل ہو لیکن ان کو حاصل کرنے کے لئے اگر خوشامد کا ذریعہ اختیار کیا جائے تو عزت ملنے سے پہلے جو قہروری بہت ہوتی ہے۔ وہ بھی مجروح ہو جاتی ہے اور بعد میں کوئی درجہ یا عہدہ خوشامد کی ذلت کو چھپانے میں نہیں ہوتا۔

جو خواتین پارٹیوں میں دھکا پیلی کر کے آگے بڑھ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ تاکہ اس پارٹی کے سرزماں ان سے بھی دو باتیں کریں۔ ان کو اس اعزاز کی کیا خوشی ہونی چوگی جب کہ سب حاضرین کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کن کونشوں سے آپ نے ان نیکہ بازیائی حاصل کی ہے۔ عزت اگر کسی سرزماں خاتون سے بات کرنا عزت سمجھا جاسکتا ہے، اتنی عزت جب تھی کہ وہ خاتون خود آپ کو ڈھونڈ کر آپ سے باتیں کرتی۔ اور اگر آپ کی بات کے یاد ان کے دل میں اتنی ہوتی جتنی کہ ان کی آپ کے دل میں تو وہ ضرور خود آپ کو ڈھونڈ نکالتیں۔ اور اگر

مالی کی بیٹی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

معافی مانگ لوں گا؟ نہیں وہ بہت اچھے ہیں خفا کبھی نہیں ہوتے۔ میں بھی کچھ دن سے سرد جہنی سے ان کا مذاق کر رہی ہوں۔ آپ نے بھی کہا ذرا چڑھ گئے۔ ابھی راضی کر لوں گی؟ وہ خود ان کے پیچھے گئیں۔ دفتر کے کمرے میں کھڑے ہنر پر کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے۔ مجھے سے جا کر راجکمار کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ گھبرا کر دیکھا تو ہنسنے لگے۔ انہوں نے سامنے ہو کر کہا: ”ڈاکٹر صاحب خانہ بوں ہم چھوٹے ہیں۔ آپ کو اس عمر میں اکیلا بے خانماں دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ آپ کو بھی دنیا میں لگایا جائے۔ میں کیداس کی طرف سے بھی معافی مانگتی ہوں۔ چلئے کھانا تیار رہے۔ کیداس صاحب کو بھی پیس کھلائیں گے؟“

”نزد جی میں بڑا نہیں مانتا۔ جس نذر آپ کو جی چاہے۔“

گرخوت یہ ہے کہ کہیں یہ چھپر چھار سرد جہنی تک نہ پہنچ جائے ورنہ غضب ہوگا۔ وہ غریب لڑکی ہے۔ آپ کی دوست ہے۔ آنا جانا ہے۔ اس کا کھانا رکھنا چاہیے۔ اور کیداس بچا رہے سے میں کیوں مگر تا وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ آپ کو دیکھ کر اس نے بھی زبان کھلی ہے میری شادی یہاں ناممکن ہے پھر ایسی باتیں بیکار ہیں؟

”ناممکن کیوں ہے ڈاکٹر؟“ اس نے کہ ان کو اور مجھ کو کرنا نہیں؟۔ ”کیوں نہیں کرنا آج میں کہوں کل شادی ہوتی ہے؟“ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ ”آپ کا خیال بالکل غلط ہے۔ مجھ سے عمر میں وہ ہیں۔ بائیس سال چھوٹی ہوگی۔“

”اچھا ڈاکٹر صاحب سر سے زبان سے نکالنے ہی راضی ہو جائے گی۔ مگر آپ اتنا دن کہاں سے لائیں۔ آپ تو اس مسلمان لڑکی سے چاہتے تھے۔ آٹھ سال کی مدت گذر گئی مگر آپ کا دل ابھی اس کو بھولا نہیں؟“ ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ ”آپ نے یہ کب سے خیال کر لیا کہ بھولا نہیں

مشرکد لاش نے مسکرا کر راجکمار سے پوچھا ”میں نرم یہ تو کہنے کے لیے عجیب و غریب بہانہ سنیجہ جی کس قسم کے انسان ہیں؟“ مجھ کو تو کچھ ان کا دماغ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ نیکل تو بہت اچھی ہے۔ میں بھی خوبصورت ہے۔ حسین اور نہیں کچھ لڑکی ہے۔ مگر وہ کیسے میں؟ راجکمار نے جواب دیا ”میں زیادہ تو جانتی نہیں۔ آج میری ہی ملاقات تھی۔ مگر سنا ہے کہ کسی دماغی بیماری سے ابھی صحت پائی ہے۔ ہاں یہ کہنے بہن پسند آتی؟“ معلوم ہوتا تھا وہ بھی آپ کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس پر کیداس ہنسنے اور کہا ”مجھ غریب کو کیا دیکھتیں البتہ ڈاکٹر صاحب پر بہت مہربان معلوم ہوتی تھیں۔ بہت ہی محبت آمیز نظروں سے دیکھ کر ان سے بات کرتی تھیں۔ آپ مجھ کو کیوں بے وجہ پھانس رہی ہیں؟“

راجکمار نے جواب دیا ”ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر۔ میں مشرکد لاش بہت سمجھ دار حقیقت کو کس قدر جلد بھانپ گئے۔“

ڈاکٹر اپنی عادت کے موافق خاموش رہے اور ضعیف مسکرا دیئے۔ پھر کیداس صاحب نے کہا: ”کیوں ڈاکٹر صاحب کیسا اچھا ناہی ملاقات میں؟“ ان کے دوبارہ چھپر نے پڑ ڈاکٹر بولے ”آپ سب بڑے بڑے لوگ ہیں۔ راجکمار اور راجکمار کر دہرتی مہاجن، ریاست نہ بھی روپیہ راجاؤں سے زیادہ ہے۔ ان سینڈ صاحب کے گھر ان سب میں بھلا میری کیا پریشانی؟ ان کی والدہ کا علاج کیا ہے تب سے ملاقات ہے۔ ہماری راجکمار بھی خوب ہیں۔ خود تو مذاق بنا ہی رکھا تھا۔ کیداس صاحب کو کبھی وہی سبق پڑھا دیا۔“

میرا ان معاملات میں کچھ دخل نہیں ہے۔ آپ سب سے بہت بڑا ہوں اب یہ باتیں زیبا نہیں؟ یہ کہنے ہوئے ڈاکٹر صاحب اپنے کمرے میں چلے گئے۔ کیداس نے کہا۔ ”کیا خفا ہو گئے ڈاکٹر؟ میں نے تو ویسے ہی مذاق کیا تھا۔“

”خط و کتابت جاری ہے، شادی ہو جانے پر بھی تعلقات قائم ہیں۔ کل ہی تو میں نے آپ کی سیزر اس کی تصویر دیکھی جو اسی ماہ کی کھینچی ہوئی ہے۔ جس میں وہ گود میں ایک بچہ لئے بیٹھی ہے۔“ یسزرد اکثر صاحب خوب ہنسنے پھر کہا۔

”اس سے کہا ہوتا ہے، خط و کتابت بہتوں سے ہوتی ہے۔ تصویروں کا تبادلہ بھی ہوتا ہے۔ نرلہ بہن یہ خیال دل سے نکال دو۔ مجھ کو اس غریب کا کچھ خیال نہیں ہے ویسے بھی کوئی لڑکی آج تک ملی نہیں جیسی کہ میں شریک زندگی بنانا چاہتا تھا، یوں ہی دیر لگتی تھی۔ اب سوچتا ہوں کیا کرنا شادی کر کے اور مصیبت ہی سر لیتی ہے۔ ابھی آزادی ہے۔“ کوئی فکر نہیں۔ چپے کھانے کی گھنٹی ہو گئی۔ کیلاش منتظر ہو گیا۔

”نرلہ“

دونوں بہن بھائی وہاں سے گھر پہنچے، بہن نے تو کتنا کھا لیا مگر بھائی نے کہہ دیا کہ ”شام بہت کچھ کھا آیا ہوں جیوک نہیں؟“ اور اپنے کمرے کے آگے برآمدے میں آؤم چوکی پر لیٹ کر سوچنے لگا کہ اب کیا کر دوں گا۔ میں کیوں آیا، سخت مصیبت میں پھنس گیا۔ راجکمار نے کس عقلمندی اور دھوکہ سے مجھ کو بلایا ہے۔ کہ مالی کی بیٹی کو بلادیا جائے گا۔ اور کچھ اڑا ظاہر کر دیا۔ اب بہن بنکر کس قدر محبت سے مل رہی ہے، الفتی وہ بہن اسی قابل ہے کہ عمر بھر اس کی پوجا کی جائے۔ مگر میری عقل کام نہیں کرتی۔ میرا دماغ معطل ہے۔ میں نے کل سے اس کو بہن مان لیا۔ خدا شاہد ہے کہ بہن سروجنی کی طرح سمجھ لیا اگر دل کی عجیب کیفیت ہے، اس کی شکل دیکھ کر بالی کی لڑکی اور پہلی محبت یاد آتی ہے، دل نفوس کرتا ہے وہ پہلے ذرا محبت سے پیش نہیں آتی تھی، مگر اب بھائی بنا کر کس قدر بے تکلفی سے اظہار محبت کر رہی ہے میرے لئے یہی بہت کافی ہے۔ عمر بھر کو کافی ہے اس کی اس قدر محبت کے سہارے پر اپنی زندگی گزار سکتا ہوں۔ آخر وہ شادی شدہ ہے اب تو بہن ہی ہے، پھر یہ کیلاش کون تھا کیوں آیا۔ مجھ کو اس کا ہونا اس قدر ناگوار کیوں محسوس ہوتا ہے۔ اگر وہ راجکمار کی

راجکمار کی اس کو چاہتی ہے۔ تب بھی مجھ کو کیا۔ وہ شادی شدہ ہے، راجکمار سے بھی شادی نہ کر سکے گی۔ ہاں وہ محبت کر سکتی ہے، اور ممکن ہے کر رہی ہو۔ اس سے دوستی کی محبت ہو۔ مجھ سے بھائی کی۔ کیا میں پھر چلا جاؤں مگر میری ماں رجائے گی، راجکمار کی کو چھوڑ کر جانا بھی تو مشکل نظر آتا ہے۔ کیا کر دوں؟ یہی کچھ سوچ رہا تھا کہ سروجنی آگئی، اور پوچھا ”بھیا کھانا نہیں کھایا اور ابھی تک سوئے بھی نہیں، دیکھو کس قدر تیز سرزد اسے۔ کمرے میں بیٹھا چاہیے۔“ بہن کو پاس بٹھا کر اس نے کہا ”سروجنی میں بہت پریشان ہوں اب مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ راجکمار کی بہت محبت کر رہی ہے مگر اس کا برتاؤ سب سے کیا ہے۔ اپنے ڈاکٹر کو بھی ایسا ہی چاہتی ہے، کیلاش صاحب آج ایک اور دوست دیکھئے مجھ کو تو خیر بھائی بنالیا۔“

”مصیبت کیا ہے بھائی؟ بہت اچھا ہوا ایک معزز قابل قدر راجکمار کی بہن بن گئی، مالی کی بیٹی ہی اگر نکلتی تو پھر مشکل کا سامنا تھا، اب تو تاج بہت خوش ہیں۔ آپ کو آج کس شوق سے ۵-۶ ہزار کا زیور اور جوڑا بیٹی بنا کر دے آئے۔ بس ملنا جلتا اچھا وقت گزار دے گا۔ یہی زندگی کا مقصد ہے۔ چھوڑو پچھلے خیال کو۔ اب بہن راجکمار کی ملو۔ مجھ کو بھی وہ بہت چاہتی ہے۔“ مگر یہ کیلاش کون تھا سروجنی؟ ”بھائی آپ کو کیلاش محبت کی کیوں فکر پڑ گئی۔ ہو گا وہ بھی اس کا ملنے والا یا رشتہ دار رچاڑے کے لوگ ہیں؟“ اس کی وہ بہت قدر دان معلوم ہوتی ہے، ”ہوا کوسے۔ بھائی آپ ہی کو بنایا ہے اس کو تو استاد کہتی ہے، چونکہ بیاہی ہوئی ہے، شادی اس سے بھی نہ ہوگی۔ ہمیں کیا فکر؟“ ”تم سروجنی ڈاکٹر صاحب سے علیحدگی میں پوچھنا کیلاش کا حال؟“ بھائی بیکار کی فکر ہے، کیلاش اس کا دوست ہے۔ بس مگر آپ تو عزیز بھائی ہیں۔ (باقی آئندہ)

نذر سجاد حیدر

ماں کا گیت

بھول جاؤ

بھول جاؤ اُن خیالات کو جو تھارے ماحول
کو پریشان کریں۔ فراموش کر دو کئی لمحات کو
جو خاموشی کو اِک حالت میں گزرے ہوں کیونکہ
وہ موجودہ خوشی کو بھی چھین لیں گے۔ گدازتہ
سرت و صعب۔ فکر اور ایسا ہی کو دور کر دو جو تمہارے
مستقبل پر قبضہ کرے کیونکہ زوال کی حالت ہو
یا نرنی کی کجیہ کے بعد بدل جاتی ہے۔ شاید
اُن خواہشات کو جو تمہیں غم و غصہ۔ خود پسند
اور غلبہ میں لائیں۔ جو تمہاری محبت، کامیابی،
اور وقتِ ارادی میں حائل ہوں۔

کٹھارہ لہو اُن رہبر دے ہر نہیں شاہِ اہو
ترقی سے دور لے جائیں۔ شاید پریشان
کئی خیالات اور احساسات کو کیونکہ وہ تمہارے
نفس پر قابو پالیں گے اور شاہِ اہِ حیات
پر ظلمت لے پردے چھ جائیں گے۔
شرک کر دو اُس ارادے کو جو حق پرست اور حق
بین نہ ہو یا جس پر تم عمل نہ کر سکو کیونکہ
ایسے ارادے محض وقت کی موت ہیں۔

بھول جاؤ اُن فکر کو جو زندگی کی دوڑ و بھاڑ
اور جدوجہد میں کام نہ آئے اور سکون و ٹھنڈی
کی کیتی کو باہمال کر دو۔

بھول جاؤ اُن اُستادوں کو جو تمہیں صبر۔

استقلال اور اپنے نفس پر فتح پانا سکھائیں۔

خیر باد کہدو کہ کتاب کو جن سے تمہیں سادگی

عزت اور سعادت کا سبق حاصل نہ ہو۔

چھوڑ دو اُس زندگی کو جس میں بناوٹ

نصنع۔ فریب۔ نمائش۔ خود پسندی۔ غصہ

اور رنج جیسے جراثیم پوشیدہ ہوں۔

مسعودہ محمد اعظم عباسی
راولپنڈی

مجھے اس کی خاطر ہے سب کچھ گوارا
وہ صحن کی بہن دے گا قیمتِ دوبارہ
اُمیدوں کی دنیا ہر انتہا پیارا

وطن کے راز لکھاؤں گی اس کو
جہاں میں دلاور بناؤں گی اس کو
اُمیدوں کی دنیا ہر انتہا پیارا

یہ پابندیتِ طاعتِ ذوالِ اہمن کا
بیادِ رسپاسی بنے گا وطن کا
اُمیدوں کی دنیا ہر انتہا پیارا

خدا اس پہ دلِ میرا قربان جاوے
شرافت کا رنگ اس کے رخ سے چھوٹے
اُمیدوں کی دنیا ہر انتہا پیارا

خدا اس کو بخشے گا شیریں زبانی
جب آسے گی اس پر پتھرِ حرانی
اُمیدوں کی دنیا ہر انتہا پیارا

لاٹائی میں جب اس کے جوہر کھلیں گے
اسے دیکھ کر اپنے سارے لہس کے
اُمیدوں کی دنیا ہر انتہا پیارا

ابھی یہ مقبول میری دُعا ہو
وہ اس کی خوشی ہو جو تیری رضا ہو
اُمیدوں کی دنیا ہر انتہا پیارا

خلیقِ برہانپوری

رباعیات

ہو دور کہ نزدیکی ہر اک پہلو دیکھ
انسان ہے تو اپنی زندگی کا غافل
سودہ و کامیاب ہونا ہے سچ
لے ذرہ صفت خاک پہ سوئے والے
کہتا ہے خود مجھ سے زبان اپنی نہ کھول
جو دور سے دیتے ہیں سنائی ہم کو
سادہ ہو کہ باریک ہر اک پہلو دیکھ
روشن ہو کہ تاریک ہر اک پہلو دیکھ
اس دہریہ میں لا جواب ہونا ہے تجھے
بیدار! کہ آفتاب ہونا ہے تجھے
تقدیر کی میز میں ہر چیز کو تول
کہتے ہیں کہ موت ہی مٹانے وہ ڈھول
صادق اندوری

بڑے لکھوں کی جہالت

ب ”اگر دن کے دو بجے چاند گرہن ہو سکتا ہے تو یقیناً دن کو ہے“

”اس لئے بدوق اُٹھا کر توکل کے بھروسہ پر چھوڑے

آیا تھا ادھر ہی کو ہولیا“

بیگم رخ نے ایک ادبی رسالہ سے یہ الفاظ پڑھے اور کہا ”دریچہ ملک کے مایہ ناز ادیب م کے افسانہ کا ہے۔ کیوں بہن“ توکل کے بھروسہ“ کے کیا معنی ہوئے؟

بیگم منیا نے جواب دیا ”یہ معرلی سی بات ہے۔ آج کل کے ادیب یہ نہیں سوچتے کہ معنی کیا ہیں نہ زبان اور محاورہ کی پرواہ کرتے ہیں۔ ک کو تو ہے کی آہنی زنجیریں“ نظر آتی ہیں اور شش کی رائے میں ”ذرا خدلی کو وسیع تر بنایا جاسکتا ہے۔“

۰۰۰

ایک مشہور ادیب کے ایک مضمون سے

”اُد نگھ آگئی“

”اُد نگھنے لگے“ لکھنا چاہیے تھا۔ ”نیند آگئی“ کے وزن پر ”اُد نگھ آگئی“ کہنا خلاف محاورہ ہے۔

۰۰۰

ایک ترقی پسند افسانہ نگار کے ایک مختصر افسانہ سے

”اس نے کھرپا اور پھاڑا ایک طرف رکھ دیا“

کھرپہ اور پھاڑے کا جوڑ صحیح نہیں۔ کدال سے زمین کھردی جاتی اور پھاڑے سے مٹی سینٹی اور کالی جاتی ہے۔ رئیس کا مکان بن رہا ہے۔ مزدور اینٹیں اور مٹی ڈھرتا ہے اور زمین کھودتا ہے۔ کھرپہ کیا یہاں کیا کام؟

۰۰۰

ب ”آج چاند گرہن ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔“

ج ”مجھے نہیں معلوم۔ ہوگا“

ب ”ہڈت کہتے ہیں آج دو بجکر دس منٹ پر شروع ہوگا اور پورے تین تک رہیگا“

ج ”دن کو ہے یا رات کو؟“

ایک نامور مسلم انشا پرداز نے ایک مشہور غیر مسلم رئیس کی ایک کتاب پر کئی صفحوں کی تقریظ لکھی۔ رئیس کی داد و دہش اور جو دو سخا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”اس انسان کا دل میں وہ خوبیاں نظر آئیں“

بانی اسلام صلعم دسکر مذہبی رہنماؤں کی طرح خدا نہیں۔ خدا کے بندے تھے مگر اس ذات اقدس کی پاک زندگی کے واقعات پیش نظر رکھ کر ”انسان کامل“ سوائے مردِ کائنات صلعم کے اور کسی کو نہیں کہا جاسکتا۔ یہاں تک کہ البوکر صدیقؓ کو بھی ”افضل البشر“ کہا گیا ہے۔ تشبیہ۔ استعاضہ۔ بمانعہ۔ بلاغت کی خوبیاں سہی۔ مگر ایسے الفاظ جو طبع سلیم کو ناگوار ہوں۔ جن سے احساسات کو ٹھیس لگے انشا پرداز کی شان سے بعید ہیں۔ پھر جو شخص مجموعہ حسنات ہے اس کا ”ناقص انسانوں“ سے مقابلہ کچھ کم مستحکمہ غیر نہیں!

۰۰۰

سلمہ ”بہتری کی کوئی امید نہیں۔ ازغیب سے کوئی سامان

برجائے تو اور بات ہے“

طلعت ”تم نے پڑھ لکھ کر بھی ڈوبو یا“ از ”کے تو سننے

ہی“ سے ”ہیں۔“ ”غیب سے“ پہلے از ایسا ہی ہے

جیسے ایک مشہور مصنف نے ”یا غذا یا“ لکھا تھا۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ پڑے لکھوں سے ایسی

ایسی غلطیاں ہوں

اُس وقت طلعتِ خوب بڑھ بڑھ کر بول رہی تھیں مگر تھوڑی

دیر بعد کچھ روکھی سی ہو گئیں جب اس فقرے پر سلمہ نے

اعتراض کیا:-

”ازبرائے خدا خاموش بھی ہو جاؤ“

س

خانہ داری

(جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے)

تھوڑا سا وقت نکال لے پھر دیکھئے کیا اچھے نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔ جن عورتوں کو مہاسہ، موٹی بدنما جلد، قبل از وقت بڑھاپے کی کمال، مہم کے ذریعہ دشمنی وغیرہ کی شکایت رہتی ہو انہیں ہم سے زیادہ مفائی جلدی دہنی اور پروش کی ضرورت ہے۔ انہیں ناسطو سے احتیاطاً کوثر دینی چاہئے۔

بڑے بڑے شہر میں ایسی دکانیں ہیں جہاں سنگھار کا کام ہمارے لیے ہے۔ ان کے ملازمین اس کام میں بروائی رکھتے ہیں کہ وقت بیکار نہ رہیں اور ضروری دے رہے ہوں۔ ان کی واقفیت اور علم یہ ہے کہ دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں یہ سہولتیں نہیں ہیں وہاں بچے کے طور پر وہ سنا سنہالی لیا جاتی ہیں ان کی خاص ذمہ داری ہے کہ عورتوں کو یہ کام دینا اور یہ کام دینا چاہئے۔

چہرہ کی خدمت - اس معاملہ میں کی عام شکایت قبل از وقت بدنما جلد کی دشمنی اور وقت سے پہلے بڑھاپا ہونا ہے اس کے لئے کریم لے کر لپ کی ضرورت ہے۔ بجلہ کو خشک نہیں کرتی اور نہ اسے نیکو بناتا ہے بلکہ اسے سکون دیتی اور خشک بناتی ہے سب سے پہلے آبا بیا چہرہ کو نرم کر لیں۔ احتیاطاً خشک کر کے اوپر کی طرف حرکت کا رخ رکھتے ہیں۔ پھر برائے کر لیں۔ اپنی چہرہ صحت کم از کم آدھ گھنٹے بالکل آرام کر لیں۔ اس کے بعد کہ باقی سے بیدار کر دیں۔ اب پھر جلد خشک کر لیں اور کوثر دینا والی جلد (Skin Tonic) لگائیں اور چہرہ کوثر دینے والی کریم نرمی سے پھیلائیں۔ پانچ دس منٹ کی سیر کریں یہ وہ ٹولک لگائیں۔ اب آپ کو معلوم ہو گا کہ نوجوان کی سی اپنے تپ جلد میں آگئی ہے۔ اور تازگی محسوس ہونے لگی ہے۔ غصہ میں دو تین دفعہ یہ عمل جاری رکھنا چاہئے تاکہ پورا پورا فائدہ پہنچے۔

جلد پر جھانپنا یا دھسے غرور ہو جاتے ہیں تو زیادہ محنت کی ضرورت ہے کیونکہ ہر لکھال کی شستی کی علامت ہے اور اسے جگانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ہم اوپر دسٹیاب ہو سکتے ہیں۔ مگر

سنگھار کی ضرورت - وہ زمانہ کیا جب سنگھار اور بناؤ چڑاؤ بیکار اور آسودہ حال عورتوں کا مشغلہ سمجھا جاتا تھا۔ گھر بار والی عورتوں کو اس سے سروکار بجائے خود ایک نقص منظر ہوتا تھا۔ اب یہ خیال فصول قرار دیا جاتا ہے۔ ہر ایک عورت کو اپنے جسم اور چہرہ کی دیکھ بھال میں روزانہ تھوڑا بہت وقت صرف کرنا چاہئے روزانہ لفظ کا ذرا خیال رکھیں۔ اس سنگھار کا طریقہ اور طرز البتہ مختلف نتائج پیدا کرتا ہے اگر صحت جسمانی اور خوب دلی کے لئے اس فنل کو قائم رکھا جائے تو یہ خوبی ہے۔ اگر اس سے غافل ہو جائیں تو غلط فہمی اور حور خوشنما پننگ بننے کی سبب بن سکتا ہے کیونکہ پننگ کی صورت اور ان کے خوں در داؤں یہ بھی رہے تو حقیقت میں یہ مذموم اور قابل نفرت مصائب بن جاتا ہے۔

آج صبا میں گئی کہ آج کل فکر ناں نہیں ملتیں۔ ہر ایک اس قابل نہیں ہے کہ مار کر سکے۔ کھر کا کام کاج بھلا اپنی مہلت کہاں دیتا ہے رہن اور چہرہ کی دیکھ بھال کی جائے۔ افسوس کا مقام ہے کہ دیکھ بھال کرے۔ پننگ اور کھر کی چھٹی موٹی چیز تو روزانہ صفائی کی محتاج ہیں مگر جس چیز پر ان سب کی۔ وقت اور مسرت کا انحصار ہے یعنی گھر والی وہ اسے بیاری کا مشغلہ سمجھتی ہے کیونکہ وہ اسے کھر کے روزانہ کاروبار سے زائد بات سمجھتی ہے!

نوئی بھی گھر والی ایسی نہیں ہے کہ ہر گھنٹوں میں اتنا وقت نہ ملے جس میں وہ اپنے بٹہ اور انداز مصوری کی طرف دھیان دے سکے۔ مینسی خوشی اور اطمینان وہ چیزیں ہیں کہ آدمی پہاڑوں سے سکتا ہے اور پھر بھی اسے آرام کے لئے وقت مل سکتا ہے۔ کھرو میں بیسیاں کیوں دھک سے کراہتی ہیں؟ کیوں انہیں روزانہ خفیف شکایتوں سے بڑی بڑی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت ایک خلجان میں، ایک وحشت، بے مہربانی جلد بازی، اور بولکھلاہٹ میں ڈوبی رہتی ہیں۔ خود پریشان رہتی ہیں، اپنے شوہر اور بچوں کو بدحواس اور بے چینی رکھتی ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ صورت، شکل، قاعدہ سے رکھنے کے لئے روزانہ

ان کو ہنساں کرتے وقت ان کی ملغف ہدایات پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ پیسے پنا اور بد رنگی کے لئے جو مرکب استعمال کیا جائے اُسے نکالنے سے پہلے ہمیشہ کوئی اچھی سی اعلیٰ درجہ کی قوت بخش کریم کی بارکب تھ پھیلا دی جائے اور پھر اُسے پٹھوں کے تیل (Ghee) سے صاف کر دینا چاہیے۔

جن لمبوں میں اسے لاجرو شامل ہوتا ہے یا ان میں کوئی اور کس دینے والی چیز شامل ہو اور سہہ موخر تیل جھری دار جلدوں کے لئے خاص طور پر مفید ہیں۔ کپس اور مہاسوں کے لئے خاص توجہ دے گا کہ اس کا باعث عام طور سے خوراک ہے۔ نشاستے۔ میٹھے مصالحہ والی اور تلی ہوئی غذائیں نہ کھ کر دینی چاہیے۔

روزانہ آٹھ گلاس پانی پینا لازمی ہے اور اس کے بعد بیرونی کامل صفائی کہیں مہاسہ کا لوشن لگانا کے پوڈر لگایا جائے۔ کیونکہ عمدہ

عمدہ کریم اور پوڈر سب سے باہر رکھنے کی ضرورت ہے۔ آرام میں بیٹھ ہو سکتا ہے۔ ایسا لیپ جس سے گردش خون میں مدد ملے ضروری ہے اور باقاعدہ لگایا جائے۔ اس کے بعد صحت بخش کریم اور لوشن لگائیں ہر لیپ کو اثر کرانے کے لئے کافی وقت دیا جائے۔ سنگھاری اشیاء لگانے سے قبل جلد کامل طور سے صاف کی جائے۔ اور سب ضروری بات ہے کہ جب تک لیپ چہرہ پر رہے آپ بالکل سکون کی حالت میں اپنے آپ کو نہیں کیونکہ سکون دینے فکری ہر وقت ساری سنگھاری اشیاء سے زیادہ موثر ثابت ہوئی ہے۔

جلد کی دیگر ہدایات۔ گوری عورتوں کی بڑی ماراکی جلد ہے۔ عمدہ اور کامل ہے سب سے کی تعریف کرتے ہیں۔ اگر نقص پڑ جائے تو سب سے زیادہ بُری ہو جائے گا، وجہ سے سب بُرائی کرنے لگتے ہیں۔ ایسی کھال میں ذرا سا نقص نمایاں ہو جاتا ہے کیونکہ جلد نازک اور باریک ہوتی ہے کپیل اور مہاسے معمولی مصائب ہیں اس کو گوری عورت پھل جانے اور صفائی کرنے والی کریم روزانہ لگاتی ہے۔ گوری کو باہر نکلتا پڑتا ہو تو پوڈر کے لئے بنیاد قائم کرنا چاہیے۔ اس سے دو فائدے ہیں۔ اول تو وہ جلد کو ہوا اور دھوپ سے بچاتی ہے دوسرے جلد پر زخماں نمودار ہو جاتی ہے۔

چکنی جلد پر مٹی کا آٹا (Oatmeal) صبح اور شام کو ملنا مفید پڑتا ہے۔ یہ آٹا ایک ملل کی قیسل میں باندھ دیں۔ گرم پانی کو

جلد کو دھوئیں اور پھر اس قیسلی کو گرم پانی میں ڈبو ڈبو کے جلد پر لگائیں۔ جلد پر ایک ہلکی سی لپ کی طرح رہ جائے گی۔ اُسے سوکھ جانے دیں۔ پھر رات کے وقت تو گرم پانی سے اور صبح کے وقت ٹھنڈا پانی سے دھو لیں۔ ادھین کریم (Oatmeal Cream) میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عمدہ قسم کا سنگھاری جی کا آٹا خاص مقدار میں شامل ہوتا ہے۔ اسی لئے دوسری کریموں پر نہ اندک لحاظ سے غائب ہے جو بیماریاں زیادہ آٹا کی تاب کی شائق نہیں۔ انہیں ہر رات دستور العمل کے طور پر یہ کریم جلد میں مل کے جذب کر لی چاہئے۔ اور اسے عادت بنا لینی چاہئے۔ ادھین سنو (Snow Cream) جلد میں نرمی سے مل کر جذب کرنے سے سختی کہ وہ غائب ہو جائے تمام دن چمکا پائوڈر استعمال نہ ہو اور ہر جاتی ہو اور چہرہ کے پوڈر کے لئے بے نظیر بنیاد کا کام دیتی ہے۔

پاؤں چہرہ بگاڑ۔ پاؤں لکھتا ہو تو چہرہ کا رنگ بدل جائے گا اور دکھ کا اثر چہرہ پر پڑنے سے روکتی جاتی رہے گی۔ جب پاؤں کے دیکھتے مقاموں کی طرف بار بار مبدول ہو تو ذاتی دلکشی رخصت ہو جاتی ہے۔ مگر اس اوقات میں تکالیف غیر ضروری ہوتی ہیں کیونکہ ان کا سبب دور کیا جاسکتا ہے اور ان کی تکرار کو بخوبی رد کیا جاسکتا ہے۔ جو بیماریاں لنگ کرنے لگیں یا ایک کے حل میں یا بیٹھنے کا موقع ملے ہی سکون کا سانس لیں کہ ہر دوں پر سے جسم کا بوجھ ہٹ گیا اچھا نظارہ پیش نہیں کیا کرتے۔ سینا باندھ کی صورت میں جن کے نام چار دانگ عالم میں زبان زدِ خلقات میں پاؤں کی درست حالت کا بڑا اہتمام کرتی ہیں۔ سب سے بڑا اصول یہ پیش نما رکھنا چاہئے کہ نیا جوتہ کیسا ہی دلچسپ پسند ہو چند لمبھتوں تک مسلسل ایک دفعہ میں چند گھنٹوں سے زیادہ نہ پہنیں۔ اس طریقہ سے رفتہ رفتہ پاؤں کو نئے جوتے کا عادی بنایا جاوے اس طریقہ سے وہ تکلیف پاؤں کو نہیں پہننے پاتی جو بالعموم نیا جوتہ مارا کرتا ہو نیا جوتہ خریدتے وقت اس کا خاص خیال رکھیں کہ وزن اٹری اور بوجھ برابر پڑتا ہو۔ جوتے کی نوک تنگ ہو تو انگلیوں پر دباؤ پڑے تو تکلیف معلوم ہوگی جب پاؤں میں ٹھیک اور فٹ پڑ جائیں تو انہیں خود چاقو یا سنسٹر سے نکالیں۔ پاؤں کا ہر شخص بھی ان کی درست طریقہ سے تراش کر تراش کر سکتا ہو درنہ پاؤں یک جاتا ہو اور مہفتوں تک اسی مصیبت میں مبتلا رہتا ہو پاؤں ٹھیک جائیں انہیں تازہ دم کرنے کے لئے چند مرتبہ پیسے گرم پانی کی کٹنی

سیرتین

ریشمی خراب ریشم عجیب طائفہ اور چمکیلی چیز ہے۔ اس کی جرابیں آج کل بہت پسند کی جاتی ہیں۔ چونکہ مغرب میں سلسلے جانیگیاں جو گئے ہیں، اس لئے گھٹنوں تک ہانگیں نکلی رہتی ہیں۔ جلد کا رنگ عام طور سے اچھا نہیں ہوتا لیکن ریشمی خراب میں ٹانگوں کو خوش نما اور دیکھت بنا دیتی ہیں۔ شگلی ٹانگوں کی طرف دیکھنے والوں کی اتنی توجہ نہیں ہوتی، جتنی ریشمی خراب والی ٹانگوں کی طرف ہوتی ہے۔ یورپ میں سب سے پہلے انگلستان کی ملکہ الزبتھ نے خراب پہنی تھی۔ اس وقت وہ کپڑے کی طرح سی کے تیار کی جاتی تھی۔ مگر باپاؤں پر غلامت چڑھا لیا گیا ہے ملکہ مذکور نے اس غلامت کو بڑے ماز سے پہنا تھا آج کل کی خرابیاں اسے خواب میں نظر آ جاتیں تو وہ آنکھیں ہی نہجا کر کرنے پر آمادہ ہو جاتی۔

ریشم کا دماغ دنیا میں کیسے ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ حضرت حبیبیؑ کی پیدائش سے پہلے ایک چینی عورت نے اسے دریافت کیا۔ وہ چینی شہنشاہ کی ملکہ تھی۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد چینیوں نے ریشم کی دیوی کے طور پر اسے بوجنا شروع کر دیا۔ لوگوں کے ریشم کے متعلق عجیب و غریب خیالات رہے۔ کوئی کہتا کہ ایک قسم کا مڈا ریشم پیدا کرتا ہے۔ کوئی کہتا ایک قسم کی مکڑی اسے تانے لگتی ہے۔ کوئی سمجھتا کہ بیڑ سے اون کی طرح اسے حاصل کیا جاتا ہے۔ ایسے بھی تھے جو کہتے تھے کہ غنیمت قسم کی مٹی سے۔ بینائی جاتی ہے۔ ایک رومی بادشاہ نے مشرق میں آدمی بھیجے تاکہ ریشم کی حقیقت معلوم کریں۔ اس کا نام خبئی فی آن تھا۔ وہ چین گئے اور وہاں انھیں معلوم ہوا کہ ریشم کا کیڑا اسے پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ ہنس کے طوفان میں وہ اس کے مڈے بند کر کے لے گئے۔ اور بحیرہ روم کے ساحلوں پر شہنوت کے درخت لگا کر ان پر نہیں لگا یا گیا۔ انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کیڑا شہنوت کے ہی پتے کھاتا ہے بحیرہ روم کے ساحل کی آب و ہوا اس کے موافق پائی گئی آسٹریلیا اور امریکہ میں بھی بعد میں اس کیڑے کو پالنے کی کوشش کی گئی، مگر

کامیابی بہت کم ہوئی۔ ریشم کے کیڑوں کی خبر گیری بھی عبرتناک ہے۔ مغربی طبائع اس کی تاب کب لا سکتی ہیں غرض میں مطالعہ کیا گیا کہ کیڑا شہنوت کے پتے کی صفات شفقت اور یوں کو کھا لے چنانچہ انہوں نے ایسی مصنوعی دریاں سیلولائیڈ کی صورت میں بنا کے انھیں کھلے اور ساتھ میں حل کیں۔ اور پھر اسے نازک مشینہ کی نلکیوں میں ڈال کے باریک اور چمکدار تار کا ایک سرے سے برآمد کیا گیا، جو ریشم سے ملتا جلتا ہے۔ اس مصنوعی ریشم نے اب ایسی ترقی کی ہے کہ کوئی بڑا ہی ماہر اصل کو نقل سے پہچان سکتا ہے۔

قہوہ کی ابتدا قہوہ کی ابتدا کے متعلق عجیب و غریب روایات مشہور ہیں۔ آتی ہیں ان میں سے ایک مستند۔ تائیوانی ہے کہ درویشوں کا ایک گروہ حبش میں بیڑ کیڑوں کے کٹے سمیت پھر رہا تھا وہ بہ دیکھ کر ایک روز حیران رہ گئے کہ ان کے بیڑی ضرورت سے زیادہ اچھل کود میں مصروف ہیں۔ اور وہ آرام لینے کا ہاتھ متوجہ نہیں ہوتے۔ انہیں دسم ہوا کہ انہیں جڑ ہو گیا ہے۔ ان پر دماغ میں پڑھیں۔ فطرت چھوٹے گے۔ چند روز دلہ رگئے۔ اور اثر مطلق نہ ہوا۔ آخر ان کے سر گروہ نے کہا کہ ان میں انہیں چرانے لے جاؤ گا۔ چاگاہ میں اس نے دیکھا شروع کیا کہ وہ کیا کیا گھاس پات چتی ہیں۔ آخر اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک خاص پودے کے پتے ان پر یہ اثر کر رہے ہیں۔ چنانچہ چند پتے اس نے خود جاکے کھائے۔ رات بھر اسے نیند نہ آئی۔ اور اسے اس سے عبارت میں بڑی مدد ملی۔ شریعہ زانیہ میں قہوہ کوٹھ پیس کے لگدی کے طور پر کھایا جاتا تھا۔ چنانچہ ہی طرح صلیبی جنگ کے فوجی حکاکار ہی بہت بڑھلے تھے۔ اس کے بعد اسے اہل عرب نے لگے۔ پندرہویں صدی کے درمیان عدن میں یہ قبول عام ہو گیا۔ خورے ہی دونوں بعد عرب کے دیگر رعایا میں یہ پھیل گیا اور وسطی عرب کے شریع میں یہ ظہور میں بھی جا پہنچا۔ اس طرح عرب میں بھی اس کی ترقی ہوئی۔ اور وہ اس سے سارے یورپ کو پہنچا۔ اس کے بعد مغرب و شرق الہند اور عجم میں اس کی کاشت ہوئی۔ اب آخر میں برازیل میں یہ بڑا جاتا ہے۔ اھو دنیا کی اہل پیداوار کا سب سے زیادہ اسی ملک سے مہیا ہوتا ہے۔

سے پہلے بنا دیا جاتا ہے اس کے لئے مختلف کمپنیاں کھانے کی پانی میں پھر رسا کر
قبورہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔

اس زمانہ میں زیادہ لطفیں اس طرف سے کرکٹوں
کیڑوں کی قوت شامہ اور چھوٹوں وغیرہ کو تلف کر دیا جائے۔ ہم ان کے
عادات و خصال کی طرف اس قدر متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کیڑوں کی زندگی ان کی
علامات ان کے درست دشمن کا علم بری اقتصادی اہمیت رکھتا ہے، مگر ہم ان کی
کے لئے اپنے محدود حواس و ذہنیت پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ کیڑوں کوئی اور چیز اس
معاصلہ میں ہماری رہنمائی نہیں کرتی۔ مثال کے طور پر کیڑوں کے سونگھنے کی قوت
کر بیچے پاخانہ کی کھٹی بوشت کی مٹرائد کیسے معلوم کر لیتی ہے وہ کہیں چلتے
بٹے ہی آجود ہوتی ہے۔ شہد کی مکیاں شہد والے پھولوں کو اپنی ہی میں لے لیں
میں سے کوئی خوشبو نہیں آتی معلوم نہیں نہیں کیا محسوس ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے
کہ ان کیڑوں کی سونگھنے کی قوت جہاں تک ان کی غذا کا تعلق ہے بہت مکمل ہے
بعض جتنے جتنے لوتیراں اپنے جوڑے کے بعض ٹوٹے تلاش کر لیتے ہیں جس
ان کی اس قدر لطیف ہوتی ہے کہ ہماری ہمت باہر ہے بعض محقق اسے قوت
شامہ سے منسوب نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا قول ہے کہ ان میں کوئی چھٹی حس حاصل
ہے جس سے ہم محروم ہیں، مرد و فیو میلوں ٹوڈے ملو کے پاس آؤ کر آجود ہوتے ہیں
وہ کیا آجود ہوتی ہے جو مادہ منتشر کرتی ہے کہ آؤ اور میرے پاس قیصر کرو۔ اور کچھ پکڑ لیا
مختل کر دیں۔ کس میں پانچو میں جنگہ میں نہ آجود ہوں گے یہ زمانہ اشعل کا
ہوتا ہے خدا جلنے کیا معنی پیام ہے کہ نہ کرکٹوں کے بیڑ میں بن آتی۔ سونگھنے کی قوت
جیسے اور سٹنے سے زیادہ کیڑوں کی دنیا میں کام کرتی ہے۔ اس کے متعلق ہلاط علم بہت
محدود ہے۔ ہمیں ٹوڈے کی آواز سے رنجیت ہے نہ زردین کو کرکٹ کو ٹوڈے یا مادہ کو
چمکانے کے لئے آواز نکالتا ہے اس سے خیال آتا ہے کہ شاید اس کے کان ہوں۔
یہ درست ہے۔ کیڑوں کی آواز میں پورا کان پایا جاتا ہے نہ ہونے کے پردوں
کی آواز اپنی موم کے سے موم کر لیا نہ گہرا سے کان اس آواز سے نا آشنا ہیں
کیونکہ ہلکی سانس سے موم ہے۔ کچھ پکڑ کھس کے پنے کی آواز میں نہیں آتی مگر
آواز سانس سے اس کی حرکت کہ آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ خیال ہے کہ ہم چنے
محدود وسائل سے بساط عالم کے مواضع میں معلوم کر سکتے ہیں کچھ ہی حاصل
ہوتا ہے بہت معمولی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی دنیا سے ہم بے خبر ہیں۔ ہمارے حکم
زیادہ قوی ہوں تو شاید ایسی آوازیں سٹنے میں جو نغمہ ہوا دے ایسے رنگ
نظر آجیں جو پہلے نہ دیکھے ہوں۔

محمد ظفر

ہندوستان میں بابا بیدن عرب سے اس کا بیج لائے اور جنوبی ہند میں وہ
صدی پیش از اس کی کاشت پہاڑیوں میں شروع ہوئی۔ میسور اور ٹراوڈ کوڑا
کامز کے علاقہ میں یہاں اس کی کاشت باقاعدہ صورت میں جاری ہے
۱۸۳۰ء میں تین انگریزوں نے جنوبی ہند کے مختلف پہاڑی علاقوں میں قبورہ
کے کھیت قائم کئے۔ یہ علاقے مغربی گھاٹ کے نشیبوں میں پھیلے چلے گئے تھے
زیادہ تر سیورنگ اور سیلگری کی پہاڑیوں میں واقع ہے اس کے بعد
اس کام نے بری تیزی سے ترقی کی۔ البتہ برازیل کے سستے قبورہ کی کثرت نے
یہاں کی کاشت بہت کچھ کم کر دی ہے۔ قبورہ کی سسل انہی قسمیں ہیں ان میں
سے دو زیادہ کاشت کی جاتی ہیں خربا اور لائیری۔ گرم ملکوں کی بیلدار
ہے۔ یہ گرم اور سرد آب و ہوا میں خوب پھیلتا ہے۔ اور آبپاشی کا زیادہ محتاج
ہے بلند مقامات پر کاشت کیجاتا ہے۔ عربی کے مقابلہ میں لائیری نشیبی
علاقوں میں بھی بوجایا جاسکتا ہے۔ لائیری افریقہ کا ملک ہے سردی اور بہت
گرم و خشک ہوا میں اس کے لئے مہلک ہیں۔ زمین پر اچھی طرح جل چکا کر اور
دھوپ سے بچا کر بیج ڈال دیا جاتا ہے۔ جب وہ پھوٹ کر پودا ایک سے دو
فٹ کا ہو جاتا ہے تو اسے کھا کر ارضیات سے مستقل مقام پر۔ جاکر گاڑ
دیتے ہیں، یہ کام بام بارش میں ہوتا ہے۔ اس وقت بھی کھجور کے پتوں کا
عاری سیاہ ان پر رکھا جاتا ہے۔ ہر ایک پودا دوسرے سے دس سے پندرہ
فٹ کے فاصلہ پر لگایا جاتا ہے۔ غلائی کی بری ضرورت رہتی ہے کیونکہ گھمک
پات اور جھاڑ جھنگل اس کے پاس بری کثرت سے اگتا رہتا ہے اس
میں پھول اور تیسرے سال میں پھل آتا ہے۔ پانچویں سال میں زیادہ اور
چھٹے ساڑھے اور آٹھویں سال میں پوری مقدار سے پھل آتا ہے۔
ہندوستان میں بریل میں اس میں پھول آتا ہے اور وہ زیادہ قابلہ ہوتا ہے
دوسرا اور زیادہ موافق حالات میں آخری درجہ میں پھل پھینکے کے قابل ہو جاتا ہے اس
وقت یہ سپاس مال سرخ برکی شکل کا ہوتا ہے۔ اس میں ادھیچ ہوتے ہیں ہر
ایک پر تقریبی غلاف ہوتا ہے، اور اس پر خشک جھٹکا ہوتا ہے ہر
ایک بیج میں گری ہوتی ہے جسے برتی علاقوں سے ماہر فرما رہے کرتا ہے
بیج اور مغز پانی کے حوض میں ڈال دیئے جاتے ہیں بیج جیتے جاتا ہے اور مغز
تیر کر چھلکنے پانی کے ساتھ ابھرتا جاتا ہے۔ پھر ۱۲ سے ۱۵ گھنٹوں تک بیجوں
کو مٹھا جاتا ہے۔ اگر برتی غلاف تندرست ہو جائے۔ کیونکہ اس کی تیرا اس وقت
تک باہر مچی رہتی ہے۔ پھر انہیں دھو کر دھوپ میں کھالیا جاتا ہے۔ انہی کی
براہمکی جاتی ہے ان پر تقریبی غلاف اور جھٹکا بدستور قائم ہوتا ہے جسے اقل

دورین

روس کا میدان - روس میں جرمنوں کو بدستور پائی ہے
 سلطنت ہو رہا ہے۔ روسی فوجوں کو اہم فترحات برائے سک اور نو سک
 میں نصب ہوئیں۔ اول الذکر مقام وسطی روس میں ہے۔ اور مؤرخ الذکر
 کوہ قاف میں جزیں گویا اب اس علاقہ سے بے دخل ہوئے ہیں۔ بحیرہ اصفی
 کے خال میں جرمنوں کے ہاتھوں سے ننگن درگ اور میر پول نکل گئے۔
 اب روسی فوجیں بڑی تیزی سے ہر جگہ جھاگتے ہوئے جرمنوں کا تعاقب
 کر رہی ہیں۔ یوکرین میں تو وہ اس کے دارالسلطنت خیف سے بہت
 قریب ہو گئی ہیں۔ اور کوئی دن جا رہا ہے کہ وہ زور دینے اور سپر وٹر سک
 پر قابض ہو جائیں گی۔ وسط میں اب سولسکسکی بائی آ رہی ہے۔ پولندا
 بھی گھر گیا ہے۔ جرمن خیف اور سولسکسک پر ضرور درڑیں گے۔ دونوں مقام
 پولینڈ کی سرحد کے قریب واقع ہیں۔ روسی لشکر پانچ سے دس میل روزانہ
 بڑھ رہا ہے۔ ہلکے کو مجبور ہو کر اپنی تقریریں کہنا پڑا کہ ہم منسلک وقت
 سے کسی مقام سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور کسی مقام پر ٹھننے سے گریز کیا کرتے ہیں
 گراس سے اس فولادی طلقے پر جو جرمنوں نے اپنے وطن اوان کے گرد
 قائم کر دیا ہے کوئی اثر نہ پڑے گا۔ مجھے اپنی قوم سے اُمید ہے کہ وہ
 بہت موانع سے کام لے کر ٹھٹھا رہے گی۔ ان فوجوں سے ہسپانی
 اور بے بسی کی بوجھ رزائی ہے۔ ایسا نظر آ رہا ہے کہ روسی جلد جرمنوں کو
 اپنے ہتھیلے ہوئے حصہ ملک سے نکال دیں گے۔ ساہ پھر جرمنی کی
 ہدیہ لے گی۔

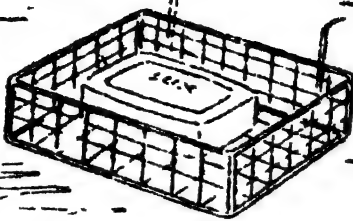
اٹلی کی شکست اٹلی نے ستمبر کو بلا شرط ہتھیار ڈال دیے
 اس خبر کو اتحادیوں نے چار پانچ روز پہلے
 رکھا۔ اس عرصہ میں انہوں نے نیپلز کے علاقہ اور سلوونی اپنی فوجیں
 آگے لے کر اٹلی کے ہتھیار ڈالنے ہی شمالی اور وسطی حصوں پر جرمنوں
 نے قبضہ کر لیا۔ اہم دم کو بھی جھڑپ کے بعد اسے قبضہ میں لے
 لیا۔ پوپ کا علاقہ بھی اٹلی کی گرفت میں آ گیا۔ سلوونی کے مقام پر جرمن
 فوج مستعفی ملی۔ چند روز بعد آفریزی اور مریکی فوجیں ہر جگہ جاری رہی
 اور حالات نازک ہو گئے۔ مگر جنرل سے آٹھویں فوج بجا کر لی گئی
 اس سے حالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنوں کا دباؤ کم ہو گیا۔ اور ان کو

خود پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا۔ پڑا اتحادیوں نے نیپلز کے آس پاس کے محلہ
 اطالوی جزیروں پر قبضہ کر لیا۔ مارٹو، بڑی ڈی، اور باری بھی ان کے
 قبضے میں آ گئے۔ اس طرح اطالوی بوٹ کی نوک بجز اور ایڑی ٹنوں تک
 اتحادیوں کے قبضے میں آ گئی۔ اب اطالوی سرزمین ہی سے اتحادی ہوائی
 جہازوں کے جرمنوں کے مقبوضہ اطالوی علاقہ پر تباہی پھیلاتے ہیں۔
 اطالوی ہر جگہ اتحادیوں کا جزیرہ قائم کرنے ہیں۔ جرمنوں نے جگہ جگہ اطالویوں
 سے ہتھیار چھین لئے ہیں۔ اور اپنی رازست میں اطالوی لشکر ختم کر دیا ہے
 یورپ میں جہاں جہاں وہ اس سے کام لے رہا تھا ان سب سے ہتھیار لیکر
 ان کو نگرانی میں لے لیا گیا ہے۔ اتحادی اٹلی میں برابر بڑھ رہے ہیں۔
 ترکی کے پاس کا مجمع البحر اتر جسے ڈوڈی کافی کہتے ہیں اور جن پر اٹلی
 کا قبضہ تھا ایک طرف تو جرمنوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اس پر
 قبضہ کر لیا ہے۔ مگر اتحادیوں نے اعلان کیا ہے کہ اس کے بڑے بڑے
 جزیروں کا مسیرو اور سموس پر خود ان کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اور
 بڑے جزیرہ رودس پر ان کی فوجیں ان کے قبضہ کرنے میں مصروف ہیں
 ایشل بدولہ اور شاہ ولایت خاندان روم سے چلے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ
 یہ جزیرہ ڈی کشاہ نے اپنے بیٹے کے حق میں دستبرداری دیدی ہے۔
 مارشل موہوت اب انگریزوں کی مخالفت میں ہیں۔

مسیوینی قید و آزاد شہلہ سے ملنے کے بعد مسیوینی جب بلو شاہ
 بند کر لئے گئے۔ وہ محل میں بادشاہ سے ملاقات کر رہا تھا کہ اس کے
 محافظ اور ڈرائیور سب گرفتار کر لئے گئے۔ اور اس کی موٹر وہاں سے ہٹا
 دی گئی۔ وہ جب بادشاہ سے مل کے آیا تو اپنی دشمنی بھلے اور
 ہی موٹر کھڑی دیکھی۔ اس نے اپنی موٹر طلب کی۔ مگر افسر موجودہ نے
 کہا کہ آپ اس موٹر میں زیادہ محفوظ ہیں گے۔ مسیوینی بڑا مگر یہ پکچر
 کمال کچھ اور ہی بنے بے بسی کے عالم میں بائیں پسپا کر اس میں جا بیٹھا۔
 موٹر چل اور اسے قید خانہ پہنچا دیا گیا۔ جہاں سے اسے جگہ جگہ لے جایا گیا
 سارڈینیہ کے قریب کسی جزیرہ سے شہلہ کے حکم سے جرمن سپاہیوں نے ترکیب
 سے اسے ہوائی جہاز کے ذریعہ قید خانہ سے نکالا۔ اس غرض میں بدولہ

ذرا احتیاط سے برتا جائے تو

یوں کا پیام
پہلے نام
نمبر ۲

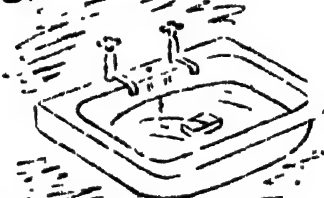


صابن بہت دن کا دیتا ہے

چونکہ وہ تمام شیاؤں میں سے صابن تیار ہوتا ہے، لہذا اس کے ذریعے جس کا فی مترا اس میں نہیں مل رہی ہیں، اس لیے اس میں بھی اتنا کافی نہیں ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس کو ہر ایک کو ہر ایک کے نام پر، بچوں اور جسم کی صفائی کے لئے صابن کی ہر ایک کو ملنا ہی چاہئے کہ نہ صرف صحت کے لئے نہایت ضروری ہے بلکہ اس سے زیادہ اس سے زیادہ صابن کی ضرورت ہے۔ اور جہاں تک صابن سے زیادہ سے زیادہ بات سمجھ کر لیتے ہیں ان سے آپ میں ہم کو کفایت میں بڑی مدد ملے گی۔

صابن کو گیلیا نہ ہونے دیجئے

ایک لوگ کے لئے بھی باقی میں نہ رکھئے صابن غیر ضروری تراوٹ پاتے ہی فوراً کھینچ لیتے ہیں اور چند ایک منٹ میں کافی مقدار میں ضائع ہو جاتا ہے۔ بلکہ تاروں سے بھی ہوتی چالی دار ڈالیا یا کسی ترکیب کی پیالی میں رکھا جائے۔ تاکہ غیر ضروری تراوٹ نہ ہو سکے۔ اگر آپ صابن کو اس طرح ضائع نہ کریں تو اس سے بچ سکتے ہیں۔ اگرچہ اس سے بچنے کا اندیشہ نہ رہے کہ اندھا دھرمی پویشی تک فائدہ نہ رہے گا۔



پُرانے کو نئے پر جیبا دیجئے

صابن کی کسی پیٹری کو کبھی پھینکے نہیں اسے اور نئی پیٹری کو کبھی دو دنوں کو نفور اور نفور تر کر کے چھوڑ دیجئے اور سوکھنے کے لئے چھوڑ دیجئے۔ چرائی کھینچ کر پٹی پیٹری نئی کھینچ پر چھک جائیگی اور بالکل نئے تک کام دے گی۔ سلائیٹ، لایف بوائے یا کسٹامائٹ سینوں کو آپ اسی طرح برت سکتے ہیں۔



صابن کے استعمال کرنے میں ہم آپ کو احتیاط پر توجہ کا مشورہ لیکن غلط فہمی نہ ہونا چاہئے۔ ہم آپ کو احتیاط پر توجہ کا مشورہ کرتے ہیں کہ استعمال کرنے کی جو کم انگلیں - صابن صفائی کے لئے بہت ضروری ہے اور صفائی بچوں کی سزاوارتہ جسم کی، تندرستی کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس سے آپ اپنے بچوں اور جسم کو بلا ناغہ اور پورے طور پر صابن سے دھوئے رہیں۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے صابن کو ضائع نہ کریں۔

لیور اور کس ان نفیس صابنوں کے برتائے والے
کسٹامائٹ لایف بوائے
کسٹامائٹ لایف بوائے
کسٹامائٹ لایف بوائے

جنگ کے زمانہ میں لگ کے مول چیزیں خرید کر روپیہ ضائع نہ کیجئے

آجکل عام طور پر چیزیں کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ جنگ کے زمانے میں واقعی ضروریات کے علاوہ اور کچھ غرضتیں ضروری نہیں ہیں۔ اسکے برعکس ان چیزوں کو خرید کر آپ بچا سکیں آئندہ آپ کے بڑا کام آئے گا۔ جنگ کے بعد جب قیمتیں بڑھ جائیں گی تو آپ اپنی رقم کی پانی پانی سستی چیزیں خرید کر وصول کر سکیں گے۔ ان کے دنوں میں خرچہ کرنے کے لئے اس وقت خرچہ کر دیکھ لیجئے

روپیہ بچانے کا محفوظ طریقہ اختیار کیجئے

آٹھ آنے
روز بچائیے!
آپ تھوڑی تھوڑی بچت بھی کریں
تو بہت کچھ جمع کر سکتے ہیں۔
آٹھ آنے روز۔ سو کے قریب بچاؤ
بچائیے اور مندرجہ ذیل اس ذرا خرچہ کیجئے
پھر اس بچائی ہوئی رقم کو بیچ کر بچاؤ
مردوں میں برابر لگائے رہے۔

اگر آپ سونے، چاندی
جوہرات، زمین، مکان
یا سہاگن وغیرہ میں روپیہ لگائیں گے تو
قیمتوں کے عام سطح پر آجائے گے بعد
آجکے سونے کی مالیت کم ہو جائے گی۔
اپنی رقم کو محفوظ رکھنے
اور اس کی مالیت کو بڑھانے
رکھنے کے لئے اسے بچھن اداو باہمی بینک
کے بینک کھاتے یا ڈاکٹرنٹ کے بینک
بینک میں لگائیے اگر آپ ان سے بھی جی جگہ رقم
لگانا چاہیں تو سرکاری قرضہ یا سیونگ سرٹیفکیٹ
میں لگائیے۔

تو کپلے تو ہی جنگی عرصہ کی پسیل

کاعد کی کراہی کی وجہ سے نامور کی بہت قریباً چار آٹے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

مضامین			مضامین		
تاریخ و سیرت	اصلاحی معاشرتی ناول	اصلاحی معاشرتی افسانے	تاریخ و سیرت	اصلاحی معاشرتی ناول	اصلاحی معاشرتی افسانے
آئینہ کامل	سیات مسافر	سفرِ اہانت	آئینہ کامل	سیات مسافر	سفرِ اہانت
سیدہ کامل	سنانوں کا راز	سربِ سر	سیدہ کامل	سنانوں کا راز	سربِ سر
اقرصہ	سج زندگی	فسادِ صبیہ	اقرصہ	سج زندگی	فسادِ صبیہ
نوبتِ بچہ و بڑا و بزرگ	شامِ زندگی	سولہ ختہ	نوبتِ بچہ و بڑا و بزرگ	شامِ زندگی	سولہ ختہ
دو بار خاتون	شبِ زندگی دوسرے	تذہبِ شیطانی	دو بار خاتون	شبِ زندگی دوسرے	تذہبِ شیطانی
ابنِ کام و بیکس	نفسِ زندگی	سات روئے ہشتا	ابنِ کام و بیکس	نفسِ زندگی	سات روئے ہشتا
دل کی آخری بہار	طوفانی سیات	فدائی کی سب سے اہل	دل کی آخری بہار	طوفانی سیات	فدائی کی سب سے اہل
نرم رنگاں	جوہرِ فداست	سستوئی	نرم رنگاں	جوہرِ فداست	سستوئی
داستانِ پامینہ	اسلامی تاریخ بطور ناول	سوکر کا جہا	داستانِ پامینہ	اسلامی تاریخ بطور ناول	سوکر کا جہا
مذہبی مضامین	ادبِ بزم	سووند	مذہبی مضامین	ادبِ بزم	سووند
احکامِ نبوی	عروسِ کربلا	تذہبِ عصمت	احکامِ نبوی	عروسِ کربلا	تذہبِ عصمت
نفسِ معنی	یا سہی شام	انگوشی کا راز	نفسِ معنی	یا سہی شام	انگوشی کا راز
دعا میں	عجوبہ خداوند	منازلِ ترقی	دعا میں	عجوبہ خداوند	منازلِ ترقی
قرآنی پختہ	تین سال	بچہ کا رتہ	قرآنی پختہ	تین سال	بچہ کا رتہ
نورِ کلام	نہنڈا کا فیصلہ	ویدیا کی سرگزشت	نورِ کلام	نہنڈا کا فیصلہ	ویدیا کی سرگزشت
سیاسی صحافتی مضامین	منظرِ اہلس	مبارک عالم	سیاسی صحافتی مضامین	منظرِ اہلس	مبارک عالم
شہرِ منور	شاہین و ذراغ	مختصر انشائوں کے مجموعے	شہرِ منور	شاہین و ذراغ	مختصر انشائوں کے مجموعے
یا گاہِ تر	دُرِ شہوار	ہر جو عصمت	یا گاہِ تر	دُرِ شہوار	ہر جو عصمت
عالمِ نبوی	خدا جیہ فانی	سب سے بڑا تجربہ	عالمِ نبوی	خدا جیہ فانی	سب سے بڑا تجربہ
سیاتِ بہ	نالی مشہور	عروہِ شک	سیاتِ بہ	نالی مشہور	عروہِ شک
مختصر کی بے غرضی مجموعے	دو ہی سخی	تذہبِ اشک	مختصر کی بے غرضی مجموعے	دو ہی سخی	تذہبِ اشک
روپی مشن	دادا کا تجربہ	فدائی راز	روپی مشن	دادا کا تجربہ	فدائی راز
گنگا پرکش	نظروں کے مجموعے	نیوٹن کی زندگی	گنگا پرکش	نظروں کے مجموعے	نیوٹن کی زندگی
مسلمان حسنہ کی سون	رو واپس	گھڑی سب سے	مسلمان حسنہ کی سون	رو واپس	گھڑی سب سے
نان و دار	گرفتہ نفس	گھر پر مقصد	نان و دار	گرفتہ نفس	گھر پر مقصد
بیل سیار	ادبِ لطیف و انشا	گروپِ حیات	بیل سیار	ادبِ لطیف و انشا	گروپِ حیات
سامی سوری	کعبِ عربی	سب سے بڑا تجربہ	سامی سوری	کعبِ عربی	سب سے بڑا تجربہ
شادی کا خواب	دیکھو کی بات	گروپِ حیات	شادی کا خواب	دیکھو کی بات	گروپِ حیات
نوجوان بستی	سلی ہوئی بستی	گروپِ حیات	نوجوان بستی	سلی ہوئی بستی	گروپِ حیات
بے گھر کی آخری دن	لوگوں کا حساب دینا	گروپِ حیات	بے گھر کی آخری دن	لوگوں کا حساب دینا	گروپِ حیات
چھٹی سب سے			چھٹی سب سے		
بھری جہاں			بھری جہاں		

2941

کراس اسچورک

یہی دوسری کامیابی ہے کہ ان کے کام میں
 یہ واضح ہو گیا کہ وہ درجہ اولیٰ میں
 ۱۹ خوبصورت گھر بنائے اور ان میں
 ان کے لیے خوبصورت گھر بنائے اور ان میں
 ہوا چارہ تیسری کامیابی ہے کہ ان کے کام میں
 چھٹا سالہ ان کے لیے تیسری کامیابی ہے کہ ان کے کام میں
 سودا خانہ بنایا اور ان کے لیے سودا خانہ
 گھنٹہ گھر بنایا اور ان کے لیے گھنٹہ گھر
 چھٹا سالہ ان کے لیے چھٹا سالہ

گلشن فرما

مرتبہ نمبر اولیٰ میں ۳۳ فیصد کیلئے
۲۸ پھول ۳۸ کوٹے ۱۱ گئے اور دو گیل
۱۵ مرکزی واسطی خانے ہیں چھ پر نہ جی
دکھ گئے ہیں اگر واسطی کے کوئی کوٹے
۲ پھلوں کے نوٹے ہیں پھر نوٹے میں
نوٹے ساتھ ساتھ دو دو زیب ہیں
جست ہر

جالی کا کام

[illegible]

گوٹہ کناری کا کام

ہندوستان کا قدیم و مطہر صنعتی
 متعلق مینس باکاب ہے ہندوستان کی
 نامور دستار گزرتی ہے ہندوستان کی
 نامور و جہ سے مرتب کیلئے، تریا باجی ہونے
 و دروازہ دروازہ، رب، آپ و دیگر چیز
 و غیر کی نوئے، نایاب صلیت نامور و شہ
 غفلت ہی بنایت متعلق، ہر چیز کیسے، ہر چیز کی
 بنایت نامور۔

سلاواک بزم فرمود

کتاب و قلم

بلا حرق و برباد

یادگار حضرت علامہ راشد الخیر میمنہ

The ISMAT, Delhi.

عصر

شعبہ ہندوستانی بیسویں
پاکیزہ خیالات

علمی ادبی مضامین

اور
مفید معلومات کا ہر ذخیرہ

ایڈیٹر: رازق انجری

حدوثِ اسلام کے ماحول

حدوثِ اسلام کے ماحول

تضایف علامہ راشد الخیری رح

عروس کر بلا

علامہ مغفور کے نام تاریخی ناولوں میں یہ لکھا
در و زار کے متنازعے - کر بلا کے تاریخی اہمیت
پہلے ہی کچھ کم در و گھڑ نہیں - اس پر مولانا کے لکھ کر ہر پرے قیامت
ڈھٹائی ہے۔ یہی جھجک بڑھ جاتی ہے - اس پر بھٹ بڑھ کر بنت
لا دلایہ افسانہ ہے - بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کے تعداد میں شائع
ہو چکا ہے - قیمت ۱۲

یاسین شام جنگ - لالہ دینیب کے معرکے اسلام کی فتح
و تخیل - شام کے حالات اس کے ہمراہ حسن و جنت کی داستان نہایت
منانیت اور تہذیب سے بھر گئی ہے - قیمت ۱۲

محبوبہ خداوند طرہ جس کے معاصر خداوند کا تعیض شامی
افریقہ کی حبیبہ سفیرہ کرنا یوں کرنے کے لئے
اپنے زخمی دلوں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے - یہ ایک راز ہے جو محبوبہ
خداوند کے مطامع سے حل ہوگا - حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ
میں اسلام اور عیسائیت کے معرکے اور لڑائیوں کے حالات لکھے گئے
ہیں - قیمت صرف ۱۲

شہنشاہ کا فیصلہ عہد عباسی کے بغدادیہ حبیب افسانہ
کے تحت ایک دوسرے محقق کے - یہ ایک کتاب نہایت
نندہ مان کا ہے گناہ بچہ پس وجہ سے - جب افسانہ پھیرا جاتا ہے -
لگا اپنے معمول مقصد کے لئے کیا کیا سوچا کرتی ہے - اور آخر میں
کس غولی سے شہنشاہ کا فیصلہ ۲۰۰ کا ۱۰ روپائی کا پانی الگ الگ کرتا
ہے - قیمت ۳

شامین و دراج - جو بزم حضرت علامہ راشد الخیری مریہ کا مددگار
تاریخی ناول جس نے صنعت کی بھونچاری کا بڑا
بڑا نمونہ اور بھونچاری کرنا تھا علامہ مغفور کے سب سے پہلا تاریخی ناول ہے
جس میں محبت کے جذبات لطیف کو نہایت لطافت اور رنگینی سے بیان کیا گیا ہے
بکاؤ زور نرم اور جذبات نگاری افسانوں میں یہ قطعہ نہایت نمایاں وجہ رکھتا
ہے - یا بچوں! اثر بشن - قیمت ۱۲

منظر طرہ ابلس تخیل طرہ ابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی
حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری -
اشارہ شہادت محبت کے آئینہ میں بے گناہ لڑائی کی قربانی - بعضی
پہلو کے باوجود بھائی کا قتل مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں نہایت
اہل و عارفان و سنیوں کی ہولناک روناٹوں
در شہوار - کامرین، بہار کے خج غار - کا زمانے اور طرہ احوال
نزدکی معلومہ کی فراست اور بہادری - اور وزیر کی مکاری اور غریب
نیت صرف دس آنے ۱۲

سودائے نقد

میں سے معلوم ہو کہ امر کا علاج نامی اور اسلام میں غارت
کی حیثیت کی کتاب - افسانہ تاریخی کا بیان بھی کیا شامی
ذکر ناموس سائنسی کا کیا زبردست نمونہ ہے - یہی بچوں کی کوستیں اور اس
کے ہاتھوں پر ان بیٹے کو قتل ۲

بیچ کمال

اگر آپ کو غازی - خطہ مسلمانوں کیل کے مدد میں -
بوناں کے برحقہ - مسلمانوں کی کوستیں - اور ان کے
دیکھتے ہیں تو اس کتاب میں دیکھیں - جس میں یورپ کی مائیں کے
سازانہ لئے گئے ہیں - شکست یونان کے - ان کی مائیں ہاں پر قتل
کی شجاعت اور کمال پاشا کا کمال قیمت ۲

مضامین اور افسانوں کے - حجازی - حجازی
ان نبیوں اور رسولوں کے معاصر حالات جن کے قرآن
قرآنی قصے مجید میں ذکر ہے - حضرت علامہ مریہ کا بیچ کمال
نقص مسلمانوں کیل کے لئے ان کی کہدہ - مائیں -
میں ان زبان میں
گرا ہے خاص رنگ میں لکھے گئے قیمت صرف ۱۲

عروس مشرق - مضامین جو یورپ و ان کے عہد غازی اور
مغربی تہذیب کے زمانہ اور - افسانہ -
کے لئے مہم معاصر نے تحریر فرمائے تھے - ان میں -
کو جو زبردست رہی ہیں اور جن پر مہم دست اور لکھنے والے تار
نکرتے تھے تو یہ اب میں - مان لیا گیا ہے - قیمت ۱۲

گرداب حیات - حضرت معاذ نے ۱۰ نول کی اصلاح -
میں چھوٹے چھوٹے فیصلہ جیز اور مائیں
میں فہم پیرا میں صنعت میں بیٹے نے ان کا جو بندہ - ان انسانوں
۱۰ بیوں خوروں کو انسانہ نگار بنا دیا - اور سینکڑوں عورتوں کی زندگی گھڑ
گئی قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ

بزم رفتگان - اردو ادب کے یونانی مائیں و ملک کی مائیں اور
اور افسانہ اور ادب کی یادیں سمجھ گئے تھے اور
جو معدن ادب کے جنس بہا جو ہر پر ہے - ادب ایک نمونہ اور ایک
ایک بزم و درخشاں دواست - قیمت ۱۲

گدر رمی میں لعل - لڑکیوں اور عورتوں کو کھٹھ - ہنر اور
کفایت شہادت - اس کا سبب - ندی
بسر کرنے کے لئے غار داری کے معنی نہایت مفید - اسے اختیار
پیرا - میں - یہی ہیں وہ مضامین جنہوں نے - ان میں عورتوں کی زندگی
میں انقلاب پیدا کر دیا - وہ کامیاب تھے والی جن کا شکرا ادا
گدا کرنے لگیں - قیمت ۱۲

سیاحت ہند - جو ہندوستان کے مختلف مقامات کی تعلیم یافتہ برصغیر
حضرات کا مدد کہ جن سے مختلف حیلوں کی معاشرت
سے واقفیت ہوتی ہے اور علامہ مریہ کی صنعت - عادات - مصالح - مائیں
بہت ملتی قیمت ۱۲
داوالال بھگت - پنج نہایت ہی پُر لطف مزاحیہ قصے جن میں ہر مکہ

تنبہ جیسے پیت جہل پر جاہل حلائی تھی ورنہ عشق کی تفریحی نہیں
تینوں چیزیں ہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو غلطی اور غلطی کا یہی میں کہ
دریک سال رکھنے سے قیمت ۱۰

اور دس سے مضامین بکھری ہوئی
مفکری کا آخری دن کے لئے جن کا ہے - بے کراہی
۱۰ - تینہ عادات و فضائل پیدا ہوں - وہ اپنے نفس کو جیسے ہیں
قیمت ۵

خواتین ہند کے منظم کے اور دیگر مضامین جن میں موت
نالہ زار کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے - خواتین کی غلطیوں
کا مرنے اور ان کے مصائب - آلام کی دردناکیز - استائیں میں جنہیں
شہد کہ بھیجے ہوئے تھے - اور مسئلہ سے سنگ دل انسان کی انہیں
نہ ایک ہو جاتی ہیں - قیمت ۱۲

اسکام اسمواں میں سوز و غم و تفسیر جس نے مسلمان عورتوں
کی ایک اس قدر کہ پورا کردیا - کتاب زمانہ میں نہایت اہمیت
رکھتی ہے - اور ہر مسلمان ناؤں کے پاس رکھنی چاہئے - اس کی پوری
قدیم قیمت مصداق کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے - قیمت ۱۰
سفر - علماء غفور کی سب سے آخری تصنیف دستور
دعائیں غفرانہ نے اپنے مخصوص رنگ میں اردو زبان
میں نہایت غلطی کی ہوئی تھی - جو اس قدر سوز و گداز اور درد
انہیں - وہی ہوئی ہیں کہ ایک ایک جملہ اور ایک ایک مصرعہ کیونکہ
پارہ ہوتا ہے - قیمت ۱۰

دلی کی آخری بہانہ سا برس چلے لی کہا ہے - مرد و عورتیں
سازگی کے ساتھ زندگی کا نقطہ آٹھلے سے میلے میلے کس طرح مناس
اور سہ و تفریح کس طرح کی جانی تھی - اس کتاب میں قدیم معاشرت و محبت
اقتضات - اور وضع داری کی دردناکیز کہا جاتا ہے اور بادی دلی کے جملہ
انہیں ہیں - تعلق مطلق کی کوئی نہ دلی ہوئی زبان میں مصنف نے فنا و شب
شہ کرد و مرد مندوں کو نہ پارہا ہے - قیمت صرف ۱۰
حقیقی مسلمانوں نے آغاز اسلام اور بیان سہ کائنات صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی معدن زندگی کے چند متفرق واقعات
- سنہ ۱۰۰۰ء کے حال کے علم سے اور اس قدر مؤثر ہے اسے میں کہ آنکھ سے آنسو
ہل ہڑیر - پچاس میلاد کے سٹیشن چند اسلامی مضامین بھی اس کتاب میں
ہے - قیمت ۸

دستان پارہ میں غیر مسلم مورخوں کے ان حلوں کا رد
شکن ہوا ہے اور کیا ہے - یہ مسلمان - بیانات اور حکموں پر کے جلتے ہیں -
انہوں سے زیادہ دل دہریہ - قیمت ۱۰
بلبل بیمار - رزکوں کی تعلیم و تربیت در پردہ کے تھانہ ہوا ہوں

پہلے سنوں کے سب سے بڑے تباہی نے تباہی صدی یک غور و فکر کے
بعد - پیش - بہا - تھامیں تحریر فرماتے ہیں - ان کا بے انتہا قیمتی مجموعہ -
قیمت ۱۰

دلی کی گیتی زبان میں نہایت غلطیوں
مسلکی ہونی پتیاں انسانی کے وہ راز جو کو پڑھ کر مہیا
ہی چاہتے کہ ان کا کوٹھا کر انکھوں پر رکھ دے - قیمت ۸

خانہ داری تاریخ معاشرت - ادب - غرض
چمنستان مغرب ہر موضوع پر جو خواتین کے لئے مفید ہو سکتا
ہے - انگریزی زبان کے چند بہترین مضامین کے عالم فہم ترجمے جن
میں حضرت علامہ مخفرو کا خاص رنگ بھی جھاک رہا ہے قیمت ۱۰
اب سے تقریباً تیس سال قبل رسالہ تمدن میں
حور اور انسان علامہ مخفرو نے حقوق نسواں کی حیات میں چند
نہایت روشن و دلگیر انشائے خود پر اسے جنہوں نے تعلیم یافتہ مردوں
میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا - ان کا مجموعہ قیمت ۱۲

چار مختصر انسانوں کا مجموعہ حیات انسانی کے متعلق
بساط حیات جانوروں کا مشاہدہ اور مطالعہ چاروں انسانوں
میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا - ان کا مجموعہ قیمت ۸

نشب و فراز آٹھ عورتوں نے اپنی اپنی زندگی کا کئی اہم واقعہ
درج کیا ہے - بلکہ انسانی زندگی کے کسی - کسی پہلو پر کافی روشنی ڈالتا ہے
قیمت ۵

مسلمان عورت کے حقوق جو مردانگی زندگی خوش گوار بنانے
کے لئے ہیں کہ اسلام میں ان کی کیا وقت اور کیا وجہ ہے وہ اس مجموعہ کا مطالعہ
کریں - جس میں سلسلہ ان کی ترقی اور بہتری کا مدد ہے ممکن نہیں وہ ان
مضامین کو پڑھ کر شہ و شب نہت - قیمت ۵

آفتاب دمشق خلیفہ اہل حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ کا
اسلام - مذہب مقدس کے لئے جملہ اہل
کی سوز و گداز قراباں توحید و توحید کے مقابلہ اسلام اور نصرت
تے مہر کے مسلمانوں کی چنانچہ - خاندان شجاعت، صداقت کے دیوانہ
واقعات یہ حضور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مشہور و مقبول تاریخی ناول ہے
جس کے کسی زبان میں ترجمے ہو چکے ہیں اور ایک ایک زبان کی ترجمہ قیمت ۸

تربیت نسواں جس کا دوسرا نام مسلمان کا جائزہ
ہے - اس اصلاحی ناول میں
دو حقیقی بہنوں کے سبق آموز حالات

زندگی ہیں - جن میں ایک کی تربیت صحیح اسلامی اصولوں پر کی جاتی ہے -
اور دوسری کی تربیت کی طرف سے ان کی غفلت کا دردناک انجام
ہوتا ہے - سو افات نہایت نیکو خیز - قیمت صرف ۱۰
پتہ عصمت یک دہریہ - دہلی

اس پرچہ میں ہر قدر مفید شائع ہو رہے ان سب کا کافی۔ "سبحی عصمت" (مخفا ہے)

عصمت دہلی

اس سالہ

چھتیسواں سال نومبر ۱۹۴۳ء عیسوی جلد ۱ نمبر ۱

فہرست مضامین

۱۸۸	سید راد کے دو خاندان	۱۸۸	کتابوں کی کتابتیں میں اضافہ
۱۸۹	ایک آرزو	۱۸۹	اہل علم و خواتین
۱۹۰	نورت کے کام	۱۹۰	نقدیر
۱۹۱	آؤ سوال	۱۹۱	عمادت
۱۹۲	خان بیگم	۱۹۲	بے کس وطن
۱۹۳	کس بنی	۱۹۳	پہلے پہل
۱۹۴	مدن میں طالعون (افسانہ)	۱۹۴	دو سالہ
۱۹۵	ایک کی شہ	۱۹۵	بچے اور فیر سادی سوک
۱۹۶	تالیس	۱۹۶	کتاب بارشیاں
۱۹۷	ٹریچر کی مہانت	۱۹۷	دل ڈھونڈنا ہے
۱۹۸	مولوی محمد ظفر احمد	۱۹۸	منزل
۱۹۹	مولوی محمد ظفر احمد	۱۹۹	آرزو
۲۰۰	منہ	۲۰۰	صبح بخیر
۲۰۱	ع	۲۰۱	

چند سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ پر روپیہ ۱۰۰/- مالک خیر سے اس شلنگ
 اُمرات دس روپیہ روسا ست بیس روپیہ

کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کی اطلاع کے لئے اس سال کی کتابتیں میں
 میں صفحہ ۱۸۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔ منشی نے اس سال کی کتابتیں میں ان میں بعض کتابوں کی قیمتوں
 میں اب اور بھروسہ ادا کیا ہے۔ بعض سالوں کی قیمتیں اب کم نہیں ہونے لگی ہیں۔ عراب بڑھانی
 پر ہیں۔ گلاب کے اس عصمت کی قیمتیں اب کم نہیں ہیں۔ طلب فرمائیے۔ ۱۸ نومبر ۱۹۴۳ء
 میں کتابتیں میں کچھ اضافہ ہے۔

منیجر

(بہتم رازق بخیری ڈبیر، منسٹر، ہنسٹر، محبوب محلہ، دیو پور، کراچی، عصمت ہجہ مہاراجہ (دیرینہ) سے تعلق ہے)

تقدیر

از حضرت سلامہ راشد انجیری علیہ الرحمہ

زندہ نہ ہوں : تقدیر۔ اس سے کہ تقدیر میں ہی لکھا تھا۔
اگر دوہرے دل کے سُمن تقدیر پر اسی طرح بغین گئے
اور حدیث کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے اور سمجھتے
کہ جو تقدیر میں ہو گا ہو جائے گا۔ تو جو کچھ میسر ہوا یقیناً
میسر نہ ہوتا۔ اور ان کی مٹی ہم سے زیادہ پلیدہ ہوتی۔
وہ تقدیر پر اگر یقین رکھتے تھے تو صرف اسی قدر کہ
تقدیر نام ہے نتیجہ تدبیر کا۔ چنانچہ یہی تھا وہ جوش جس
نے قسطنطنیہ فتح کر دیا۔ لیکن آج جس قدر جہالت پڑھ
رہی ہے۔ اسی قدر جادوں طرقت تقدیر کے نعرے لگ
رہے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا تقدیر کا یہ غلط یقین مسلمانوں
کو کس نتیجہ پر پہنچائے گا۔ اور وہ اسی کس حد تک اپنی
جہالت سے تباہ اور برباد ہوں گے۔

نوحہ سے ایک موقع پر مرحوم اڈن علی بیرسٹر نے کہا
تھا کہ پانچ برس لایٹ میں رہا۔ مگر میں نے کبھی کسی شخص
کی زبان سے خدا کا نام نہیں سنا۔ بسب میں داپس ہوا
ہوں۔ نو پورٹ سعید پر ایک قلی نے واللہ کہا یہ ایک
عرصہ دراز کے بعد پہلی آواز تھی جو میرے کان میں آئی۔
اور میں خوش ہوا۔ مگر افسوس جہاں میں نے خدا کا نام نہ
لے سکا تھا وہاں پانچ سال میں مجھے کسی نے دھوکا نہ دیا۔ مگر
جس شخص نے چند لمحہ کے نفس میں خدا کو درمیان میں
دیا تھا۔ اسی نے دغا کی۔

سُمن اگر اپنے خدا کو صرف اسی کام کے واسطے محفوظ رکھ
کتے ہیں تو وہ اپنے دل میں شرابیں، اس غلوہ الرحمہ پر ترس
کھائیں اور اس سبیلِ بندہ نت سے ایسے کام نہ لیں جو اس
کی محنت اور اہل خانہ سے گرت ہوئے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں فلسفہ تقدیر اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔
جو دور اول کے سُمن سمجھتے تھے کہ ریشش میں کمی نہ ہو اور

مسلمانوں کی جتنی ردی حالت روز بروز ہوتی
جا رہی ہے۔ اتنی ہی اس لفظ کی آواز کان میں
پڑھتی چلی جا رہی ہے۔ شاید بچتر بد اس دور
تو مسلمان تقدیر ہی کو روتے نظر آئیں گے۔ جس
بیمار مریض کوئی سے پوچھئے ”بھائی کیا حال
ہے؟“ وہ یہی جواب دے گا ”تقدیر کی خوبی ہے“
غریب، مفلس، فاجر کو دیکھئے وہ بھی یہی کہتا ہوا نظر آئے گا
”تقدیر کا کچھ بھگت رہا ہوں“

کسی قوم کی تباہی و بربادی کے واسطے اس سے زیادہ
کیا اسباب فراہم ہو سکتے ہیں کہ جو مسلمانوں کے واسطے
علامہ کرام نے پیدا کر دیئے۔ تقدیر کا یقین اسلام میں
صرف سخت سے سخت حادثہ میں تسکین کے واسطے رکھا
گیا تھا۔ ایک شخص کا جوان بیٹا مر جاتا ہے، اُس کی تجارت
برباد ہو جاتی ہے۔ آگ لگ جاتی ہے۔ چوری ہو جاتی
ہے۔ ان مواقع پر اگر اس کے واسطے تسکین نہ ہو

تو اس کا زمرہ رہنا مشکل ہے۔ اسی تسکین کا نام تقدیر
ہے۔ اور تقدیر کا حقیقی فلسفہ یہی ہے۔ ورنہ قرآن

کا یہ صاف فیصلہ ہے کہ ”ہم قوموں کی حالت میں
تبدیلی نہیں کرتے“ اور قوم نام ہے مجموعہ افراد کا۔

اس سے ظاہر ہے کہ انسان اپنی عادت کے تغیر کا خود
ذمہ دار ہے۔ مگر آج مشکل سے ایک فی صدی بھی مسلمان

ایسا نہ نکلتے گا جو اپنے افعال کا ذمہ دار خدا کو نہ ٹھیرائے اور
صریح حکم کر کے اپنی غلطیوں کا انعام خدا پر نہ ڈال دے۔

باب صاحبِ ذمہ میں غلطی کرتے ہیں، جرمِ مانہ ہوتا ہے، اُس کی
ذمہ داری کس پر آتی ہے؟ خدا پر کس طرح! اسی طرح کہ

وہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقدیر میں ہی تھا، مگر صاحب
بچے کو بخار میں لگھڑائے کھلا دیتی ہیں دماغ پر دم ہو جاتا ہے

عیادت

تیار داری کو کہاں کوئی نہیں آتا ہے۔ مجبوراً شکایتوں کے ڈر سے اور عزیز داری کے خیال سے اس وقت بھی عیادت کو جانا پڑتا ہے۔ مگر بعض نہیں حفظاً تقدم کے طور پر کچھ اپنی محنت کا خیال کر سکتی ہیں۔ ایوکلٹس آئیل کا فوراً اسی قسم کی دوسری ڈس انفکٹنٹ چیز، اس کو کھ لیتی ہیں۔ مگر تیار داروں اور مریض کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ہم ان کے بستر پر بیٹھیں یا ان کے بالکل قریب کرسی پر بیٹھیں۔ اب تباہیے مریض کے سانس اور مس سے کس قدر نقصانات رونما ہو سکتے ہیں؟ کیا اس میں کوئی فائدہ ہے کہ ایک شخص کی جھپٹ میں سب کے سب گرفتار ہو جائیں۔ با عیادت کے حصے میں دینی بیماری کے بیچ اپنے جسم میں بوکر نہیں۔

بعض متعدی امراض جیسے خسرہ۔ انفلومنیزا۔ و تھیرما نمس۔ اور طائی فائڈ وغیرہ اس قدر احتیاطاً طلب ہیں کہ تھوڑی سی غفلت سے دوسرے کو بہ امراض ہو جانے کا اندیشہ ہے ایسے موقعوں پر مناسب ہے کہ عیادت کو آنے والے الگ بیٹھیں۔ بلکہ دوسرے کمرے سے بیمار پر کسی کو نہیں نو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن چارہ ہی ہندوستانی ذہنیت اس قدر فرسودہ اور پامال ہے کہ ماہنے تو اپنے نئے بچوں کو بھی ساتھ لاکر اس مسموم فضا میں جھانک دیتے ہیں۔ پھر نئے بچوں کو قلعہ ہے کہ تھپٹ کوئی چیز اٹھائی اور منہ میں رکھ لی۔ اس سے جرم آدہ چیر میں بیماری پھیلنے میں اور بھی معاون ہو جاتی ہیں۔ بچوں کو ڈیفینڈر یا۔ اور انفونزا۔ بڑی سخت تکلیف دہ اور مسکن نہایت ہوتا ہے۔ اور ایک بیتے سے آسانی دوسرے کو بڑھاتا ہے۔ اس لئے عیادت میں بچوں کو ہرگز ہرگز ساتھ لانا نہ چاہئے بلکہ خود بھی احتیاطاً ان کیٹروں کو جو بیمار پر کسی کے وقت پہن کر لگتی تھیں۔ الگ کمرے میں آکر دوسرے میں نہ لگے اور منہ ہاتھ دھونے کے بعد بچوں کے پاس جائیں۔

طائی فائڈ سب سے بڑھ کر تکلیف دہ مرض ہے۔ اس

اسباب کو سنا گھر ہوگا جہاں دکھ بیماری نہ ہو۔ آئے دن کوئی نہ کوئی میل۔ یا زچہ یا اتفاقی حادثات سُننے میں آتے ہیں، ایسے موقعوں پر مزاجوں، دوستوں اور ملاقاتیوں کا فرض ہے کہ انہماں ہمدردی کریں۔ اسلام میں عیادت بھی عبادت ہے۔ بیمار انسان دنیا کی تمام دُسیبوں سے الگ تھلگ رہتے اور تکلیف میں گھرا ہوا بے کیفیت زندگی گزارتا ہوتا ہے۔ اس کے پاس اگر معقول طور سے رشتہ دار اور سنے والے آتے جاتے رہیں تو اس کو اُسی میں کچھ کمی ہو جاتی ہے۔ اور کچھ دہر کے لئے نئے آنے والے کی باتوں میں وہ اپنا دکھ اور تکلیف بھول جاتا ہے لیکن سچ لاچھنے تو عیادت بھی ایک سبب ہے۔ اگر کسی کی بیماری میں ہریشانی بڑھانے کے خوف سے کوئی نہ جائے تو وہ وہ شہ تیس ہوں گی کہ دامن تھپڑانا دشوار ہو جائے گا کسی موقع پہنچا ہوں چارہ ہوتے ہی شہ بیت کا دفر کھل جائے گا۔ کہ نوج بہاری طرح بھی کوئی سنگدل ہو۔ سب ہی ہمیں دیکھتے آئے نہ تم ہی نے اٹھ کر نہ پوچھا۔ جو میں مر گئی ہوتی تو شاید حسرت دل میں بن لئے جاتی۔ یا شاید تم ہمارے جنازے پر شرکت کی منتظر تھیں۔ اور یہی راہ دیکھ رہی ہوں گی کہ ایک ہی دن ہو آؤں گی۔ خدا بچائے تم میرے کٹروں سے۔

کسی ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہم کسی عزیز کی بیمار چہرہ کی طرف سے۔ تو انہیں ہوا معلوم ہوا کہ کیا تم اسی دن کی منتظر تھیں کہ کوئی بیمار پڑے تو میں جاؤں۔ کیا تماشہ دیکھنے سب جوق جوق آ رہے ہیں۔ بیمار راہ ناک بھوں چڑھانے ہیں کہ ان کی آمد و رفت سے مریض کی ذہن خواہہ دیکھ جال ہم نہیں کر سکتے۔ آنے والوں کے لئے چادر پان وغیرہ میں مشغول ہونا پڑتا ہے۔ کوئی کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ ایسے ہی غریب عیادت کو آنے والے اپنا سامنہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ اور دل ہی دل میں پتھرتے ہیں کہ ناحق یہ درد سری مول لی۔ کسی کے ہاں کوئی متعدی بیماری پھیلی، اب صاحب نہ اور مریض کے عزیزش کی ہیں کہ

بیان ہر کا دل امید ہم کی نا جگہ بنا ہوتا ہے۔ اس وقت حوصلہ
نکس اور باپوسی کی باتیں گزرتی ہیں۔ اس پر شدہ غم گونا ہے۔

میں ایک نوجوان دن کے مریض کو دیکھ چکی ہوں۔ وہ زندگی
اور صحت کا خوش آئند خیال آخری وقت تک اس کے دل پر

رہا۔ ہر گاہ کسی تصویر پر کسی ترکیب سے یہ سوچیں مریض
دور مرے اترے ہوسم نکھا کہ یہ مریض اچھا ہونے والا نہیں۔ تاہم امید

کی جھلک بار بار نظر آتی۔ اس کے سوا ایک بار سنبھل چکا تھا
امید مریض کے س مرتبہ پھر سنبھل جائے گا جس وقت کوئی عیادت

کو مگر انوس یا ہمدردی کی نگاہ سے اسے دیکھتا تو وہ ہم جانا
اس کا چہرہ زرد تر جاتا۔ اور سینے کے نئے نئے نقطے اس کی

زرد بینائی پر نمایاں ہوتے۔ مگر نیا رداروں کی حکمت عملی سے
جو نئی عیادت کرنے وال دہل سے اٹھتا تو اس کو امید دلانے

اور اس ناامیدی کے تحولات کو دور کرنے سے لے۔ دنوش کن
اور بہت ذہانتیں کی باتیں۔ اور وہ ہر گاہ اپنی حکمت

بھول جاتا ہے۔ مریض کے سامنے بھی اس کی خواب حالت پیرسٹ
نہ گزرتی ہے۔ بعض گھروں میں یہ قاعدہ ہے کہ مریض کو اگر

کوئی آتا ہے۔ تو مریض کی تکلیفوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کر کے
اور حتی الامکان خود ہی مریض کے سامنے ناامیدی فہر کر کے ہیں

اس سے اس کی صحت اور بھی دگرگوں ہو جاتی ہے۔ سست کہ
ڈاکٹروں کے سامنے جن مریض کے ذہن کا مذہم نہیں کھاتا

وہ ایک اس راز سے بہ خیر رہتا ہے کہ واقعی مریض کی حالت
بہت بہتر ہو رہی ہے۔ باوجود کا جو خطا خواہ فائدہ ہو رہا ہے

سب مریض کے لئے اس فائدہ بھی بہت کم ہے۔ اہمیت رکھتا ہے
اذا اس سے بہت صحت کے فعلوں کو دوا مفید۔ بت ہوئی یا کوئی

فائدہ نہیں ہوا۔

مبادات اور تیمار داری کے لئے اشیاء اور اولا العزمی اور ترابریوں
کی ضرورت ہے۔ اگر اشیاء نفسی ہم عیادت کے پہانے کسی مریض کو

آرام پہنچانے کے ارادے سے جائیں اور تیمار داریوں کی تائید کا
خیال رکھیں تو صحیح معنی میں ہم اپنا مذہبی فرض ادا کرتے ہیں۔ ورنہ

یہ بھی ایک رسم ہے۔ اور بہت بڑی رسم۔
جمیلہ بیگم کلکتہ

میں جا کر ہونا بھی دشوار ہے۔ اور مصیبت یہ کہ ہر عمر کے لوگوں
کی یہ مرض ہو جاتا ہے۔ اس لئے پڑی احتیاط کے ساتھ عیادت

کے لئے جانا چاہیئے۔ نہ بیماری آپ کے ساتھ کرے یہ کے
گھریں نہ پھیل جائے۔

تب دق جیسے خوفناک مرض میں کوئی مبتلا ہوتا ہے۔
اس کی عیادت کو لوگ سست ہیں۔ تو ان کی ماحر تواضع

کی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات مریض کے ستملہ برتنوں میں
انہیں یاں و شربت با فواکھت پیش کئے جاتے ہیں۔ درس

طرح اس کی جان بر آفت آ جاتی ہے۔ گویا عیادت کے شریہ
میں عیادت کی جاتی ہے۔ بہار کے برتنوں کو بہت۔ خندہ رست

لوگوں کی جہزوں سے صلحہ رکھنا تیمار داری کا بہت ہی ضروری
اصول ہے۔

بعض گھروں میں یہ قاعدہ ہے کہ مریض کے سامنے کوئی
روک ٹوک نہیں رکھتے۔ عیادت کو سنے والا شخص اس کی بیماری

اور علاج کے شمس آزادی کے ساتھ رائے زنی کر سکتا ہے۔
کوئی رائے دینا ہے کہ اکثر کی شخص خدہ ہے یونانی علاج

گروا ہے۔ کوئی مشورہ دیتی ہیں کہ ہوسو پتھک علاج اس
مرض کے لئے بہت درست ہے۔ مگر صحت جسے سنا سنی باتیں۔

علاج تعینک جو رہا ہے مریض نہیں کہ اس سے فائدہ
ہوگا۔ اس سے کہ خدیل سست رہا ہے کہ فعل صحت سے

ایسی ہدایت کی ہے۔ یہ فعل صحت فداں ڈاکٹر کی طرف
رجوع کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ غرض عیادت کو آئے دیکھانی

پر مشقی میں تیمار داریوں اور مریض کو سبتا کر دینے ہیں۔ بعض
ایسے ہوتے ہیں کہ مد سے زیادہ ہمدردی دکھانے کو اس کی

حالت بہت سے بدترین کہنے میں ملتا آتا ہے۔ یہ نہیں جانتے
کہ اس طرح وہ مریض کو بن موت مار دیں گے۔ مریض کے

سامنے کبھی ناامیدی نہ رہے نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کی زندگی
کی امید نہ ہو۔ جب بھی ہمت افزائی کی باتیں کیجئے۔ پورھوں

کی توجہ اور ہے۔ مگر مہلک امراض کے شکار نوجوانوں کے
سامنے ان کی تباہ حالی کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنا

ان کی تکلیف میں مزید اضافہ کرنا ہے۔ یہی ہی اس

بے کس وطن

(بنگال کے ہولناک قحط سے متاثر ہو کر)

آسودگی دہر سے نا آشنا وطن آئینہ روزگار سے دقعت بکا وطن
کس دل سے ہو بیان ترا جگر وطن اسے بد نصیب اسے بد فیہ ابتلا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن!

پھل ہو کے باغِ خاطر نخلِ حسیں رہ گئی ہو کے دلِ دگر رہا، خستہ تن رہا
بزرگ وطن بھی آہ غریب الوطن رہا تو یوں رہا بھی دہریں تو کیا رہا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

تو گرسنہ ہے اور ہے زمین تو سے قریب دریا جس رہ کے تشنہ ہو، تو ہے وہ بد نصیب!
بلے موت مر رہا ہے، یہ اتنا دے عجیب مجھ سے نہ بوجھ اس میں نہ کس کی خطا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

تن پر لباس، پیٹ کو ردی، نہ گھر نہ در غربت کی راہ، باس آقارب نہ چارہ گر
اس حال میں عقیقہ بنگال کا سفر کیا اس سے بڑھ کے چوٹی قیامت بھا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

زہر ہیں نیم مرده کہ لب پہ سخن نہیں جز خاک ایک جا یہ بھی اب زیب تن نہیں
مرد سے پڑے ہوڑ ہیں کہ گور و کفن نہیں کیا درد مند کوئی نہ تجھ سے رہا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

دنیا سے رحم ہو گیا معدوم ہوئے دم توڑتے ہیں خاک پہ معصوم لمبے لمبے
مان جو میں سے بھی وہ محروم ہوئے گئے تو کچھ تو شرم اہل وطن کو دلا وطن!
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

تو نے ازل سے لاکھوں مصائب کھائے ہیں لیکن تری جبین پہ تو رکب آئے ہیں
نبھا ضیوں کے دہریں دریا بہائے ہیں جس طرح ہو یہ بار بھی تنہا اٹھا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن!

محمود اسلمی

پہلے پہل

عارف بن الی ہلہ کا خون اسلام کی راہی
بہا آپ نے کافروں کو حضور صلعم کے ساتھ
حرم شریف میں گستاخی کرتے ہوئے روکا
اس نے کافروں نے شہید کر ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے منیہ گرہ
کی آپ حرم شریف میں سورہ رحمن کی
تلاوت کر رہے تھے۔ کافروں نے دیکھ پایا
اور زد و کوب کرنا شروع کیا۔ آپ خاموشی
کے ساتھ ہر ایذا کو برداشت کرتے رہے۔
لیکن تلاوت قرآن نہ روکی۔

نعرہ تکبیر حضرت عمر فاروقؓ کے مشرف
باسلام ہونے پر بلند کیا گیا۔
بیعت عقبی کی گھاٹی میں ہوئی۔ تیرب
کے چار اصحاب نے حضور صلعم کے دست
مبارک پر کی۔

امان نامہ سراقہ کو دیا گیا۔ حضور صلعم کی
ہجرت کے وقت انعام کے لالچ میں حضور
صلعم کو گرفتار کرنے چلا تھا۔ عجیب واقعات
ظہور پذیر ہوئے پر امان کا طالب ہوا۔

اسلامی علم حضرت بریدؓ نے لہرایا۔
حضور صلعم کی ہجرت کے وقت معہ اپنے
ستر ہزار ہی کے مشرف باسلام ہوئے۔ سادہ
وقت روانگی حضور صلعم کی اجازت سے
ایک سبز چادر کو نیزے پر باندھ کر علم اٹھایا۔
مسجد کی بنیاد قبائیں پڑی۔ دوران
ہجرت میں آپ قبائیں پھیرے۔ اور مسجد
کی بنیاد ڈالی

نہن۔ انصاری

۱۵ نومبر ۱۹۴۳ء کو اجنبہ جلیلہ محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی۔ مصنفہ
جمال ہنشنس۔ گستاخ خاتون۔ پیکر وفا۔ وغیرہ کی
رحلت کو پورے ۹ برس ہو جائیں گے۔ ۱۵ نومبر خواتین ہند کی عمنہ اور یاتنا
انسانہ نگار اور انشا پرداز خاتون کی رحلت کی تاریخ ہے۔ مبارک میرہ مہینہ جنت کلام
پاک یا اور کسی طریقہ سے مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائیں گی۔

کھانگی مال - یہو سے یہ دونوں توڑ دیا سے میرا کھنکھن کر رہا ہے،
 رہا ہے، تہا انا، لاؤ (دو مثال دے رہی ہے)
 تھوڑا سا - کچھ کھو کے آ، دوڑتے تھوڑے سی لگے سی

[illegible]

پوچھا منتظر: (کھڑکی ماں کا گھر)

وہی پورے شخص کو ٹھہری سے پکارتا ہے۔ "اوری ہوو ہوو"

کیا کر رہی ہے؟

ہو: "کچھ نہیں آتا، ذرا کرتے میں ہیوند لگا رہی ہوں۔"

پوڑھا: "آپاں آجا، میں بیٹھ کر سی لیجیو۔"

ہو: "اچھا آتا ابھی آئی۔"

پوڑھا: "اوری ہوو مجھے معلوم ہے کہ آج تیری ساس کہاں گئی ہے؟"

ہو: "آپا معلوم کیوں نہیں ہے، بیٹھ جی کی لڑکی کی میت کو غسل

دینے گئی ہے۔"

پوڑھا: "جانتی بت ہوو ماں سے کیا کیا آئے گا۔"

ہو: "کیا آئے گا؟"

پوڑھا: "زردہ، برانی، فورہ، شیرمال اور نہ جانے کون کون قسم

کے کھانے ہوں گے۔ اور دیکھو تیری ساس کو دوشالہ لے گا دوشالہ

وہ تیرے دوشالہ سے بہت بڑھیا ہو گا سناؤ نے؟"

ہو: "ماں آپا میں کوئی جتنی تھوڑی ہوں اچھا ہے مل جائے؟"

کھڑکی ماں لنگراتی اور ہٹے ہٹے کرتی خالی کٹورہ لے

گھر میں داخل ہوتی ہے)

پوڑھا: (دیکھ کر) "کھڑکی ماں! کھڑکی ماں! کیا بات ہے۔ ابھی

سے کیوں آگئیں تم، اور روکیوں رہی ہو؟"

کھڑکی ماں: (رد دے ہوئے) "سیٹھ جی کی لڑکی نے ایسا دھکا

دیا کہ میں اونڈ سے منہ چوکھٹ پر گری۔ اور سیٹھی جی نے لنگ

لاکھیاں لعلتیاں دے ڈالیں۔"

پوڑھا: "کیوں؟ آخر کیا ہوا؟ کیا دوسری پہلانے والی آگئی تھی میں

تو تم سے پیسے ہی کہہ رہا تھا کہ خدا کے لئے جلدی چلی جاؤ۔ مگر تم سنتی

رہیں ہو۔"

کھڑکی ماں: (دل کر) "عجب الٹی کھوپڑی کا آدمی ہے۔ وہاں

تو دغیب ٹھنک رہی تھیں۔ اور وہ لڑکی سہری پریشی پاں چبا

رہی تھی۔"

پوڑھا: (دھیر سے) یہ تم کیا کہہ رہی ہو کھڑکی ماں؟"

کھڑکی ماں: "یہی کہہ رہی ہوں کہ وہ لڑکی زندہ ہے۔ پھر پہلاقی

کس کو الٹی جوتیاں کھا کر آئی ہوں؟"

پوڑھا: (منہ خدا سانس لے کر) "لیکن کھڑکی ماں! ہتھارادو شالہ

اور سیرا کھانا! ہونے تو چلھا بھی نہیں سسکا یا۔"

کھڑکی ماں: "جھور دوشالہ اور کھانے کے ذکر کو نہیں تو میں اپنا

سر پیٹ لوں گی۔"

پوڑھا: "بڑنی کیوں ہے بھاگو! میں نے تو پیٹے ہی کہہ دیا تھا

کہ رئیس آدمی ہیں۔ علاج مساجھ میں پوٹہ ٹیک دیں گے۔ اور

سچ پوچھو تو کھڑکی ماں! ان امیروں کی جان بڑی مشکل سے نکلتی ہے

یہ چاری ہتھاری جان تھوڑی ہے کہ موٹر دبا کر چلی گئی۔ سردی سے

لکڑے ختم ہو گئے۔ یا کوڑوں کے جھکڑوں نے دے پٹیا (برہ)

آمنہ نازی

(دھنیہ صفحہ ۱۹۷)

ضرورت کا بھی لھا فاکس تو لاڈ لے کو نہایت ہی ناگوار گزرے گا۔ خوراً

تیرو بدل جائیں گے۔ سب دلچہ بدل جائے گا۔ آخر کار ناگوار سی اور

ناخوشی کے اظہار میں بھی پس دیش نہ ہوگا۔

جب تک بچے جھوٹے ہیں۔ والدین من مانی کر لیں۔ بچوں

کے بیانے ہونے کے بعد عجیب کشمکش کا سامنا ہوگا جس قسم کا سلوک

آج تک لاڈلے کے ساتھ اپنی مرضی اور خوشی سے کیا گیا۔ اس وقت

اس کی افتاد مزاج سے مجبور ہو کر کرنا پڑے گا۔ کیونکہ نہ کریں تو دل نہ

مانے گا۔ اس خیال سے کہ لاڈلے کی دشمنی ہوگی۔ خواہ دشمنی کی بات

ہو۔ خواہ نہ ہو۔ اور کریں تو دوسرے فریضے اور مصلحتیں جو دیش ہوں

گی، ان کا خون ہوگا۔ اور لاڈلے کو دیکھئے تو اسے نہ ان کی جھوری

کا احساس ہے نہ ضرورت کا خیال، نہ خوشی کا پاس کسی بات کی پرا

ہیں وہ تو اپنی سی کرائے گا۔ کیونکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا

اس کی بات ہمیشہ مانی ہی ہے

اس نوعیت کا لاڈ پانچوں میں غضب کی خود پسندی خود ستائی

اور خود غرضی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اجتہادی سے اپنی سمجھتی سمجھتی

پر ہر ایک کی اسم سے اہم ضرورت اور مفاد کو نظر انداز کر دینے کے کھا دی

ہوتے ہیں۔ اور ایک والدین کیا تمام دنیا سے سلوک میں امتیاز کے تمنی

رہتے ہیں۔ اگر بچوں کے مابین برادر میں فرق نہ کیا جائے اور سب

سے سادی سلوک ہو تو جو کچھ ماں باپ کو زیادہ پیارا ہوگا۔ بھائی

بہنیں بھی اسے زیادہ پیار کریں گے اور لطف و محبت سے پیش

آئیں گے۔

نبی فاطمہ

بچے اور غیر مساوی سلوک

اس بات کے احساس سے زیادہ کوئی شے تکلیف دہ نہیں ہوتی کہ ماں باپ انہیں میں سے کسی اور کی خاطر کسی کے معاملے میں ان کی بے قدری اور حق تعالیٰ روا رکھتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی بہت جلد بے اشتدات اس امر کو محسوس کرتے ہیں۔ اور اکثر ملائیم اپنے بھولے بھالے لیکن کوشاں انداز میں معترض بھی ہوتے ہیں۔ درحقیقت کسی اور سے بچوں کو رنج و انداز پہنچے یا کوئی خیر ان کا کوئی حق تلف کرے تو وہ والدین سے داد چاہیں۔ اور والدین کریں۔ لیکن سب والدین ہی کی طرف سے ایسا کیا جائے تو بچارے کیا کریں۔

بعض ایک تو بغضب کرتے ہیں کہ جس بچے سے زیادہ محبت ہوئی، اسے بھائی بہنوں سے بدسلوکی کی شدہ دیتے ہیں۔ اور اگر اس کی شکایت کی گئی۔ تو منہس کرنا مل دیتے ہیں۔ یا اسے سرزنش کرنے کی بجائے اس کی شکایت کرنے والے سے ناخوش ہوتے ہیں۔ دوسرے کہ یہ کیسا غلط رویہ ہے۔ بچے اس رویہ کے سبب سے دوسرے بھائی بہن پر والدین کی تمام ایسی عنایتوں اور شفقتوں کو دیکھ کر کہیں سے وہ محروم نہ رہیں۔ بخوابہ دل تفرقہ درنجیدہ ہوں گے۔ اگر نیکوئی دور نہ کی گئی اور والدین ایسے غیر منصف نہ نہ ہوں گے کہ بھائی بہن پر کراہت ہو جائے تو عجب نہیں جو بچے ملاؤ بھائی یا بہن کی ذات کو اپنی بے قدری اور حق تعالیٰ کا سبب قرار دے۔ اس کی نافرمانی اختیار کر کے والدین کی نظروں سے گرائے اور بے وقعت کرنے کی کوشش کریں یا والدین ہی سے بدظن ہو جائیں۔

اس خلاف انصاف اور نادانانہ و ناجائز رویہ کے اگر بچے بھی کچھ اور ہی رنگ نکالے ہیں۔ وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ ایسے خاص سلوک کا سبب محض غلط محبت ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ والدین کے ہر محبت کے وہی حق دار ہیں اور تا سر شفقت و رعایت انہیں سے مخصوص ہونی چاہیئے۔ وہ اور بھائی بہنوں کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں۔ اگر والدین دوسرے بچوں سے بغض انصاف یا ضرورتاً یا شاید بے شکایت کی خاطر یا امتا ہی کے باعث کہ آخر وہ بھی اولاد ہی میں کسی شفقت سے پیش آئیں اور ان کی کسی واقعی (بانی صلا ۱۹ ص ۲۲)

یوں تو ماں باپ کو جتنے بچے بھی ہوں سب سے محبت ہوتی ہو وہ سب کے رنج و تکلیف سے یکساں متاثر ہوتے ہیں سب کے آرام و آسائش کی خیال رکھتے اور ہر ایک کی بہبودی کے خواہاں ہوتے ہیں اور ان کی ضروریات بہم پہنچانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ لیکن کبھی ماں کبھی باپ دونوں کو حید بچوں میں کسی ایک سے (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) کسی وجہ سے زیادہ محبت ہو جاتی ہے۔ محبت کا زیادہ ہونا کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں، نہ ضرورتاً نہ کسی معمولی رو رعایت کا مصافحہ ہے۔ مگر محبت کا حد سے بڑھ جانا یا محبت کے جوش میں اعتدال سے گزر جانا اور یہ بھول کر کہ ہم ہر تمام بچوں کے ایک سے حقوق میں نسبت دیکھ بچوں کے جس بچے سے زیادہ محبت ہو اس کے ساتھ ہمیشہ اور عہد خاص انصاف سے پیش آنا۔ اور بہتر سلوک کرنا درست نہیں خصوصاً جب اسے متبادل اچھا دکھایا جائے، اچھا پنایا جائے۔ اس لئے آرام و خوشی کا زیادہ خیال رکھا جائے۔ اس کی پسندیدگی اور خوشنودی کو اور بچوں کی ضروریات پر بھی مقدم سمجھا جائے یعنی بلاوجہ ہر اعتبار سے اسے اور بچوں پر فوقیت دی جائے تو بے شک اعتراض کا محل ہے۔

اول تو خود والدین کی سرپرستانہ اور مریانہ حیثیت کو سخت مدد سے پہنچا ہے۔ اور بچوں کے دلوں میں ان کا وہ عقائد و اختراعات قائم نہیں رہتا۔ جو معمولی ہو اگر کرتا ہے اور جس کا ہونا نہایت ضروری ہے دوسرے بھائی والدین نے یہ خلاف انصاف امتیاز نہ رکھا۔ بھائی بہنوں کے تعلقات ایسے اچھے نہیں رہ سکتے۔ جیسے رہتے چاہئیں۔ وہ میل ملاپ سے رہنے کی بجائے لڑنے جھگڑنے، ایک دوسرے کی عیب جوئی اور کٹر جھڑپوں میں مصروف ہوں گے۔ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اور نہ غلوں و ہمدردی و ہمدردی ہوگی۔ کچھ تو اور خودی و خودی ہو کر کشیدگی و ہمدردی کا پایا جاتا بلکہ رشتہ و حسد کی حسد توں کا نودار ہونا بھی بعید نہیں۔ انرض باہمی تعلقات اور بچوں کے اخلاق پر اس کا بہت مبرا اثر پڑتا ہے۔ بچے اور بچیاں خود کی کالو پہر ایک بھائی اور بہن کے برابر اور ہم سلو تو کرتے ہیں۔ ان کے لئے

کامیاب پارٹیاں

اگر ہر معینہ ایک ڈنریائی پارٹی ایسی دینے کے بدلے چارچہ
ہیں میں ایک یارٹی ایسی دی جائے جو دھپک ہو تو کہیں محتاج ہے
پارٹی کے کامیاب ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس میں ایسے
لوگ بلائے جائیں جو یا تو بیٹے سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں
یا اس امر و طبیعت کے ہوں کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر خوش
ہو سکیں۔ ایک ہی قسم کی طبیعت کے اور ہم مذاق ہوں۔ جیسا اکثر
میزبان صرف اس خیال کے ماتحت لوگوں کو ایک ساتھ بلائے ہیں
کہ ہیں ۱۲ لوگوں کی دعوت کا احسان آتا رہے۔

ایسے بنائے ہوئے جہازوں کا باہم گفتگو کرنے کے لئے کوئی موضوع نہیں ہوتا۔ اور میزبان یہ کوشش کر کر کے تھک تھک جاتے ہیں کہ ان کے کہاں کسی طرح سے آپس میں اچھی طرح ہیں۔

ہمانوں کو ہم عمری درہم مذاقی کا محاطہ رکھ کر ٹھکانے کے بعد ذی
کود کچھ پ بنانے اور اس میں حدت پیدا کرنے کی صورتیں سچی پ نہیں
ڈنر کی پائی اگر مختصر سی ہے تو اس کے بعد کوئی کھیل کھیلنا چاہیے
بہت سی قسم کے کھیل جو گھر کے اندر کھیلے جاسکتے ہیں کھیلوں کی دکان
میں ملتے ہیں۔ دو چار قسم کے خرید کر رکھنے یا بیچنے لیکن کھیل ایسے ہوں
جن میں سب شریک ہو سکیں۔ اور جن کے سمجھنے میں بہت دیر نہ لگے
اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مذاقہ اور منہانے والا ہو جس
کو کھیلنے سے ہمانوں میں بے تکلفی پیدا ہو۔ ایسے کھیل جو خاموش چپ
چاپ میچہ کو کھیلایا جائے کچھ ناہرہ نہیں۔

آپ کی اپنی شکل میں خصوصاً خاصہ نہانے کے طرز کے ساتھ
یا **مکمل** شکل میں بہت مقبول ہیں۔ یعنی آٹھ یا دس
آدمیوں کو بھانکر کھانا کھانے کے بدلے میں تیس چالیس چالیس
آدمیوں کو کھڑے کھڑے کھلایا جاتا ہے۔ کھانے کی ہر چیز بڑی چمچ
پانی، گلاس، میزوں کی دھارا پر موجود ہوتے ہیں۔ وہاں خود ہی
ہر ایک چیز لے کر کھاتا ہے۔ میزبان اور نوکر بس یہ خیال رکھتے ہیں
ہر چیز موجود ہے کچھ گھٹ تو نہیں گئی۔ اور پانی وغیرہ کو پوچھتے رہتے
ہیں۔ ایسے کھاؤں کا یہ فائدہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو ایک دفعہ

دعوت اور مہمانداری، خانہ داری کے لوازمات میں سے ہیں اور آپ
اور کامیاب پارٹیز کے لئے ہی سلیقہ، مہارت ہے۔ بالکل پارٹیوں کا
دستور بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ وہاں پہلے سال بھر میں ایک آدھ
دفعہ ایک ٹبری پارٹی اور ایک درچا، لی پارٹیاں دیکھتی تھیں وہاں
اب مہینہ میں دو تین دفعہ پارٹیاں ہوتی ہیں۔

انگریزی معاشرہ: غنیا رکرنے والے ہندوستانیوں کے
 ہاں پارٹیاں فرض کچھ کر دی جاتی ہیں، جو واقعی ایسی طرز معاشرت
 کے لوازمات ہیں۔ انہی لوازمات ایسی جبریہ پارٹیز نہایت غیر
 دلچسپ ہوتی ہیں۔ اور لوگ طوعاً و کرہاً ایسی پارٹیوں میں جاتے ہیں
 اور کھٹے ڈھیر کھٹے جبریہ پیچھے گھر واپس آ جاتے ہیں۔ ایسی
 پارٹیاں دینے سے سوائے اپنا اور دوسرے کا وقت ضائع کرنے
 کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پارٹیاں ایسی ہوتی ہیں جنہیں کہ لوگ
 خوشی خوشی شرکتی ہوں اور وقت نہایت کچھ کے ساتھ گزار کر
 گھر واپس آئیں۔ لیکن ایسی پارٹیوں کے لئے میزبان کو کسی قدر تکلیف
 اٹھانی پڑے گی۔ صرف بہت سے مرغز اور لذیذ کھانے پہانوں کے
 سامنے رکھ دینے سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوگا۔

پارٹیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ڈنر پارٹی یعنی رات کے کھانے پر لوگوں کو بلانا۔ لیجنی دن کے کھانے پر بلانا۔ ٹی پارٹی میں شام کی چائے پر جس کے ساتھ اکثر اوقات برج ہوتا ہے۔ لیجن اوڈنر کے بعد بھی اکثر برج کھیل جاتا ہے۔ خاص کر لیجن کے بعد۔

یہ پارسیاں ان سینہ بانوں کے ہاں جن میں کسی قسم کی حدت یا
 دلچسپی پیدا کرنے کا مادہ نہیں ہوتا۔ اس طرح دی جاتی ہیں۔ کہ
 جہاں آئے۔ کھانے سے پہلے ان کے آگے کچھ نوکھات اور شربت
 سے تواضع کی گئی۔ اس کے بعد کھانے پر بیٹھے۔ گھنٹہ ڈیرہ گھنٹہ تک
 کھانا ہوتا رہا۔ اس کے بعد واپس ملاقات کے کمرے میں آئے
 کچھ دیر باتیں کیں۔ اور واپس گھر آ گئے۔ ایسی پارٹیوں میں تقریباً
 روزانہ سو سانسٹی کے لوگوں کو جانا پڑتا ہے اور کتنا بڑا بار خاطر تھا
 ہے وہ ان کو ہی معلوم ہے جنہیں بھگینا پڑتا ہے۔

ہو یا سکتا ہے۔

آٹھ دس سہیلیاں ہوں۔

انکے زمانہ کی طرح بہت سے موسم میں بھڑے کی پارٹیاں اور
آٹھ کی پارٹیاں دی جا سکتی ہیں جنس کے علاوہ بیڈسٹن فنی کو پڑ
بکت کو پڑ۔ "کو کوٹ نشانی" وغیرہ ایسے کھیل ہیں جن کے کھیلنے میں
زیادہ وقت نہیں لگتا۔ اور جو چاہی پارٹی کے بعد کھیلے جاسکے ہیں جن
کھیلوں کا میں نے نام لیا یہ جہاز کے عرصہ پر بار کھیلے جاتے ہیں۔
اور اس کے کھیلنے کے طریقہ سے اکثر مرد واقف ہیں۔ جن سے عورتیں
سیکھ سکتی ہیں۔ ان کے کھیلنے کے لئے بہت زیادہ جگہ کی بھی ضرورت
نہیں۔ جو عورتیں ہی جگہ ہے۔

فنی کو پڑ۔ یہ نہ صرف عورتوں کے کھیلنے کے اصول بالکل
بیڈسٹن جیسے ہیں۔ اور انسانی بڑا کوٹ اس کے لئے چاہیے صرف
بیٹ اور شٹیل کاک کے لئے ایک بڑے حلقہ تھکھا جاتا ہے
ایسی بڑے حصوں کے کسی بالٹی یا ٹوکری میں ڈالنے کی کوشش کا نام
کھیل ہے۔

یورپ میں بلکہ دوسرے سال میں ایک پارٹی دیکھ لیکن
اسی جس کا ذکر کوکھنڈ کرتے ہیں۔ اس کو خوب بنانے کے لئے
یورپی کوشش کیئے اور سو سو سو کھیلوں میں ایسا دیکھے جس سے
اس میں بہت مدد ہو۔

یہ تو بڑے پارٹی میں کھسی بہت کر کے طریقے۔ پارٹی کو آرام
بنانے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے جنس کی پارٹی
ہو تو شربت خوب ٹھنڈے کافی مقدار میں موجود رکھئے۔ جنس پارٹی
میں لوگ کھانے کے بدلے شربت پیانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

ہر ایک پارٹی میں چھوٹی چھوٹی ٹیائیاں یا پدیا سلائی اور لٹس سرے
موجود ہونی چاہئیں تاکہ لوگوں کو اٹھ کر لاش نہ کرنی پڑے۔ چاکلی پارٹی
ہے۔ تو ہر ایک کے آگے یا دو آدمیوں کے درمیان ایک چھوٹی میز ضرور
ہونی چاہئے۔ نہ ہاتھ میں لئے چاہئے نہ جہت دشوار ہوتا ہے۔ ان
موتوں کے لئے کھانا اور دینی میزوں کی رکھنی چاہئے۔ جو کہ
ایک دوسری میں آجاتی ہوں۔ اور بہت زیادہ جگہ نہ لیتی ہوں۔ اس سے ٹیل
کھانا ہر بعد میں ہر بعد میں ایسی میز جس کے دونوں سر وہ
ہوں۔ جنس کی پارٹیاں کے لئے بہت آرام دہ ہے اس پر دس
شربت وغیرہ رکھ کر جنس کو رٹ چلے جاسکتے ہیں۔ کھانے کے متعلق

ایسے دس بہت عجیب لباس ہے جس میں مثلاً چاندنی رات
میں بار میں دینے سے ایسے ڈنر کا لطف دہلا ہو جاسکے اور بھی جیتا
کرنی ہو تو سارے ہوانوں کو سفید اور رو بنے لباس میں آنے کو کہا جائے
چاندنی رات میں سپین پوش خاتین بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتی۔

اس کے علاوہ ایسے ڈنر کو "پریڈ" کہا جاسکتا ہے۔ یعنی
جتنے جہان آئیں، سب شاہجہاں کے عہد کا لباس پہن کر آئیں۔ یا
نورجہاں کے زمانے کے لباس میں ہوں۔ اور گلستان میں اکثر
Periwinkle Ball ہوتے ہیں جن میں سب لوگ سوہو میں یا
شرہ میں صدی کے لباس میں آتے ہیں۔ جہان و مزبان ٹومیس
چھار دہم۔ یا نوں ہندویم اور ماری ٹومیسٹ کے لباس میں ہوتے
یا چارلس ددیم اور اس کی مکے کے کھس میں نظر آتے ہیں۔ یعنی جس عہد
اور جس حکومت کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس کے، ادا شاہ اور مکہ کے
لباس میں۔

ہوانوں کو کسی خاص عہد کے لباس میں آنے کے بدلے کسی
فنی ڈریس اور مردوں کو۔ یعنی کھیل کے لباس میں آنے کو
کہا جاسکتا ہے۔ اور گلستان میں بھی بہت مقبول ہے۔ جو کہ منہور
ہو شاہ مکہ سہا ہی کے لباس میں آتے ہیں یا پھر کوئی چیز۔ موسم بہن
ہوتے ہیں مثلاً بہار یا بھون کی کھی وغیرہ جس کے لباس میں سب
سے زیادہ جیتا ہوتی ہے اندم ملتا ہے۔

بعض دفعہ جہان مشہور شخصیتوں کے لباس میں آئیں مثلاً کوئی مسٹر
سرہنجی ناٹید۔ کوئی بیگم شاہ نواز وغیرہ اور دوسرے جہان اس کی
گفتگو اور وضع سے یہ پتہ لگانے کی کوشش کریں۔ کہ وہ کون
شخص ہے۔ اس طرح بہت سے کھیل ہیں۔ جو پارٹی کو دلچسپ اور
کامیاب بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ اور میربان کی جیتا طبعی پر
دلالت کرتے ہیں۔

چاکلی پارٹی کے بعد جن کے ہاں جنس کو رٹ ہے۔ جنس پارٹی
کی دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے۔ گرمیوں کے موسم میں جن کے میاں
گھر پر تالاب ہیں۔ وہ گھر پر جن کے نہیں ہیں کھب میں شام کے لئے
تالاب کراہیہ پرے کو تیرنے کی پارٹیاں دے سکتے ہیں۔ تیرنا نہ آئے
تب بھی صرف ڈکیاں لگانے سے بہت کچھ لطف آتا ہے خاص کر جب

دل دھونڈھتا ہے جن کو وہ صحیح کمال میں؟

غیبت: دروغ و مہتان، اُنک زینتِ زبان میں
انگشت اُسے رعنا مصروفِ پامِ ذال میں
اس درجہ کبر و نخوت ہر گام پر عیاں میں
یہ طائرانِ بزمِ مال بہ آسمان میں
مسلم زانِ غارتِ کشتاں میں دل دھونڈھتا ہے جنکو وہ صحیح کمال میں

نظر میں ہوس بدایاں رعنا بول بہ قرباں
اُراشتوں کا دفترِ رنگینوں کا دیواں
جلسوں میں ہن کے آئیں اندر بھاکاں پریاں
دیباے زندگی میں آزاد یوں کا طوفاں
مسلم زانِ غارتِ کشتاں میں دل دھونڈھتا ہے جنکو وہ صحیح کمال میں

آغوشِ مادرانہ خوشی دروں سے خالی
محل کی ہے تربیت سے اُنک بے نیاز مالی
خوش خوش بجا رہی ہے وہ بھیسروں میں تالی
بچے بڑے ہیں تنہا اللہ جن کا والی
مسلم زانِ غارتِ کشتاں میں دل دھونڈھتا ہے جنکو وہ صحیح کمال میں
محلوں میں جملہ فرما رہا ہیں بیگناستِ عالی
تدبیرِ منزلی سے جن کے دماغ خالی
خوش چیتوں پر شیدائستِ دلا آلی

ایجاد کر رہی ہیں تہذیب اک نرالی
مسلم زانِ غارتِ کشتاں میں دل دھونڈھتا ہے جنکو وہ صحیح کمال میں
عشرتِ کدے میں اُن کے ایساں قروشِ کبیر
چلتی نہیں ہوائے مذہب کبھی ہے دل پر
خاکِ حجازِ چشمِ دل پر ہوئی گراں تر

وہ راہروں میں مغرب جن کا فقط ہے بہر
مسلم زانِ غارتِ کشتاں میں دل دھونڈھتا ہے جنکو وہ صحیح کمال میں
حزبتِ نشیں ہوئی ہوں کچھ سوچ کر میں ہدم
صد چاکِ قلبِ مصطر ہر خطہ چشمِ خرم
دواں زندگی پر اک داغِ بدنام ہم
اے ساجدہ شنائیں کسی کو فنا نہ علم

مسلم زانِ غارتِ کشتاں میں دل دھونڈھتا ہے جنکو وہ صحیح کمال میں

ساجدہ نبتِ دانش شاہچاں پوری

یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کھانا مزہ دار اور چٹ پٹا ہو لیکن بہت زیادہ
ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستانی دعووتوں میں ہمیشہ بہت
زیادہ چیزیں بچائی جاتی ہیں۔ اور جن کے یہاں انگریزی معاشرت
ہے۔ وہاں تو پہلے پورا انگریزی ڈنر اس کے بعد ہندوستانی
ہوتا ہے۔ چاء پر بھی میک۔ سینڈویچ۔ وغیرہ اور ساتھ ہی
ساتھ تلی ہوئی مٹر کے دانے، پکوڑے اور ہر طرح کی مٹھائی ہوتی
ہے۔ اور اصرار کر کر کے کھلایا جاتا ہے۔ ہر طرح کی چیزوں کی ہرگز
ضرورت نہیں۔ آپ کو اپنے مہانوں کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ
ان کا کیا ذائقہ ہے۔ ہندوستانی کھانا تو چاہے کتنا ہی مغرب زدہ
ہندوستانی ہو انگریزی کھانے سے زیادہ ہی پسند ہوتا ہے۔ اس
لئے ہندوستانیوں کو بلا کر انگریزی کھانا کھلانے کی کیا ضرورت
ہے۔ پھر دونوں قسم کے کھانے کو ناچاہتی ہیں۔ یا اگر دعوت میں انگریز
اور ہندوستانی دونوں ہیں۔ تو ایک آدھ چیز انگریزی اور ایک آدھ
ہندوستانی ہونی چاہیے۔ مثلاً شوربہ اور مٹھائی انگریزی طریقے سے
اور اس کے بعد دو ایک چیزیں ہندوستانی طریقے کی کچی ہونی اور
پھر بڈنگ یا ہندوستانی مٹھا۔ نہ کہ شوربہ مٹھائی۔ گوشت کی کوئی چیز
انگریزی۔ اس کے بعد روٹی۔ چاول۔ دو تین طرح کے سالن مانند
بھرتہ۔ مٹنی۔ یعنی پورا ہندوستانی کھانا۔ پھر بڈنگ اور ایک دو ہندوستانی
مٹھا۔ پھر انگریزی پوری۔ اور کافی!

انکا کھانا چاہے کتنا ہی لذیذ پکا ہوا ہو کون کھائے گا۔ اور
کسے بھگ ہو گا۔ یہ فضول کی غائش ہے جس سے سوائے اپنا نقصان
کرنے کے کچھ فائدہ نہیں۔

کھانا اور چاء دونوں پر دو ایک چیزیں چٹ پٹی ضرور رکھنی
چاہئیں جیسے تھے مٹریوں کے حق کے ساتھ چنے۔ رائے۔ دہی
بڑے۔ پکوڑے۔ سلاد۔ تلی ہوئی دال وغیرہ ایسی چیزیں بڑے شوق
سے کھائی جاتی ہیں۔

کھانے کا کرہ۔ اور کھانے اور چاء کے برتن کی خوبصورتی
میز اور ٹی پارٹی کی چادروں کی نفاست، چاندی کے ظروف
کی جگہ ہٹ سے پارٹیوں کی بچھریں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

ثالثہ اختر سہروردی

منزل

اندھائی کبھی نہیں۔ اس رشتہ سے ہم سب بھائی ان کو صغدر ماموں کہنے لگے تھے۔

جوانی میں صغدر ماموں پہوانی کرتے تھے، ہر اکسرتی جسم پایا تھا لیکن ایک مرتبہ کا ذکر ہے شاید بھادوں کا مہینہ اور ناگ چنچلی کے دن تھے۔ جھوم جھوم کے بادل آتے دیر بجا بھم برس کے نکل کے جاتے۔

جاروں طرف ہر بی بی ہر بلی بھی۔ دھان، سلہا، رستہ شے باخوں جس آسموں در جانوں کی بہا بھی۔ یہ اگاؤں گنگا جی کے کنارے

ایک نہایت ہی پر فضا مقام یہ واقع ہے برکھارٹ اور گنگا جی کا کنارہ ہر دہائی مست و بے خود ہو رہا تھا۔ غریب دیہاتی بچوں کو تن پوشی کے سہ شکل سے دو انگلی کیڑا نصیب ہوا ہے۔ لیکن یہ تو بادل

کا جہنم تھا، زہد بیٹھا اور اکھاڑوں کے دن تھے لنگوٹ میں کپڑا ہی کنٹ لگا ہے جس بچے باجران کو دیکھئے لنگوٹ کے اپنی پہوانی

کا اظہار کر رہا ہے۔ ہاں تو اسے سی پر بہا رومس میں لنگا کے اس پار بیکل بھا لے رہے صغدر ماموں کیسے نہ جاتے اب وہ جوان نہ تھے

کسی بھی نہ لڑے تھے۔ لیکن اکھاڑ کے کنارے کھڑے ہو کر وہ ”پٹھوں“ کا دل توڑ رہا سکتے تھے۔ وہ بھی نہ سائی کی حقیقت سے دنگل میں بیخ

گئے لیکن دہاں ہی نسل ہوئی کہ ”گرگھ جھوڑا جلا ہے جائے ناخوار“ بجا اکھاڑے۔ یہو نوں میں نہ جانے کس بات پر لاسی مل گئی اور صغدر

ماموں بیکار بری طرح سے بیٹ گئے۔ بری سٹھوں سے لوگ انہیں حار بائی پیلا کر گھاؤں والے کئی پہینے کم دیہاتی علاج ہوا مار

رنگی بھی، رع کئے لیکن ان کی صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہو گئی صغدر ماموں اپنے اکھوتے بڑے بہت ملی کو بہت چاہتے تھے

دی ان کے گھر کا چراغ تھا۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ وہ اسے اصلی تعلیم دلائیں گھاؤں میں کوئی مدرسہ نہ تھا، وہاں سے چھ سات کوس

پر ایک قصبہ تھا۔ جہاں صغدر ماموں کی کوئی رشتہ دار ہی تھی انہوں نے بہت ملی کو دہاں اردو پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ ہر مہینہ صغدر ماموں

سر پہاڑ وال کی ٹھمیری لاد کر اپنے بچے کے کھانے پینے کا سامان قصبہ میں دے آتے تھے۔ کاتنگا دی میں شکل سے گزر رہی تھی۔

صغدر علی ہمارے رشتہ دار نہ تھے، بھری گاؤں کے تعلق سے جس انہیں۔ مومن کہتا تھا۔ سستا ہوتا کہ ان کے آباؤ اجداد نے چھ

دن دیکھے تھے۔ لیکن میں نے جب سے ہوش سنبھالا صغدر ماموں کو مغلوں کی محاربی دیکھا۔ دو چار نیچے سو روٹی کی شکرکاری تھی، اسی

میں ان کی کھلی یا بری بسرواقت ہرجائی بھی، گھر میں ان کے سوانی ان کی سو بی اور ان کا اکھونا لڑکا ہم ملے تھے صغدر ماموں سے دوسرا

لیکن ان کی سادی ہر میں ہوئی تھی۔ ان کی بی بی جب پہلے گاؤں میں آئیں نہ بہت گھراؤں۔ سرتی حب خورے جس بند ہوئی ہے۔ تو بار

نکھنے کے لئے بہت ٹھرتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اسے پھرے کے کئی کسی گرتہ میں سکون ملنے لگتا ہے۔ مانی پنی تھیں ششہ اور سلس اردو،

اس کے برعکاس صغدر ماموں کی بولی دیہاتی تھی۔ کچھ دن خوب لاگ ڈانٹ رہی۔ مانی جب گرتہ میں تو صغدر ماموں کو ”جدا اور گوارا نہاوتیں“

کچھ عرصہ تک تو صغدر ماموں خراجے کس مصیبت سے مومن رہے لیکن ”سو سٹار کی نو ایک دن لوہار کی“ ایک دفعہ دیہاتی ماموں کو

جلای آیا۔ ذرا ہنوں نے ڈنڈا بٹھال لیا۔ مار کے آگے و بند نہ جانا ہے۔ سہری مانی سب ”والدہ! بہتہ“ بھول گئیں۔ اور ہر تباہیوں

نے کبھی صغدر ماموں سے ”جنگ عظیم“ مول نہیں لی۔ دیہات میں رہتے برسوں گزر گئے۔ اب مانی دیہاتی اور شہری کی ملی بولی بولتی ہیں۔

صرت زبان ہی سے یہ نہ جلتا ہے کہ کبھی وہ شہر میں رہی ہوں گی۔ در نہ اب تو وہ دیہاتی معاشرت ہی میں رنگی نظر آتی ہیں۔

صغدر ماموں بڑے محسن اور خفا کس کسان تھے جس سان ہمارے گھاؤں میں اچھی فصل ہو جاتی تو گاؤں کے کجوس بننے بھی اپنے

بھول کو بڑھانے کے لئے تیار ہو جاتے صغدر ماموں کچھ ہنسہ سی ٹھٹے لیتے تھے وہ اس زمانے میں ”گور دجی“ بن جاتے اس طرح

بھی دو چار دینے کی آمد فی ہوجاتی تھی۔ جب تک والد صاحب زمت جھوڑ کر ٹھرا گئے۔ اور انہوں نے اپنی زینداری کا کام خود سنبھالا تو

صغدر ماموں کا وہ عہدہ چھین گیا۔ پھر بھی یہ واقعہ ہے کہ والد صاحب ہمارے صغدر ماموں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ والد صاحب ان کو

کی زندگی اور ان کی خوشامد کے سامنے میں مجبور ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی صفدر راموں اپنے تخت جگر کو ساتھ لے کر سیرے یہاں آ جاتے لڑکا پڑھتا، اوردہ غور سے سمجھتے رہتے کبھی ابھی اتفاق ہوتا کہ ہمت علی برہمن سے کچھ ملک جاتا میں تو غصی کا اظہار بھی نہ کرتا لیکن صفدر راموں نے سخت ہمت علی کے نہ پر دوپہریت رسید کر دیتے گویا بھالے کے لئے تو بن تھا۔ اور سزا دینے کے لئے صفدر راموں نے برہمن کو توجہ نہ دیا بلکہ ہمت علی کی پڑی تھی وہ چاہتے تھے کہ ہمت علی کو انگریزی سکول کر لیا دس کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ اپنے گھر پر ہمت علی سے کہنے کے کتاب تحویل کر لیا جو رسدات مذبحہ باب کے حکم کی تعمیل کرتا۔ صفدر راموں انگریزی تو کیا اردو سے بھی ناواقف تھے لیکن وہ پڑی شان سے ادھر یہ وہی تھے کہ لمبوت سننے کو بیٹھ جاتے۔ اگر اتفاق سے ہمت علی برہمن سے کس رک جاتا تو صفدر راموں سمجھتے کہ وہ اپنا سبق بھول گیا۔ اور پھر اس کو ٹھوکانا شروع کر دیتے۔ میں نے انہیں کئی مرتبہ سمجھایا کہ اس طرح بلا حلقہ تصور کرنے سے بچے پڑھیں سکتے کہ صفدر راموں پر میرے کہنے کا کوئی خاص اثر نہ ہوتا۔ وقت ناوقت ناکردہ ہمت علی پر مار پڑی جاتی۔ وہ ہر وقت ہمت علی کو سمجھانے رہتے کہ جس طرح زمیندار کا صوبہ خیرا اٹھنا اور بیٹھنا ہے۔ تم بھی اسی طرح سیکھ لو۔ تم کو ایک دن بڑا آدمی بننا ہے۔

جب گرمیوں کی چھٹیاں ختم ہونے کو ہوئیں، تو ایک دن تپہ چلا کہ صفدر راموں اپنے لڑکے کو تحصیل اردو ڈل، اسکول میں داخل کرنے کو لے گئے ہیں۔ دوپہر دن کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہمت علی کا داخلہ ہو گیا ہے۔ اب تو صفدر راموں کو اکتے بیٹھے سمجھتے ہوئے گئے۔ بس اسی بات کی فکر تھی کہ کھیت کی پیداوار بڑھ جائے تاکہ ہمت علی کے پڑھانے کا خرچ پورا ہو۔ وہ اب کوٹھو کا سیل بن گئے تھے۔ کھیت بھلیان اور ہمت کا خرچ پورا کرنا بس اب ان کی زندگی کا مقصد رہ گیا تھا۔

ڈل کا آخری سال تھا۔ سالانہ امتحان میں تین چار مہینہ دینی تھے صفدر راموں کچھارے کسی کیفیت میں ”جواسا“ گڑھے تھے کہ ان کے پاؤں میں کوئی بڑا ٹکڑا لگا کر ٹوٹ گیا۔ کسانوں کے لئے جنگلے پاؤں چیتے پھرتے ہیں۔ کسانا لگنا معمولی بات ہے۔ مگر نہ معلوم کس بڑی

اور اب تو وہ اپنے لڑکے کو تعلیم دلارہے تھے جتنی جتنی ہوتی کم تھی لیکن صفدر راموں کی تحریک کوئی بڑی تھی کہ تعلیم کے سامنے جن سے کسی تکلیف کی کوئی برداشت نہ کی جیچتی دھوپ میں دوپہر کے وقت جب ہر وہ ہے۔ اور ہر دن والے سیلوں کو کھول دیتے اور کھانے پینے اور کھڑکی پر سناٹے کے لئے کئی سسے کے پیچھے جاتے ابھی صفدر راموں آرام نہ کرتے، انہیں نوپس ایک ہی دھن اور ایک ہی لاگ تھی۔ ہمت علی جد سے جد پڑھ لکھ کر فاقا بن جائے تاکہ ان کے بگڑے دن بن جائیں۔ جس سال ہمت نے اردو کا درجہ چارم پاس کیا تو صفدر راموں کا دماغ چرخ چارم تک پہنچ گیا۔ ان کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ سمجھنے لگے کہ وہ ترقی اور کامیابی کی منزل پر پہنچ گئے لیکن سیریں غلطی سے ان کا یہ خیال دودھ بول گیا۔ زمیندار کا لڑکا ہوں، ہرگز کی آسائش مجھے نصیب نہیں میں دیہاتی مدرسہ میں کیوں پڑھتا میں شہر میں ایک انگریزی اسکول میں تعلیم پا رہا تھا اور گرمیوں کی چھٹیوں میں اپنے گاؤں آیا ہوا تھا جب صفدر راموں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ ہمت علی نے درجہ چار پاس کر لیا۔ مجھے ان کی یہ خوشی نہ دیکھی گئی۔ اور میری زبان سے نکل گیا کہ تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک ہمت علی ڈل پاس نہ کر لیں گے اور انگریزی پڑھ لیں گے کچھ فائدہ نہ ہوگا، صفدر راموں سمجھتے تھے کہ میں خوشی کا اظہار کر دوں لیکن اس کے بجائے میں نے ان کا دل توڑ دیا۔ اور میری ہمت حسرت بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔

تہوں کا بنایا ہوا قلعہ منہ پر گر گیا۔ اس کی دیوار بوکے ایک ہی جھونکے میں ٹھیکہ لگئی۔ بڑی شکل سے تو انہوں نے ہمت علی کو درجہ چارم تک پڑھایا تھا اور میں نے ڈل اور انگریزی کی شرط لگا کر ”ہنوز دلی دور اسٹ کا معاملہ کر دیا۔ رنگ کا مادہ ہر انسان میں ہوتا ہے۔ لیکن صفدر راموں اس معاملے میں دنیا سے نرا لے تھے۔ وہ زمین پر لپٹ کر آسمان کو بھسنے کی خواہش رکھتے تھے ایسے موقع پر وہ پاؤں پھیلنے سے اپنی پادر کی دعوت کو بھی بھول جاتے تھے دوسرے دن وہ علی انصراح ہمت علی کو میرے پاس لائے اور کہتے گئے۔

”بیٹا! جڑا اپنے اس بھائی کو بھی انگریزی پڑھائے دیا کہ میں اپنی ہی پڑھائی سے بہت پریشان تھا، مجھے خود پڑھنا مصیبت تھی۔ اس دوسری مہینہ کا کیسے سنا کر دوں گا۔ لیکن صفدر راموں

حیدرآباد کے دو خاندان

عدالت کو تو انی امور عامہ کی خدمت پر کارگزار رہ کر انتقال کیا، جس وقت آپ کا انتقال ہوا آپ کی اکثر اولاد کم سن تھی۔ اسد اللہ صاحب کی شریک زندگی سیدہ احمد النساء بیگم بھی تعلیم یافتہ ہیں۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی اور دیوبند کا امتحان پاس کیا ہے۔ شوہر کے انتقال کے بعد قابل ہاں نے اولاد کی تعلیم کا خاص طور پر خیال رکھا اور ہمیشہ میں ممتاز بنایا چنانچہ آپ کی اولاد کی تفصیل اور ان کی ڈگریوں کی صراحت حسب ذیل ہے:-

- (۱) محبوب النساء بیگم - ایم۔ ایس۔ سی (دہلی)
- (۲) خورشید بیگم - بی۔ اے (مدرا س)
- (۳) حسنیہ بیگم - بی۔ ایس۔ سی (دہلی)
- (۴) شہناش بیگم - ایم۔ اے (مدرا س)
- (۵) - فرزند ایم۔ اے (مدرا س)

دوسرا خاندان مولوی سید عبد الحفیظ صاحب کا ہے، آپ سرکار انگریزی کے وطنیہ - بی۔ بی۔ آپ کی شریک زندگی بھی تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ کی اولاد اور ان کی تعلیمی صراحت حسب ذیل ہے:-

- (۱) سیدہ نور النساء بیگم - بی۔ اے (دہلی)
- (۲) حضور النساء بیگم - ایم۔ اے ڈپ ایڈ (دہلی)
- (۳) ڈاکٹر صبور النساء بیگم - ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (دہلی)
- (۴) غیور النساء بیگم - ڈپو مارڈوٹک سائنس (لیڈی اردو کالج دہلی)
- (۵) فرزند بی۔ بی۔ اے - بی۔ بی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان خواتین کے متعلق مختصر وضاحت بھی کر دی جائے تاکہ ان کے مشاغل کا حال بھی معلوم ہو سکے۔

(۱) محبوب النساء بیگم، اسد اللہ صاحب مرحوم کی پہلی دختر ۱۹۱۷ء میں تولد ہوئیں۔ مجوبہ گز اسکول سے جونیئر کمبریج اور سکندر آباد کے کیرنل اسکول سے ایچ۔ ایس۔ ایل میں کامیابی حاصل کی اور مالک محروسہ سرکار نظام میں اول آکر انعام پایا۔ ۱۹۳۷ء میں وہیں کرسمس کالج مدراس سے انٹرمیڈیٹ اور پھر جامعہ عثمانیہ سے

ہندوستان کثرت اولاد اور جہالت میں مشہور ہے، دولت و ثروت کے منہ بے میں پیدائش کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ دولت کی کمی کے ساتھ ساتھ علم کا فقدان ہے، پورے لکھوں کی تعداد فی صد چند نفوس پر مشتمل ہے۔ اس سے قطع نظر جو تعلیم یافتہ خاندان ہیں۔ ان میں جن والدین کی اولاد دو چار سے زیادہ ہو جائے۔ ان کے لئے ہر ایک کو اعلیٰ تعلیم دلانا دشوار ہے۔ اور سب بچوں کا اعلیٰ تعلیم پا کر یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کرنا دشوار نہیں تو مشکل ضرور ہے، غرض ہر خاندان میں ایک یا دو تین افراد کا اعلیٰ تعلیم پالینا تو آسان ہے۔ مگر ایسے خاندان ہندوستان کے طول و عرض میں بہت کم نظر آئیں گے جن کے تمام افراد خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ ہر ایک نے اعلیٰ تعلیم پائی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی خاندان کے پورے لڑکے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں اور اپنے خاندان کے لئے موجب فخر ہوں۔ مگر شاید ہندوستان میں ایسے خوش نصیب والدین بہت کم ہوں گے جن کی تمام لڑکیاں اعلیٰ تعلیم پا کر ممتاز ہوئی ہوں۔ کیونکہ ہندوستان میں اول تو تعلیم نسواں کا رواج مقابلہ مردوں کے بہت کم ہے، ہندوستان کی مسلم آبادی میں ایسی مستورات بہت ہی کم نظر آئیں گی۔ جنہوں نے یونیورسٹی سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کی ہوں۔ اگر کسی خاندان کی سب لڑکیوں نے اعلیٰ تعلیم پا کر امتیاز حاصل کیا ہے تو وہ خاندان قابل تعریف اور فخر مستحق ہے۔ اور اس کو بطور نظیر پیش کیا جا سکتا ہے۔

ہم ذیل میں دو ایسے ہی خاندانوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی پوری اولاد خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور پھر یہ نہیں کہ ایک آدھ لڑکی بلکہ چار چار لڑکیوں کا جامعات کی ڈگری حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

(۱) مولوی اسد اللہ صاحب مرحوم مدراس یونیورسٹی کے ان مسلمانوں میں شامل تھے جنہوں نے اس کے ابتدائی دور میں بی۔ اے ایل۔ ایل، بی۔ بی۔ کی ڈگری حاصل کر کے صوبہ مدراس کے مسلمانوں کے لئے مثال قائم کی تھی۔ آپ نے عرصہ تک حیدرآباد میں مددگار مہتمم

صلہ میں آپ کو عائد الملک مل رہا ہے۔

ختمِ تعلیم کے بعد اور محترمہ سرگز اسکو زمین سپرد کیا گیا سات سال تک یہاں رہیں۔ اس کے بعد تعلیم مانسہرہ لکچرار کی خدمت دی گئی۔ جس کی مضمون جنی، تاریخ اسلام، اخلاقیات، تاریخ مسلمان وغیرہ کی تعلیم دینی رہی۔ اس کے بعد آپ کو پانچواں

کے زمانہ میں اسکو سرکاری نوکری جس وقت آپ کا تقرر ہوا اس وقت یہ مدرسہ صحت مدرسہ رہتا، لیکن نورالناہیہ کی دیکھی۔

محنت کے باعث ایک ہی سال میں ہائی اسکول بنا دیا گیا۔ نین سال تک یہاں کار گزار رہیں۔ اور پھر آپ کو صوبہ اورنگ آباد کی ہتھی مدارس سو پر بنائی گئی۔ آپ نے پچیس تین سال تک اس

اہم خدمت کو خوش اسلوبی اور ہمت و فوجی کے ساتھ انجام

دیا۔ اس کا رزاقی اور محنت کے باعث شش ماہ میں آپ کو حیدرآباد

کے شہورزادہ مدرسہ سوال نامہ ہائی اسکول کی صدارت پر مقرر

کیا گیا ہے۔ یہ مدرسہ شش ماہ میں بن چکا تھا۔ اور تین سال کوئی

ملکی خاتون اس کی صدارت پر مقرر ہوئی تھیں۔ اس کی صدارت پر مقرر

خواتین ہی امور مقرر کر دی تھیں۔ آپ پہلی سلسلہ اور ملکی خاتون میں جن

کا اس اہم خدمت پر مقرر ہو رہے۔ نورالناہیہ اس خدمت کو

کامیابی کے ساتھ ختم کر دی تھیں۔

نورالناہیہ کی آخری مضمون نگاری کا تراشوں ہے۔ آپ

کے مضامین نہایت سبب اور ذوق منہ جوتے ہیں۔ اس کو جو عائد الملک

طلائی متغیہ تھا۔ وہ اس حیثیت سے بھی قابل ذکر ہے کہ یہ متغیہ

پچیس پہل ایک مسلم خاتون کو ملے۔ چونکہ اس سے پہلے ہمیشہ انگریزوں میں

ہی اس اعزاز کو دیا جاتا رہا ہے۔

۲۱ حضور النسا سیکم، جب الحفیظہ صاحب کی دوسری دختر

ہیں۔ گھر کی تعلیم کے بعد لکھنؤ گئیں اور اس کا کالج سے جہاں آپ

کی بڑی بہن نورالناہیہ نے کامیابی حاصل کی تھی آپ نے ایم اے

اور ڈپلومہ کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ لکھنؤ یونیورسٹی

میں ایم کے امتحان میں دل آسنے کے باعث ڈپلومہ کی جانب سے

کامرٹ اسکالرشپ ملا۔ اگر بڑی مضمون کے باعث عائد الملک

متغیہ آپ نے بھی حاصل کیا۔ تعلیم کے بعد ملازمت کا آغاز ہوا۔

زمانہ ٹریننگ اسکول کی صدارت کے بعد صوبہ میں کہ جس میں ہمارے

بی ایس سی اور ایم ایس سی میں کامیاب ہوئیں۔ آپ

جامعہ عثمانیہ کی بی بی خاتون میں جنہوں نے انہی نورالناہیہ حاصل کی

ہے۔ غرض تک آپ کالج کی پوزیشن کی سہ بڑی ہیں۔ اس وقت

زمانہ کالج حیدرآباد میں لکچرار ہیں۔ اردو سے بڑی بخشی ہے انہیں

ہے۔ حال میں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔

۲۲ خورشید سیکم، اسد اللہ صاحب کی دوسری دختر ۱۹۱۶ء

میں تولد ہوئیں۔ اپنی بہن کی طرح اور محبوبہ سرگز اسکول بھر کبیر

ہائی اسکول میں تعلیم پائی۔ اور اس کے بعد ٹیکن کالج میں کالج

سے بی اے کی ڈگری حاصل کی، اردو مدرسہ آؤں میں اور عام حاصل

کیا۔ اس وقت محبوبہ سرگز ہائی اسکول حیدرآباد میں تھیں۔

۲۳ حسنہ سیکم، اسد اللہ صاحب کی تیسری دختر ۱۹۱۷ء

پیدا ہوئیں۔ اولاً محبوبہ سرگز اسکول پھر نام ہائی اسکول میں

تعلیم پائی اور اس کے بعد گامیہ انات جامعہ عثمانیہ میں شریک ہو کر

بی ایس سی میں کامیاب ہوئیں۔ گنگوٹری ہائی اسکول میں سائنس کی

تعلیم میں، اردو سے شغف ہے۔

۲۴ شہناہ سیکم، اسد اللہ صاحب کی چوتھی دختر ۱۹۱۸ء

میں تولد ہوئیں۔ محبوبہ ہائی اسکول اور کبیر ہائی اسکول کے بعد دین

کالج مدرسہ سے بی اے میں کامیاب ہوئیں۔ اس کے بعد حیدرآباد

کے نظام کالج میں جہاں خطوط تعلیم ہوتی ہے۔ شریک ہوئیں۔ اور

۱۹۲۳ء میں ایم اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل کی پچھن

سے اردو سے دلچسپی ہے۔ اخبار خاتون وغیرہ میں کہانیاں اور

مضامین لکھتی رہی ہیں۔

سید عبد الحفیظ صاحب کی بیٹیوں کے مختصر حالات حسب

ذیل ہیں۔

۱) نورالناہیہ سیکم بی اے، آپ عبد الحفیظ صاحب کی بڑی

دختر ہیں۔ حیدرآباد میں شش ماہ میں تولد ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم

گھر پر ہوئی۔ مڈل کا امتحان گھر میں تعلیم پا کر دیا اور کامیاب

ہوئیں۔ اس کے بعد آپ کو لکھنؤ روانہ کیا گیا۔ اب انہیں پورن کالج

سے صرف پچیس سال کی عمر میں آپ نے بی اے کی ڈگری اعزاز

کے ساتھ بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کا انگریزی مقالہ

”طاس ہارڈی بحیثیت ناولٹ“ خاص حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے

ایک آرزو

ہوائے بندہ کو رہتا ہے اس کا انتظار اب بھی
مسلمانوں کا ہو جائے وہی پہلا شعرا اب بھی
اگر قدر دین دلت کی انہیں معلوم ہو جائے
تو پھر آباد ہو جائے یہی اُجڑا دیار اب بھی
انہیں اقبالؔ کے اشعار ویں چننا خود داری
خودی کے باغ میں آئے وہی پہلی بہار اب بھی
کریں کوشش تو ان کی غیر حالت ٹھیک ہو جائے
بدلت اپنی حالت ہے بذریعہ اختیار اب بھی
ہیں اپنی حکومت کی وہ شوکت پھر سے مل جائے
یہی امید رہتی ہے مجھے لیل دہیار اب بھی

سعیدہ حسن، بی اے آنرز

عورت کے کام

پنگوڑے ہلانا، بچوں کی پرورش کرنا۔ گھر صاف رکھنا اور
آتش دان کو گرم رکھنا۔ یہ عورت کا کام ہے۔
آنسو لو پچھنے، دکھ درد ڈھاننا۔ نقصان اور رنج برداشت
کرنا۔ تنہا لوگوں کو خوش کرنا، دکھوں کو تسکین بخشنا۔ دوسرے کے
بوجھ میں شریک ہونا۔ یہ عورت کا کام ہے۔
نامید نہ ہونا۔ گھر اکثر پیچھے نہ رہنا جب کام گرد جائیں کسی کو
یہاں کسی کو دھار سارا دن خوش کرتے رہنا۔ یہ عورت کا کام ہے۔
اپنا سب سے بہتر سراہ دے ڈالنا۔ اور اپنے آپ کو اس
سے محروم رکھنا۔ مسکونا اور پیار کرنا۔ سب کی بُرائیاں بھولتے ہوئے
سب کو معاف کرتے ہوئے خدمت کرنا، عبادت کرنا اور مددگار
کے لئے خدمت بخانا یہ بھی عورت کا کام ہے۔

عورت کے لئے اس سے مکمل اور شاندار زندگی اور کیا ہو سکتی ہے؟
اس سے زیادہ اور نیک کام کیا کر سکتی ہے۔ مرد کتنا ہی بُرائیوں نہ ہو
اس کے متعلق میں اتنا جانتی ہوں کہ چاہے وہ کتنا بُرا ہی کیوں نہ ہو
عورت سے بُرا نہیں ہو سکتا جس نے اسے ایسا بنایا۔ یہ
(انگریزی کے میگزین سے ترجمہ) کلکتہ جمعیہ یاس امرتسر

ہیں۔ اور جس دفعہ سے اپنے فرائض انجام دیا کرتی ہیں۔

(۳) حضور النساءؑ بتیم ابتدائی تعلیم کے بعد میڈیکل کالج دہلی
میں شریک ہوئیں۔ اور ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ اس وقت
سلطان بازار کی لیڈی سرجن ہیں۔ برادر عزیز ہیں، اپنے فرائض
کو نہایت دلچسپی اور توجہ سے انجام دیا کرتی ہیں۔

(۴) عبور النساءؑ سیم۔ عبدالحفیظ صاحب کی چوتھی دختر
ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد بی ایس اسکول نام بی میں شریک ہوئیں
انٹر میڈیٹ (سائنس) کی کامیابی کے بعد آپ کو سرکاری طور پر
دہلی روانہ کیا گیا۔ آپ نے لیڈی رولنگ کارپوریشن ڈومسٹک سائنس
کلاس سالانہ نصاب ختم کر کے ڈپلوما حاصل کیا۔ آپ حیدرآباد میں
پہلی مسلم خاتون ہیں۔ جنہوں نے یہ ڈپلوما حاصل کیا ہے۔ اس وقت
زمانہ شش ماہی سکول میں ڈومسٹک سائنس کی معلمہ ہیں۔
اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ والدین کی توجہ اور دینی
سے لڑنے کی نہیں لڑائیاں بھی تعلیم میں امتیاز حاصل کر سکتی ہیں۔

قابل صد ستائش ہیں وہ والدین جو اپنی پیاری بیٹیوں کو اعلیٰ
تعلیم یافتہ بناتے ہیں۔ کاش ہندوستان کے دوسرے والدین
بھی ان دونوں پر عمل کریں!
(القیہ صفحہ ۲۱۱) نصیر الدین ہاشمی

کما اثر زائل ہو جائے۔ ابھی انہوں نے فقرہ ختم بھی نہ کیا تھا کہ پولیس
کے آدمیوں نے چاروں ڈاکوؤں کو کپڑے پہنے ہوئے ہتھکڑی ڈال
دی کہ ”طاوcon خود بہت مصروف ہے۔ اس لئے اس نے ہتھارا
کام تمام کرنے کے لئے پھانسی بھیجی ہے۔“
یہ دیکھ کر تمام ڈاکو بہت حیران ہوئے مگر بلیک فیس نے کہا
”اچھا مجھے یہ نوبت یاد کہ اس مردہ لڑکی اور بیار آدمی کا کیا ہوا۔“
جنہیں میں نے خود دیکھا تھا۔“

اتنے میں ایک آدمی روشنی لئے آگے بڑھا۔ ڈاکوؤں نے
دیکھا کہ وہ آدم تھا۔ مگر اس کی آنکھوں کے گرد کالے حلقے نہ تھے
آدم نے بتایا کہ وہ مردہ لڑکی اس کی مالک کے بچوں کے کھیلنے کی
موم کی بنی ہوئی گڑیا تھی۔ اور اس نے گڑیا کی اور اپنی آنکھوں
گرد کوٹنے سے کالے حلقے ڈاکوؤں کو دھوکا دینے کے لئے بنائے تھے۔
(ترجمہ) تھامس ہڈ رشیدہ عزیز بی بی اے بی بی۔

دوسوال

۷۔ کیا آپ ہمیشہ اپنے شوہر کے کپڑوں کا خیال رمتی ہیں۔
اور انہیں ہمیشہ باقاعدہ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں؟

۸۔ کیا آپ ہمیشہ اپنے شوہر کو آڑے وقت میں تسلی دیتی ہیں
ورجیب وہ تھکا ہوا گھر میں داخل ہوتا ہے تو اسے خوش کرے اور
راہ دینے کی کوشش کرتی ہیں؟

۹۔ کیا آپ گھر میں بھی بنا بسنگھار کا اتنا ہی خیال رکھتی ہیں
جتنا کہ گھر سے باہر جاتے وقت؟

۱۰۔ کیا آپ اس کے ڈسک اور میز لگانے کے طریقے سے
مطمئن ہیں۔ اور جس حالت میں وہ ڈسک اور میز کو چھوڑ جاتا ہے
اس حالت سے بھی؟

۱۱۔ اگر آپ کا شوہر تھکا ہوا ہے تو کیا آپ کہیں باہر جانے کا
پرگرام منسوخ کر سکتی ہیں؟

۱۲۔ کیا آپ اپنے شوہر کو گھر کے معمولی کپڑوں یا سونے کے
کپڑوں میں جانے دیتی ہیں؟

۱۳۔ کیا آپ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے سیری
وغیرہ کے متعلق باتیں کرنا بند کر سکتی ہیں؟

۱۴۔ کیا آپ اپنے شوہر کو جب وہ چاہے باہر جانے اور تفریح
کرنے کی اجازت دے سکتی ہیں؟

نعمیات سے واقفیت رکھنے والوں نے کچھ سوالات اس طرح
سے مرتب کئے ہیں۔ کہ جن سے ہم نے معلوم کر سکیں سب سے
پہلا سوال یہ معلوم کرنے کے لئے جو کہ آیا اب بھی رشتہ جات ثابت ہو سکتی
ہیں یا نہیں یا اگر آپ کی شادی ہو چکی ہے تو بھرتی کو دخل اندازی کا
موقع کہہ سکتے ہیں۔ اور آپ یہ جان سکیں گی کہ آیا اب بھی رشتہ جات
ہیں۔ آپ کا شوہر آپ سے خوش ہے یا نہیں۔ مندرجہ ذیل سوالات
کو پڑھئے۔ اگر آپ کسی سوال کا جواب اثبات میں دے سکتی ہیں تو
اپنے کو ۲ نمبر دے لیجئے۔ اگر آپ یقین کے ساتھ کسی سوال کا جواب
”ہاں“ یا ”نہ“ میں نہیں دے سکتی ہیں۔ تو اپنے کو ایک نمبر
دے لیجئے۔ اور اگر یقین کے ساتھ آپ کا جواب نفی میں ہو تو صفر۔
جب آپ سب سوالات کے نمبر دے چکیں تو نمبر جو ملیں۔ اگر آپ
کی میزان ۲۱ سے ۲۸ تک ہے۔ تو آپ بہترین رفیق حیات اور
کامیاب بیوی ہیں۔ اور اگر نمبروں کی میزان ۸ سے ۲۰ تک ہو تو
پھر آپ اوسط درجہ کی بیوی ہیں جس سے شوہر خوش نہیں تو ناخوش
بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اسے کم از کم کوئی شکایت کا موقع نہیں مل سکتا
اگر آپ کی میزان صفر سے لے کر ۷ تک ہے تو پھر ذرا اپنے ضمیر کو دیکھئے
اپنی عادات کو بدلنے اپنے طور طریقے تبدیل کر دیجئے۔ مبادا آپ اپنا
گھر اور شوہر دونوں کھو بیٹیں۔

۱۔ کیا آپ کو ہر سال اپنے شوہر کا یوم پیدائش یاد رہتا ہے؟

۲۔ کیا آپ اپنے کپڑوں کے لئے منع کر سکتی ہیں؟

۳۔ کیا آپ اب بھی اپنے شوہر سے اتنی ہی محبت کرتی ہیں،

جتنی اس وقت کرتی تھیں جب آپ کی شادی نئی نئی ہوتی تھی؟

۴۔ جب آپ کا شوہر آپ کی کسی مطلوبہ چیز کے متعلق کہہ دے

کہ وہ بہت ہنگامی ہے تو آپ اس کی رائے کو قبول کر لیتی ہیں؟

۵۔ جب وہ گھڑاتا ہے تو کیا اس وقت آپ گھر میں ہوتی

ہیں۔ اور کھانا تیار رہتا ہے؟

۶۔ کیا آپ اچھا کھانا پکاتی ہیں۔ اور کیا آپ کا شوہر آپ

کے ہاتھ کا پتھا ہوا کھانا پسند کرتا ہے؟

دوسرا سوال نامہ یہ معلوم کرنے کے لئے ہے کہ آپ جذباتی انسان

ہیں کہ نہیں؟ جذباتی ہونا عفو و قتی طور سے صرف جذبات کی خاطر

بھیک جانے کے مترادف ہے۔ جو جوان اور بچوں کے لئے جذبات سے

بھیک جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن ان لوگوں کے لئے جو دنیا میں کسی کام

میں لگے ہیں یہ بہت مضر علامت ہے۔ بہت سے لوگوں سے دوسرا

انسانوں کے لئے ہمدردی اور محبت کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ پھر

جوانوں کے لئے پیدا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یا کچھ عرصے جا اور جلد

سے بے حد نفرت کرنے لگتی ہیں۔ اس سے یہ مطلب نکالنا کہ میں جذباتی

سے اونچا اور بالکل سرد ہر ہونا چاہئے قطعاً غلط ہے بلکہ مطلب یہ ہے

فغانِ نیم شبی

ابھی مسلمان کو بیدار کر دے مری قوم ثابت کو تیار کر دے
غلامی کی مصیبت دلوں سے تھاکر غلاموں کو اپنے جہاں دار کر دے
ہمیں پھر مہاجر جہانیاں ہوں ہماری جینیں پیر افزار کر دے
ہمیں پھر تیسرے تیری خلافت ہمیں پھر تو آگاہ اسرار کر دے
بنادے ہمارے بیابانِ خیاباں ہمارے جن کو سن نہا کر دے
زمانے کی گردن پھر اکڑی ہوئی ہے خود اس کی نظر میں آئے خوار کر دے
مجھوں میں ہے شانِ زندہ کی غفلت ہمیں پھر عطا شانِ احرار کر دے

بنادے ہم قوم ایمان پرورد
مسلمان کو پھر کفر، آزار، کر دے

کبھی ایک سیل بہہ سیر تھے ہم کبھی دشمنہ دست تقدیر تھے ہم
نگاہ رسولِ مکرم کے صدمے شرافت کی بے داغ تصویر تھے ہم
جلالِ شجاعت میں سے تھا قائم مددِ شجاعت کی تکبیر تھے ہم
مروت، حجت، اخوت کے سیکر گلِ تر کی نازک سی تصویر تھے ہم
ہمیں تھے زمانے کے غم کا مداوی زمانے کے خوابوں کی تعبیر تھے ہم
ہمارا ہو غاڑہ رُخ تھا اس کو کبھی روئے گیتی کی تو قیر تھے ہم
ازل کے تھوس نے پیچھا مان کو زمانہ تھا سیلاب اکسیر تھے ہم

نگاہ جہاں منتظر تھی ہمساری
کبھی گردشِ چشم تقدیر تھے ہم

اب اک قلبِ مردہ کی تصویر میں ہم تمنائے محروم تا شیر میں ہم
ہمارا فسانہ سماعت طلب ہے تباہی کی غمناک تقریر میں ہم
زمانے کی بیدار کا کیا گلہ ہو کہ خود دستِ باطل میں شیر میں ہم
مروت نہیں ہے، محبت نہیں ہے، شکستہ، اخوت کی زنجیر میں ہم
جسے رنگِ خونِ جگر ہونہ حاصل وہ بے رنگ دے آبِ تصویر میں ہم
ابھی سبب کیلئے اس ابتلا کا ہوا کیا کہ برگشتہ تقدیر میں ہم
غم انجیز ہے کلرا خجامِ ملت غم اسبا ہے کچھ جس دلیگر میں ہم

میں نہیں چروں پر آبِ دُنا ب شرافت
جو ظلمت میں گم ہے وہ تنویر میں ہم

فطرتِ صدیقی

کہ آپ کو یہ دیر سوجنا چاہیے کہ ہمارا جذبہ باقی مفد بہرہ کہاں تک اس کے
لئے مفید ہو سکتا ہے جس کے وجہ سے جذبات ابھرائے ہیں۔ مندرجہ
ذیل سوالات کا جواب دیجئے اور اپنے متعلق آپ نصیحت کر لیجئے آپ کو
کم از کم چھ سوالات کا جواب لکھی میں دینا چاہیے۔ ورنہ آپ جذباتی
قرار پائیں گے۔

۱) کیا آپ جذباتی دران اور کہانیاں بڑھا کر کہتے ہیں جو ہمارے
مادی زندگی سے دور کبھی واسطہ نہیں رکھتیں؟

۲) کیا آپ پرانے پردگرم، خطوط اور یادگاریں محض فارگتے ہیں
اور ان پر جذبات آرائی کیا کرتے ہیں؟

۳) کیا آپ دوسروں کے دکھوں سے صرف اس لئے ہمدردی
محسوس کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی اس کے لئے روتے ہیں اور
درحقیقت آپ اس کے دکھ کو محسوس نہیں کرتے بلکہ صرف اس کا
جذبہ باقی بخیر کرتے ہیں؟

۴) کیا آپ کچھ لوگوں پر اپنی نذر دانی اور محبت کی بارش کرتے ہیں
اور کچھ لوگوں پر جو درحقیقت آپ کے محتاج ہیں نظر کم نہیں کرتے؟
۵) کیا آپ سماجی کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور وہ بھی صرف
اس وجہ سے کہ اس سے آپ کو کچھ جذباتی خوش محسوس ہوتا ہے؟

۶) کیا آپ انسانوں اور جانوروں میں بے حد دلچسپی لیتے ہیں؟
۷) کیا آپ جذباتی الفاظ سے تزیین پر مہم جو جانتے ہیں اور سوچے
بغیر کہ دراصل ان سے کیا مطلب لیا جا رہا ہے۔ اور ان کا استعمال
کرنے والا اس سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر
حق، صداقت، انصاف اور دوسرے الفاظ جو ہر فرد استعمال کرتا ہو؟
۸) آپ کسی کے متعلق اپنے جذبات میں حرکت محسوس کرتے ہیں
بغیر یہ جانتے ہوئے کہ یہ کس بنا پر پیدا ہوئے؟

۹) کیا آپ پالتو جانوروں اور ملازموں پر اپنی نذر دانی کا
اظہار کرتے ہیں۔ بغیر یہ سوچے ہوئے کہ آیا یہ ان کے لئے اور آپ
کے لئے مفید ہوگا یا نہیں؟

راخو از "دی سائیکلو جیٹ" (لندن) م حسن

عصمت ایک ڈپو کی فہرست مفت ایک
پوسٹ کارڈ لکھ کر منگا لیجئے۔
مینجر

مکس بانی

(گدشتہ اشاعت سے آگے)

اسے ہر بائیو میں مختلف رنگ سے رنگ دیا جائے اور ساتھ ساتھ نیچے لکھا جائے۔

یاد دہری پہچان کی چیزیں بھی رکھ دی جائیں۔ (جو سنگھار میں) منہ سے بیک رنگ یا کسو دوسری

فائنلک غلطی سے کسی بائیو میں مل جاتی ہیں تب ان سے آرائی کی جاتی ہے اور اسی کو فائنلک کہتے ہیں۔ اس سے پہلے کی جانس منع ہو جاتی

ہیں۔ جب ایپری میں ایسی حالت ہو جائے تب اسے دوبارہ چھپنے یا آٹا جھیرک دینا چاہیے۔ ہلا۔ بیٹی کا سر پہنچاؤ اور

چار حصہ پانی سے تیار کر کے اس کی پھینٹیں دینی چاہیے۔ کوئی خوشبودار چیز ملا دینا اور بھی اچھا ہے۔ ان ترکیبوں کو عمل میں لانے سے فائنلک

بہت جلد رک جائے گی۔

موسمی ہدایات پہاڑی مقامات پر جاڑے کے موسم میں جب سردی

بہت زیادہ ہوتی ہے یا بہت جلدی ہے اس وقت عموماً نہ تو باہر بہت سے

پھول ہی کھلے نظر آتے ہیں اور نہ سوخن سرد ہوا میں تمام دن آڑ کر دس

اکٹھا کر سکتی ہیں۔ اس کے بجائے وہ ایک کٹھنہ سے ملنے گیند جیسی

شکل بنا کر سردی کے ایام گزارتی ہیں۔ وہ آپس میں قریب قریب ملکر

گرمی پیدا کر لیتی ہیں۔ اور اس طرح زندہ رہ سکتی ہیں، جو کچھ خوراک انہیں

بائیو کے اندر موجود ملتی ہے۔ اسی پر اکتفا کرتی ہیں۔ لہذا انکس بان کو چاہیے

کہ کافی خوراک کی ضرورت کے مطابق جاڑے کے لئے کافی خوراک رکھ چھوڑے

سردی میں پہاڑوں پر بائیو کو سرد چھپر کے چاروں طرف خشک گھاس

مانی گریشن موسم کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل اختیار

کرنے کو کافی گریشن کہتے ہیں۔ خوش قسمتی سے ایپس انڈیا میں یہ بات

نہیں پائی جاتی۔ لیکن ایپس ڈارٹیا کی عادت میں یہ بات شامل ہے

وہ اپنے بچاؤ کے لئے ہاروں میں سرد مقامات سے گرم جگہوں پر چلی جاتی

ہے اور زیادہ گرمی و تیز گرمی سے بچنے کے لئے گرمی کے موسم میں میدانوں

سے پہاڑوں پر چلی جاتی ہے۔

ڈارٹیشن کسی وجہ سے بائیو چھوڑ دینے کو ڈارٹیشن کہتے ہیں بائیو

کی خرابی، خوراک کی کمی اور زیادہ گرمی یا سردی کے

علاقہ اور بھی وجہ ہو سکتی ہیں، جیسے دشمنوں سے تلک آکر بائیو

چھوڑ دینا۔

ایپری میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ مونیں دوسری مونوں کے

راہنگ بائیو سے شہد اور پولن چراتی ہیں۔ اس کو راہنگ کہتے

ہیں۔ یہ چوری زیادہ تر کزور کا لینر سے کی جاتی ہے۔ لہذا اس بان کو

ایپری میں کزور کا لینی نہ رکھنا چاہیے۔ شہد کھلی حالت میں ادھر ادھر گر

جانے سے بھی راہنگ ہوتی ہے۔ خوراک اگر دن میں دی جائے تب بھی

اس کا خطرہ رہتا ہے اسی لئے مغرب کے وقت مونوں کو شربت دیا جاتا

ہے) راہنگ اس وقت تک جاری رہتی ہے کہ اس کا لینی کا شہد بالکل

ختم نہ ہو جائے۔ اس سے تمام ایپری میں یہ مرض پھیل جاتا ہے اور اس

میں کنٹرولائی بھی ہوتی ہے جس سے بہتری مونوں کی جانیں ضائع ہوتی

ہیں اس سے بچانے کے لئے ایک ہی ترکیب ہے یعنی احتیاط علاج سے تیز

ڈارٹنگ اکثر غلطی سے یا تیز ہونے سے مونیں اپنا بائیو بھول کر

دوسرے بائیو میں چلی جاتی ہیں اسے ڈارٹنگ کہتے ہیں مگر مونیں پالنے یا

نکولنے ہونے لیس غلطی کرتی ہیں تو جس بائیو میں جاتی ہیں ان کا استقبال

کر لیا جاتا ہے۔ ورنہ یہ بائیو مونوں سے اچھی خاصی لڑائی ہوتی ہے لہذا

مکس بان کو ڈارٹنگ کا موقع نہ آنے دینا چاہیے ورنہ پہرہ دلو چھڈ لیں

مضبوط اور تیز کارور جو جانیں گی بسکے سردی احتیاطی ہے کہ بائیو

کم از کم ۶-۷ فٹ کے فاصلے پر رکھے جائیں مگر تب بھی یہ بات ہمہ امن کے

دروازے کے سامنے ہونے کی سطح تک نہیں دینی چاہیے۔

پکینگ کس سے ڈھک دیا جائے۔ ایسا کرنے سے گوشت کا اثر نہیں پڑتا اس کے علاوہ صبح اور شام ہائیکو کو خوب پانی سے تر کر دینا چاہیے۔

برسات کے زمانہ میں بارش اور ابر کی وجہ سے مونہں بڑھ رہا ہوتا ہے اسے اپنا کام انجام دے سکتیں اور انہیں پھولوں سے کافی رس بھی نہیں ملتا۔ لہذا خوراک کا انتظام اسی جگہ اور وہاں کی ضرورت کے مطابق لازمی ہے۔ ہائیکو کے آس پاس نشیب نہ ہونا چاہیے ورنہ پانی جمع ہوگا یا زمین پر دقت بھیجی رہے گی جس سے مونوں کو سخت نفرت ہے ہائیکو کی چھت ایسی نہ ہو کہ پانی کسی طرح ٹپک کر اُنڈر جا سکے ورنہ میں اس میں نہیں رہ سکتیں۔ برسات کے زمانہ میں ہائیکو کے چاروں طرف گھاس لگنے لگے گی۔ اسے بدلہ رکھتے رہنا چاہیے ورنہ مینڈک چھپکلی یا دوسرے کیڑے کو ڈسے نقصان دہ ثابت ہوں گے، بارش کے مہینوں میں موی کیٹے سے بھی جس بان کو کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے جس کا ذکر اوپر سے پہلے کی ترکیب آگے بتائے جائے گی۔

مونوں کے دشمن مونوں کا سب سے بڑا دشمن وہ انسان ہے جو انہیں جلا کر یا اکر یا ان کے چھتوں کو نیست و نابود کرنے کے بعد ان کا شہد نکالے، یورپ اور امریکہ میں پرانے زمانے کے گھس بان ہی کیا کرتے تھے۔ اور ہمارے ملک میں تو اب بھی اسی دھنگ سے شہد نکالا جاتا ہے، اب جیواتا میں موی کیڑا انکار (مینڈک) مکڑا، بھالو، چوٹھی، چھپکلی، چڑیاں، چوہے اور دوسری شہیں قتلہ کا کاروبار وغیرہ شمار کئے جاسکتے ہیں۔

موی کثیرا ہندوستان میں گھس بان کی کئے نہایت ہی نقصان دہ ہے۔ اس کی دھتیں ہوتی ہیں ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا اس کی ادھتوں کے تنگافوں میں یا اندر گھس کر چھتے کے موی خانوں پر رات کے وقت ۲۰۰ سے ۸۰۰ کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے انڈے دیتی ہے ان انڈوں سے ۸-۱۰ دن کے اندر چھوٹے چھوٹے کیڑے نکل آتے ہیں۔ اور قریب ایک ماہ تک چھتے کے اندر سوار کرتے اور سفید ریشمی جال بنتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی خوراک مونوں کے ننھے ننھے بچوں کی وہ چھلتی ہوتی ہے جو چھتے کے موی خانوں میں پرورش کے بعد لگی رہ جاتی ہے ظاہر ہے کہ ان موی کیڑوں کی سرنگوں سے سارا چھتہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے اگر حملہ زور دار سواڑا کتبہ (موجھڑ) کو جاکر جاتا ہے ایک ماہ بعد یہ موی کیڑے ہوائی شکل اختیار کرتے ہیں مگر وہ دن تک یہی حالت رہتی ہو چھوڑے زوردار و بکرہ بارہ اپنی زندگی کا نیا دور شروع کرتے ہیں۔

ان سے بچنے کے لئے ہائیکو کی صفائی اچھی طرح اور بار بار ہونی چاہیے کالنی اگر مضبوط ہے تو وہ اپنی بکیت آپ کر سکتی ہے لہذا پیری میں اچھی اور مضبوط کالنی رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے، موی کیڑے سے بچنے کے لئے گھس بان کو چاہیے کہ ہائیکو میں صحت اتنے ہی فریوں کے چھتے رکھے جن پر مویں موجود ہوں۔ خالی چھتے رکھو پڑنا موی کیڑوں کی ایک طرح سے دعوت دینا ہے۔ جن چھتوں پر بری طرح نقصان ہو چکا ہو انہیں جلا دینا چاہیے بقیہ چھتوں کی صفائی کرنے کے بعد انہیں کسی مضبوط کالنی میں رکھ دیا جائے تاکہ مویں موی خانوں کی مرست کر سکیں اور وہ چھتہ دوبارہ استعمال کیا جاسکے، خالی چھتوں کو برسات میں موی کیڑے سے محفوظ رکھنے کے لئے گندھک کا دھواں دیا جائے یا کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس استعمال کرنی چاہیے۔

بھڑیا انکار مونوں کو کچڑا کچڑا کر ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہے اور بھر کھا جاتی ہے یا اپنے بچوں کو کھلاتی ہے، اس کا علاج ہی ہے کہ پیری کے قریب جتنے بھڑے چھتے ہوں انہیں مٹی کے تیل کا شعل بن کر جلا دینے کی کوشش کرنی چاہیے اور جو بھڑا انکار پیری میں آئیں انہیں مارتے رہنا چاہیے۔ احتیاطاً ہائیکو کے دروازے چھوٹے کر دینے چاہیے تاکہ ان کا گزر اندر نہ ہو سکے بعض چڑیاں انڈی ہوتی مونوں کو کچڑا کھا جاتی ہیں اگر ان کی زیادتی ہو تو انہیں مارتا چاہیے، مینڈک اور چھپکلی وغیرہ سے کالنی کو محفوظ رکھنے کے لئے ہائیکو کے چاروں طرف زمین باطل صاف رکھنا چاہیے اور برستی ہوئی گھاس کو بدلہ رکھنا چاہیے۔

جیونٹی شہ کی شیردازی ہوتی ہے اور مونوں کو کافی تنگ کرتی ہے اس سے بچنے کی یہی صحت ہے کہ ہائیکو کے پائے ٹھین یا مٹی کے پیالوں میں رکھے جائیں اور ان میں بار بار پانی بھرا جائے ایسا کرنے سے جیونٹیاں ہائیکو میں نہ داخل ہو سکیں گی بقیہ دشمن زیادہ نقصان دہ نہیں ہوتے۔

مونوں کی بیماریاں خوش قسمتی سے ہندوستان میں اب تک مونوں کی مونوں کی بیماریاں کوئی بیماری نہیں لگی جبکہ دوسرے ممالک یعنی یورپ اور امریکہ میں ہر سال ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں کالینز کا خاتمہ نقص بیماریوں سے ہوتا ہے، ہمارے ملک میں گھس بانوں نے صحت ایک معمولی سی بیماری مونوں میں دھجی ہے جسے چھش کہتے ہیں اسے بیماری نہیں بلکہ گھس بان کی غلطی کہنا چاہیے جو کہ جب مونوں کو گڑیا خراب کر کا شرمٹ دیا جاتا ہے اسی وقت یہ حالت پیدا ہوتی ہے اس کا علاج بھی بہت آسان ہے یعنی اچھے موسم میں اڑنے سے ریزرغ خود بخود بخ

لندن میں طاعون

دلنیا در کہا کہ ہیں ڈاکہ زنی سے روکنے کے لئے یہ اس کی چال ہے۔ آدم نے ڈاکوؤں کی بخت سن لی تھی۔ اس نے پھر کہا ”سچ کہ رہا ہوں اور میں کل تک زندہ بھی نہ رہوں گا۔ دروازہ میں نہیں خود کھوئے دیتا ہوں۔ مگر التجا ہے کہ مجھ سے بڑے دہنا تاکہ تم پر میری بیاری کا اثر نہ ہو جائے۔ گھر میں ایک چھوٹی مردہ لڑکی بھی ہے۔ جسے کھیلنے کھیلنے طاعون نے آدو جاتھا۔ وہ ابھی دفنانی بھی نہیں گئی۔“ یہ کہہ کر آدم نے دروازہ کھول دیا۔

بچی کی روشنی میں ڈاکوؤں نے دیکھا کہ واقعی دل میں میری ایک چھوٹی سی لڑکی کتنی سی لپٹی پڑی تھی جس کے سر پر بن باذھا ہوا تھا۔ اور آنکھوں کے گرد کالے حلقے تھے جو طاعون کی علامت تھی۔ جب ڈاکوؤں نے لڑکی کو دیکھ لیا۔ تو آدم نے چابیاں ہان کی طرف بڑھائیں۔ ڈاکوؤں کو اب وہ چابیاں سانپ اور بچہ معلوم ہونے لگے۔ اور انہیں موت نظر آنے لگی۔ وہ اپنی قبرستی پر طاعت کر رہے ہوئے والیں مڑے۔ آدم نے کہا۔ ”تم یہاں قتل اور ڈاکہ زنی کے لئے آئے تھے۔ مگر میں تمہیں بہ حیثیت ایک سیاسی نہ صرف معاف کرتا ہوں۔ بلکہ اس بات کی بھی نصیحت کرتا ہوں کہ اب تمہیں اس جذبات سے چھٹکارا کیسے مل سکتا ہے۔ کیونکہ تم یہاں کافی دیر ٹھہرے ہو۔ میں تو اب مر رہا ہوں۔ مگر تم یہاں سے سیدھے لیسٹن سٹون میں جاؤ۔ جہاں چمڑہ صاف کیا جاتا ہے۔ اور کافی دیو چمڑہ کی ٹوئیں رہو۔ تو پھر یہ بیماری کچھ اثر نہ کرے گی۔“ یہ کہہ کر آدم ایک ہیبت ناک آواز میں کراہا۔ یہ سنکر ڈاکو جلدی سے بھاگے۔ اور چمڑے کے صحن میں جا کر دم لیا۔ وہ لمبے لمبے سانس لیتے رہے تاکہ چمڑے کی بو بھی طرح ان کے جسم میں داخل ہو۔ اور طاعون کے جراثیم مری جائیں۔ انہیں اس طرح بیٹھے آدھ گھنٹہ گزرا جو کاکہ چند آدمی روشنی لانے کی طرف آتے معلوم ہوئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ ضرور چمڑہ کا مالک اور اس کے آدمی ہوں گے۔ اس خیال سے کہ بغیر اجازت صحن میں آئے معافی مانگنے لگ گئے۔ او کہنے لگے کہ انہیں تھوڑی دیر اور دہائی بیٹھنے کی اجازت ملے تاکہ چھوٹ (باقی صفحہ ۲۰۶ کالم پر)

ستر سو سی صدی میں ایک دفعہ لندن میں اس قیامت کا طاعون پھیلنا کہ روزانہ ہزاروں جانیں ضائع ہوتے گئیں۔ تو ان کو نہ صرف طاعون نے ہی تباہ کیا۔ بلکہ بد معاشوں اور چوروں کو موقع ملا کہ وہ دل کھول کر گناہ اور مجرم کریں۔ اور لوٹ مار مچائیں۔ بچے چھپے نہریوں کو ہر وقت دھڑکا رہتا تھا کہ یا تو انہیں طاعون آدباٹے گا۔ یا چور اور ڈاکو۔

چار ڈاکوؤں نے ایک تنہا گھر پر ڈاکہ ڈالنے کا فیصلہ کیا اس گھر کی رکھوالی کے لئے صرف ایک ڈاکو تھا۔ گھر کے انفراد بیماری سے محفوظ رہنے کے لئے کسی کھلی جگہ رہائش کے واسطے چلے گئے تھے طے یہ ہوا تھا کہ ایک ڈاکو جس کا نام بلیک فیس تھا آہستہ سے دروازہ پر دستک دے گا۔ اور انجبا کے لباس رات گزار۔ نئے کے لئے پناہ مانگے گا۔ جب دروازہ کھلے گا تو باقی ڈاکو بھی اندر گھس آئیں گے اور ڈاکو مار ڈالیں گے۔ پھر گھر کی تمام قیمتی چیزیں لوٹ لیں گے۔ جیڑت انہیں وہ مکان لوٹنا تھا۔ بلیک فیس نے بہت سی شراب پی۔ اور بجائے اس کے کہ دروازہ پر آہستہ سے دستک دے دی جائے چلا نا شروع کر دیا کہ دروازہ جلد کھولیں چابیاں دیدو ہم تمہیں ہتھاری دیوٹی سے نجات دلوانے آئے ہیں۔

ڈاکو نے جس کا نام آدم تھا۔ اور کی کھڑکی میں سے تھانک کر دیکھا۔ اور دھیمی آواز میں بولا۔ ”تم چند گھنٹے ٹھیکہ کرنا۔ پھر تم مجھے مردہ یا ڈوگے۔ تمہیں چابیاں مل جائیں گی۔ پھر لوٹ لینا۔“ بلیک فیس نے چلا کر کہا۔ ”ہیں تمہارے مشورہ اور نصیحت کی ضرورت نہیں۔ دروازہ کھولو۔ نہ ہم آگ لگاتے ہیں۔“

آدم نے جواب دیا۔ ”انہیں اس کی ضرورت نہیں مگر جو کچھ کہتا ہوں وہ سن لو۔ پھر بے شک اندر آجانا۔ میں بغیر کسی ہتھیار کے اکیلے ہوں اور بیمار بھی ہوں۔ تاہم تم اندر گھسے تو شاید تم سب کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ کیونکہ اس چار دیواری میں خطرناک دیو ہے جس نے ہزاروں جانیں تباہ کی ہیں۔“ یہ سنکر ڈاکو کچھ سہم گئے۔ مگر پھر بلیک فیس نے انہیں دلاسا

مالی کی بیٹی

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

راکھماری نہ ملا کو اس کو کبھی مستند راج میں رہتے چارہنٹے گزر چکے تھے۔ ڈاکٹر صاحب تو ان کی مگرانی کے خیال سے کہ وہ تنہا ہیں۔ آئیے کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ راکھماری کی تلاش صاحب بھی زندہ دو وقت راکھماری کو دامن کھانے کے لئے آتے ہیں۔ چونکہ رات کے گیارہ بجے تک گانے باجے کا سلسلہ رہتا ہے۔ وہ اکثر شب کھا کھا نا بھی پیس کھاتے ہیں۔ کیلاش صاحب خوبصورت و رازد خوش طبع اور قابل جوان ہیں۔ شایہ میں تیس سال کی عمر ہوگی و دراکھماری کے ہم کوشہ اور موسیقی کے استاد ہیں۔ لیکن دونوں کے آپس میں دوستانہ تعلقات قائم ہوئے ہیں۔ وہ راکھماری سے بہت بے تکلفی اور محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جو راکھماری نہ ملا کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا۔ مگر وہ متعجب ضرور ہیں کہ کیلاش نے پیسنگ بھی کہ راکھماری شادی شدہ ہیں پھر یہ طریقہ کیوں اختیار کیا۔ وہ ان کے کہ کبتر بھی کچھ شبہ نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ وہ بہت قابل سمجھ دار اور نیک اطوار معلوم ہوتے ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب بھی ان کو سینہ کرتے ہیں۔ اور کوئی روک ٹوک نہیں کرتے وہ تنہائی میں گفتگوں سوچا کرتی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب بھی مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں میں اپنی جھوٹی طہین یا بیٹی کے چاہتے ہیں۔ اب جھوٹا سیٹھ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے دلی محبت رکھتا ہے اور مجھ کو بھی اس سے ہمدردی ہے۔ لیکن معلوم نہیں کیلاش صاحب کا خیال میرے دل میں کیوں رہتا ہے؟ مجھ کو تو ان سے ناخوش ہونا چاہیے کیونکہ ایک شادی شدہ لڑکی سے محبت کرنا ہرگز شرف نہیں۔ لیکن راکھماری تو نہایت شریف شخص ہے۔ نہ معلوم اس باہمی اختلاف کا نتیجہ کیا ہوگا کہیں میرے ڈاکٹر صاحب ناخوش نہ ہو جائیں۔ کہ یہ لڑکی بہت عجیب نکلی۔ ابھی ایک انبو سنگ و قابل نہ امت واقعہ گزر چکا ہے اور اب یہ دوسرا گل کھلا۔ وہ اسی سوچ میں کتاب ہاتھ میں لئے آرام کر رہی تھیں کہ سامنے سے سکراتے ہوئے کیلاش صاحب اپنی طرف آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ عجلت سے

اٹھ بیٹھیں اور کہا ”مستر کیلاش آج تو آپ بہت ہی جلدی شریف لے آئے؟“ وہ جلدی نہیں چارہنٹے دالے ہیں۔ رات کا کھانا تو یہاں سے مل ہی جاتا ہے۔ آج سوچا کہ جائے بھی نہیں۔ وہاں تنہائی میں کچھ اچھا نہیں لگتا۔ راکھماری نے سوال کیا ”تو آپ ریاست چھوڑے اتنے دنوں سے یہاں پڑے کیوں ہیں؟“ اب گھر جانا چاہیے۔ ”جانا تو ضرور چاہیے لیکن جی نہیں چاہتا آپ ابھی طرح دامن بجانے لگیں، تب واپسی کا خیال کیا جائے“ ”میرے دامن کا کیا ہے کوئی اور استاد مقرر کر جائے آپ کے گھر والے تو شایہ نکر مند ہوں گے“ ”نکر مند ہوں گے لیکن مانا جی پر کام کی بہت زیادتی ہوگی۔ میں وہاں جتا ہوں تو ان کو اس قدر کام نہیں کونے دیتا؟“ ”کیلاش صاحب آخر آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ جو آپ کو لودا ناجی کو آرام لے۔“ ”پیسنگ پہلے ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ پھر تسان کی طرف دیکھا اور کچھ خاموشی کے بعد جواب دیا ”وہ دن تو ابھی بہت دور ہے یا شایہ ناممکن بھی ہو“ ”پیسنگ راکھماری اٹھ کر بیٹھ گئیں اور سوال کیا ”کیوں پیکر؟“ آخر اس قدر ناامیدی کس وجہ سے؟ کیا آپ بھی کسی بگڑی شادی کرنا چاہتے ہیں، جو آپ کے شایان شان نہیں ہوں تو آپ اکلوتے فرزند اور والی ریاست ہیں۔ رانی صاحبہ کو آپ کی شادی کی کس قدر تمنائیں نہ ہوں گی؟“ ”ضرور ہوں گی مگر شکل یہودیش ہے کہ جس کو میں اپنی رفیق زندگی بنانا چاہتا ہوں میں بد نصیب اس کے شایان شان نہیں؟“ ”کیا وہ کسی بہت بڑی ریاست کی راکھماری ہے؟“ ”ریاستیں تو دونوں برابر ہوں گی لیکن راکھماری صاحبہ ایک تعلیم یافتہ مفرد اور بید خود داری۔ جن سے مجھ کو امید نہیں کہ زندگی میں شادمانی و کامرانی نصیب ہو سکے۔ آہ ترملا جی اچھے وقت میں آپ نے یہ نصیحت چھڑ دیا۔ چلے تھوڑا سا دھین کا میں پھر جائے نہیں۔ وہ دیکھئے کسی کالی گھٹا اٹھ رہی ہے۔ ابھی بارش ہونے ہی والی ہے۔ اس وقت آپ کو ایک برساتی گانا سکھائیں گے لودھ

خاموش تھیں، کیلاش بھی کچھ پریشان سے ہو گئے اور کہنے لگے۔
 ”نرلاچی ناراض ہو گئیں؟ میں نے تو اس دوستی اور عداوت کے
 بھروسے پر جو آپ مجھ سے کر رہی ہیں۔ اپنے دلی خیالات بیان کر دیئے
 اگر آپ کو ناگوار گزارا تو معاف کر دیں میں نے اذہم مجبور و بے اختیار
 ہو کر ایسا کیا۔“ راجکارا نے اوپر کو سر اٹھا کر بچیم نم کہا۔ لیکن
 ۔ ۔ ۔ کیا ڈاکٹر صاحب نے میری زندگی کی ٹریجڈی سے
 اب تک آپ کو آگاہ نہیں کیا؟ آہ میری پُر حسرت و پُر اہم داستان
 آپ کسی وقت ڈاکٹر صاحب سے سن لیں۔ پھر آپ کو اپنے یہ خیالات
 دل سے نکال دینے پڑیں گے۔“ راجکارا نے سراجھ کو سب معلوم
 ہے۔ آپ کی انہو سنسناک حالات زندگی سے میں بہ خوبی واقف
 ہوں۔ ڈاکٹر صاحب تو مجھ سے کہتے رہتے ہیں کہ اس غمزدہ لڑکی
 کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرو یہ بچاوی اپنے مل باپ سے
 ریاست سے ملیدہ ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے دیکھی۔“ پھر کیلاش
 صاحب ایسی ہیئت لڑکی سے دوستی کر کے آپ کو کیا حاصل ہوگا۔
 سوائے اس کے کہ دنیا بدنام کرے۔ اور بلاوجہ ہم سماج کے گنہگار
 ٹھہرائے جائیں۔ ڈاکٹر بچا پالے کا کیا ہے۔ وہ ہر حال میں میرے
 ہمدرد ہیں لیکن ہر کام کا پہلے انجام سوچ لینا چاہیے۔ یہ کہتے
 ہوئے وہ اٹھی۔ اور کیلاش صاحب بھی۔ اور باہر آکر بادلوں
 کی طرت دیکھنے لگے۔ آیا دانی اور چائے اٹھا کر لگی اور وائمن رکھ
 گئی۔ (باقی آئندہ)

نارنجیاد حیدر

قاصد

اس کو صحت اپنے فرض کا احساس ہے۔ صبح سے شام تک
 تمام دنیا سے بے خبر لیکن دنیا کی خبروں کا بوجھ اٹھائے ہوئے۔
 دیکھو تو جلا رہا ہے۔ کوئی انتظار کرے یا نہ کرے۔ سردی ہو یا گرمی
 کپڑے ہو کہ بارش۔ قدرت کے تندہ صرا س کو کبھی نہیں روک سکتے
 اگرچہ ہزاروں کے لئے خوشی اور غم کا باعث ہوتا ہے۔ مگر اس کو کیا
 کوئی خوش ہو یا ناخجیرہ اس کو تو اپنا فرض انجام دینا ہے۔
 ایس۔ بی۔ طاہرہ پشاور

بعد چائے پیس گئے۔ راجکارا ہی نے مسکراتے ہوئے کہا ”مشر کیلاش
 اس وقت آپ کو چائے کی بہت ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ آئیے پہلے
 چائے پی لیں پھر بچائیں گے۔“ انہوں نے گھٹنی بکائی۔ آیا حاضر
 ہوئی۔ تو چائے لائے اور ڈاکٹر صاحب کو بلانے کو کہا۔ فوراً ہی چائے
 آگئی۔ اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب ابھی سو رہے ہیں۔ ان دونوں
 نے چائے پی کیلاش صاحب نے بتایا کہ آج میں نے دن کا کھانا
 نہیں کھا یا تھا۔ اسی وجہ سے مینا بی تھی۔ یہاں آپ دونوں کے
 ساتھ کھانے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ اب تنہائی میں بالکل کھایا
 ہی نہیں جاتا۔ اور اتفاق کے سی وقت سینھ صاحب اور سردہ جی
 بھی موجود ہوتے ہیں۔ تو اور بھی اچھا معلوم ہوتا ہے۔“ راجکارا
 نے منہں کر کہا ”اچھا تو اب آپ دن کا کھانا بھی نہیں کھایا کیونکہ
 سردہ جی کو بھی بلالیا کریں گے۔ کاش اسی سے آپ کا غم غلط ہو سکے۔“
 ”آپ کا یہ خیال غلط ہے اور یہ کوشش بھی بیکار ہے۔ جہ غم تو جان
 کے ساتھ ہے۔“ مگر میں تو آپ کو کئی ماہ سے یہاں کافی خوش دیکھ
 رہی ہوں۔ اس وقت معلوم ہوا کہ آپ دل شکستہ ہیں۔“ آپ کا
 یہ خیال درست ہے۔ میرا جتنا وقت آپ کے ساتھ گزارتا ہے بہت
 اچھا گزارتا ہے۔ کوئی سمجھ نہیں سکتا کہ میں دیکھی ہوں۔ یہاں تک کہ میں
 خود بھی گزشتہ آلام کو بھول جاتا ہوں۔ خدا آپ کو خوش رکھے اور اس
 دنیا میں ہر سبز و کامران کرے۔ آپ کی دوستی و محبت میرے لئے
 ایک بڑی نعمت ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ کو آپ سے اس قدر
 انسیت کیوں ہو گئی ہے۔ اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کے
 محافظ و نگراں ڈاکٹر صاحب بھی ہماری دوستی کو ناپسند نہیں کرتے
 ورنہ زندگی دشوار ہو جاتی۔ راجکارا ہی صحت کرنا میں یہ عرض کرنے
 کی جرات کرتا ہوں کہ میری زندگی آپ سے علیحدہ ہو کر دشوار
 معلوم ہوتی ہے نہیں سمجھ میں آتا کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیے میں گھر
 جانے کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ ایک مدت تک اور اسی طرح آپ کو
 وائمن وغیرہ سکھایا کروں۔ زیادہ وقت میں گزاروں تو ممکن ہے
 کہ ڈاکٹر صاحب ناپسند کرنے لگیں اور میلا میلا آنا بند کر دیا جائے۔“
 مشر کیلاش کے یہ خیالات معلوم کر کے راجکارا ہی بہت گھبرائیں
 باوجودیکہ ٹھنڈی ہوا جل رہی تھی اور دلی بکلی ہونے لگی پڑا شروع
 ہو گئی تھیں مگر کو بیٹھا لایا تھا میں نے بچے کو جھک گئیں اور وہ بالکل

بڑھے لکھوں کی جہالت

ہیں۔ مگر دہی بڑے آج تک گرم کھلے نہ دیکھے نہ سنے۔ (۳)
گرم گرم نہیں ایسے سو قندہ پر گرم گرم کہتے ہیں اور عوام کی زبان میں
”گرم گرم“

ایک ادبی رسالہ کے ایک مضمون سے ہے۔
۱، نہ ہی کھانا کھا یا نہ ہی خاموشی کی وجوہات بتائیں۔
۲، خواہ کیا ہی حالت کیوں نہ ہو۔

۳، اس نے مجھے دس روپیہ دیئے ہوئے ہیں۔
زبان کے لحاظ سے بنیوں فقرے غلط ہیں۔ اس طرح لکھنے چاہیئے تھے۔
۱، کھانا کھا یا نہ خاموشی کی وجوہات بتائیں۔
۲، کیسی ہی حالت کیوں نہ ہو جائے۔
۳، اس نے مجھے دس روپے دے رکھے ہیں۔

ج نے جو ایک کالج میں اردو کی لکچرار ہیں۔ اپنی سچی کوتاہیا کہ۔
”ماسکوردس کا دارالخلافت ہے“

ایک ادبی رسالہ میں ”دارالخلافت“ پر یہ اعتراض ہوا تھا کہ
خلافت ہی نہیں دہی تو دارالخلافت کیسا ”گویا یہ کہنا صحیح ہے
کہ قسطنطنیہ سلطنت ترکی کا دارالخلافت تھا“ مگر یہ کہنا صحیح
نہیں کہ ”الفقرہ جمہوریہ ترکی کا دارالخلافت ہے“ لیکن اگر خلافت
قائم رہتی جب بھی ”کینسل“ کا ترجمہ دارالخلافت غلط ہے۔ خلافت
رہنے یا نہ رہنے سے ماسکویا روس کا تعلق کیا؟ دارالخلافت کی
جگہ دارالسلطنت یا دارالحکومت کہنا چاہئے مثلاً لندن
امریکستان کا دارالسلطنت ہے یا ”ہندوستان کا دارالحکومت دہلی ہے“
عید کاڑ یا اخباروں رسالوں کے عید تیرا تھا کر دیکھئے چاند کی شکل
بالمومل اس طرح نئی ہوئی ہوگی مصد کاتب، ادیب صاحبان یا
ناشران انہی آنکھوں سے اگر بھی چاند دیکھتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ چاند
کی گولائی دائیں طرف سے نہیں بائیں طرف سے شروع ہوتی ہے یعنی
عید کا چاند ہی نہیں ہر مہینہ کا چاند اس طرح کا نہیں البتہ
ہوتا ہے۔

ایک مشہور مصنف کے ایک افسانہ سے ہے۔

۱، ”اُس نے ٹاٹ پر درسی پھیلا کر اس پر چاندنی بکھا
کر اور چاندنی پر قالین ڈال کر کمرہ کو آراستہ پیراستہ کر دیا“
ب ”م“ اس کے ساتھ بمعہ اپنے سالان کے روانہ ہو گیا۔
ج ”ایسی پان دہان لڑکی“۔۔۔ آنکھوں کے
کھڈاں میں۔۔۔

د ”اب اس نے ایک آنے کے گرم دہی بڑے

خریدے اور۔۔۔“
۱، ”پیراستہ“ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ جو نقشہ
کھینچا گیا ہے وہ ”پیراستہ کرنا“ نہیں ”آراستہ کرنا“
ظاہر کرتا ہے۔ زیب و زینت یا زیبائش کے دو طریقے ہیں۔
بدنیالبد ضرورت چیزوں کا علیحدہ کرنا یا ہٹانا۔ ایک طریقہ تو
یہ ہے اور دوسرا کسی چیز کے یا چند چیزوں کے اضافہ سے
دلکشی بڑھانا۔ انگنی، دالان یا کمرہ میں بھٹا دو دینا یا ادھر
ادھر جو چیزیں بکھری پڑی ہیں انہیں ہٹا دینا۔ چھت کے جائے
لینا۔ برتنوں پر سے داغ دھتے دور کرنا۔ ناخن کترنا۔ بال کترانا
پیسہ ہوتی ہیں ”پیراستہ کرنے“ کی۔ مہندی لگانا ناخن منیٹ
کرنا۔ کپڑے ہٹانا۔ پاؤں یا سر پر لگانا۔ زیور پہننا۔ تکیہ پر غلاف چڑھانا۔
چاندنی پر قالین بچھانا۔ دروازوں پر پردے ڈالنا مکان میں سفیدی
کرنا یہ سب ”آراستہ کرنے“ کی صورتیں ہیں۔ دل ایک فقرہ میں
تین مرتبہ لفظ ”کر“ ہی نہیں (۳) درسی پھیلا (۲) اور (۴) آراستہ
ظاہر کرنے کے لئے قالین ”ڈالنا“ سخت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔
دری دیوار پر پھیلائی مگر کمرہ میں بکھائی جاتی ہے۔

ب ”ساتھ بمعہ“ کے کیا کہتے ہیں! سیدھی سی بات تھی
”م اپنا سالان لے کر اس کے ساتھ روانہ ہو گیا“

ج (۱) ”پان دہان غلط ہے۔ دہان پان کہتے ہیں۔ (۲)
آنکھوں کے کھڈوں میں نہیں مڑھوں میں لکھنا چاہیئے تھا۔
د (۱) قلمی بڑے۔ بکڑے پھلکیاں وغیرہ تو گرم ہوتی

خانہ داری

(جس میں نگار کبھی آرائش بھی شامل ہی)

کون تک جا پہنچی ہے۔ اس طرح ایک شخص کا صرت ایک پہلو گول کو نظر آنے لگتا ہے۔ کوئی یہ کوشش نہیں کرتا کہ اس غریب کی پوری تصویر دیکھی جائے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی کے متعلق خیال کر لیا جائے کہ اس کی ایک آنکھ ہے۔ ایک کان ایک ہاتھ۔ اور ایک ٹانگ۔ گو یا نصعت آدمی ہے۔ اور یہ بالکل فضول اور خیر خیال ہے جس پر سب کو منہسی آئے گی۔ تعجب ہے کہ کسی شخص کی صرت جبرائی سن کر اسے عیب دار سمجھ لیا کہوں منہسی تنے کا باعث نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں انسان آباد ہیں۔ کسی کی تصویر دو دروں سے خالی نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ دونوں رخ کسی شخص کے دیکھے جائیں۔ اور یہ اسی وقت میسر ہو سکتا ہے۔ کہ ہم خوب بات چیت کریں۔ جس سے اصل کیفیت خود بخود عیاں ہو جائے گی۔ اور جبرائی کی بینہ معلوم ہو جائے گی۔

آرام سے خوبصورتی جس طرح استعمال میں آنے والی چیزوں ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح آرام لینے سے ہم درست ہو جاتے ہیں اسی پر تئیدہ کی صحت اور موجودہ خوبصورتی کا انحصار ہے عام طور سے عورتوں کا یہی طریقہ زندگی کہ وہ مغزوں جینڈل پر اہم کام کے حل جاتی ہیں۔ اور رنگ کے آرام لینے کو فضول سمجھتی ہیں۔ بہ بُری عادت ہے جب کسی خاص ضرورت سے کوئی کام پر خاص طاقت اور محنت مہر ہو تو آپ کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ قدرت کس طرح آپ کی مدد کرتی ہے۔ آپ کو خود تعجب ہو گا کہ آپ کی زندگی اس تمام عزت و شہت برداشت کرنے کے قابل ہیں۔ آپ خوش ہوتی ہیں بلکہ آرام نہ لینے کے باوجود آپ کو زیادہ کام میں مزا آتا ہے اور آپ کو کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ مگر جب وہ کام کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کو یکایک تنگ اور ماندگی معلوم ہونے لگتی ہے اور آپ مدد قرہ کا کام بھی نہیں کر سکتیں۔ اور تنہا آپ آرام لیتی ہیں اتنی ہی زیادہ تھکی تھکی معلوم ہوتی ہیں۔ یہ ایک پر یک کیفیت گزرتی ہے۔ قدرت

پر کوساٹ کے چند فوائد۔ پروکسانڈ آف میڈر و جن ایسی مفید چیز ہے کہ اسے گھروں میں رکھنا ضروری ہے۔ یہ کئی کام آتی ہے آدھی چھجیہ کان میں ڈالنے سے سیل کھل جاتا ہے اور تکلیف دے رہا ہو، نرم پڑ جاتا ہے اور نکل جاتا ہے۔ اسے جندھنے کان میں پڑا رہنے دیا جائے۔ بعد میں اُٹلا ہو گرم پانی پککاری کے ذریعہ نرمی سے کان میں پہنچا جائے۔ اس بانی میں پیسے ایک ٹکی بانی کارپونٹ آف سوڈا (یعنی پکانے کا سوڈا) ملا لیا۔ اگر ایک دفعہ میں تکلیف دور نہ ہو۔ تو یہ عمل دوبارہ کیا جائے۔

پروکسانڈ سے جلد کی کھال کی سمیت بھی دور کی جاسکتی ہے اور خون کی خرابی سے جو جھے جلد پر پڑ جائے یا کرتے ہیں جاتے رہتے ہیں۔ اسے ذرا کم کر اور صرت اسی جگہ لگایا جائے جہاں داغ ہوں کیونکہ کمزورت سے لگانے سے جلد کو خشک کر دیتی ہے۔ سگریٹ یا حقہ پینے والوں کی انگلیوں پر پیسے دھتے پڑ جائے یا کرتے ہیں اسے نرم روئی سے دھبے کے مقام پر رگڑا جائے اور دھبے کے مقام پر ہی لگایا جائے۔ پندرہ منٹ اسے لگا رہنے دیا جائے پھر ٹھنڈے پانی سے دھوا دیا جائے۔ اس کے بعد ہاتھوں پر کولڈ کریم لٹنی چاہئے۔ اور پھر معمولی طریقہ کے مطابق انہیں دھو لیا جائے۔ اگر دھبے زیادہ عرصہ سے قائم ہیں تو یہ عمل چند بار کرنا پڑے گا۔ تب وہ بالکل جاتے رہیں گے۔

عورتیں باتوں کی بہت شائق ہوتی ہیں۔ جہاں چند بات چیت عورتیں جمع ہوں، ہر طرح شہزاد ہونگی بعض نازک داغ عورتوں کو یہ تہہ معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ سرکڑو کر پڑ جاتی ہیں۔ کہ جلا۔ عام طور سے زیادہ بولنے کو عیب بھی لگایا ہے مگر عذر سے دیکھا جائے تو یہ بات حقیقت بڑی اہم بحث ہے۔ طریقہ ذرا مختلف ہونا چاہئے۔ آج کل تو عادت یہ ہے کہ کسی کا کوئی عیب معلوم ہوا۔ یہ دیکھے بغیر کہ اس میں کوئی صداقت بھی ہے یا نہیں فوراً اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ اور وہی بات ایک کان سے دوسرے

کا مطالعہ ہوتا ہے کہ اب آدم کو دیکھو کہ روزانہ کی طاقت سے زیادہ خرچ ہو چکا ہے۔ اگر آپ نوجوان اور تندرست ہیں۔ تو تھوڑے وقت میں آپ تھیک ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر آپ کی عمر زیادہ ہے، آپ کی صحت درست نہیں یا آپ عصبی مزاج کی بی بی ہیں۔ تو آپ اپنے جسم کی مکمل طور پر پوری نہیں کر سکتیں اسی لیے ابھی ہمیں روزمرہ کام کے ساتھ ساتھ آرام لینے کی تاکید کیا کرتے ہیں کہ محنت کے زمانے کے بعد ہفتہ دو ہفتہ ہم مکمل آرام کر لیا کریں تاکہ صحت درست ہو کے ہمیں بھلائی پیدا ہو۔

آرام لینے کی بھی ایک ترکیب ہے۔ اور جب ہمیں یہ آجائے تو پھر ہمیں آرام لینا معلوم بھی نہیں ہوتا۔ یہ خیال سے شروع ہوتی ہے۔ خیال یہ ہونا چاہیے۔ مجھے ذرا آرام لینا ضروری ہے۔ دوسری ضرورت یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کس قدر خستہ و انداز ہیں۔ سر چکر رہا ہو، بدن دکھ رہا ہو۔ دل سست ہو پس یہ ظاہر ہے کہ آپ کو آرام کی سخت ضرورت ہے۔ اس صورت میں آپ کو آرام لینے سے پہلے چند حرکات کی ضرورت ہے۔ اسروں نے ایسی حالت میں تھکے ہوئے اعضا کو اوتھکانے کی حرکات کر کے کی ہدایت کی ہے مثلاً بستر پر چپ لیٹ جائیں۔ سر کے نیچے کچھ رکھ لیں۔ اور بائیں جسم کے متوازی۔ اپنی کلائی پر سہارہ دے کے جسم کو اسی طرح اٹھائیں کہ محراب بن جائے جسے آپ گوریٹھ کے دونوں طرف دکھ معلوم ہونے لگے۔ ایک منٹ ٹھہر کے دھڑام سے گر پڑیں۔ اور بائیں کو جہاں وہ گریں گر جانے دیں اسی وقت آپ کی گردن کندھوں کو دھیلنا بن معلوم ہونے لگے گا اور آرام آجائے گا۔ مرنے والے پتھوں کی ابتدا پیٹ کے خوب اندر سے کر کے کرتے ہوئی ہے۔ ان کے تھکنے سے راتوں، ڈھڈھی اندر گردن اور معدہ کے مقام پر تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے۔ سدرجہ ذیل ورزش سے جو شروع میں سخت معلوم ہوگی۔ یہ جاتی رہے گی۔ اس کے لئے دھکار کی ضرورت ہوگی۔ زمین یا سخت فرش پر چپ لیٹ جائیں گھٹنے کے پاس بائیں ٹانگ موڑیں۔ دھکار گھٹنے سے ذرا اوپر لان پر روکنے کا دباؤ ڈالے جب آپ اپنی ٹانگ جس قدر ممکن ہو اوپر اٹھا سکیں۔ فوراً زمین پر گرا دیں اور پتھوں کو بالکل ڈھیلا دلایں دائیں ٹانگ کے ساتھ بھی اسی طرح کریں۔ محرابی ورزش کے بعد یہ عمل کیا جائے۔ اب آپ چپ لیٹ کے بغیر تکیہ سر جائیں۔ اگر

نیز مشکل سے آئے تو اس طرح پتھیں۔ کہ آپ کے پاؤں سر سے بند کسی چیز پر رکھے رہیں اور اپنی بائیں کو کھینچ کر پتھیں دھالی پتھوں میں والیں۔ رسی وغیرہ سے ہم سر اوپر کر کے لئے دھکا سہارا اور پاؤں کے لئے ابھی جگہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جب بدن ڈھیلا ڈھالا معلوم ہوئے لگے تو آنکھیں بند کر کے اپنے دل سے کہیں، آدھ گھٹنے تک مینا میں کچھ ہی ہوتا رہے مجھے آرام لینا ضروری ہے اور خیالات سے دماغ کو خالی کر دیں۔ ہر روز سہ پہر کو تین بجے کے قریب بالکل سہ گھر ہو کے آرام کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔

آئینہ دیکھنا عورتوں کو بیشتر آئینہ دیکھنا نہیں آتا۔ آئینہ میں چہرہ کا آئینہ دیکھنا عکس پڑا۔ آنکھ سے آنکھ ملانی پسلی ہو گئی چہرہ ٹھیک ہے۔ آئینہ دیکھنا بھی ایک فن ہے اور اسے خوبصورتی سے نبھایا جاسکتا ہے لیکن یہ فی زمانہ عورتوں کی ایک بے معنی روزمرہ کی عادت ہو گئی ہے۔ آئینہ میں صداقت کا عکس دیکھنا چاہیے۔ آئینہ ہی وہ ذریعہ ہے جو چپ چاپ ذاتی نقائص کو ظاہر کر دیتا ہے جن کے دور کرنے کی طرف فوراً توجہ کرنی چاہیے۔ اور ان خوبیوں کو بھی بتلاتا ہے جن کو قائم رکھنے کی ضرورت ہے آئینہ محض دل خوش کرنے اور ذاتی فساد کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ آئینہ کا مقصد یہ ہے کہ دیکھنے والا غور سے اپنے خدو خال کا مطالعہ کر کے اپنی دکھتی دریا نش بڑھائے۔ آئینہ میں اپنے دھن، ہونٹ اور جڑے کے خطوط کو بولنے جانے کے انداز و آہن بان کو چلنے پھرنے اور طرز و طریقہ کو بٹھانے کے وقت دیکھنا اور اس پر غور کرنا چاہیے حجت میں تیز روشنی کا بلب، الٹا کے آئینہ پر کافی دانی روشنی ڈال کے اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے۔ روشنی کی تیزی میں معلوم ہو جاتا ہے کہ جلد کے سن مقامات میں گھار کی کمی ہے اور پتھر وغیرہ خوشنما سے نہیں لگائے گئے اور آئینہ گھاری مقامات کو بالوں کی حد تک لے جا کے اس میں سادیا گیا ہے یا نہیں اور آیا بالوں کی تہیں جنہیں روشنی میں نمایاں ہونا چاہیے اس حالت میں ہیں کہ وہ خوبی نظر میں نہیں آتی اس طریقہ سے اور کئی بائیں آپ کی نظرس جھانپیں گی جو اس صورت میں ممکن نہ تھا کہ آئینہ پر بھی روشنی پڑتی رہتی۔ آئینہ دیکھنے کے فن کو چہرہ کے علاوہ گھار کے ہر پہلو کے لئے خوبی استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ جو تیاں۔ جوابیں با جامہ کلائی کی گھڑی اور چڑیاں وغیرہ کی مورد نیت اس سے جانچ جاسکتی ہے آئینہ میں

سیرین

بڑے آدمیوں کی صحت تندرستی ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ چھوٹا ہو یا بڑا شخص کو صحت کی ضرورت ہے جس طرح انجن کو ایندھن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح دماغ کو تندرست بدن چاہیے دماغ اچھا ہو، صحت خراب ہو، وہ اسی طرح بیگا رہو گا جس طرح اچھے پرزوں والا انجن بغیر ایندھن کے ناکارہ ہے۔ دنیا کے مشہور مشہور آدمیوں نے ذہانت اور طباطبائی کی تعریف کی ہے کہ وہ صحت کا نام ہے جس سے دماغ اپنی اچھلی کود دکھاسکے، دنیا کے کچھ بے زمانہ کے بڑے آدمیوں کی چند مثالوں سے یہی پایا جاتا ہے کہ وہ سب کے سب تندرست اور تندرست امرسن مصنف کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس میں ایک ایسی شان تھی جو آدمیوں میں نہ پائی جاتی تھی، وہ شخص کو دیکھ کے عیسوس ہوتا تھا کہ وہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ اس کی طاقت اور اعصاب اور جوڑوں کی موزونیت اس کے دل و دماغ کے نمایاں تھی۔ گیتے ذہنی اور مہمانی طور پر کل انسان تھا۔ ٹیسن ورڈس وڈہ سادھی بائرن بہت خوبصورت اور موزوں جسم کے آدمی تھے۔ والٹر سکاٹ مضبوط اور خوبصورت شخص تھا۔ بڑے آدمی ہمیشہ لمبے ترنگے یا بڑے تن و توش کے آدمی نہیں ہوتے۔ ان کے قدموں درمیان ہوتے ہیں۔ ایسے قدم مہمانی قوت موزوں طور سے قائم رہتی ہے

ہولین ایکسی کام میں اٹھارہ گھنٹہ لگا سکتا تھا۔ آٹھ گھنٹہ روزانہ کا دن اس کے لئے مقصود نہ تھا۔ اسے کبھی صبح جس دیکھا گیا۔ اس کا دماغ ہر وقت چبوت رہتا تھا زیادہ محنت غصہ یا زبردست سے زبردست ورزش کے بعد بھی اس میں آثار ماندگی نمودار نہ ہوتے تھے۔ اس کے ایک وزیر نے کہا کہ کچھ عیس کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے لوہے کے جسم و مزاج کی ضرورت ہے۔ دن بھر گاڑی میں سفر کرنے کے بعد اترتے ہی ہمیں گھوٹے پر سوار ہو کے بعض دفعہ بس یا بارہ گھنٹے متواتر زمین میں رہنا پڑتا۔ اپنے چالیسویں سال میں وہ سارے پانچ گھنٹے میں بغیر کاب کے نوے میل سوار چلا جاتا۔ اس کے ڈاکٹر پرسی نے کہا کہ وہ لوہے کا آدمی تھا۔ اس کی رومج اور جسم دونوں لوہے کے بنے تھے ہمیشہ گھوڑے پر سوار۔ موسم کا دھیان نہیں، مہلوں میں رکھے آسان کے نیچے فزکس

ہو جاتا۔ دس آدمیوں کے برابر کام کرتا۔ بیمار و معلوم ہوتا نہ تھا۔ اس کے دشمن بھی کہتے کہ وہ چار آدمیوں کے برابر کام کرنے کی قوت رکھتا تھا۔ بڑا ڈنگ مضبوط صحت کا منارہ تھا، ہمارے مدرسہ میں سیکرٹریز بھاگت اور گیند کا سیکرٹ اچھا کھلاڑی تھا، وہ عمدہ سوار اور پیدل چل کے نہ ٹھکنے والا آدمی تھا۔ ہم ۸ سال کی عمر میں اس کے دماغ نے کام کرنا چھوڑا۔ ورڈس ورڈ ۶۰ سال کی عمر میں اس سے تیس میل تک پیدل چلا جاتا، پہاڑ پر چڑھنے میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ گیتے کھیلوں میں بازی لے جاتا۔ وہ دن رات برت پر پھست رہتا وہ دسبر کے مہینہ میں تیرتا رہتا۔ اسی سال سے زیادہ کی عمر میں اس نے اپنی بنایت اعلیٰ تصنیفات کیں، یونان کا عالم چرچورس سن کیمرج سے لندن ۵۲ میل اکثر پیدل چل کے شام کو اپنے کلب میں شریک ہو جایا کرتا۔

بعض بڑے آدمی خوب کھانے پینے والے بڑوں کی نیند اور خوراک آدمی تھے۔ بالکل اسی جی کی طرح جس میں زیادہ ایندھن سائے اور وہ چل کے زیادہ کام کرے مگر بڑے آدمی زیادہ تر اپنے کھانے پینے کی طرف سے بہت بے پروا رہتے ہیں۔ ذہنی خوش خور نہیں پائے گئے، ان کی توجہ بڑے معاملات کی طرف رہتی ہے۔ ہولین اپنے ابتدائی ایام میں کھانے کی طرف کم دھیان دیتا تھا۔ وہ جلدی جلدی کھاتا تھا۔ سات سے بارہ منٹ میں وہ دماغ ہو جاتا تھا۔ اسے سادہ غذا پسند تھی، اسے چونرل کا گوشت، مچھلی بھنا برا بکری کا گوشت، بین کے والے وغیرہ بہت محبوب تھے کام کے بیچ میں چاکرلیٹ یا برت کا پانی یا مشربت پیا کرتا تھا بادشاہ ہونے کے بعد اسے میسر کی کاشت ہو گیا۔ زلیہ خوراک سے اس کا بدن بھاری پڑ گیا۔ مگر وہ اپنے زمانہ کو دیکھتے ہوئے اعتدال سے کھانے والا مشہور رہتا۔

بڑے آدمی بعض اوقات اپنے کام میں اس قدر مصروف ہو جاتے ہیں کہ انہیں کھانے کا ہوش نہیں رہتا۔ اور بعد میں اس کی کمی پوری کرنی پڑتی ہے۔ بلزاک اپنی نظموں کے لکھنے کے وقت اٹھارہ

میں سکھ انیسویں صبح ہوئے۔ انہوں نے دیوان کے اذن تالاب صاف کرایا اور عمارات درست کرائیں۔ اسی سال احمد شاہ نے پہلو عمارت کو گرا دیا۔ ۱۷۶۷ء میں سکھوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ ان کے سردار پھر امرت سر میں جمع ہوئے اور انہوں نے اپنی سلطنت اور اپنے مذہب کے غلبہ کا اعلان ایک سکھ جاری کر کے کیا۔ ۱۷۷۰ء میں رنجیت سنگھ نے انیسویں کی خاص خاص عمارت کی مرمت کرائی۔ اور گوہر دارہ پرنسپلر گلٹ کی چادر کی حجت ڈال کر تالاب ۵۰۰ فٹ مربع ہے اور نہر سے اسے بھرا جاتا ہے۔ بیچ میں ایک چوتھرہ پر دربار صاحب کی عمارت ہے۔ سامنے کے دروازہ پر چاندی مندرھی ہوئی ہے۔ اور اس میں طرح طرح کا جڑاؤ کام ہے۔ اس میں رنجیت سنگھ نے مغبرہ جیا جیگر اور دیگر شاہی عمارت کی ٹھکاریاں اور سنگ مرمر وغیرہ اکھاڑ کر لگوائی ہیں۔

پنجاب کے پٹنیاں انگلستان میں کٹوں پٹیکس سب سے پہلے ۱۷۹۷ء میں لگا گیا۔ اس وقت اس کی فرانس ہالینڈ اور ہسپانیہ سے جنگ ہو رہی تھی۔ اخراجات کے لئے جو ٹیکس ملک میں جاری کئے گئے ایک بھی تھا۔ یہ بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اور دو چار دفعہ پھر جاری کیا گیا۔ حتیٰ کہ ۱۸۶۷ء میں کٹوں کے ٹیکس کا سلسلہ جاری ہوا۔ کٹوں کے مالک ہر سال تقریباً ۱۰ لاکھ روپے ٹیکس کے ذریعہ حکومت کو ادا کرتے ہیں۔

انگلستان میں رواج ہے کہ جب نیا چاند ٹھکانا ہے تو اسے دیکھ کے سکھ کو ٹپ کے دیکھتے ہیں۔ اس کے تین مطلب ہیں۔ بد جز کے بڑھاؤ اور گھٹاؤ کو دیکھتے ہیں۔ تمام دیتاؤں کی مال ایسپس کو خوش کر کے وہ اپنے لئے خوش نصیبی کی ضمانت لینا ہے۔ اور وہ صرف عرب قدیم کے لوگوں کے ساتھ وہ اپنا حشر قائم کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ پانی کے قریب پہلے لیانہ کے سب لوگ یہ اعتقاد رکھتے کہ ایسپس کو مدد جز پر قدرت حاصل ہے اور اس کا نشان نیا چاند یعنی ہلال ہے۔ سکھ پٹنے سے وہ اس کے پانی پر اقتدار ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اسے خوش کر کے خوش قسمت بن جائیں۔

ہنترے بے سن جہاں ایک شخص نے اپنی ۱۲ برس کی عمر میں ۶۹ سال تک قطرہ پانی کا پیا۔

محمد ظفر

سے میں ٹھنڈے تک روزانہ ہفتوں مصروف رہتا کسی سے نہ ملتا بہت کم کھلتا تہہ ٹپکیوں سے پی لیتا۔ اپنے جسم کو غسل سے ترقا نہ کرتا۔ اس میں وہ پورا ٹھنڈے پانی کے ٹپ میں بیٹھا سوچتا رہتا۔ اسی ایک مصروفیت کے بعد وہ ایک دفعہ متحہ چھٹا اور دلوں مندرجہ ذیل چیزیں منگا کر سب کی سمجھ بچ کر لیں۔ منگتہ ڈاٹھلی، گوشہ کے بارہ بارچے ایک جہان مرخانہ، بھنے ہوئے دو تیر، ایک سفید چٹنی چٹنی، ٹھانیاں۔ بارہ سے زیادہ ٹھنڈے پسندیدہ شراب کا جام۔ تہوہ اور پانی۔

بڑے آدمی گوشت کی طرح مشروبات میں اعتدال نظر رکھتے ہیں۔ شراب سے بچتے ہیں۔ اس لئے کہ اس سے فائدہ نہیں۔ صحت ابھارتی ہے جس کا بعد میں مبرا اثر محسوس ہوتا ہے۔ شراب کا اثر انقص یہ ہے کہ خیال کی بجائے آدمی لفظ پر گرتا ہے بڑے آدمی عموماً کم سونے ہیں۔ تاکہ جانتے ہیں سے زیادہ اپنا پسند کام کر سکیں۔ گیتے گہری نیند سوتا تھا۔ وہ اس جب چاہتا اور جس جگہ پسند کرتا سو جانا چننے ٹھنڈے کام کر کے وہ لیٹ جاتا اور چند سکند میں غافل ہو جاتا۔ پندرہ میں منٹ سو کے وہ فوراً اٹھ بیٹھتا اور پھر جوش و خروش سے کام میں لگ جاتا بعض بڑے آدمی کمزور صحت والے بھی ہوتے ہیں۔ گویے اور شاعر بھی بالعموم فوجیوں کی طرح مغیور پائے جاتے ہیں۔

دربار صاحب امرتسر امرت سر کی بنیاد ۱۷۹۷ء میں گورو اور گورو رکھی۔ اسی شہر کا نام امرت سر یعنی دو ام کا تالاب ہو گیا گورو رام داس ذات کے کھتری تھے، شاہنشاہ اکبر ان کا بڑا ادب کرتا تھا۔ اور اس نے ان کو ایک قطعہ زمین جاگیر کے طور پر عطا کی تھی جس کے اندر انہوں نے ایک تالاب بنایا اور اسی کے گرد امرت سر آباد ہوا۔

گروہ دو اولیٰ اور جونیئر میں کے دس مجموعہ کو شروع میں رام داس پورہ کہتے تھے۔ گورو دھرم سکھوں میں بڑے نامی گزرتے ہیں اور ان کا وہ بڑا احترام کرتے ہیں مگر کوئی خاص مذہبی کارنامہ یا تعلیم ان سے منسوب نہیں کی جاتی۔ انہوں نے امرت سر کو اپنے جانشینوں کا صدر مقام بنایا جو بعد میں دنیا کا ایک مشہور شہر اور سکھوں کے جاتہ کا بڑا زبردست حلقہ بن گیا۔

۱۷۶۷ء میں احمد شاہ ابدالی کے لڑکے تیمور نے سکھوں سے ۱۷۶۷ء میں کو خالی کر لیا اور عمارات توڑ کے تالاب بھر دیا۔ ۱۷۶۷ء

اگر آپ

ہمیشہ مرجھاتی ہوئی سی رہتی ہیں۔ مکر اور پندھیوں میں درد رہتا ہو کام کاج سے جی گھبراتا ہے کھل کر ہنوک نہیں لگتی چہرہ کا رنگ زرد رہتا ہے اٹھتے بیٹھتے جھکاتا ہے خاص دلوں میں خاص محالیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ آپ اندرونی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ان تمام تکلیف کے ازالہ کے لئے غرض زلیخا پلیر کا استعمال شروع کر دیجئے۔

یہی ایک دوا زمانہ امراض میں پورے اطمینان کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے۔ قیمت مکمل کورس ڈھائی روپیہ علاوہ محصول ڈاک دی بجاری طبی لیسرچ کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۷ دہلی

پیاری نجمہ کئی روز تمہارا چہرہ خراب کیا؟

اس سے دس بارہ روز پہلے تو یہ چہرہ چاند سا چمکتا تھا۔ اب بہن رضیہ خدا معلوم کئی روز سے چہرے پر جھانپیاں اور مہلے کیسے نکلتے ہیں نے کئی صاحبہ ہسپتال ہی کے رگڑ نہیں جلتے۔ پیاری نجمہ آج میرے کہنے سے تم

پیری جمال صاحبہ

کا استعمال شروع کرو۔ یہ صاحبہ حکیم صاحب کی ایجاد ہے جلد کو رشیم کی طرح لاکھ اور لاکھ کی تہی کی طرح سرخ سفید بنا دیتا ہے اور چہرے کی جھانپیاں اور مہاسوں کا دشمن ہے خوشبو بھی دل پسند ہے رشیمیاں اس کی تھوپی جریہ فی کج نہیں ٹھیک صرف ایک روپیہ۔

مومن سنو کریم

جوشا اہل شان و شوکت سے اپنے مفید فوائد کے ساتھ تیار ہوئے ہیں اس کے چند روزہ استعمال سے جھانپیاں مہاسے درد ہر چہرہ مثل حور کے نکل آتا ہے خوشبو لا جواب ہے۔ فی شیشی ایک روپیہ

پتہ حکیم محمد یعقوب خاں مالک دوخانہ نورتن فرخخانہ دہلی

بہنوں کے لئے عظیم الشان رعایت

بہنوں کی ہستہ ماکو مد نظر رکھ کر ہر اس عظیم الشان رعایت کا اعلان کرنا پڑا۔ رعایت محض ایک ماہ تک رہی لہذا ہمیں جلد اس موقع سے مستفید ہونا چاہیے۔ ہمیں نہیں کہہ سکتے کہ یہ رعایت کتنی ہی لاکھ ہونے لگی۔ مگر کئی ہونے لگی۔ چہرے کی دھت کو نکال کر سرخ و سفید بنا دیتی ہیں لاکھ سال کم کر دیتی ہیں۔ بعد میں ماہ برا دوا ہے۔ عبرتی روشن ہے۔ فازہ مانی فی پڑھتے۔ تمام جسم کو نکھار کر بالکل صاف بنا دیتے ہیں۔ ذرا بادل سیاہ سفوف لاکھ پھر رائے ایک سال سفید ہوں گے۔ کیا کہنے کا بغیر نہیں ہے۔ سر دھونے کا سفوف سکاٹی ہے۔ ان کے استعمال سے سفید بال سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ کبھی سفید نہیں ہوتے۔ گوئی کہ باہل ہوا ہوا کھڑا خاص مساکو ہیں۔ ان خاص لکھونی پڑھتے۔ کیر نکوریا محراب الجرب لاکھ ہے اس کے استعمال سے اس موزی مرض کی ہمیشہ کے لئے ٹھیک ہو جاتی ہے۔ کیر دانغ دھان ہے۔ فازہ دانغ دھان ہے۔ ان کے استعمال سے چہرہ بالکل صاف اور کھرا آتا ہے۔ کچھ نہیں ہوتا۔ جلدی پٹ بھگا کر خد کی بغیر محراب خوب خاص کچھ مٹا پڑھ کر کے کچھ اور دیتے ہیں اس کے استعمال سے مٹا پڑھ کر جسم لہکا ہو جاتا ہے۔ کیر دانغ پانچ پن لکھ۔ اس کے استعمال سے خدا صاحب لاکھ دیتا ہے۔ برسنو فی نسخہ ہے۔ کو سخت شول جھوٹی بناتی ہے۔ کیر دانغ پانچ پن لکھ۔ اس کے استعمال سے دانت مسوڑھے مضبوط اور صاف ہو جاتے ہیں۔ کیر دانغ کیل دہلی ہے۔ دور ہو کر چہرہ صاف نکل آتا ہے۔ کیر دانغ دھان دھانیاں کچھ کیر حلو اپنے یہ دھان کھڑیوں لوفین کو دھو کر کھاتے رہتے ہر روز میں بھر مفید ہے۔ کیر دانغ مسوڑھا سال کم کر دیتے۔ پہلی ہی خوراک میں ہسٹرا کے مہلک دورے بند ہو جاتے ہیں۔ کیر کر کر کے ہسپتال سے کمر پٹی اور نہایت خوبصورت ہو جاتی ہے۔ محراب اور بے ضرر ہے۔ نیز جلد پوشیدہ امراض کی مجربات تیار کر کے دی جاتی ہیں۔ جواب طلب امور دہلی شہر کے لئے اور کالکٹ آتا ضروری ہے۔

المشقر ایس جے بگم صاحبہ ڈیو ماہولڈر طب، کھرڑ ضلع انبالہ

دو بین

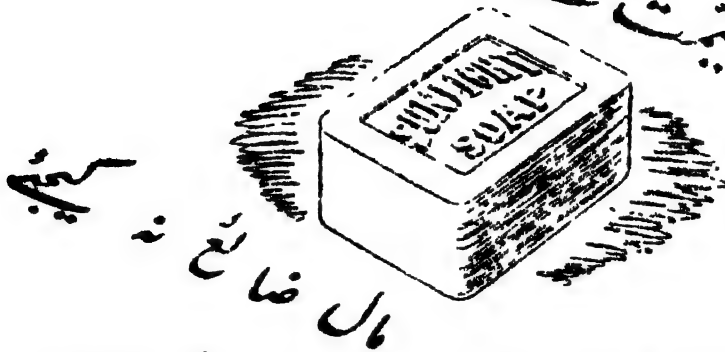
میں ۲۲ ہزار سال سالانہ ۲۰ سال تک زیادہ رہنے کا اقرار کیا ہے۔ حیرت ہے کیا فن لینڈ سے صلح ہو گئی ہے؟

اٹلی کی جنگ نیپلز فتح کو لینے کے بعد اتحادی فوجیں برابر بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن رزمہ کو آسانی سے خالی نہ کریں گے۔ بلکہ اس کا محاصرہ کئے جانے کے لئے تیار رہ کر رہے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ پوب کو گری اور تمام پر منتقل کر دیں۔ پوب جرمنوں کی اس چیرہ دستی سے خوش نہیں مگر اسیری کی وجہ سے اس کی زبان بند ہے۔ سوینی ایجنڈا وزارت تربت کر چکا ہے اور اس نے اپنا مستقر سرحد جرمنی کے قریب بنا لیا ہے۔ وہیں وہ نیا ہوائی دستہ تیار کر رہا ہے۔ حکومت بدلیو نے شاہ عازیل کے حکم سے اٹلی کی جانب سے جرمنوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ اتحادیوں نے اسے شریک جنگ کی حیثیت دیدی ہے۔ مگر سلاویہ واسے اس بات سے ناراض ہیں کہ کہتے ہیں کہ جس عالم نے اس جنگ میں اُن کو تحفہ مشق بنایا ہو مگر اس قابل نہیں کہ اُسے اپنا رفیق جنگ بنایا جائے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ جنگ سے اتحادیوں کو کوئی مادی فائدہ نہیں پہنچ سکتا البتہ اٹلی کے فوجی اپنے سابق رفیق کے جنگی راز اتحادیوں کو بتانا کہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ گو اس کے متعلق بھی انہیں شبہ ہے کہ چونکہ کچھ عرصہ سے جرمنوں کو اطالویوں پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ اس لئے جس طرح وہ آج کل اپنے ساتھی اطالویوں سے اہم جنگی معاملات پوشیدہ رکھتے ہیں اسی طرح ان دنوں اٹلی کو جنگی امور میں اندھیرے میں رکھے ہوئے ہوں اطالویوں کی جنگی قابلیت میں بھی ماہرین کو شبہ ہے۔ جرمنوں نے جزیرہ کورسیکا خالی کر دیا ہے جس پر اطالویوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اٹلی کے مقبوضات میں سے جزائر مدیڈی کاٹی کے متعلق جرمنوں نے پچھلے ماہ جرمنوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ بائیں خبر آئی کہ ایک پراگمینیڈ نے قبضہ کر لیا کہ اس پر جرمنوں نے جھڑپوں سے فوج اتاری اور ہوائی جہازوں سے جنگ کے اس کو برطانیہ نے جھین لیا یہ بھی ان جہازوں سے تھا اور ترکی ساحل سے صرف ہازیل کے فاصلہ پر ہے۔ ان جہاز پر کسی دوسری سلطنت کا قبضہ نہ کر کے لینے کا مقصد ہے۔ گو ایک ہینٹل اس کے سینہ پر تان دیا ہے۔

میدان روس جرمن فوجیں روس کے میدان کارنار کے برابر پیچھے ہٹتی چلی جا رہی ہیں۔ جرمنی کے سرکاری حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے اورل خارتانت۔ ٹخن روگ اور سمولنسک اگر وقت پر خانی نہ کر دیئے جاتے تو گو یہ مقامات مصر تک قبضہ میں رکھے جاسکتے تھے۔ مگر جرمن فوجوں کا نقصان زیادہ تھا۔ وہ گھر کے تباہ ہو جاتیں جیسے کہ مصر کے شالین خزاں میں ہو کہ کساری فوج کٹ کٹ کر گئی اور پ۔ سالار بھی اس قدر زخمی حالت میں اسیر ہو سکا کہ وہ ہل چل نہ سکتا تھا۔ اب روسی فوجیں پولینڈ اور بالٹک دروازے کھٹکھٹا رہی ہیں جرمنوں نے کریمیا میں جزیرہ ناتمان خالی کر دیا ہے۔ گول اور خوتو تقریباً فتح ہو چکے ہیں زینورور سے بھی جرمنوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ نیپرو پٹرودسک جہاں کا عظیم الشان بند روسیوں نے جلا گتہ وقت بارود سے اڑا دیا تھا اور جس کی دھماکہ کرن کے نزدیک زمینوں کی آجپاشی ہوتی تھی اور جس کے متعلق روسی ہینڈوں کے وعدے تھے کہ جرمن ہوائی برس تک اس کی مرمت نہیں کر سکتے اب روسیوں کے قبضہ میں آچا جتا ہے۔ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جرمن اب روسی علاقہ چارولا چار جھوٹے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ دو ایندین اس کے گھلار بٹ پھیل رہی ہے۔ کیونکہ روس کے خلاف جنگ سے پہلے روسیوں نے اس کے دو صوبوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور جرمنی اُسے درست بنائے رکھنے کی وجہ سے دم نہ مار سکا تھا۔ پولینڈ بھی ضعیف کی حالت میں ہے۔ کیونکہ اگرینڈ نے اسی کی وجہ سے اس جنگ میں کودنے کی آفت مول لی اگر جرمنوں نے اسے بھی خالی کر دیا تو روسی جیسا کہ وہ کچھ عرصہ ہوا اپنا سطح نظر بیان کر چکے ہیں۔ پولینڈ کو اپنا جائز فائدہ سمجھ کر دے گا۔ رجا میں گے چنانچہ اس صورت میں جنگ کا اٹلی مقصد فوت ہو جائے گا۔ گر برطانیہ کا وعدہ اٹل ہے اور اس نے ضرور کوئی مفرس چرکھا ہوگا۔ جو روسیوں کو اتنا پستے گا۔ اگر جرمنی کی دھمکی پولینڈ اور راست ہائے بالٹک کی سرحدوں پر انڈرگ گئیں تو دونوں طرف سے خندوں کی لڑائی جاری رہے گی۔ حتیٰ کہ امریکہ اور برطانیہ بلقان یا کسی اور راستہ سے روسیوں کی مدد پہنچیں۔ فن لینڈ نے امریکہ کو اپنے فوجوں کی ادائیگی کے سلسلہ

لیور بکام
پیشک کے نام
بر

مقررہ قیمت سے زیادہ نہ دیجئے



سج

مال ضائع نہ

آج کل صابن کی حقنی مانگ ہے اسکا پورا کرنا ہمارے لئے ذرا مشکل ہو رہا ہے جبکہ دو خاص سبب ہیں پہلے میرے ملک صابن کی مقدار میں کمی تھا جس سے مانگ بڑھ رہی تھی اب یہ بڑھ چکی صابن ہندوستان میں پہلے نہیں سکا ہے اسلئے اب صابن کے ملکی کارخانوں میں کو آسپ کی ضرورتیں پوری کرنی پڑتی ہیں۔ جن چیزوں سے صابن بنایا جاتا ہے بد قسمتی سے انہیں چیزوں کی جگہ سامان بنانے کے لئے ضرورت پڑتی ہے اس لئے اب جبکی ضرورتوں کی مانگ پوری کرنے کی وجہ سے ہمارے کارخانوں کے مال کی شکایت کم ہو گئی ہے، ان مشکلات کے باوجود آپ کو جس قسم کا صابن پسند ہو وہ آپ کو ہندوستان کے ہر شہر میں مل سکتا ہے

قیمتیں

جن چیزوں سے صابن بنایا جاتا ہے، جبک کے زمانے میں ان کی قیمتیں بہت چڑھ گئی ہیں۔ مجبوزاً انہیں کی مناسبیت سے صابن کی قیمتیں بھی بڑھ گئی ہیں۔ اس وقت صابن سازی کے ذریعہ سے بیجااب روپیہ کا ناہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ اس حقیقت پر وقت کسی دیکھی ایسے موقعہ کو کارآمد بنانے کی کوشش رہتی ہے جس سے قیمتیں گھٹ سکیں۔ ایسی صورتیں پیش آتی ہیں کہ جن میں بے حساب نفع خور بیوی باری کی کمی کا غامدہ اٹھا کر گھول سے من مانی قیمتیں انتہا پر لے رہے ہیں لیکن اسکے ساتھ ہی وہ گھول کو جو دہی چھین دینی چاہیں ہم ان کو برابر اعلان کرتے رہے ہیں مگر آپ بھلا ہی اعلان کردہ و اسبھی قیمتوں سے زیادہ قیمتیں دینے سے انکار کر دیں گے تو آپ درحقیقت بے حساب نفع خور بیوی باری سے بچنے میں اپنی اور ہماری دونوں کی مدد فرمائیں گے

سو کھا رکھیے

ہمیں صابن کو ضائع نہیں کرنا چاہئے صابن کو استعمال کرنے وقت پانی میں نہیں رکھنا چاہئے اسلئے اسکا کرنے سے وہ گھل جاتا ہے جن وقت میں وہ استعمال نہ ہو رہا ہو تو اسے سرسبز حالت میں رکھنا چاہئے۔ صابن استعمال کرتے کرتے اسکی جواخری پڑی سارہ جاتے اسے نئی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ یہ جگہ صابن کے لئے بہتر ہے۔ اسلئے اسکی جواخری پڑی سارہ جاتے اسے نئی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ یہ جگہ صابن کے لئے بہتر ہے۔ اسلئے اسکی جواخری پڑی سارہ جاتے اسے نئی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ یہ جگہ صابن کے لئے بہتر ہے۔

ہمارا اچھا دوست

لیور برادر اس اپنے اس محدود ممالک کے پابند ہیں کہ وہ قیمتوں کو کم کرنے کے لئے اسکی کوشش میں نہیں لگائیں گے نیز یہ کہ وہ کان داروں کو مال برآمد کرنا چاہئے۔ اسلئے اسکی کوشش میں نہیں لگائیں گے۔ ہندوستان کی وہ خدمت جو ہم خود مبادیات کے ساتھ کو مشقت چاہیں ہم سے بجا کرتے رہے ہیں۔

لیور برادر اس ان نفیس صابنوں کے بنانے والے
کسٹمر سٹاف لائیو برادر کے ٹائیٹل
کسٹمر سٹاف لائیو برادر کے ٹائیٹل

جہنمی کے اکاؤنٹ کا جواز برطانیہ پر لا کر
بحری و ہوائی جنگ اس پر گئے برسا جاتے ہیں۔ اس کے

برعکس انگیزی مادہ ہر کی میاں برابر جہنمی اور اس کے مقبوضہ علاقوں پر ہم برسا رہے ہیں۔ بعض دفعہ ایک کے ساتھ ساتھ مبارک جاتے ہیں گندہ اس کی پروا نہیں کرتا کیونکہ تباہ ہونے کے مقابلہ میں نے جازوں کی تیاری کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ امریکہ جہاز اب البانیہ پر بھی گسے برسائے گئے ہیں۔ بحرا و قیاز میں جہازوں کی تباہ و زشتیوں نے امریکی جہازوں پر بڑا حملہ کیا جس میں کچھ جہاز ڈوب گئے۔ آمیزدوں کو بھی نقصان پہنچا۔ اس کے حالات سے معلوم ہوا کہ جہازوں نے ایک نئی قسم کے تارپیڈ کا استعمال شروع کیا ہے۔ اسی بحری جہازوں کے ہینڈل کے خلاف کی گئی اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جہاز چدر کوڑھتا ہے اور ہوائی تارپیڈ دھڑکتا ہے۔ جہازوں کی مشین کی آواز سے تباہ ہڈ و پھٹتا ہے امریکی جہاز کا توڑ سمجھ رہے ہیں۔ گولوں اور توپوں سے آگ بھی چھینکتا ہے، جہنمی اس قسم کے شہیدوں سے یہ۔ جنگ نہیں جیت سکتا۔ امریکہ بھی ایجادوں کا گھر ہے۔ انگریزوں اور امریکیوں نے بریتنگال سے بات چیت کر کے اس کے جزیرے اور جزیرہ قبضہ کر لیا ہے۔ جیل اطلاق کو جانے والے انڈی جہازوں کے لئے اہم ہو گئی۔ جہنمی کا مذہب اس قدر کم ہو گیا ہے کہ وہ اس پر ذرا بھی نہ کسماسکا۔ ورنہ اس کا ہر کسی بل ہوتا تو وہ بریتنگال کی اس حرکت کو غیر جانبداری کے منافی قرار دیکر اس پر حملہ کر دیتا۔ یوگوسلاویہ کے جنگ چال دل کرنے والوں کو اتحادی مدد سے رہے ہیں۔ چنانچہ ان کا نوڈر جہاز دیکھ کر جہنمی کو اپنا شہر جہنمی روسیل ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا پڑا۔

جاپان سے مقابلہ جاپان کو بحر الکاہل میں جزائر نیو جارجیہ میں اس کے قبضے سے نکل گئے۔ نیوگنی میں بھی اسے پورے ٹکٹیں ہوئیں معلوم ہوتا ہے اس کا رخ اب بحر الکاہل کی طرف سے ہٹ گیا ہے اس نے چین میں تین طرف سے حملہ کیا ہے جس کا رخ برما ہے۔ امریکی اور برطانوی طیارے برابر براہِ ہتھیار چلے کر کے برلین پہنچے ہیں۔ جاپان کے قیام و جہاز مدد اس اور لکھ کے ساحل اور جہاز گام پر ہوائی حملے کرنے آئے مگر ان کو نقصان پہنچا کر بھیجا گیا۔ مدد میں کچھ شہری جان سے مارے گئے جاپان کے وزیر جنگ کا خیال ہے کہ جنگ اب فیصلہ کن مرحلہ پہنچ گئی ہے، بحر الکاہل کے علاقہ کا سمندر جہنمی کو شہنشاہی میں بھی اپنے صدر مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اس طرح نقل و حرکت شروع کر دی ہے۔ اس علاقہ میں جاپان کے خلاف جہازوں کا

کیا جائیگا۔ جاپان نے اس کی تردید کر دی ہے کہ اس نے بریتنگال کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ برعکس اس کے وزیر اور بریتنگالی سفیر میں درجن گفتگو ہو رہی ہے۔ جزائر سلیمان میں سے چند انڈیوں نے جاپانیوں سے جھپٹے ہیں۔ ۳۰ ستمبر تک ہندوستانی ریلوں کو سال گذشتہ کے

تاروں کا جھرمٹ مقابلہ میں ۸۶ لاکھ روپے کی آمدنی سے ۱۳ لاکھ روپے کی آمدنی ہوئی ہے

لارڈ ویل نے ہندوستان کی حکومت کا چلچلے لیا ہے اور لارڈ ویلنگٹون ہندوستان سے روانہ ہو گئے ہیں

بریتنگال میں ۱۷ لاکھ آدمیوں کو مفت کھانا دیا جا رہا ہے ۶۹ لاکھ یورپی خانے کھل گئے ہیں جن میں سے ۳۲ لاکھ حکومت کی طرف سے ہیں ۸۵ لاکھ حکومت اور ۵۸ لاکھ کے لئے خود مختار ہیں ۱۳ لاکھ یورپی خانے کھلے ہیں۔ کلکتہ میں ایک لاکھ خدق کھلائے گئے ہیں ۲۰ لاکھ یورپی خانے کھلے ہیں ۹۰ لاکھ کو کھانا دیا جا رہا ہے۔ بنگالہ کے مرکزی خزانہ میں اب تک ۱۱ لاکھ روپے ہیں ہر ایک تمام عسکری، پول کو بنگالہ صوبہ کو کوئی مدد کرنی چاہئے کپڑے کی نئی تخلیق شریں تقریباً کم بہت جلدی ہو جائیں اور پورے کے مقابلہ میں کافی سستا کیئے گئے۔ شہروں میں فزک کارشن جلدی کیا جاتا انکو نظر کر لیا گیا

انگلستان چورہ اور جوشٹھ میں کی عمر کی ۳۰ لاکھ کی آبادی سے ۲ لاکھ ۳۰ لاکھ جنگ کے متعلق شہری خدمات ہر ایک ۱۷ لاکھ یورپی خزانہ میں اب تک ۱۱ لاکھ روپے ہیں ہر ایک تمام عسکری، پول کو بنگالہ صوبہ کو کوئی مدد کرنی چاہئے کپڑے کی نئی تخلیق شریں تقریباً کم بہت جلدی ہو جائیں اور پورے کے مقابلہ میں کافی سستا کیئے گئے۔ شہروں میں فزک کارشن جلدی کیا جاتا انکو نظر کر لیا گیا

انگلستان چورہ اور جوشٹھ میں کی عمر کی ۳۰ لاکھ کی آبادی سے ۲ لاکھ ۳۰ لاکھ جنگ کے متعلق شہری خدمات ہر ایک ۱۷ لاکھ یورپی خزانہ میں اب تک ۱۱ لاکھ روپے ہیں ہر ایک تمام عسکری، پول کو بنگالہ صوبہ کو کوئی مدد کرنی چاہئے کپڑے کی نئی تخلیق شریں تقریباً کم بہت جلدی ہو جائیں اور پورے کے مقابلہ میں کافی سستا کیئے گئے۔ شہروں میں فزک کارشن جلدی کیا جاتا انکو نظر کر لیا گیا

نفع خوروں کے مقابلے کا سب سے اچھا طریقہ

اور روپیہ ایسی جگہ
لکھیے جہاں محفوظ
رہے اور اس قدر نقصان ہونے کا کوئی اندیشہ
نہ ہو۔ آپ نیشنل ماہد باہمی میں سرمایہ لگا سکتے ہیں
یہاں سے لے سکتے ہیں، بیک میں سرمایہ لگا سکتے ہیں
سکتے ہیں، یہاں سے سرمایہ لگا سکتے ہیں، یہاں سے سرمایہ لگا سکتے ہیں
یہاں سے سرمایہ لگا سکتے ہیں، یہاں سے سرمایہ لگا سکتے ہیں

آٹھ آنے
روز بچائیے!

نفع خوروں کی جیب بھرنے کی بجائے
اپنے روپوں کو صندوق قومی میں لکھیں
روزانہ آٹھ آنے یا سو کے نو آنے سے زیادہ
بچانکی کوشش کیجئے پھر اس بچائی ہوئی
رقم کو اپنے بچائی ہوئی محفوظ مدوں میں
برابر لکھتے رہئے۔

جگہ کنالنے میں ایسی چیزیں خریدنا
جن کے نئے کام چل سکتا ہو جان بوجھ کر پیسہ
پیسہ لکھنا ہے جب بھی آپ بنگلہ خیز یا نئے
ہیں۔ نفع خور کا فائدہ ہوتا ہے۔ اور
آپ نقصان اٹھاتے ہیں اس جگہ
روپیہ بچائیے، اپنا اتم تنگ
کر لیتے ہیں۔ اور صرف ضروری چیزیں خریدنے
نفع کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اس وقت تک غیر
ضروری چیزوں کو خریداری سے باز رہنا چاہئے۔
روپیہ بچانے کا محفوظ طریقہ اختیار کیجئے۔

کہ جو کچھ آپ بچا رہے
ہوں وہ محفوظ ہے
سونے، چاندی، جواہرات، زمین مکان
یہ سب سب روپیہ لگانا خطرے سے خالی نہیں ہے
کیونکہ آج کل کی چیزیں ہوتی قیمتوں کا
گشت ضروری ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ
اچانک گرہ لگ جائیں۔

آئندہ کیلئے
روپیہ بچائیے

قوم کیلئے قومی منگی مٹانے کی پیل

قاعدہ لکھ کر ایسی ہی وجہ سے کتابوں کی قیمت قریباً چار اے فی روپیہ مزہ لکھی ہے

مصورم حضرت علامہ اشرف الدین کی تصانیف

کتابوں کی تعداد ۱۰۰
تصانیف کی تعداد ۱۰۰

تاریخ و سیرت	اصلاحی معاشرتی ناول	اصلاحی معاشرتی ناول
۱۔ آمد کابل	۱۔ جہات مسافر	۱۔ تہ اوقات
۲۔ سیدہ کافل	۲۔ منازل سارہ علی	۲۔ سرابِ حیر
۳۔ الرصد	۳۔ صبحِ رعدی	۳۔ سارہ سعید
۴۔ بوجہ روزیاد و ادب طریقی	۴۔ ستارہ رعدی	۴۔ سوئے سعید
۵۔ دواغ خانوں	۵۔ سترہ رعدی دھنچے	۵۔ توشہ خان
۶۔ امین کا دم و لکھن	۶۔ فوسرہ رعدی	۶۔ سارہ دور و آواز
۷۔ دلی کی آخری بہار	۷۔ طوفانِ جہات	۷۔ غم کی دلی سہ ادیب
۸۔ سرمہ رنگ گلاب	۸۔ عورہ صامت	۸۔ سوگ
۹۔ داستانِ باریہ	۹۔ اسلامی تیغِ بطرز ناول	۹۔ سوس
۱۰۔	۱۰۔ دیو بسم	۱۰۔ سوئے جلا
۱۱۔ احکامِ سواں	۱۱۔ دوسرے کربلا	۱۱۔ مودود
۱۲۔ نفسِ حبیبی	۱۲۔ باہمی شام	۱۲۔ میر عصمت
۱۳۔ دُعا میں	۱۳۔ محمد خدو اند	۱۳۔ انمولی کا راز
۱۴۔ قرآنِ یحییٰ	۱۴۔ تیج کمال	۱۴۔ منازلِ ترقی
۱۵۔ دیوبند اسلام	۱۵۔ شہنشاہِ کابل	۱۵۔ حبیب کا کرتہ
۱۶۔	۱۶۔ خطِ ابس	۱۶۔ دینا کی سرگشت
۱۷۔ سیاسی مخالفین	۱۷۔ ستارے و ذراغ	۱۷۔ میرا عام
۱۸۔ شہیدِ سر	۱۸۔ دُورست ہوا	۱۸۔ مختصر انشائوں کے مجموعے
۱۹۔ یادگارِ مقلد	۱۹۔ خدایا فانی	۱۹۔ جوہرِ عصمت
۲۰۔ عالمِ نسواں	۲۰۔ نالی مشہ	۲۰۔ سببِ اشکِ تیر
۲۱۔ سببِ تیر	۲۱۔ روئی صبی	۲۱۔ دونوں اشک
۲۲۔ مختصر انشائوں کے مجموعے	۲۲۔ دواخانِ غمگین	۲۲۔ تپات اشک
۲۳۔ عروسی مشن	۲۳۔ نظموں کے مجموعے	۲۳۔ مدلی راز
۲۴۔ گزری سیر	۲۴۔ رعد و برق	۲۴۔ سوالی زندگی
۲۵۔ سلطانِ عورت	۲۵۔ گزرت دھن	۲۵۔ محمد سعید
۲۶۔ لکھنؤ	۲۶۔ ادبِ لطیف و انشا	۲۶۔ گوہرِ مقصود
۲۷۔ لکھنؤ	۲۷۔ قلبِ حریف	۲۷۔ روابِ حیات
۲۸۔ شادی	۲۸۔ لکھنؤ کی شاد	۲۸۔ باطلِ حیات
۲۹۔ غریب سستی	۲۹۔ لکھنؤ کی شاد	۲۹۔ خوار و مان
۳۰۔ بے فکر و لکھنؤ	۳۰۔ لکھنؤ کی شاد	۳۰۔ نسب و سوار
۳۱۔ جہانِ غریب	۳۱۔ لکھنؤ کی شاد	۳۱۔
۳۲۔ لکھنؤ کی شاد	۳۲۔ لکھنؤ کی شاد	۳۲۔
۳۳۔ لکھنؤ کی شاد	۳۳۔ لکھنؤ کی شاد	۳۳۔
۳۴۔ لکھنؤ کی شاد	۳۴۔ لکھنؤ کی شاد	۳۴۔
۳۵۔ لکھنؤ کی شاد	۳۵۔ لکھنؤ کی شاد	۳۵۔
۳۶۔ لکھنؤ کی شاد	۳۶۔ لکھنؤ کی شاد	۳۶۔
۳۷۔ لکھنؤ کی شاد	۳۷۔ لکھنؤ کی شاد	۳۷۔
۳۸۔ لکھنؤ کی شاد	۳۸۔ لکھنؤ کی شاد	۳۸۔
۳۹۔ لکھنؤ کی شاد	۳۹۔ لکھنؤ کی شاد	۳۹۔
۴۰۔ لکھنؤ کی شاد	۴۰۔ لکھنؤ کی شاد	۴۰۔

عصمت بک و پوٹری

Call. 2941

[illegible][illegible]



کھجور، برسی کھانے	ترکی چھری کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے	بنگالی اور بھارتی کھانے	کشیروی اور وادی کھانے
کباب اور چلانی کھانے	خیتوادی اور برلی کھانے	لذیذہ لذیذہ کھانے	دلی اور کھنڈی کھانے	پشاور اور ہندی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اُردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی و سترخوان حصہ اول

پس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی ادبی کتاب میں سمجھی گئی ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست، ہندوستان بھر کے ہر محفل کی تقریباً نصفی حصہ بنیوں کے اس کتاب کی تیار کیا۔ یہ مصریہ ہے اور ایڈیٹر صاحب محمد علی المیر محمد احمد نازکی صاحب نے بڑی محنت سے کتاب پر مزید اضافے کیے اور پیرائے کے انتظام اور کھاؤں کے متعلق بہانیت قیمتی حقائق اور مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کی کمی کی تیار کرنے کے لئے بھی مصنفی دسترخوان سے بہتر کتاب ملتی، نامکن ہے مثال کے طور پر چڑیوں، بندگان اور کھاؤں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

پلم پنڈک	انجیر پنڈک	راہ کے کتاب	کتاب بیچن مرغ	تاسن کتاب
کوس کی پنڈک	اسنڈ پنڈک	آو کے کتاب	پتہ قیس کی میاں	رشامی کتاب
ٹانگی بھری پنڈک	بیس پنڈک	پکے آو کے کتاب	محنت کے پیٹھ کتاب	آتوں کے کتاب
جھنڈ پنڈک	جلیبیوں کی پنڈک	ناریل کے کتاب	کتاب مرغ مسلم	انگریزی کتاب
روز پنڈک	سیرہ دار پنڈک	چل کے جی کتاب	سچے ہٹ پٹے کتاب	اردی کے کتاب
اتاس پنڈک	کٹش پنڈک	سچے کے کتاب	چل کے شاہی کتاب	اور کی کئی قسم کے
کندہ میاروں کے	ٹالی پنڈک	پنس کے کتاب	دی کے کتاب	کتاب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے
اسی سے کتاب کا اذنانہ کرکھینے چاہئے سلتوئے اور چھتھو نیل
کثیر فیرتی ساداتہ اوتہ کار کی سان پکلی نرے فیل بلکت
لیکھ وائیں بختیاں۔ خلوصہ جتیل۔ مرہنہ آچار جوتہ نہسہ ہادی کجراں ہراھے۔ دولی غرضی جرم کے کھانوں کی
مندی فری تکیں میں اور ہر جن کی کئی دین صبح ترکیں میں اس کتاب کا ہر کفر لے میں ہونا ضروریات میں سے ہے
ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچی گئی بہت سی عورتیں اس کتاب کی ہر ایک صفحہ ذرا ذرا کھانے پانے لگیں مگر کون کو
یہ کتاب شہر و دی کو کج رہیں اس کی بیکاتی ہے سینکڑوں خوانین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس
کتاب کی اشاعت پر نوافذ و بلشکر کا شکر یہ ادا کیا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اذنانہ اس سے کہہ لے کہ ہندی سال میں اقل
ایزین میں لکھے قیمت دو روپے مجلد سوا دو۔ دسے۔ حصہ دوم مشرق مغرب کھانے کا مجلد چکر

عصمتی ہسپتال خزانہ دوم
مشرقی مغربی کھانے

باتشہا مہدیین پہلے حصہ برکی فوایت رکھتا ہے قرینا
 میں۔ چند عزائم تھے۔ ہماری خوراک اور فسادے
 حفاظت۔ جرمنی باورچی خانہ۔ چلپاتی باورچی خانہ۔ ک
 اتاج کا صندوق ایرانی دعوت وغیرہ وغیرہ۔ ترکیب
 عراقی۔ روسی۔ اٹالوی۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ کھانوں کی اج
 بلدیہ۔ عصمتی دسترخوان۔ مکمل یعنی دونوں حصوں کی قیمت

عصمتی ہند کلیا

کے ہیں۔ ابھر ہو جائیں اور ایک کنوڑی بھی آجروں کی جانا چاہتے تھے
 وہاں سے وقت ہو جائے گا اس کا فائدہ کی کجی کجی کریں۔ یہاں
 ہی کے طلبہ کی درسی کتاب بھی پھر فرنی کے کھانے کے لئے کے حسن
 نہایت مفید رہ سکتا ہے اور آگہاں نہیں بھی کی قیمت صرف ۸۰

اس موضوع پر قابل تکرار کتاب میں میں چار سو کوکھ شریعت
نہی، فالوہ، آتش کرم، بک، ایک توت، کوئی وچوہ
و غیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبہ اور حصے کے مختلف
قسم کے ناشتوں کی کئی کئی کتابیں ہیں گویا اس کتاب کی کوئی
میں جس حصہ ملک کا ہر ان جاہل آجائے اسی کے
مطلب کی چیز میں کئی کرے ہیں۔ قیمت ۱۰

بچوں کے کھانے

خدا اوی چاہے کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح
 بنایا ہوا ہے۔ ۱۰۔ موضوع پر بے نظیر کتاب میں ہیں
 کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی درجہ تحریر کی ہوئی میٹھ
 ترکیبوں کے علاوہ کئی جلیب کار اور مضامین ہیں ملک
 کے قابل ذکر اور تجربہ کاروں کے کلمے ہونے پر قیمت

بیماروں کے کھار

ایسا ہی صورت اُنہی کی ترکیبیں ہیں اور انکی قابلِ فخر کار
 و کماؤں نے اس کی تائید میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں حق
 کی جوئی ہیں۔ مضامین میں ہے اجتماعِ مذہب و قابلِ کلام
 ہر گھر میں اس کتاب کو حاضر و ہر ہے۔ قیمت ۱۰
 روپے اچھا ہے۔

مذاقِ کھلنے خیر و بی بی سہیل

سے ہندب مذاق کرنے کے
حرکات ترک کر کے صحت مند رہنا

کتاب سے شائستہ خدائی کرو۔ اور اس پر جسے جہان سے والی
کتاب کے زعم و کلی کا ثبوت دو۔ لڑکیوں کی شادی کے
وقت دو بار اچانکی کی توقع کے لئے لڑکیاں یہ کتاب بذات
شوق سے سنا کر آتی ہیں۔

اصول کے بنیاد ہی کا رآمد اور قابل تہذو مضامین
معلق تحقیقی مضامین۔ کھانے کے اصول۔ کھانے کی
سبزی۔ ترکاریوں کے خواص۔ کھانے کا کمرہ۔
میں سب نئی اور آرمود جی اور ایک ایک کمرہ
برقی ترکیبیں ہیں۔ مصطفیٰ پستری خانہ دیگر حصہ دوم کے
لئے۔ جملہ چیز۔

پتہ منیجر عصمت بک فوڈز دہلی محلہ انکاب نڈر غریبہ

(اس پرچہ میں جس قدر مضامین شائع ہو رہے ہیں ان سب کا کاپی رائٹ "عصمت" محفوظ ہے)

عصمت دہلی

رسالہ

چھتیسواں سال دسمبر ۱۹۴۳ء عیسوی جلد ۱ نمبر ۶

فہرست مضامین

۲۳۹	سیدہ صفیہ خاتون صاحبہ	ایک دلچسپ حادثہ (نسانہ)	۲۲۶	رازق انجیری	بی بی زینب
۲۵۰	صادق صاحب اندوری	چشمہ (نظم)	۲۲۹	گ. ن. صاحبہ	ذبیح اللہ
۲۵۱	اس. بی طاہرہ صاحبہ	میری ڈائری کا ایک ورق	۲۳۰	ظفر جہاں بیگم صاحبہ	نسانہ
۲۵۲	ناہیدہ الہاشمی صاحبہ	دائیں	۲۳۱	جمید بیگم صاحبہ	تقدیر و تدبیر
۲۵۳	عزیز الحق صاحب بی. لے بی ٹی	نوائے درد (نظم)	۲۳۳	"شہید"	لے ناول ہنر و پیشہ
۲۵۳	جالب صاحب مراد آبادی	شیخ گشتہ (نظم)	۲۳۶	رافسانہ آمنہ نازی صاحبہ ادیب فاضل	نظم کی اماں
۲۵۳	احمد شجاع پاشا صاحب بی. اے	دولت (نظم)	۲۳۷	محمودہ رضوہ صاحبہ	بے قرار موج
۲۵۴	"مس"	پڑھے لکھوں کی جہالت	۲۳۸	بیگم رفعت حسین صاحبہ	تیرکے چلنے والے سے (نظم)
۲۵۵	مولوی محمد ظفر صاحب ام. اے	خانہ داری	۲۳۹	بغیس جہاں آرا صاحبہ	آزادی نکاح اور شادی
۲۵۷	مولوی محمد ظفر صاحب ام. اے	سیر زمین	۲۴۰	شائستہ اختر صاحبہ بہروردی بی ایڈی	سوتلی لباس
۲۵۹	منیجر	عصمت کے چندہ میں اضافہ	۲۴۱	اسلمی قیاض صاحبہ	گمشدہ چیز کی تلاش (افسانہ)
۲۶۰	مسترق	بزم عصمت	۲۴۲	افضل النساء بیگم صاحبہ اسرائیلی	بچوں کی تربیت
۲۶۱	"ع"	دور دین	۲۴۵	(نظم) وقار و انقی صاحب	عورت سے
			۲۴۶	بیگم م. ح. ہاشمی	گمشدہ بانی

جنوری ۱۹۴۴ء سے عصمت کا چندہ سالانہ پانچ روپیہ ہوگا (بذریعہ مینی آرڈر) اور سی پی پانچ روپیہ چار آنے کا بھیجا جائے گا چندہ میں یہ اضافہ کاغذ کی بے حد گرانی اور نایابی کی وجہ سے کیا جا رہا ہے مفصل اعلان صفحہ ۲۵۹ پر دیکھئے۔

کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ جیسا کہ نومبر کے عصمت میں اعلان ہو چکا ہے عصمت بک ڈپو کی بعض مطبوعات کی قیمتوں میں یکم دسمبر ۱۹۴۳ء سے اضافہ کر دیا گیا ہے۔ باقی کتابوں کی قیمتیں مئی ۱۹۴۳ء میں برعکس گئی تھیں۔

منیجر

(: بنام رازق انجیری ایڈیٹر پرنٹر۔ پبلشر محبوب امطیج دہلی میں چھپ کر دفتر عصمت کو چھپا دیں) دہلی سے شائع ہوا

بی بی زینبؓ

بی بی زینبؓ کا نکاح

خلقِ رسولؐ کا خلق کہہ جائے جو اسلامی اخلاق کا مکمل نمونہ ہو۔ جس نے کئی کئی وقت کے متواتر اور مسلسل فاقوں کی حالت میں کبھی سائل کو نہ جھڑکا ہو۔ جس نے اپنی عملی زندگی سے برداشت اور ضبط کا سبق مسلمانوں کو سکھایا ہو۔ بیٹی کے پیامِ نکاح پر اس کی زبان سے ایسے سخت الفاظ ہماری عقل کا منہ نہیں کرتی کہ کس طرح نکل سکتے ہیں!

حضرت عبداللہ بن جعفر سرورِ کائنات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگہبانی میں رہے۔ ان کی خوش معاملگی، خوش اخلاقی، صداقت، دیانت اس پر ان کی سعادتِ مندی حضرت علی مرتضیٰ کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ یہ تہ نہیں جیتا کہ کسی تحریک سے کسی کے ذریعہ یا خود بہر حال حضرت عبداللہ نے حضرت علی کو بی بی زینب کے لئے پیامِ نکاح دیا۔ ہمیں مورخین کی اس رائے سے قطعی اتفاق نہیں کہ عبداللہ نے زینب کے لئے اپنے چچا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خواہش کی تو اپنے بھتیجے کی درخواست فوراً منظور کر لی۔

اسلام میں نکاح کی سچی اور سب سے ضروری شرط فریقین یعنی مرد و عورت کی رضا مندی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس واقعہ نظر انداز نہ فرما سکتے تھے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحریک سے یہ سالتاب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب فاطمہؓ کے لئے انبا پیام دیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا میں فاطمہؓ سے دریافت کر کے جواب دوں گا۔ اور جب حضور اکرمؐ جناب فاطمہؓ کے پاس گئے تو فرمایا ”علیؓ میری خواہش کے کر میرے پاس آیا ہے“ اور پھر بی بی فاطمہؓ کی خاموشی پر یہ بھی فرمایا ”فاطمہؓ کی خاموشی اس کی رضا مندی ہے“ یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ حضرت علی حبیبِ عاشقِ اسلام اور عاشقِ رسولؐ اسلامی حکم کے خلاف بیٹی کی رضا مندی حاصل کئے بغیر اس کا پیامِ نکاح جھوٹ پٹ منظور کر لیتا۔ اس لئے قرین قیاس یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے پیامِ نکاح دیا تو شیر خد نے دو ایک روز بعد جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔ اور اس وعدہ میں اگر براہِ راست

بی بی زینبؓ کی ذہانت و ذکاوت، خراست و متانت، خوش مزاجی اور سلیقہ شکاری کا چرچا ان کے ہوشیار ہونے سے پہلے ہی ہو رہا تھا۔ جوانی کی منزل میں قدم رکھنا تھا کہ چاروں طرف سے پیغامات آنے شروع ہوئے۔ ایک ہجوم کے متعلق ابن ابی العدی نے نبی اللہؐ کی شرح میں اس طرح لکھ ہے کہ بی بی زینبؓ کے ہوشیار ہونے پر قبیلہ کنذہ کے سردار رؤس اشعث بن قیس نے حضرت علیؓ کو بی بی زینبؓ کے لئے پیامِ نکاح دیا۔ حضرت علیؓ کو اشعث بن قیس کے الفاظ ناگوار گزرے اور آپ نے جواب دیا: ”مجھ کو یہ جرات کیوں کہو گی کہ تو مجھ سے اس قسم کی خواہش کرے۔ زینبؓ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی شبیہ اور اس مال کا دودھ پی رہی ہے۔ جو دنیا کی بہترین عورتوں میں سے تھی۔ نری یہ یافت کہ تو اس کا شوہر بنے! قسم اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر نہ دے دو بارہ اس قسم کے الفاظ زبان سے نکالے تو تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا۔ تو اور زینبؓ میں ہم کلامی۔ کہاں زمین کہاں آسمان۔“

ابن ابی العدی نے سیر خدا سے جو الفاظ منسوب کئے ہیں۔ ہمیں ان سے اتفاق نہیں ملا۔ اور مناسب الفاظ میں حضرت علیؓ نے انکار کر دیا ہو گا۔ ایسے سخت الفاظ یقیناً خلقِ حیدری کے خلاف ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ اس واقعہ کو نہ بھول سکتے تھے کہ سالتاب نے ہجرت کے تیسرے سال اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کا نکاح اپنے غلام زید بن حارثہ سے کیا تھا، اور ہمیشہ فرماتے تھے کہ تمہارا والدین شرافت نہیں۔ حارثہ کے نزدیک آنا اور غلام سب برابر ہیں۔ اور یہ واقعہ بھی حضرت علیؓ کے سامنے تھا کہ غلام بنتی حضرت جلالہ کے قصدِ نکاح کے جواب میں مولانا بشیر نعمانی کے الفاظ میں:

”رُز ب جھ گائے کہ قتی نقیب کہ دس سے منظور

جس طاعت اس حبشی زادہ کی تھمتی حق نظر

جس شخص نے رسول اللہؐ کے زیر سایہ تربیت پائی ہو جس کا

جو ادا کیا جائے۔ کلام اللہ میں دایگی مہر کی کئی جگہ مذکور ہے۔ ان کے مہر ادا کر دو جو داجی ہیں۔ ”عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ دیدو۔ اگر مہر حیثیت سے زیادہ باندھ جا رہا ہے تو بظاہر ہے کہ اس کا ادا ہونا مشکل ہے۔ اور جب مہر کی ادائیگی آسان نہیں تو ادائیگی کی رضا مندی ظاہر کرنا دوسرے معنوں میں ایک قسم کا دھوکا ہے۔ جو دیکھنے کی جڑ دیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو یہ کیفیت ہے اور دوسری طرف مہر داجی ثواب سمجھ جاتا ہے۔ حالانکہ جناب سید کا جب نکاح ہوا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی کہ دینی کا ایک ڈول کھینچنے کے بعد جب ایک گھوڑی تھی۔ اس نے اب جو کھاتا، پیتا خوش حال مرد ثواب کہہ کر مہر داجی سر نکاح کر رہا ہے وہ عقیدت پیروی کی وقت گزار رہا ہے۔ اور اس کے اس نکاح سے اسلام کا نیشہ پورا نہیں ہوتا کہ داجی مہر سے عورت کے ایک مذہبی حق کی حفاظت ہو جائے۔

بنی زینب کے نکاح کی صحیح تاریخ کا جس طرح تہ نہیں چلنا اسی طرح ان کے مہر کی رقم بھی معلوم نہ ہو سکی۔ جناب سید کے مہر کی رقم مورخین کے تھوڑے سے اختلاف سے پوسٹل منڈال مقرر ہو گیا کہ اور بکھلا۔ اس وقت جناب علی مرتضیٰ بہت عسرت کی زندگی گزار رہے تھے۔ اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن جعفر کی مالی حالت اچھی تھی اور چونکہ سمرقند کی رو سے مہر حیثیت کے مطابق باندھا جاتا ہے۔ اس لئے بنی زینب کا مہر بظاہر، مشق سے تقریباً زیادہ ہو گا اسی سال یعنی ششہ ہجری میں بنی زینب کی جھوٹی بہن بنی مکتوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہو گیا اور پھر بنی زینب کا مہر بظاہر، حضرت عمرؓ سے خلیفہ وقت تھے۔ مگر بادشاہ نہ تھے۔ انہیں انعمیٰ و عطیہ ملتا تھا اور اس وقت عبداللہ بن جعفر کی مالی حالت حضرت عمرؓ سے بہتر تھی۔ اس لئے قرین قیاس ہے کہ بنی زینب کے مہر کی رقم بنی زینب کے مہر سے کم ہو کر زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اور کم سے کم پچیس ہزار درجہ ہو گا۔ جو ہمارے حساب سے پانچ سو ہزار درجہ کے قریب ہوتا ہے۔

عرب میں بالعموم نکاح کے بعد ہی مہر ادا کیا جاتا ہے۔ اب تک وہاں یہ دستور ہے۔ اس لئے خدشہ ہے۔ نہ بنی زینب کے بعد بنی زینب کا مہر ادا کر دیا ہو گا۔

نہیں تو کسی ذریعہ سے بنی زینب کی مرضی معلوم کی اور جب ان کی رضا مندی حاصل ہو گئی تو یہ رقم بخوشی منظور فرماد۔

بنی زینب کا نکاح اسلامی سادگی کا بہترین نمونہ تھا۔ نہ آج کل کے سٹے تکلفات تھیں۔ نہ دولت و دھن کے گھروں میں عزیزوں اور دوستوں کا ہجوم تھا۔ خاندان کے چند بزرگ دولہا کو لے کر آگئے اور مسجد میں خود حضرت علیؓ نے نکاح پڑھا دیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے بعض خاندانوں میں بھی کے نکاح کے وقت مجلس نکاح میں باپ کی موجودگی آج بھی محبوب خیال کی جاتی ہے۔ بیٹی کو ولی بہت سے بڑھ کر کوئی ہو سکتا ہے۔ مرد والد بزرگوار اور اصرار دھر بیٹے تک بھرتے ہیں۔ اور لڑکی کا بھائی یا چچا۔ مولوی بن کر نکاح پڑھوا دیتے ہیں۔ حالانکہ خدا سلام کے نکاح کی شان یہ ہے کہ ولی سلام اپنی بیٹی ذلیلہ زہراؓ کے اور شیر خدا اپنی بیٹی زینب کبریٰؓ کے نکاح خود پڑھتے ہیں۔

مگر کی بات تو یہ ہے کہ بنی زینب کا نکاح راستہ کی باتوں میں کھینچنے کی۔ کپڑوں میں سمکھ لیں مگر نہ گوارا۔ کھپتہ۔ خوشبو لگاؤ اور فدا کی سوز میں ان کو حضرت عبداللہ بن جعفر کے گھر پہنچائیں اور دوسرے دن حضرت عبداللہ بن جعفر نے دعوت و مہمانی کی۔

جس زمانہ میں بنی زینب کا نکاح ہوا ہے اس زمانہ میں مسلمانوں کی مالی حالت اس قدر خراب اور خستہ نہ تھی جیسی اس وقت جب جناب غافلہ کا نکاح ہوا تھا۔ سید کہنا چاہیے کہ بنی زینب کے نکاح کا وہ زمانہ تھا جب اطراف و اطراف کے ملکوں سے کافی دولت سمٹ کر مدینہ میں جمع ہو گئی تھی۔ اور سب خوش حال تھے جناب عبداللہ بن جعفر کی مالی حالت اوسط سے بہتر اس وجہ سے بھی تھی کہ وہ تجارت کرنے لگے۔ اور مدینہ کے کامیاب تاجروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

ہندوستان میں مسلمانوں میں ہزاروں اچھے رویہ کا مہر خانا فرض سمجھا کر نہیں دیتے تھے کہ باندھا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس فیصلہ کی بھی مہر ادا نہیں کرتے۔ اور اچھی بیوی کی ایک خصوصیت یہ فرض کر لی گئی ہے کہ وہ اپنی خوشی سے مہر خانا کر دے۔ حالانکہ مہر ایک قسم کا قرضہ ہے جس کی ادائیگی لازمی اور ضروری ہے اور جس کی رقم اپنی حیثیت کو محفوظ رکھ کر مقرر کرنی چاہیے۔ یعنی اتنا مہر جو

کوفہ کے بازار میں بی بی زینبؓ کی تقریر

منرب کی سمت، ناموس محمدؐ کی بے حرمتی کی تاب نہ لا کر
آفتاب روپوش ہو رہا تھا کہ مشرق کی طرف سے لشکر عمر وسعد
کی تلواروں کی چمک دمک شہر کو نہ پر پڑی شروع ہوئی۔ یہ وہی
کوہ تھا۔ جس کی زمین نے کئی سال تک زینب بنت علیؓ کے
قدم سر پر رکھے اور پاؤں سے آنکھیں ملی تھیں۔ یہ وہی کوہ
تھا جس کی خواتین سیدۃ النساءؓ کی بیٹی کے مواعظ اور ارشادات
پر پروانہ وار مگرئی اور بیان سن کر گھٹنوں روتی تھیں۔ اسی زمین
کوہ پر، آسمان کی گردش چشم کیا دکھا رہی ہے! وہی زینبؓ اس
حالت میں داخل ہوتی ہیں کہ اونٹ کی تنگی پشت پر بیٹھی ہیں۔
کھلے چہرے پر ہالی پرے میں اور کپڑے جھیر اور تارتا رہیں!
جب تنگی تلواروں کی نگرانی میں ملتی ہوئی سیدانیوں کا
قافلہ شہر میں داخل ہوا۔ تو بازاروں میں۔ دوکانوں میں۔ دیواروں
درختوں اور مکانوں کی چھتوں پر۔ مرد و عورتیں اور بچے اہلبیت
نبویؐ کا تماشہ دیکھنے کے لئے جٹ ہو گئے تھے۔ شہدا کے سردار
اہلبیت کی بے کسی دیکھ کر بعض عورتوں کے دلوں میں ہمدردی پیدا
ہوئی اور انہوں نے بچوں کو بھجوریں دیں۔ تو بی بی زینبؓ نے یہ کہہ کر
پھکوا دیں کہ ”صدقہ آل محمدؐ ہر جام ہے“ اور جب بی بی زینبؓ
نے یہ دیکھا کہ ان کے تانا کے کلمہ رسولؐ زادوں کو گھور گھور کر دیکھ
رہے ہیں۔ تو لاکڑ کر کہا ”لوگوں اپنی نظریں نیچی رکھو“

کوئی اپنی دغا بازی اور غداری پر دل میں پشیمان ہوئے۔
اور روئے گئے۔ تو بی بی زینبؓ نے کوہ کے بازار میں ایک تقریر
کی۔ موزنیں سنیم کرتے ہیں کہ حادثہ کربلا کے بعد بی بی زینبؓ کی یہ پہلی
تقریر تھی۔ انہوں نے خلعت کے نہیں تماشائیوں کے، بعد کو بیویوں
کے، انجم کو دیکھا۔ تو بے اختیار ہوئیں۔ اور بازار کو نہ میں بنت علیؓ
کے یہ الفاظ گونجنے۔ ”خاموش ہو جاؤ“ ہر شخص چاند اور ساکت
تھا۔ اور سانس لینے کی بھی آواز نہ آتی تھی کہ یہ تاریخی تقریر کی۔
”ہر قسم کی خوبیاں اور تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں
میرے باپ۔ محمدؐ اور ان کی پاک اولاد پر خدا کی رحمت ہو
اے کوہ والو! اے عہد شکنوں! اپنی زبان سے بھر جانے

اور اپنے الفاظ کو بھول جانے والو! تم رو رہے ہو! تمہاری مثال
اسی عورت کی سی ہے۔ جو مدت کا تتی ہے۔ اور پھر اسے
ٹکڑے کر ڈالتی ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم میں ایک تنفس بھی
ایسا ہے۔ جو جھوٹا۔ عہد شکن اور شہنی خزانہ ہو جس کے دل میں
کھوٹ نہ ہو۔ لڑکیوں کی طرح چا پوسی اور خوشامدی نہ ہو۔
دشمنوں کا سا کینہ نہ رکھتا ہو۔ جو راہ حق کو چھوڑ کر بے دینی پر
جھک رہا نہ ہو۔ یاد رکھو۔ جو کچھ تم نے اپنے لئے آگے بھیجا ہے۔
وہ بہت بُرا ہے۔ تم پند کا غیض و غضب ہے۔ اور تم اس کے
قبر میں مبتلا ہو گے۔ اے تم! اے جھوٹے کو نیوں تم۔ میرے
بھائی پر گریہ اور زور کر رہے ہو۔ ہاں خدا کی قسم روڈ اور خوب
روڈ۔ تم کو رونا ہی مناسب ہے۔ منہ سو کم اور روڈ زیادہ۔ تم
نے بہت بُری بُری باتوں کی آزدیں کی ہیں۔ جن کو تم روڈو کر
کبھی اپنے دامن سے پاک صاف نہ کر سکو گے۔ بھلا بتاؤ تو تم
خاتم نبوتؐ اور سعدن رسالت کے فرزند کے قتل کے داغ کو
کیوں کر دھو کر صاف کر سکتے ہو۔ جنت کے نوجوانوں کے قتل کا
دعہ کس طرح مٹا سکتے ہو۔ وہ تمہاری لڑائیوں میں تمہاری
پناہ گاہ تھا۔ تمہاری جامعوں کا محافظ تھا۔ تمہاری سداستی کی
قرار گاہ تھا۔ تمہارے کلمہ کی اساس اور بنیاد تھا۔ تمہاری
مصیبتوں اور تمہارے حوادث میں تمہارا جائے پناہ۔ تمہارے
دلائل کی روشنی اور نشان تھا۔ تمہارا تمدن اور تمہاری معائنات
درست کرنے والا۔ تمہاری باہمی گفتگو کا مرجع۔ آہ کس قدر
بُری بات ہے۔ وہ چیز جس کو تم آخرت میں بھیج چکے ہو۔ اور
کتنی سنگین ہے وہ چیز جس کو تم نے قیامت کے لئے چھوڑا ہے۔
وہ چیز تم کو بہت دور کرنے والی ہے۔ (یعنی جنت سے) تم کو
دُور لینے والی ہے۔ تم کو اونڈھا ڈال دینے والی ہے۔ تمہاری
کوشش ناکام رہی۔ تمہارے ہاتھ ہلاک ہو گئے۔ حسرت و ناداری نے
تمہارے چہرے بگاڑ دیئے۔ تم خدا کے غیض و غضب کا ٹھکانہ
بن گئے۔ کوہ والو! تمہیں معلوم ہے تم نے محمدؐ کے کون سے جگر گوشے
کو پھاڑا۔ اور کون سے عہد کو توڑا ہے۔ اور محمدؐ صلعم کی کونسی بیٹی
کی بے حرمتی کی ہے۔ اور کون سے خون کو تم نے بہا یا ہے۔ آہ تم!
ایک بہت بُرے حادثہ کے مرتکب ہو گئے ہو۔ تم ایک ایسے جرم

ذبیح اللہ

عیدِ نضحیٰ جسے عیدِ قربان بھی کہتے ہیں حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کی یادگار ہے حضرت ابراہیمؑ خواب میں خود رسالہ پئے کو قربان کرنے کا حکم پاکر کسی طرح اسے قربان گاہ میں لے گئے اور کس طرح اپنے دل کو تھیرے بھی زیادہ سخت کر کے حکمِ الہی کی تعمیل میں اس معصوم کے گلے پر چھری پھیرنے کو تھے کہ اللہ کے فرشتے نے ان کا ہاتھ روک لیا یہ سب واقعات نہایت مؤثر اشعار میں شاہنامہ اسلام میں بیان کئے گئے ہیں۔

عصمتی بیہوش کی دلچسپی کے لئے نقل کرتی ہوں۔ (دک۔ ن۔ بت۔ اکثر ابو الفضل کپور خٹھہ)

پئے خوشنودی مولیٰ اسی بیٹے کو قربان کر
کہ آخر امتحان بندے کا مالک نے ہے فرمایا

پئے تعمیل چل نکلا خدا کا پاکِ سبب

یہاں اگر خدا نے پاک کا ارشاد سن جاؤ

وہ کجا ہرگز نہ اسماعیلؑ کو شیطان نے بہکایا

کتابِ زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے

خدا کے نام سے ترے ہوش ہاتھ بھرتا ہوں

زمین و آسمان حیران تھے اس طاقت گزاری پر

یہ جراتِ بیشتر انسان نے دکھائی نہ تھی اب تک

تا قیامِ مذہب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر

خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے

برے ہاتھوں اور پیروں میں رستی باندھ دیئے گا

مبادا میں تڑپ کر کھچوٹ جاؤں ہاتھ تھرائے

یہ رستی اور پٹی باندھنی ان کو پسند آتی

بھری اس نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں لپٹا

چھری پھر یہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا

نہ اس سے بیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

چھری حلقومِ اسماعیلؑ پر چبھنے ہی والی تھی

کہ اسماعیلؑ کا اک روشتہ کٹنے نہیں پایا

کہا بس امتحان مقصود تھا ایسا رجوت کا

کہ جنتِ تیرہ آگیا ہے بہر ترابانی

اسی ترے کو بیٹے کے عوض قربان کر دیجیے

بشارت خواب میں پائی کہ آٹھ مہینہ کا سال کر

فیل اللہ اٹھے خواب سے دل کو یقین آیا

اٹھا مسل اسی عالم میں رستی اور ترے کر

پیارے پر سے دی آواز اسماعیلؑ ادھر آؤ

پدر کی یہ صدا سن کر بسر و طر اٹھا آیا

پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تھک دوڑ کر آتا ہوں

سعادتِ مذہبِ نبیؐ تھک گیا فرمانِ باری پر

رضا جونی کی یہ صورتِ نظراتی نہ تھی اب تک

عجب بشارت تھی دونوں رضا کو رب عزت پر

کہا فرزند نے اے باپ اسماعیلؑ صابر ہے

گر آنکھوں پر اپنی آپ پٹی باندھ لیجئے گا

مبادا آپ کو صورتِ پدمیری رحم آجائے

بسر کی بات سن کر باپ نے تعریف فرمائی

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا

پچھاڑا اور گھٹنا سنیہ معصوم پر رکھا

زمین سہمی پڑی تھی آسمان ساکن تھا بیچارہ

پدر تھا معلق بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی

منشبت کا گردِ ریائے رحمت جوش میں آیا

ہوئے جبرئیلؑ نازل در تھا ماماؑ حضرت کا

یہ طاقت اور قربانی ہوئی منظورِ بزدانی

ہمیشہ کے لئے اس خواب صادق کا اثر لیجئے

غرض و نہ ہو قربان اسماعیلؑ کے صدقے

کے ترکب ہوئے ہو۔ جو منہ بگاڑ دیتے

والا۔ اور مصیبت میں مستند کر دے والا

ہے۔ اگر اس موقع پر آسمان سے خون

کی بارش ہو۔ تو کیا تم تعجب کرو گے۔

(یاد رکھو) آخرت کا عذاب ہمیں رسوا

کرنے والا ہے۔ اور ہاں ایسے لوگوں

کی کوئی مدد ہمیں کی جائے گی۔ کوئی

طاقتِ خدا کے کاموں میں ذلیل نہیں

اور نہ انتقام لینے سے کوئی روک

سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہتھاراب

نافرانوں کی ناک میں لگا رہتا ہے۔

تقریریں کر بعض کو فیوں نے طعن

کے طور پر کہا تھا کہ ”جو لغامی ان کے

باپ علی رضی اللہ عنہ۔ وہی ان میں بھی ہے“

مگر دشمنوں میں سے بعض ایسے بھی تھے۔

جن کی زبانیں ان کی شجاعت۔ فصاحت

خطابت کا اعتراف ان الفاظ میں کر

رہی تھیں۔ ”فصاحت و بلاغت ان

کے گھر کی لوندی ہے۔ آخر علیؑ کی بیٹی

ہیں۔“

اس سلسلہ میں بشیر بن خزیمہ اسدی

کا بیان ہے کہ جس وقت بی بی زینبؑ

نے تقریر شروع کی۔ تو مجمع پر سکوت

چھایا ہوا تھا۔ اور سانس لینے کی آواز

بھی نہ سنائی دیتی تھی۔ ان کی تقریر

سے ایسا معصوم ہو رہا تھا کہ حضرت علیؑ رضی

تقریر کر رہے ہیں۔“

رازقِ اخیر

غلابِ مدین سے اسماعیلؑ نے پایا ذبیح اللہ
خدا نے آپ کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ

جنوری ۱۹۲۳ء عیصمت کا چندہ پانچ روپے
سالانہ ہوا۔ ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۲۵۹ منبر

نبوتہ

ہنچا۔ اور اب ضرورتوں نے مجبور کیا کہ پھر انہیں پرانی رسموں کو نئی صورت میں رائج کیا جائے۔ انجمن امداد باہمی یا کو اپریٹو سوسائٹی نے اسی قسم کے بینک کھولے ہیں۔ جو آپس کے قرضے سے قائم ہوئے۔ اور بلا سودی قرضے کا لین دین کرتے ہیں۔ جہاں جہاں یہ مبارک چیز پہنچ گئی ہے۔ وہاں کے باشندے دن بدن خوشحال ہوتے اور سود خواروں کے بچے سے نجات حاصل کرتے جاتے ہیں۔ لیکن غریب ہندوستان کو جس قدر زیادہ اس کی ضرورت ہے۔ اس کے لائق ابھی یہ تحریک وسیع نہیں ہوئی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں سے لے کر کوئی گوشہ کوئی قریب سے لے کر کوئی محلہ اور کوئی گھر اس سے غالی نہ رہے کہ جہاں سے بلا سودی قرضہ کا لین دین نہ ہو سکے۔ ہمارے تعلیم یافتہ بھائی بہنوں کو پورے انہماک کے ساتھ اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ خاص کر اس کوانی اور مصیبت کے زمانے میں۔ کیونکہ نہری ہوں یا دیہاتی، امیر ہوں یا غریب یا متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ خواتین ہوں یا مرد۔ جتنی کہ لڑکے اور لڑکیاں جہاں ہیں۔ ان کو بھی قرضے کی ضرورت آئے دن پڑتی ہے۔ اگرچہ کسی نہ کسی طرح کھینچ تان کر کہ وہ اپنی ضروریات زندگی پوری کر لیتے ہیں لیکن اٹھا روپیہ نہ ہونے کے سبب سے کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے اپنی زندگی خوش حالی کے ساتھ گزار سکیں۔ مثلاً تجارت۔ زراعت کسی قسم کا ٹھیکہ یا کارخانہ وغیرہ کھولنا۔ یا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا۔ بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس قسم کے کام اگر سودی قرضے سے کئے جائیں تو تمام منافع سود ہی کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور اگر خدا نخواستہ نقصان ہو تو بساط ہی الٹ جاتی ہے۔ اور ان بد نصیبوں کا سوائے جیل کے کہیں ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

اس سکیم کو باقاعدہ اور وسیع پیمانہ پر چلانا تو ذرا مشکل کام ہے اور ہم پردہ نشینوں کے بس کا روگ نہیں لیکن گھر پر کنبہ رشتہ یا محلہ کی بہت سی بیسیاں مل کر بہت کچھ کر سکتی ہیں اور وہی علیحدہ

ہونے زمانے کا دستور تھا کہ شادی بیاہ کے موقعوں پر لڑکی لڑکے والوں کو سب عزیز کنبہ برادری والے اور دوست احباب اپنی اپنی حیثیت کے لائق کچھ کچھ نقدی ضرور دیا کرتے تھے۔ جو سب مل کر ایک معقول رقم ہو جاتی تھی۔ اور بعض اوقات نو شادی کے مصارف پر سے ہو کر بھی بیک رہتی تھی۔ اسی طرح چھٹی۔ چلہ عقیقہ خنجر۔ کتب وغیرہ کی رسموں پر بھی دینے لینے کا دستور تھا۔ مٹی کے موقع پر بھی حاضری کے نام سے تین روز تو عزیزوں کے یہاں سے کھانا آتا تھا۔ باقی تمام عزیز نقد روپیہ دیتے تھے۔ اگر کوئی عورت جوہ ہوئی تو بیکے کے عزیز ریشمالہ اور سب حیثیت سونے، چاندی کی چوڑیاں۔ منس اور نقدی لاتے تھے۔ یہ سب ایک قسم کا قرضہ ہوتا تھا۔ جو وقت پر نہایت آسانی سے ہتیا ہو جاتا تھا۔ اور اس کی خیرست نعمت لی جاتی تھی کہ فلاں عزیز یا دوست نے فلاں موقع پر اتنا دیا۔ جس کی ادائیگی اس طرح ہوتی کہ دینے والے کے یہاں جب کوئی تقریب ہو تو اس میں اتنا ہی روپیہ یا ایک دو اپنی طرف سے بڑھا کر دیدیا جائے۔ اسی کو نبوتہ کہتے ہیں۔ پرانی رسموں کو خواہ کتنا ہی برا کہا جائے مگر ہمارے بزرگوں نے کسی نہ کسی مصلحت سے انہیں رائج کیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم ان کی خوبیوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اور اخلاط و تقریر سے ان کو اپنے لئے مصیبت بنالیں۔ نرسے کی رسم میں یہ کمپنی بڑی خوبی تھی کہ بغیر مانگے ضرورت کے وقت ہمیں بغیر سود کا قرضہ مل جاتا تھا۔ اور ادائیگی کے لئے کوئی مبادلہ نہ تھی کہ اگر گزر گئی تو ناش ہو جائے گی۔ بلا سود و سود کا حساب چمکنے لگے گا۔ جب ہمارے قرض خواہوں کے ہاں کوئی تقریب ہو۔ اس وقت ہم قرضہ کی ادائیگی کے طور پر نہیں بلکہ جس طرح اس نے ہمارے یہاں کی تقریب پر دیا تھا۔ اسی طرح ہم بھی اس کے یہاں جا کر نبوتہ دیدیں۔ اور مرے سے دعوت دکھا کر چلے آئیں۔ اسی طرح باری باری سب عزیزوں کا قرضہ اتر جاتا اور جو زیادہ پہنچ جاتا۔ وہ بھی ہمیں اپنے یہاں کی تقریبوں پر روپا مل جاتا تھا۔ اس قسم کی مفید رسموں کو چھوڑ کر ہمیں کوئی نفع نہیں

دقیقہ صفحہ ۲۳۲، مگر وہ نقول خرچی سے مختار رہی جب
خسر کا انتقال ہو گیا اور چارہاں یوں میں جائداد تقسیم ہو گئی تو علاوہ
خانہ دانی فرخ پور کے تین سو روپیہ، ہوا کی جائداد دہر بھائی کو ملی۔
بچھے کی بیوی بیگم عسکری کی نو بلفظ خانہ داری سے بے بہرہ
بھلا اس قدر قبیل آمدنی میں کس طرح گزارہ کریں۔ مہیاں بیوی
میں، جاتی ہوئی۔ شوہر بہرہ ت میں بری بھائی کی نظیہ پیش
کرتا کہ وہ کس حرت سی قبیل آمدنی میں گزارا کر رہی ہیں نوٹ
ہو آئی۔ وہ لڑ بھڑکا کہ بے عیبے لہر دے دے جا بیٹھیں۔ اور قمر جاہ
کی بیوی نے اپنی حکمت عملی سے نہ صرف تین سو روپیہ ہوا میں
گھر چلایا۔ بلکہ ذاتی وقت کے چار سو روپیہ بھارتی اور تین سو روپیہ
زادرات ملے ان کو اٹھ سو روپیہ سے فروخت کر کے ایک
جھوٹا سا بنک لکھ کر دیا۔ اس سے سو روپیہ ہوا کر کے آئے لگا۔
اور بجائے من سو کے سو روپیہ ہوا کی آمدنی ہونے لگی۔
بچوں کی تعلیم کے لئے بھی کچھ روپیہ کی ضرورت تھی۔ بڑی انظار قمر جاہ
کی بیوی تقدیر کی انھی کہلائے نہیں۔ ان کے من تدبیر کو کسی نے نہیں
دکھا۔ کو بڑا گھر میں سی کھلی بال بچوں سمیت نیم ناکہ زدن سیر کرتی ہے
اس کا شوہر صاحب کے یہاں ۲۵ سو روپیہ ملازم ہے اسی سے گھر کا
کمرہ پر پنے من بچوں کی کھانا بناتا۔ دو آدمیوں کا گزارا لیا سان ہے
شری شری سے کتنی بھی گھر اس کے کمرے کے برابر والی زلفن نے
اس آمدنی میں سے چھ سو روپیہ انداز کر کے عفریوں بال رکھی تھی دو آنہ
فی بدہ کے حساب سے روزانہ اس کی عفریوں کے اندوں کی
قیمت آمد آنے لگ ہو جاتی ہے۔ اور فرصت کے اوقات میں رام
دو روپیہ کھانے کی دے دے اور اس کا ہرنے والی عورتوں کی کرتیاں
تاجر نہ رخ سے ۵ روپیہ رتی کے حساب میں دن میں تین سی لیتی تھی۔
اور ہر چوتھے دن ایک سو روپیہ کٹر میٹر کو دے دیا کرتی تھی ورہے وصول
کر لیتی ہے۔ اس طرح اس کو ایک خاص رقم ہوا رہتی تھی۔ اب بھلا
کہ نقد سے زلفن کی زیادہ آمدنی ہو جاتی تھی یا محنت و تدبیر سے۔
حالانکہ دونوں کے سوہر عسکری محسوس روپیہ ہوا ہونے والے جیسے
تھے۔ اس سے دوا ہے کہ دو ہزار روپیہ کو سو روپیہ بننے کی راہ
خوش اسوئی سے ملنے کے لئے توفیق عطا کرے۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

بچا ب وغیرہ میں بہت کچھ اس عمل درمیان ہے۔ اسی کو دیکھ کر
مجھے خیال ہوا کہ کیوں نہ اس مفید تجویز کو رسالہ میں شائع کر کے عام رواج
دینے کی کوشش کروں۔ مگر اس کا یہ ہے کہ چند بیسوں گھر ایک
سو روپیہ بنا لیتی ہیں جس کا ہر ممبر ہر مہینہ ایک دو روپیہ سے لیکر دس
بیس روپیے تک حسب قرار و اجزہ دیتا ہے۔ ایک بی بی نجین مگر مری کے
ہر مہین سے چندہ وصول کرتی ہیں اور تاریخ مقررہ حسب سب روپیہ
وصول ہو جاتا ہے تو ایک ممبر کو دیدہ جاتا ہے۔ سی طے دوسرے ماہ
دوسرے کو اور پھر تیسرے کو اسی طرح ہر ممبر کو کٹتی رقم مل جاتی ہے
مثلاً فرض کیجئے کہ دس بہنوں نے جو بھی کے مہینہ سے نو تہ ڈالنا شروع
کیا اور دس روپیہ سو روپیہ کے ڈال تو بدنام کٹھی ہو کر سو روپیہ ہوئی
جو ایک بہن کو مل گئی دوسرے دوسری بہن کو۔ انی سی رقم بہنوں تک
کہ ان کو ترک سب منزل کو نہ پہنچا رہا روپیہ مل گیا اور نو تہ ختم ہو گیا۔ اسی کو
چھٹی ڈالنا یا نو تہ ڈالنا کہتے ہیں۔ اس میں خوبی یہ ہے کہ دس روپیہ
ماہوار دے کر کبھی شش سو روپیہ نہیں مل جاتے ہیں۔ نہ ضرور ہے کہ
دس روپیہ مہینہ جمع کر کے بی بی ہم نئی رقم کٹھی کر سکتے ہیں۔ گراڈ تو
دس ماہ انتظار کرنا پڑتا ہے دوسرے اسے گھر میں آسانی سے جمع نہیں
ہو سکتا۔ کوئی نہ کوئی ضروری غیر ضروری خرچہ نکل ہی آتا ہے۔ اور یہ
ایسی ہے کہ تاریخ مقررہ پر نہیں۔ روپیہ دینا ہی تیرا ہے مگر سو روپیہ
کا کوئی جھگڑا نہیں۔ اس میں مل کر کام کر رہی ہیں جس کو جلدی ہے۔
اس نے پیسے ساجس کو کوئی جلدی نہیں۔ اس نے سمجھ لیا کہ میرا روپیہ
جمع ہو رہا ہے۔ جو ملے۔ وہ بھتی میں کہ فرضہ داکر۔ بی بیوں غریب
طبقہ مثلاً جنگلی بستی۔ بی۔ دھوبی۔ بائیں اور خدمت کا عموماً
قسط پر روپیہ لیتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دس روپیہ سے کر
پورے سال بھر یعنی بارہ مہینہ تک ایک روپیہ ہوا را داکر لے رہتے ہیں
ان غریبوں کو ایک روپیہ ہوا را داکر کچھ زیدہ گراں نہیں گزارا مگر خیال
کرنے کی بات ہے کہ اس طرح وہ بچا رہے دس روپیہ پر دو روپیہ سودا دار
کرتے ہیں یعنی دس روپیہ سینکڑہ۔ یہ نہ شرح سود کے قدر گراں ہے اگر ہم
لکھ جھوٹے چھوٹے نیوٹے ایک دو روپیہ سے ڈالیں اور اس میں ان بچا
کو بھی شریک کر لیں۔ انہیں لوگوں کو جمع کر کے دس میں مہینہ دیا تو بڑی
آسانی سے وہ فرضہ بھی حاصل کر لیں اور اس میں روپیہ سینکڑہ سود سے بھی
نجات پائیں۔

ظفر جہاں۔ بریلی

تقدیر اور تدبیر

بہت قائل ہیں۔ وہ کہہ گا حقیقی سے ہر دم من و سلوا کی امید دار رہنے کے سوائے اور ہر کاموں میں تقدیر کو ذمہ دار بناتی ہیں۔ میں نے ایک دن ان سے کہا کہ بن تقدیر کو کیوں اپنی تمام کمزوریوں کا ذمہ دار بناتی ہو۔ ہاتھ پاؤں ہلکے بھی دیکھو۔ انہوں نے بتوری پر بل والی کمر بڑی آزمودہ کاری سے جواب دیا۔ ”دیکھو خود تدبیر ہی کرنے کے بعد دوسروں کو ہی وقت نہ بناؤ۔ دیکھو تمہارے بہنوئی بھی ایم اے میں اور ان کے دوست بھی۔ یہ دوسروں پر کئی سال سے پروفیسر ہیں اور م آئی سی۔ ایس ہو گیا۔ مقابلے کے امتحان میں دونوں بیٹھے تھے تقدیر نے تم کو پاس اور تمہارے بہنوئی کو فیل کر دیا۔“ میں نے کہا کہ آپ غلطی کرتی ہیں۔ اول قوم ریاضیات میں ذرست کلاس ایم اے تھا۔ اور دوا لہا بھائی تاریخ میں سینکڑ کلاس ایم اے۔ اس کے علاوہ م کی سفارشیں معقول تھیں۔ اس کے ماموں ولایت کے آئی۔ ایس تھے۔ پھر وہ کس قدر محنت سے امتحان کی تیاری میں ایم اے سے لے کر آئی سی۔ ایس تک مصروف رہا تھا۔ بس اس تدبیر کا ثمرہ سمجھو۔ بیکار قسمت ہی کو کیوں کو سستی ہو۔“

بیگم عسکری رورہی ہیں کہ ہائے سرور جاہ کے ہاں سبیاہ گھر میں نے لڑائی کی تقدیر بھڑادی۔ ایک دن بھی اس کا چین سے نہ کٹا اول جولناق پڑا وہ ہمیشہ کے لئے قائم رہا۔ آخان کی بڑی بہو قمر جاہ کی بیوی کس عیش و عشرت سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ ہے تو غریب کی لڑکی گمراہی اپنی تقدیر۔ گمراہ کو کون بھائے قمر جاہ کی بیوی متوسط گھرانے کی لڑکی ہے۔ خیر سے اپنے ہاتھوں غارتگری سنبھالنے کی عادی۔ سارے گھر کا کام خود کرتی آئی تھی۔ اس وقت شمس الہین صرٹ اپنے حسن لیاقت اور خدمت سے ایسا ہر شخص کو رام کر چکی تھی۔ پہلے ہر فرد حجتے کہ ماما اسیلیں بھی اس کو چار باتیں سننا دیتی تھیں۔ گمراہ بڑا نہ مانتی۔ کنگال گھر کی کچی کسی کو دینا دلانا کیا جانے۔ اور قمر جاہ کی دلہن آنکھ بند کرکشتی میں ٹپکر اپنا مال لٹا نا ہرگز گوارا کرنے والی نہ تھی۔ لوگوں نے نام دھرا سینکڑوں بار ماں باپ کی کم حیثیتی کے طعنے لے۔

(باقی صفحہ ۲۳۱ پر)

کچھ انسان کی سرشت میں بھی یہ بات داخل ہے کہ اپنے کو تمام الزامات سے بری قرار دے کر دوسرے پر اس کو تعویذ دے مثلاً قدرت قصور وار قسمت ذمہ دار اور ذرائع ناقص وغیرہ مگر کبھی آپ نے غور سے مطالعہ کیا اور ٹھنڈے دل سے سوچا کہ ہر ایک نیک و بد انجام کار کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ اچھی قسمت اور بُری تقدیر پر نگہ کیے رہنا سراسر حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل دے کر دنیا میں بھیجا کہ اس سے کام لے کر ہم انسانی صفت آشکارا کریں۔ اور ترقی کے تمام مدارج اعلیٰ طے کر کے اپنی ہمتی کو واقعی انسان بنانے میں کامیاب ہوں۔ بلکہ اس کے ہم دنیا کے ہر دلعوب میں چھپس کو اپنی مقصد سے کہیں دور جانے اور اپنی نادانی اور سلی بیٹی سے جو کچھ خسارہ اٹھایا اس کو ”تقدیر میں لکھا“ سمجھ کر مال دیا۔ دنیا میں ہر ذی روح اپنی قسمت ساتھ لاتا ہے بعض ایسے ہیں۔ جو اپنی تدبیر عمل سے سنوارتے ہیں بعض لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھر بٹھکر اس کو بگاڑ دیتے ہیں۔ جب تک عقل کو بردے کا رلانے کا مادہ انسان میں پیدا نہیں ہوتا۔ وہ یا تو بچہ ہوتا ہے۔ یا سوداگر اگر آپ عہد طفلی سے لے کر موجودہ دور زندگی تک اپنی مسلسل کارگزاریوں پر ایک اجالی نگاہ ڈال کر دیکھتے تو واضح ہو جائے گا۔ کہ ہر کام کی اہمیت کے مطابق نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں مسلمانوں سے زیادہ شاید ہی اور کوئی قوم تقدیر پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہوں گی۔ فرض کیجئے کہ ہم بے روزگاری کا شکار ہیں۔ باوجود تلاش کے ملازمت نہیں ملتی لیکن پھر بھی تدبیر منزل کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔ انگریز نہیں محنت مزدوری ہی بھی۔ سرمایہ دار نہیں ہیں۔ خوردہ فروشی ہی کر کے دو چار پیسے پیدا نہ کر لیں تو زندگی کی ضرورتیں کیسے پوری ہوں گی نئی چڑیاں۔ تلتلیاں۔ گھٹیاں۔ چوٹیاں بھی تمام دن غذا کی تلاش میں سرگردانی کرتی ہیں۔ جب جا کے پیٹ بھر سکتی ہیں۔ کیا لذت کی فیاضی میں ان کا حصہ نہیں۔ کیا تقدیر انہیں بلا دوسری کے کھلا پلا نہیں؟

اس تک دو دو گنشمش کا نام ہے زندگی۔ دنیا میں زندہ روح کے لئے تدبیر کی ضرورت لازمی ہے۔ میری ایک سہیلی تقدیر کی

اے ماؤں بہنوں پیٹیوں!

جیسے گھونسل پہلے بناتی تھی۔ ویسے ہی اب بھی۔۔۔ نہ رے جی کھوؤں میں پہلے رہتے تھے، ویسے ہی کھوؤں میں اب بھی رہتے ہیں۔ اسی طرح جانور اپنے بچوں کو جیسی تربیت پہلے دیتے تھے۔ ویسی ہی اب بھی دیتے ہیں۔ نہ اس میں ترقی ہوئی نہ تنزل مگر انسان نے تربیت دینے میں ترقی بھی کی اور تنزل بھی۔ کوئی ماں اچھی تربیت دیتی ہے اور کوئی بُری

جانوروں کی فطرت میں ہے کہ اپنے بچوں کو کیا تربیت دیں کس مقصد حیات کے لئے ان کو تیار کریں اور کس طرح تیار کریں۔

ان کو سونپنے کی ضرورت نہیں

انسان کو عقل دی ہے اور عقل کو ترقی اور تنزل کی قابلیت دی ہے۔ غالباً سب سے پہلے انسان کو فطرتاً معلوم ہو گا کہ اس کا مقصد حیات کیا ہے۔ اور اگر ہم مسلمان ہو جب حکم خدا قرآن شریف میں ”تدبیر“ کریں تو ہم کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہماری زندگی کا کیا مقصد ہے۔ جب ہم کو یہ معلوم ہو جائے تو پھر ہم کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری تربیت اور تعلیم کا کیا مقصد ہے۔ اور اگر ہم پھر قرآن کریم میں تدبیر کریں گے۔ اور حدیث و سیرۃ ناصحہ اور حکم کا سوئیچ کر سٹالہ کر لیں گے تو ہم کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری تربیت اور تعلیم کا طریقہ کیا ہونا چاہئے۔

حکمرانی الحال یہ بدیہی اور یقینی ہے کہ صحیح تربیت فقط ”ماں“ ہی دے سکتی ہے۔ اس لئے ماؤں کی صحیح تربیت کا انتظام سب سے ضروری ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم مسلمانوں میں لوگوں کی تعلیم اتنی عام نہیں ہوئی جتنی لوگوں کی تعلیم۔ کیونکہ ہماری موجودہ تعلیم تربیت کا مقصد، کورس، طریقہ، معلمین و محلات کے اوصاف سبھی غلط ہیں اور ہم کو ہماری زندگی کے مقصد کے لئے کسی طرح سے بھی تیار نہیں کرتے بلکہ حقیقت میں ہم کو دونوں جہانوں کے لئے تیار کر دیتے ہیں۔ اور یہ باوجود سسٹم یونیورسٹی، اسلامیہ کالجوں اسلامی مدرسوں اور اسلامی کتبوں کے لیا

جب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پیدا کر لیا تو پھر انسان کو پیدا کیا اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا۔ انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا کہ اس کو زمین پر اپنا خلافت دے۔ اور آدم یعنی مرد کو پیدا کرنے کے بعد سب سے آخر میں عورت کو پیدا کیا۔ تاکہ وہ نبی آدم کی صحیح تربیت کرے۔ جہاں مردوں کو اللہ تعالیٰ نے قُوَّ اَمْوَالٍ عَلَى النَّسَاءِ بنایا۔ تاکہ وہ اپنی زیادہ قوت، زیادہ طاقت اور زیادہ عقل سے عورت کی حفاظت کریں اور اس کو فکر معاش اور ہر طرح کے انکار اور ترددات سے آزادی دیں۔ وہیں عورت کو تمام وہ اوصاف بدرجہ کمال عطا کئے، جس سے وہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت کر سکے۔ عقل مرد کو زیادہ دی، عورت کو جذبات میں کمال عطا فرمایا یعنی محبت، ہمدردی، رحم، کرم، نیا بھی۔۔۔ وغیرہ میں اس کو مرد پر فوقیت دی۔ اور یہ اوصاف صحیح تربیت کے لئے ضروری ہیں۔ دین کا اساس بھی اللہ اور رسول کی محبت پر ہے اور اس اطاعت، تابعداری اور فرمانبرداری پر جو سچی محبت اور تقویٰ سے پیدا ہوں۔ مرد کی فلاح اور بہبودی اس دنیا میں اور آخرت میں بہت کچھ اسی تربیت پر منحصر ہے۔ جو بچپن میں اس کو اس کی ماں نے دی ہے۔ کیا عجیب ہے کہ حضرت آدم کی نافرمانداری اور عدم اطاعت کا راز بھی اسی میں ہو کہ ان کو ماں سے کسی قسم کی تربیت نہیں ملی۔ حضرت قوا کی بھی تو کوئی ماں نہیں تھیں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر ماں ہمیشہ اچھی تربیت ہی دیتی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جانوروں پر یہ امتیاز دیا کہ انسان اپنی عقل بڑھا سکتا ہے۔ اور ترقی بھی کر سکتا ہے۔ اور تنزل بھی مثال کے طور پر انسان پہلے کھوؤں میں رہتا تھا اور پھر ترقی کرتے کرتے عجوبہ نڈوں، گھروں اور محلوں میں رہنے لگا۔ پیدل چلتا تھا۔ پھر گھوڑوں پر، گناہوں پر ریلوں میں، موٹر کاروں میں اور ہوائی جہازوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے لگا۔ جانوروں کو جو ایک دفعہ مل گیا نہ اس میں جہاں ترقی ہوئی نہ تنزل۔ ایک چڑیا

توحید پر اب کدنا کیا چاہیے؟

سب سے پہلے ہم کو عین یقین کے ساتھ اس بات پر اتفاق کرنا چاہیے کہ انسان کی اور خاص کر مسلمان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ نقطہ عقل اور حکمت اور فلسفے سے یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی۔ عقلاً اور حکماً اور فہماً سلف کے اس کے متعلق بے انتہا گروہ اور فرقے ہیں۔ مگر جو سچے مسلمان ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ بات کچھ مشکل نہیں۔ ہم قرآن شریف کو اللہ کا کلام مانتے ہیں۔ اور اللہ کے کلام سے زیادہ سچا کلام سچا ہو سکتا ہے۔ یہی بناوینی خبر لانے والے کو کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں بہت سی خبریں لنباء ہیں۔ مگر صرف ایک خبر کے بارے میں عظیم کا لفظ استعمال ہوا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آدم کو پیدا کر کے اپنی خلافت زمین پر قائم کرنے کا ہے۔ اس پر فرشتوں میں کچھ بحث مباحثہ بھی ہوا۔ غالباً وہ چاہتے تھے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت ان کو ملے۔ مگر وہ تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے تھے۔

کہیں اور اس کے متعلق مبینہ کچھ ہوئے ثبوت پیش کئے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے پیدا کیا کہ وہ زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرے۔ جتنے انبیا و علیہم السلام جہاں جہاں بھی آئے لوگوں کو اسی کے لئے تیار کرنے کے لئے آئے۔ ہر نبی نے بیتین باتیں کہیں "میں امین ہوں۔ اللہ سے تقویٰ کرو۔ اور میری اطاعت کرو"۔ امین تو اس کو کہتے ہیں جس پر پورا پورا بھروسہ کیا جاسکے۔ تقویٰ وہ تمام اخلاق اور اوصاف ہیں کہ جن میں وہ موجود ہوں تو وہی اللہ کی حکومت قائم کر سکتے ہیں۔ اور اطاعتِ رسول ہی اصل دین ہے۔

یہودیوں کو یہی تعلیم دی گئی وہ مسیح کا انتظار کریں جو اگر اللہ کی حکومت قائم کر دیں گے جس کو یہودی یہ سمجھتے رہے کہ ان کی یعنی بنی اسرائیل کی حاکمیت دنیا پر قائم ہوگی۔ اور اب تک یہی سمجھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے تمام حواریوں کی یہی تعلیم تھی کہ اللہ کی حکومت قائم ہونے والی ہے حضرت عیسیٰ نے بہت سے اُن اوصاف کا ذکر کیا کہ جن کے اختیار کرنے سے اللہ کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ انہوں نے اپنے حواریوں کو صرف ایک دُعا

سکھائی ہے جس میں یہ ہے: کہ اے اللہ تیری حکومت اور تیرا ارادہ زمین پر ایسا چلے جیسا آسمان پر چلتا ہے۔ اور ملکوں کی دینی کتابوں میں بھی یہی مذکور ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام نے اللہ کی حکومت اس زمانے کے مطابق قائم کر دی اور ایسے بنیادی اور اساسی قوانین چھوڑے کہ ان کے تکامل سے ہر زمانے کے مطابق اللہ کی حکومت قائم رہ سکتی ہے۔ مگر چند ہی سال کے بعد مسلمانوں نے اللہ کی حکومت کو اپنی سلطنت میں تبدیل کر دیا۔ اور اب تو ہم بالکل بھول ہی گئے کہ اللہ نے ہم کو کس لئے پیدا کیا تھا۔

اللہ کی حکومت وہی لوگ قائم کر سکتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو بالکل اللہ کے حوالے کر دیا ہوا ہے آپ کو بالکل تسلیم کر دیا ہو۔ جو کتاب میں اور حکمت میں اللہ کی مرضی تلاش کرتے ہوں اور اللہ کی مرضی کے مطابق اپنی زندگیوں کو چلاتے ہوں اور اللہ کی مرضی کے مطابق اس کے نام سے دنیا کے کاروبار کا انتظام کرتے ہوں اسلام اور مسلم عربی کے لفظ ہیں۔ دوسری زبانوں میں ان کے مراد دوسرے لفظ موجود ہیں۔ فرض جو بھی اپنے آپ کو اللہ کی مرضی پر چلائے۔ وہی مسلم کہلایا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں تمام نبیوں کو مسلم کہا گیا ہے۔ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد علیہم السلام سب کے سب مسلم تھے۔ اور جتنے ملکوں میں بھی نبی آئے وہ سب مسلم تھے اور سب کی تعلیم اسلام ہی تھی چاہے ہر زبان میں اس کے لئے الگ الگ لفظ ہوں۔

جو پورے طور سے اللہ پر اور اس کے نبیوں پر اور اس کی کتابوں پر اور فرشتوں پر، خیر و شر پر اور جزا و سزا وغیرہ پر ایمان لائے اور اللہ کی اطاعت کرے وہ مسلم ہے چاہے وہ اپنی زبان میں اپنے آپ کو کچھ ہی کہے۔

لہذا اللہ کی حکومت وہی قائم کر سکتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو بالکل ہی اللہ کو تسلیم کر دیا ہو۔ ایسی حکومت میں انصاف، رحم، انتظام، اور بہودی خلق کے سارے کام اسی کمال کے ساتھ ہوں گے۔ جو اللہ کی حکومت میں ہونے چاہئیں۔ اور وہ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جن میں سچے اسلامی اخلاق یعنی ایسے لوگوں کے اخلاق جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کو بالکل ہی

اور اللہ نے ان کو عملی اور عملی قابلیت دی ہے وہ اس کام کو شروع کریں۔ اور مجھ کو امید ہے کہ جس طرح میرے بھائی عظامہ زائد بھائی نے سیری ہنوں میں جاگ بیدار کر دی ہے اسی طرح عزیز رازق انجیری سہ ماہی بھائی ایک منظم کام کر رہے ہیں۔ اور لگا کر ان تھک کو سنش سے مصروف ہونے سے یہ شوق اور جذبہ اور جوش پیدا کر دیں گے کہ باؤں کا مدرسہ قائم ہو جائے۔

میں انشاء اللہ اس کی ایسی مٹی ترکیبیں بتاؤں گا کہ کام بنی کسی سرمایہ اور بغیر در در بھجک مانگے ہوئے فوراً جاری کیا جاسکے۔ بسنہر جیکہ بعض بہنوں میں سچا اسلامی درد ہو۔ اخلاص ہو اور خدا وادق بہت ہو۔

ایسا مرکزی مدرسہ ایک جگہ بھی قائم ہو سکتا ہے اس کے ساتھ دوسرے اس سے ملنے ہوئے مدرسے بھی قائم ہو سکتے ہیں اس درت کے جلانے والے لوگ محلے محلے تین تین چار چار ذمہ داریوں کی تربیت تفریبول، بچوں، نمانشوں وغیرہ کے ذریعہ سے دے سکتے ہیں۔ اور اسی طرح گاؤں گاؤں اور شہر شہر بھی سفیری کو رس جاری کئے جاسکتے ہیں۔ مرکزی مدرسہ کو رس صرف ایک تعلیمی سال کا ہونا کافی ہے انشاء اللہ میں رفتہ رفتہ نہایت تفصیل کے ساتھ ایسے مدرسے کے قیام کے متعلق لکھوں گا مگر اس سے پہلے میں ایک آدھ مضمون چند بنیادی اور اساسی باتوں کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں۔

”شہید“

(بقیہ صفحہ ۲۳۶) یہ حال اب تک تو وہ جاتی رہتی ہیں لیکن خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کس مشعل سے جاتی ہوں گی ایسے موتوں پر کم از کم سو فی لباس میں آنا چاہیے۔ ہر طرف گرائی گرائی کا غل مچ رہا ہے لیکن اب تک امیروں کے رہنے بہنے پہنے اور چھنے کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور غریبوں کا ان کی رئیس میں حالت ناگفتہ بہ ہے۔

معلوم نہیں کب ہیں اپنے ملک کی اقتصادی حالت کا احساس ہوگا۔ اور ہم معاشرت کو اس کے مطابق بنائیں گے۔

تلاشہ اختر سہروردی

تسلیم کر دیا ہوں۔ مثلاً ان کا انصاف ایسا ہوگا جس میں نہ وہ اپنے باپ کی نہ بیٹے کی نہ بھائی کی نہ بیوی کی نہ اپنے کسی فائدہ کی دروغ بابت کریں گے۔

اور سچے اسلامی اخلاق کتابوں کے پڑھنے سے نہیں آئے نہ وعظ و نصیحت اور نغمہ بردوں کے سننے سے۔ یہ تو فقط اس ماں کی تربیت سے آسکتے ہیں جس میں اول خود یہ اخلاق موجود ہوں اور دوم اس میں یہ قابلیت ہو کہ وہ ان اخلاق کو اپنی اولاد میں پیدا کر سکے۔

میں یہاں تاریخ اسلام سے بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں کہ ماؤں کا اپنے بچوں پر کیسا اثر پڑا ہے۔ مگر میں زیادہ تر عملی باتوں پر آنا چاہتا ہوں۔

مگر لیکن سے مجھ کو یہ یقین تھا کہ ہماری ملت ہماری قوم کا مستقبل ہماری ماؤں کے ہاتھ میں ہے۔ بغیر ہماری ماؤں کی درستی کے ہماری تمام کوششیں کبھی بوری طرح کامیاب نہ ہوں گی۔ اس لئے میں نے اپنی تمام تعلیمی کوششوں، ملکوں ملکوں کے سفر اور ماحضات میں اس کا ہمیشہ خیال رکھا ہے۔ مگر مجھ کو یقین الیقین کے ساتھ یہ نہ معلوم ہوا تھا کہ انسان اور خاص کر مسلمان کی زندگی کا اصل مسند کیا ہے۔ مجھ کو فقط ۱۹۷۱ء میں جو رمضان شریف آیا تھا۔ اس کے بائیسویں روز کے دن صبح سات بجے قرآن شریف کی تلاوت کرتے وقت معلوم ہوا ہے۔

میری بہت عرصہ سے خواہش تھی کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جس میں ہم آئندہ یا موجودہ ماؤں کی تربیت دیں۔ اس کے متعلق میں نے بہت سامعین کو بیان کیا۔ مگر نہ مساعد اور موافق نہ ہوا اور اچھی ہی ہو کہ میں شروعات نہ کر سکا۔ اب اللہ کے فضل سے مجھ کو وہ لفظ معلوم ہو گیا کہ جس کے گرد ہم اپنی زندگی مکی ہر خدایت کو گھما سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ملک میں بھی اب اس کا احساس ہونا شروع ہو گیا ہے۔

مگر فی الحال میرے لئے نامکن ہے کہ میں خود اس کام کو شروع کر دوں یہ مضمون یہ حالت کب تک رہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری بعض بہنیں جن کے دل میں اللہ اور نبی کی سچی محبت ہے اور محبت کے ساتھ ہی ملت اسلامیہ کی خدمت کی تڑپ ہے

نتھی کی اماں

سے کھرا ہو جاتا۔ اندھا تھ پھیل کر کہتا: ”اب لاؤ پیسے دیے
بھی دو گی یا مفت لے آؤں“ وہ کہتیں ”نہیں مفت کیوں
لانے لگے۔ میری گود میں نتھی ہے۔ ذرا پیاری ادھر سر کا دو۔
میں پیسے نکال دوں“

میں پیسے لے کر سودا لینے چلا جاتا۔ اور نتھی کی اماں
مساکھ پیسے بیٹھ جاتیں۔ چار پائیوں کے گھر وندے سے نکل کر
میں باورچی خانہ میں جا گھٹت۔ اور ششم۔ مولیٰ کے بچے آؤ
کے چھلکے۔ ذون۔ مریج۔ خشکی کا بچا ہوا آٹا جمع کر کے الگ
الگ پٹیاں باندھ کر رومال میں لپیٹ لیتا۔ اور بغل میں
لکڑی کی دو چھپٹیاں دبا کر گھر کے صحن سے پرہنج کر چیتا
”واپ گندھی بھی کھو لو گی یا یوں ہی کھڑا ہوں“

وہ اندر سے آواز دیتیں: ”اجی آتی ہوں نتھی گود
میں سو گئی ہے۔ ذرا اُسے توتا دوں“ جب وہ دروازہ پر
آکر جھوٹ موٹ گندھی کھولتیں۔ تو میں اندر آکر رومال پھیلا
کر ایک ایک پٹیاں ان کو دے کر کہتا: ”دیکھو بی اب تم سارا
سودا دیکھ لو۔ پھر میں دمڑی دمڑی کے سودے کو نہیں بھاؤں گا
وہ نہایت اطمینان سے ایک ایک پٹیاں کو کھول کر دیکھتیں۔
اور ناک ٹیکٹر کر کہتیں ”دیکھو تو آٹا کیسا بڑا لے ہو۔ تمام
سرسریاں بھری ہیں۔ اور لکڑیاں تو چڑا ہیں۔ بھلا دونی
کیسے بکاؤں گی۔ اور یہ سوتے تلخ کس کام کے سارے پتے
سو گئے ہوئے ہیں“

میں جتنا کر کہتا ”تم عورتوں کا کیا ہے۔ گھر میں بیٹھے
بیٹھے باتیں بنانی جانتی ہو۔ ذرا باہر نکلو تو حقیقت کھلے“
وہ بگڑ کر کہتیں ”اُوی بیوی مردوا تو کاٹ کھانے کو دوڑنا
پے۔ میرا کیا ہے۔ جیسا لاؤ گے جھونک دوں گی“

میں کان دبا کر اپنی کرسی پر جا بیٹھتا۔ اور نتھی کی اماں
پکانے ریندھنے میں مصروف ہو جاتیں۔ ابھی وہ آٹا، ہا
گوندھتی ہوئیں کہ نتھی جھوٹ موٹ جاگ اُٹھتی۔ اور وہ

آج میں کالج سے آتا تو دیکھی علیہ برتہ میں بیٹی ہوئی گود میں
بیٹی کو لئے ہمارے دروازے سے نکل رہی ہے۔ میں نے اُسے
چھیڑتے ہوئے کہا۔ ”کیوں بی علیہ آخر تم نے نتھی کی اماں بن کر سی
ام لیا۔“ وہ میرے برابر سے یہ کہتی ہوئی نکل گئی۔ ”تمہارے پیٹ
میں کیوں جو ہے دوڑ رہے ہیں۔ شادی کے بعد تم بھی آبا بن جاؤ گے“
دس سال پہلے علیہ اور ہم میاں بیوی کا پارٹ
بڑی خوبی سے ادا کرتے تھے۔ اس وقت علیہ کی عمر آٹھ سال کی
تھی۔ اور میری دس سال۔ علیہ کی ماں ہمارے پڑوس میں رہتی
تھی۔ اور بے چاری بہت سی تنگی ترشی سے گزارہ کرتی تھی۔ وہ
بھی جب کہیں سے دو ایک کپڑے سلائی کے آگئے۔ ورنہ دو دو
وقت اُسے چولہا بھی نہیں سگلتا تھا۔ گرمیوں کی لمبی وہ پیروں
میں۔ جب اتنی جان سرجائیں تو میں لپک کر علیہ کو بلانے چلا
جاتا۔ وہ میری ایک ہی آواز پر دوڑ کر آ جاتی اور گھر آکر ہم دونوں
اپنے دمچپٹ سفلہ میں لگ جاتے۔ پتے ہم کو ٹھہری کے سامنے
درے میں دو چار پائیاں کھڑی کر کے اوپر سے ایک چادر ڈال کر
اپنا گھر وند اُتیار کرتے اور خانہ داری کی خصوصاً باورچی خانہ
کی مختلف چیزیں جمع کر کے میں اپنی کرسی پر سرگڈے کی عینک
لگا کر کوئی پھیٹی، پرائی کتاب سنبھال کر مطالعہ میں مصروف ہو جاتا
اور علیہ اپنی گڑیا کو گود میں لٹا کر گھٹنا دلائے لگتی۔ کچھ دیر تو وہ
یونہی آوں آوں اللہ اللہ کر کے اپنی نتھی کو سٹلانے کی ناکام
کوشش کرتی۔ اور پھر میرے ادبی اہناک سے اُگتا کر کہتی:۔
”اٹھو بھی بہت پڑھ چکے۔ گوشت ترکا رہی لے بیٹھو ورنہ دفتر
جانے میں دیر ہو جائے گی۔ پھر نہ کہنا کہ نتھی کی اماں آج تو ہم
بے چارے بھوکے پلے“

میں کرخت لہجہ میں کہتا۔ ”آتا ہوں بی۔ دیکھتیں نہیں،
پڑھ رہا ہوں۔“ وہ بھونپ مٹکا کر کہتی ”پڑھے جاؤ میرا کیا
پے۔ جب سودا لا کر دو گے، پکا دوں گی“

آخر ان کی خشکی سے ڈر کر میں اپنی عینک اتار کر جلدی

بے قرار موجو!

بے قرار موجو! تم اس طرح آوارہ خرام کیوں ہو؟ کیا بجز بے باؤں میں کوئی جی جائے آرام نہیں۔ یا کوئی خیر معمولی فلتن نہیں؟ یہ مسافرت کمرہ ہی ہے۔ آخر وجہ حرکت یہم کہا ہے؟

بھاگ بھاگ بانی موجو! کونسی تلخ حقیقت کے تجربے کے لئے تم ہر شے کو "بانی" گئے پڑھتی ہو۔ لیکن وہ کیا درس عبرت دیتا ہے۔ بنے ساحل سمندر سے شن کر اپنے آپ کو بھی بھولی کرنا ہو جاتی ہو۔ اور سمندری جھاگ جس تبدیل شدہ ایکشت خاک! بہ سمندر آہ بہ سمندر آہ سمندر! یہ تونسی دہشت کے راگ الا سا بہنا ہے۔ اندائے آفرینش کے نفع سے اندر میں اور ہزاروں داستانیں اس کی تہ میں پوشیدہ!

غنا صبر قدرت کی چڑھی ہوئی جنون بھی اس کے عزم راسخ میں خلل انداز نہیں ہوتی! تو بھر سا ب دار موجو! تم اپنے وجود کا راز پر خن کو کونوں نص رہی ہو جب کہ "ماحصل صامت" ہی دم رہن اور رگندہ خوانی میں ہے! "صورت سوال" ہوتے ہوئے جی پاس صدا ہے بغواست" جواب ہے .. اس سے موسم سر کا خوف ک سمدری طوفان دہر پر قیامت لائے یا ساکت و صامت طبع پر حجاب رقص کن ہوں +

یوں ہن ہن کے مڑنے اور بھرا بھر کر مٹ جانے سے کیا حاصل! جب کہ نظام کائنات ہی پر ہر شے کی قیامت سے مقابلہ کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس کی دستوں میں نہال! جو خرام موجو! اتم منزل مقصود تک پہنچنے پہنچنے اس طبع فائز کیوں ہو جاتی ہو جیسے شب دیجو کی سیاہی میں صدمہ ایسی ہی صورتیں نہال ہو جائیں۔ ..

شوریدہ سر موجو! غصہ زلیست کا خیال چھوڑ دو۔ یہ پڑھتی ہوئی سودائیت ہے۔ اور غلیظ قانون قدرت + ..

آنسو محمودہ رضویہ

بچ کر کہتیں۔ "اجی دیکھا ذرا نفعی کو کھدے لگا دیں آٹے میں دو گتیاں لگا کر ابھی آئی۔" میں ننھی کو اٹھا کر دو حیار منٹ ٹہل کر کہہ دیتا۔ "دوبی یہ میرے بس کی نہیں ہے۔ سنبھا داس کو" وہ آٹے کی کڑی برے شا کر ہڈ دھوٹے ہوئے کہتیں۔ "تو ہے۔ لیتی ہوں۔ تم تو بکھلا دیتے ہو"

یہ ایک ہمارے چھوٹے سے ہر سکون گھر میں رہنے والا آتماہ دونوں چار پائیاں دھڑام سے گر گئیں اور اتنی جان سیراکان گھسیٹ کر فضا میں کہتیں۔ "لوں سے مر دو یہ کیا کھیل کھیلا جا رہا تھا"۔ ننھی کو بے دردی سے میری گود سے گھسیٹ کر زمین پر پھینچ دیتیں۔ ننھی کی ناں بھٹی ہوئی نگاہوں سے اتنی کو دیکھتیں۔ اور ننھی کو گرتے کے نیچے پیٹ سے جٹا کر بے تحاشا بھاگتیں۔ اور اتنی لکڑی ہاتھ میں لے کر ان کے نیچے یہ کہتی ہوئی دوڑتیں۔ "غصہ نو سہی چھینسی، ایسی ارمان بھری ہے تو اپنی آناں سے کیوں نہیں کہہ دیتی۔ میرے بچے کا کیوں ناس اڑانے آتی ہے۔"

آمنہ نازیلی

نجمہ

ہندوستان کی بہرین، دل لگان لڑکوں کا چہرین ناول جیسے کی دھوم مچا کر کتابی صورت میں آئے ہیں اس کا پہلا اوشن ہافوں ہاتھ آٹھ ماہ میں نکل گیا اور اب دوسری دفعہ شائع ہوا ہے یہ ایک خود سرآزاد خیال نا عاقبت اندیش اعلیٰ تعلیم یافتہ مغرب زدہ لڑکی کی ناکام محنت کا جبرست انجیز نقد اور ایک نیک خلعت شریف الطبع مگر منہ پر شرک شادی سے پہلا و شادی کے بعد کی نہایت ہی دلگوز داستان ہے اس ناول میں مختلف طبیعتوں اور مختلف حالات و محاسن طبع آدمیوں کے حالات بیان کئے گئے اور ادنیٰ طبع کی ایک دو نہیں کی خاندانوں کی معاشرت دکھائی گئی ہے۔ واقعات کی دلچسپی اور طرز بیان کی دلکشی کتاب شروع کر کے ختم کرنے پر ہی مجبور کرتی ہے۔

ناول میں ۳۴ باب ہیں۔ لیکن ایک باب بھی نام کو ایسا نہیں کہ طبیعت کہیں اکت جائے۔ واقعات محض دیکھ ہی نہیں ہیں۔ دردا انجیز سبق آموز بھی ہیں۔ نذر بجا و حیدر صاحب نے اس ناول کا بیشتر حصہ اپنی طویل علالت کے زمانہ میں لکھا ہے مگر حق یہ ہے کہ خوب لکھا اور بہت خوب لکھا۔ قیمت ۴۴ روپے

شیر عصمت کتب ڈپو کوچ چلیانی دہلی

یثرب کے جانے والے سے

السلام نے میرے اوج فلک فرشتے لقی
السلام اسے گہر قلم عالی نسبی
در آقا بہ عقیدت سے غلام لے ہیں
ہند سے خستہ جگر ہر سلام آئے ہیں

لیجئے نبی مصیبت کے اسیروں کا سلام
لیجئے یا نہ کوئین خبیثوں کا سلام
فائدہ ستوں کا غریبوں کا امیر کا سلام
قوم کے غفلوں کا بنیادوں کا پیر کا سلام
گر سلام اپنا قبول شد والا ہو جائے
شب تاریک معصائب میں بلا ہو جائے
(خوش) اگر خوش تسمتی سے کوئی عصمتی
بہن اس سال حج کو جاتی ہوں اور مزار
مقدس کی زیارت نصیب ہو تو مدنی آقا
کے حضور میرا سلام عرض کر دیں۔ میں
ان کی بہت ممنون ہوں گی۔

بیگم ڈاکٹر رفعت حسین صدیقی

آفتاب مشرق خلیفہ اول حضرت
ابوبکر صدیق رحمہ اللہ کے زمانہ
کا اسلام۔ مذہب مقدس کے لئے مسلمانوں
کی سرخ رشتہ قربانیاں۔ توحید و تئلیت کے
مقاصد۔ اسلام اور نصرائیت کے معرکے
مسلمانوں کی جانبازی، ایثار، شہادت۔
صدافت کے دولہ، الجیز واقعات۔ یہ یقیناً غم
کا وہ شہور و مقبول تاریخی ناول ہے جس کے کئی
زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں اور ایک ایک
زبان میں کئی کئی ترجمے۔ قیمت ۱۲۰
سمرا کا چاند۔ اس صحافی ناول میں حقیقی
ہمنوں کے نفسی امور حالات زندگی ہیں جن میں ایک
کی تربیت صحیح اسلامی اصولوں پر کی جاتی ہے اور دوسری
کی تربیت کی طرف سے ماں کی غفلت کا درد ناک انجام
ہوتا ہے۔ واقعات پیچیدہ تربیت نہ ہر غیر عصمت

خاص دربار شہنشاہ کے جانے والے
منزل رحمت اللہ کے جانے والے
جا سلام دل نصیبہ جگر لیستہ جا
کیوں ہو، ادب حق پر تو ناختم امید
میں نہیں جوہر جانوں کے اگر قابل دید
جا سلام دل نصیبہ جگر لیستہ جا
تو ہوا خیرت سرور و کرم باری کا
شعلی ہوتا در محبوب گہر باری کا
جا سلام دل نصیبہ جگر لیستہ جا
سامنے مسکن محبوب دل آلود گدا
باری کی کا سر بزم است را ہو گدا
جا سلام دل نصیبہ جگر لیستہ جا
پہنچے تقدیر تجھے کے ہر غفلت ناز
مگر اک عرض ہونا جزیرا لے بندہ نواز
جا سلام دل نصیبہ جگر لیستہ جا
بنیادنت سے اسیروں کو بھڑانے کیلئے
قتلہ کا دوش غم ان کو سنانے کے لئے
جا سلام دل نصیبہ جگر لیستہ جا
مشرق میں جذبہ کاندہ نہیں ہو نہ ہی
دل تجلی سے سر فراز نہیں ہو نہ ہی
جا سلام دل نصیبہ جگر لیستہ جا
کسیو اب روح ہو مادہ نکل جانے پر
دل بے تاب بلیتا نہیں بھلانے پر
جا سلام دل نصیبہ جگر لیستہ جا
حالت ضبط نہ پڑا لے شکیبائی ہے
تیرے قدام ہیں اود زنت و روانی ہے
جا سلام دل نصیبہ جگر لیستہ جا
السلام اسے فرشتے لقمہ شمشیر و شمشیر

اسے دیار شہر ذی جاہ کے جانے والے
مرد خلق کی اڑکاہ کے جانے والے
ہم سے برگشتہ نصیبوں کی خبر لیتا جا
تجھ کو نہ بٹے دکھا ہے یہ ایام سعید
تو ہے اور کشتن یثرب کی ہمارا جاوید
فرشتے رہ کے لئے تو میری نظر لیتا جا
شکر کردل سے ادا خست کی بیلاری کا
ہاں مگر باس رہے رسم و عادات باری کا
ہو ضرورت تو مرے دیدہ تر لیتا جا
خوفناں جب نری قہمت کا ستارہ ہو
گنبد سبز کا جی بھر کے نظارہ ہو گدا
اپنی زمین بیا بی میں اثر لیتا جا
جب لے آو سا کو تری اذن ہر واد
کوئی تھک تو نہیں لائق سلطان حجاز
نذر کو چشم عقیدت کے گہر لیتا جا
طہرتی ناز کو ساحل یہ لگانے کے لئے
میری سوئی ہوئی تہمت کو جگانے کیلئے
روح میں سوز دعاؤں میں اثر لیتا جا
آہ میں طانت پرواز نہیں ہو نہ ہی
مالہ تاثر سے دم سار نہیں ہو نہ ہی
میری شب کرنے کو ہم رنگ سحر لیتا جا
پہنچے جب سرور کوئین کے کا شنائے پر
تنگ ہے جاہ مہتی ترے دیوانے پر
خبر ہر شیفہ خاک بے سیر لیتا جا
سر پہ ادب کی گھنگھور گھنگھائی ہے
تیرے بڑا وہ ہیں اور انجن اڑا رہے
عرض پیش پیش جتن و بشر لیتا جا
السلام اسے شہر کئی مدنی و العری

آزادی نکاح اور شادی

اکتوبر ۱۹۴۳ء کے عصمت میں جناب اقتضام اللہ میں صاحب
رہوی کا مفید مضمون ”آزادی نکاح اور شادی“ نظر سے گزرا۔
فیاض مضمون نگار نے نہایت قابلیت سے اس موضوع پر روشنی
ڈالی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ مذہبی تقسیم سے بیکانچی ہی بیشتر
ہندوستانی مسلم خواتین کی تباہی اور بستی کا سبب ہے۔ انہیں
بہت کم علم ہے کہ مذہب اسلام نے ان کو مردوں کے برابر حقوق
دیئے ہیں۔ انہیں بھیر بھیروں کی طرح مردوں کے برابر نہیں کیا
وہ بھی انسان ہیں۔ بالکل ویسی ہی جیسے کہ مرد اپنے کو سمجھتے ہیں۔
انہیں اپنی پسند اور ناپسندی کی پوری آزادی ہے۔ وہ
اپنے مصائب و تکالیف کا ازالہ خود نہیں تو عدالت کے ذریعہ
کر سکتی ہیں۔ اپنے تمام حقوق حاصل کر سکتی ہیں لیکن سوال
ہے کہ مذہبی تعلیم سے ان کی اس ناواقفیت کا ذمہ دار کون
ہے؟ مرد اور یقیناً مرد! مردوں نے تعلیمی ادارے قائم کئے
مردوں ہی نے مصائب مرتب کئے۔ اور گھٹ یہ کہ اگر کسی لڑکی
کی گھر پر تربیت اچھی نہیں ہوئی تو یہ مرد بہ تعلیم نہ صرف لڑکیوں
کے لئے ہی مضر ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ خاندان کے لئے بھی مصیبت
ثابت ہوتی ہے۔ انکسار۔ سادگی اور سعادت مندی کے جذبے
سے قطعاً نا آشنا ہوتی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں
ماں۔ باپ بھائی۔ بہن یا شوہر اور بچوں کے لئے ایسی لڑکی
کہاں تک راحت کا سامان بن سکتی ہے؟ لیکن سچ تو یہ ہے
کہ ہندوستانی مرد ابھی اس قدر فراخ دل نہیں ہوئے کہ خود شادی
عورت کو اس کے حقوق دیدے۔ اس کے ساتھ واقعی وہی
سلوک کرے۔

ایک شادی بیاہ کے معاملہ پر یہی کیا منحصر ہے ہندوستانی
عورت کا کس بات میں گھلا نہیں گھونٹا گیا؟ اس کے کیا کیا
حقوق غصب نہیں کئے گئے؟ حق وراثت ہی کو لے لیجئے لڑکی
ماں باپ کے ہاتھ سے دی ہوئی چیز کے سوا باپ کے ترکہ میں
حق دار مانی جاتی ہے؟ جن صوبوں میں بڑے نام لڑکیاں شری

عصمت کی حقدار ہیں۔ وہاں پر کتنی ایسی ہیں جنہوں نے حقیقت میں اپنا
یہ حق حاصل کیا ہو؟ شادی کے سلسلہ میں تو خیر کبھی اب اکثر
ماں باپ لڑکی کی پسند کا خیال رکھنے لگے ہیں مگر کیا شادی کے
بعد اگر کوئی بے بیہرہ حالت پیدا ہو جائے یا لڑکی اپنی اس نئی
زندگی میں کسی وجہ سے مصائب میں گھر جائے تو اس کی کہاں تک
مدد کی جاتی ہے؟ بیشک وہ جانتی ہے کہ اسلام نے اسے ضلع کا
حق دیا ہے لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی تو علم ہے کہ ہندوستانی
معاشرت میں یہ فعل کس قدر قابل نفرت اور مذموم ہے۔ ایسی
عورت یہاں کی سوسائٹی میں عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے؟
ہرگز نہیں! اور یہی رسم و رواج کی بیڑیاں عورت کو ناقابل برکت
تکلیف جھیلنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ بیوہ کے لئے بھی اس ملک میں مصیبت
ہے خدانے کوئے کہ کہیں اور اس کا وجود پایا جائے اگر خدا نخواستہ بیوہ
بے اولاد ہے تو بس تھکڑا ختم لیکن اگر بیٹے پوتے بھی موجود ہیں تب
بھی اس کے ساتھ کہاں تک انصاف کیا جاتا ہے؟ غریب عورت
کس کس کے فحاش عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے؟ باپ بھائیوں کے
شوہر کے عزیزوں کے بیٹے کے اور بھی اگر فرض کیجئے کوئی صاحب غرم
عورت بہت کرے بھی تو اس کی کہاں تک امداد کی جاتی ہے؟ کیا اپنے
بچگانے سب اس سے متنفر نہیں ہو جاتے؟ بس یہی وہ بند چاہیں ہیں
جو ہندوستانی عورت کی راد میں داخل ہیں کسی قوم کے معتقدات سماجی
کا تبدیل کرنا آسان کام نہیں اس لئے عورت کے متعلق ہندوؤں
کے نظریہ کو بدل دینا تنہا عورت کے بس کا نہیں اس کے لئے پہلے
مردوں کو اپنی مالی سمت اور فزغی کا ثبوت دینا چاہیئے باپ بھائی بیٹی
کے حقوق تسلیم کریں شوہر ہر بیوی کو گوشت و پوست کا بنا ہوا انسان سمجھے
بیٹا ماں کے حقوق حقیقی معنوں میں ادا کرے تو عورت کی قسمت بدل سکتی
ہے ورنہ حق یہ ہے کہ حقوق نسواں کے محض زبانی حمایت دہ بھی اس سے
سے کہ یا انگریزی تہذیب کا ایک جز ہے عورت کو بستی سے نہیں نکال
سکتی اور اچکل کی لے لے۔ ایم اے قانون بھی درحقیقت اسی قدر بزدل
دہا ہو جتنی آج سے ۵۰ برس پہلے کی جاہل عورت!
بلقیس جہاں آرا

سوتلی لباس

شکل کا سامنا ہو گا۔ شکل کیا دیوالہ بچھنے لگے گا۔ اس لئے چاہیے کہ بنگال، مدراس اور یوپی کی رسم کے مطابق سوتلی کپڑے پہنتا شروع کیا جائے۔

سوتلی کپڑا جس قدر آرام دہ ہوتا ہے۔ ریشمی نہیں ہو سکتا۔ سوتلی کپڑا ہزار دفعہ دھل سکتا ہے اور خواب نہیں ہوتا۔ صبح پہنے شام کو اتار کر دھو لی کو دے دیجئے یا گھر پر دھو کر استری کر لیجئے صفائی کے لحاظ سے سوتلی کپڑا بہترین ہے۔

خوبصورتی میں بھی سوتلی ساریاں ریشمی سے کم نہیں اگرچہ رواج کم ہونے کی وجہ سے شمالی ہندوستان میں بلیک ٹفیس سوتلی ساریاں نہیں ملتیں جیسی بنگالہ اور مدراس میں۔ تاہم بل کی ساریاں بھی بہت ہی خوبصورت ہوتی ہیں۔ طرح طرح کی رنگوں اور کٹڑوں کی ملتی ہیں۔ مصلوٰہ اور مرٹھی ساریاں بھی بہت دیدہ زیب ہوتی ہیں۔ بلاؤز کے لئے بھی ہزاروں قسم کے چھوٹے چھوٹے اور رنگین کپڑے ملتے ہیں۔ یہی دھلتے والے اور پٹے رنگوں کے ہوتے ہیں اور رنگ لاکر پہننے سے ہنایت ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں بچوں کا لباس تو ضرور ہی سوتلی ہونا چاہیے۔ کیونکہ جہاں بچروں کے کپڑے ایک دفعہ دھلتے ہیں بچوں کے چار دفعہ دھوانے پڑتے ہیں۔ اور سوتلی کپڑا ہی اپنا رنگ دھوپ کھوئے لہذا بار بار دھل سکتا ہے۔ سوتلی کپڑوں کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ اب زیادہ

اپنے ملک ہی کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ دوسرے ہمارے ملک کی ملکی حالت کو دیکھئے ہوئے ہمارے لئے موزوں بھی یہی ہے کہ ہم کم قیمت لباس پہنا کریں۔ اور جب سب سادہ لباس پہنیں گے تو جو واقعی قیمتی کپڑے پہننے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

ان کو جھجک نہیں ہوگی۔ جلسوں اور پارٹیوں میں۔ امیروں کی پارٹیوں میں آج کل بے چارے غریبوں کو نہیں پوچھا جاتا۔ لیکن جلسوں میں اب تک یہ بشرط نہیں لگائی گئی ہے اگرچہ حالات کو دیکھتے ہوئے تعجب نہیں کہ بہت جلد بے چارہ کی حیثیت عدلوں کو قری جلسوں میں آنے کی اجازت بھی شائد نہ ملے

(باقی صفحہ ۲۳۵ کا کالم ۲ پر)

جب میں شروع شروع میں دہلی آئی تو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ یہاں سوتلی لباس کا قطعی رواج نہیں تھا اور اب ۹ سال بعد بھی یہی حالت ہے۔ سوتلی لباس پہننا میسوب سمجھا جاتا ہے۔ مجھ کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی کیونکہ ہمارے بھگال میں تو امیر سے امیر گھرانوں میں بھی رفاۃ سوتلی ساریاں پہنی جاتی ہیں اور سوتلی ساریاں وہاں ملتی تھی طرح طرح کی ہیں۔ ڈھاکہ، سانسہ پوری۔ بنگال غرض بہت ہی فینسی قسم کی سوتلی ساریاں ہتی جاتی ہیں اور معمولی مل کی ساریاں پہننا بھی عجیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ مغلذہ گھرانے زیادہ تر یہی پہنی جاتی ہیں اور اتنے جانے کے موقع پر ڈھاکہ و دہلی کی ساریاں۔ جب سے چارچیت کا رواج ہوا ڈھاکہ سانسہ پوری کا رواج کم ہو گیا لیکن نئی دہلی، اشملہ اور شمالی ہند کے دو ایک مہندروں میں دیکھا کہ ریشمی کے سوا دوسری چیز پہننی حرام۔ چھ پر اعتراض بھی ہوئے اور شاذۃً بتایا بھی گیا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن میں اپنی عادت سے مجبور تھی صبح گھر پر آئے سوتلی ساریوں کے ریشمی میں آرام ہی نہیں ملتا اور نہ میں اس کو صفائی کے لحاظ سے اچھا سمجھتی ہوں کہ ریشمی ساریاں استری کر کے سینکڑوں دفعہ پہنی جائیں۔ ہندوستان جیسے گرم ملک کے لئے تو سوتلی کپڑوں کا ہی استثنائی زیادہ فائدہ ہے اور بھر خاص طور پر کام کاج کے وقت تو بلیک، چم، چم۔ ہاں گھڑی دو گھڑی کو آنے جانے کے موقعوں کے لئے ریشمی کپڑوں کا مضائقہ نہیں میں نے نئی دہلی میں عورتوں کو ہر وقت ریشم میں ہی دیکھا مگر جب میں پرانی دہلی گئی تو معلوم ہوا کہ وہاں بھی عام طور سے سوتلی لباس پہنا جاتا ہے مگر بچپن جالی، تن زیب غرض اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے سوتے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ ریشمی کپڑے پہننا مجھ سے کہا گیا کہ پنجابی رسم ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ مجھے نہیں معلوم لیکن میں نے اب تک پنجابیوں میں سے کسی کو بھی سوتلی کپڑے پہنے نہیں دیکھے ہر حال یہ رسم اب کافی عام ہو چکی ہے اور میری ناچیز رائے میں بڑی ہے خاص کر اس زمانہ میں جب ہر چیز پر آگ برس رہی اور گرمی نے حالت تنہا کر رکھی ہے۔ اگر یہ عادت چھوڑی نہیں گئی تو سخت

گم شدہ چیز کی تلاش

اتنے زور اور دھماکے سے بجی جاتی ہے، جیسے بھاری کتاب کی سارا تصور تھا۔ اب آپ کے خوش ذرا اٹھانے ہوئے ہیں۔ تو اپنی ہی میں کہتی ہوں آخر ہو کیا گیا؟

اب آپ کی سمجھ میں آنا شروع ہوتا ہے کہ شاید کوئی چیز غائب ہو گئی ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ آپ اس کے آگے کچھ غور کر سکیں۔ آپ سنتی ہیں:

”میں تو بالکل یریشاں ہو گئی ہوں۔ آج صبح ہی کو تو بھی لکھ رہی تھی۔ آخر ہو کیا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رکھی رکھائی چیز کہاں اڑ جاتی ہے۔ تو بے اللہ! گھر کیا ہو گیا مسافر خانہ ہو گیا چیز رکھی اور غائب! (میر سیز پر کی تمام کتابیں الٹ پلٹ کر) یہیں تو میں نے رکھا تھا۔ کس نے اٹھایا؟ کون آیا تھا یہاں؟

اسی خراب عادت ہے ان بدتمیز گستاخوں کی (چھوٹے بھائی بہن زد میں آ جاتے ہیں) جس چیز کی ضرورت ہوئی بغیر پوچھے اٹھالے گئے۔ (پکار کر) کیوں سلیم! یہاں آؤ تم ہی میرا قلم لے گئے جو! اب آپ کو صدمہ تو ہا ہے کہ قلم غائب ہوا ہے۔

”تمہارے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں آیا تھا۔“ (سلیم بچاؤ کی کہنا چاہتا ہے لیکن بار بار منہ کھول کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ صلیبہ کی تقریر کسی طرح ختم ہی نہیں ہوتی) ”اسی دفعہ تم لوگوں سے منع کیا کہ ہمارے کمرے سے کوئی چیز نہ لے جایا کرو۔ لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ابھی آئی سے کہہ کر تم لوگوں کو اچھی طرح پڑاتی ہوں۔ یہ بھی کوئی بات ہے کہ میری چیزیں اس طرح غائب ہو جایا

گیں۔۔۔۔۔ ہونہ!۔۔۔۔۔ ابھی رہی۔۔۔۔۔ (نعر سلیم کی طرف متحرک کر) اب کھڑا نہ کیا دیکھتا ہے۔ جا کے ڈھونڈنا نہیں!۔۔۔۔۔

سلیم بچاؤ اپنی جان لے کر مچا جاتا ہے تو پھر تلاش شروع ہوتی ہے۔ مینر کے اوپر پینے، مینر پوش کے نیچے، لنگھا مینر کے اندر! دو اوازوں کے منہ جھانپا لینا شروع کر دیتے ہیں۔ گریس دیں اپنی جگہ تبدیل کر لیتی ہیں۔ بستر نہایت تباہ ہے۔ نگہ

سننے میں کیا بلکہ اکثر پیچھے ہیں کہ ہمارے شعر کے دل جب غائب ہو جایا کرتے تھے تو وہ ان کی تلاش میں دو بار بار مارے پھرتے تھے۔ آدمی آدمی سے سوال کرتے تھے۔ درود و زور سے پوچھتے تھے۔ شجر و حجر سے دریافت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کوچہ و دہرا کی خاک تک چھان ڈالتے تھے کہ دل گم شدہ ہاتھ آجائے۔ لیکن برعکس ہی سے ان کو امن جستجو میں ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا اور دل ایسے غائب ہوتے تھے جیسے گدھے کے سر سے سینگ دل کے غائب ہونے کے بعد ان کا مستند پی رہ جاتا تھا کہ دن بھر کوچہ گردی کریں اور راتوں کو بھور ہو کر نالہ و فریاد کریں۔ ان کی آہ و فغاں پڑتا تاثیر ہو یا نہ ہو۔ لیکن ہمسایوں کی غیب تو ضرور حرام ہو جاتی تھی۔

لیکن آپ کو تعجب ہو گا کہ ہمدردی صلیبہ کی چیزیں جب غائب ہوتی ہیں۔ تو ان کی تلاش اس سرگرمی سے ہوتی ہے کہ متعدد میں نے اپنے دل بھی کیا ڈھونڈے ہوں گے۔ اب نہایت اطمینان سے شبی کسی دھچک کتاب کے ٹپھنے میں محو ہوں یا اگر مضمون نگار بچوں کو کوئی نیا مضمون لکھ کر اپنے دل کے آگے بیٹھتی ہوں یا اگر شاعر ہوں تو فرضی عشق کے گیت گاتی ہوں۔ یا فیشن زدہ بیٹی کی والدہ ہونے کا فخر حاصل ہو تو اپنی صاحبزادی کے حالات پر غور کرتی ہوں یا ریڈیو کے عورتوں کے پروگرام کے لئے کوئی ایسی اصلاحی بات جیت لکھتی ہوں۔ جس پر عمل کرنے کا نہ تو خود آپ کا ارادہ ہو اور نہ اس ناممکن امر کی آپ دوسروں سے خواہش مند ہوں یا اسی قسم کے کسی اور مصلے پر غور کرتی ہوں کہ یکایک آپ کے کانوں میں ایسی پریشان کن آوازیں آتی ہیں کہ آپ کے خیالات تو بے وفادار دوستوں کی طرح آپ کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اور آپ بھی سوچتی رہ جاتی ہیں کہ ”ایہ کیا ہوا؟“ یہ آواز اکثر تو صلیبہ کی ایڑی دار جوتے کے زمین سے تصادم سے پیدا ہوتی ہے یا اگر کمرے میں فرش بچھا ہوا ہو اور پاؤں سیننے سے اتنی کرخت آواز نہ پیدائے ہو سکتی ہو) تو ایک کتاب ردِ مری کہہ کر

بچوں کی تربیت

یوں تو ہر زمانے میں اہل پیش نے بچوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا ہے اور اپنی وسیع معلومات کی مدد سے اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے لیکن جب سے بچوں کے نفسیات کا مطالعہ شروع ہوا ہے اور نئے نئے اکتشافات ظہور میں آئے ہیں بچوں کی تربیت کا یہی مہتمم زندگی کا ایک اہم عنصر بن گئی ہے۔ چونکہ ہمارے اقتصادی حالات کو بچوں کی تربیت میں بہت کچھ دخل ہے اس لئے میں ہندوستانی سوسائٹی کے مختلف طبقوں کے بچوں کی تربیت پر میں چند روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

۱۔ مزدور طبقہ ہمارے یہاں کی مزدور جماعت کا مادی حال یہ کہ مزدور اپنے تمام گھر میں مزدور واحد ہے جس کے ذمہ تقریباً نصف درجن اشخاص کے اخراجات کی کفالت ہے معاش کی پریشانیوں اس کو بچوں کی تربیت کی طرف توجہ ہونے نہیں دیتیں اور نہ اس کا اتنا شعور ہوتا ہے کہ وہ فرصت کے وقت اس مسئلہ پر غور کر سکے اور نہ اس کی ذمہ داریاں اتنی تعلیم یافتہ ہوتی ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کے فرض سے کما حقہ مہربا ہو سکے۔ ملازمین اس کے گھر کی ذمہ داریاں ہی اس کو سانس لینے کا موقع نہیں دیتیں۔ بہر حال ایک مزدور کا بچہ ابتدائے ولادت ہی سے یعنی اس طرح پرورش پاتا ہے جس طرح کسی بیمار یا بیمار میں چھوٹا سا بچہ جس طرح کہ اس بچہ کے نگہداشت کے لئے نہ کوئی مالی ہوتا ہے اور نہ اس کی باقاعدہ بیماری ہوتی ہے اور نہ اس کو مناسب کھانا ملتا ہے بلکہ ہوائے تنہا بچوں اور بادش کے طغیانوں میں بھی وہ اپنی نازک ہڈیوں اور گردن کے باوجود زندگی کا ثبوت ہے اسی طرح مزدور کے بچے کے لئے سوئی تبدیلیاں، مال کے محدود وسائل صحیح غذا نہ ملنے کی وجہ سے مضر اثرات بظاہر کوئی واقع حقیقت نہیں رکھتے۔ جانوروں کے موسم میں یہ بات عام طور پر مشاہدہ میں آتی ہے کہ فریبوں کے بچے نہایت آزادی سے بڑھ کر گشت کر رہے ہیں نہ ان کو سر دی سستا پی ہے اور نہ وہ نمونہ کا تشکار ہوئے ہیں یا یوں کہے کہ وہ ان بھینوں کے عادی ہو گئے ہیں۔ بہر حال قدرت ان کی نگہداشت ہوتی ہے اور وہ ہی ان کے مستقبل کی ضامن۔ اس لئے کہ فریب کے بچے کے سامنے کوئی تجربہ مستقبل تو ہوتا نہیں وہ تو اپنے مستقبل سے اس طرح دوچار ہوتا ہے جس طرح کہ بیمار یاں میں پر دیا جو خود بخود دیر درخت بن جاتا ہے اور پرک و بار دینے لگتا ہے۔ بہر حال اس طرح مزدور کے بچے میں بعض قابل قدر خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً خود اعتمادی، شہدات کے مقابلہ کے لئے تاب و توان۔ قوت آزادی کا انتظام اور یہ خصوصیات اس کے مستقبل کی تعمیر کرتی ہیں۔ غریبوں کے بچوں کی تربیت حقیقی معنوں میں اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ ہمارے ملک میں کوئی قوی حکومت محض درجہ دے دے اور وہ قوم کے ہر فرد کے بچے کی نگہداشت اپنا فرض اولیٰ سمجھتے ہوئے مزدوروں کے بچوں کی تربیت کے واسطے پبلک سرسروں وغیرہ کا انتظام کرے۔

۲۔ اوسط درجہ کے لوگ۔ ان لوگوں کو ہادی زبان میں خوش حال کہتے ہیں یعنی وہ طبقہ جس کو معاش کی طرف سے بہت کم پریشانی ہوتی ہے اور جس میں تعلیم کا بھی چرچا ہے اس طبقہ کے ہر فرد کے ذمہ معلوم چند اشخاص کی خوراک کا انتظام ہوتا ہے اور یہ اشخاص خود اس کے بچے بچے ہوتے ہیں۔

درازدوں کا دھڑا کے سے کھلنا اور بند ہونا۔ ہارسی علیہ کے چیفے کی آواز سے مل کر جب عجیب کورس پیدا کرتے ہوتے ہیں۔ تو اسی جان لوہی خبر ہو جاتی ہے۔ وہ وجہ دریافت کرنے کے لئے جو تشریف لاتی ہیں۔ تو علیہ ذرا ڈھیل پڑتی ہیں۔

اتنی جان میرا قلم معلوم نہیں کہاں غائب ہو گیا؟
وہ رونی آواز میں شکایت کرتی ہے۔

غائب کیوں ہونے لگا بیٹی
اس کی کلب ٹوٹ گئی تھی۔ تو تم نے ہی تو ایک گھنٹہ پہلے بنو اس کے لئے بھیجا ہے۔
بھول گئیں؟

علیہ کھپائی مہنسی مہنسی کر اپنے کمرے پر نگاہ ڈالتی ہیں۔
جس کو دیکھ کر بھی گمان ہوتا ہے کہ اس میں باگڑ پٹا گھس گیا تھا۔
اور تمام چیزوں کو تہ و بالا کر کے دیکھ کر بھول کے بھاگتا ہے۔ وہ اس کی درستی میں مشغول ہو جاتی ہیں لیکن اس دفعہ نہایت خاموشی سے !!

گھر بھر میں ایسا سکوت چھا جاتا ہے جیسے ایک تیرمت خیر فغان کے گرد جانے کے بعد !!

اُم سلی فیاض علی

ڈالتے ہیں۔ جاہلی آیادوں کے ساتھ رہ کر جو بعض بعض غلطی عادتیں
تدریجاً پیدا ہو جاتی ہیں اور جب کچھ گھر کے قیام کے جذبات کی دولت
میں بعض بڑے الفاظ اپنی زبان سے نکالتے ہیں تو والدین کے غم و غصہ کا نشانہ
ہوتا ہے اور کچھ بچوں کے فعلی میلانات کا علم نہیں ہوتا اس لئے اس کو
بعض چیزوں کے کرنے سے روکا جاتا ہے اور بعض کاموں کے کرنے کی غیب
دی جاتی ہے جس کو کوئی تعمیری نتیجہ نہیں ہوتا۔ اس طبقہ کے افراد کو چاہیے
کہ وہ اپنے سیاسی شعور اور محدود وسائل کو کام میں لاتے ہوئے بچوں کی
مناسب تربیت کریں اور جاہلی آیادوں وغیرہ کے رسم و آئین سے بچوں کو
محفوظ رکھیں۔

۳۔ سرمایہ داروں کا طبقہ اس طبقہ کی حالت دیکھنے سے یہ پتہ
چلتا ہے کہ غالباً والدین کی ذمہ داری صحت اس حد تک ہے جس حد تک کہ بچہ
کی بیدارش کا تعلق ہے۔ بھلائی بچہ کی تربیت سے والدین کو کوئی سروکار
نہیں بلکہ بچہ کی تربیت ان چند گوارہ کے اشخاص کے ذمہ ہے جو اس کام کے
لئے لازم رکھے جاتے ہیں مثلاً بیٹی۔ آیا اور بڑا۔ ان اشخاص کے سپرد بچہ
کی تربیت و خدمت ہوتی ہے۔ سرمایہ دار باجمہ کسی مگر نہ یا ان گلو انڈین
بیٹی کی خدمت بچوں کی تربیت کے لئے حاصل کر لیتے ہیں چنانچہ جب بچہ کچھ
کھتا ہے تو بجائے حقیقی ماں کے بیٹی کو اپنا مٹی پاتا ہے بیٹی کی خدمات
حاصل کرنے کے کئی قصاص ہیں۔ اول تو یہ کہ ماں یہ برداشت نہیں کر سکتی
کہ وہ بچہ کی ہر چھوٹی چھوٹی ضرورت کی طرف متوجہ ہو کر اپنی آزادی اور
راحت میں خن رے۔ دوسرے انسان مٹی دین تو کچھ کے مطابق ان گلو
انڈین بیٹی کے ذریعہ بچہ میں وہ صفات و خصوصیات پیدا کرنے کی کوشش
کی جاتی ہے جن سے وہ مستقبل میں ان کے نظریہ کے مطابق تہذیب انسان بنے
چنانچہ یہ دیکھا ہے کہ ۱۰ سال کی عمر کے بعد بچہ کی زبان پر چند ٹوٹے چوٹے
انگریزی کے الفاظ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے منہم کو ادا کرنے کی
کوشش کرتا ہے اور یہ کہ وہ اپنی مادری زبان کا ایک لفظ بھی نہیں
جانتا۔ جبرت تو یہ ہے کہ والدین (جن کو بچہ کی صورت دیکھنے کا بہت کم
موقع ملتا ہے) بچہ کی زبان سے انگریزی کے الفاظ سن کر بے حد مسرور
ہوتے ہیں۔ بلاشبہ بچہ اپنی بیٹی کی تربیت کے سایہ میں مقررہ اوقات پر
سونا۔ کھانا کھانا اور انگریزی کے چند الفاظ وغیرہ سیکھ لیتا ہے۔ مگر یہ دار
کما چوب اپنے گرد ہر وقت ملازموں کو دیکھتا ہے جو ہر وقت اس کے
انشار کے منتظر رہتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں خود اعتمادی

اس طبقہ میں تعلیم کی موجودگی اور سیاسی شعور کی وجہ سے اس بات کا احساس پایا
جاتا ہے کہ بچوں کی حصول تربیت ہوتی چاہیے لیکن یہ احساس عملی صورت بہت
کم دیکھتا ہے اس کے مختلف درجہ ہیں۔ اول تو یہ کہ بچوں کی فلیسٹ کا مطالعہ
ادرس کے طبی میلانات کا پتہ لگانا ہے۔ دوسرا انڈین۔ اور اگر بچوں کے
مدرجات کا پتہ خود مطالعہ کے بعد لگا ہی لیا جائے تو اس کے بعد کا قدم اور
بھی زیادہ مشکل ہے اس لئے کہ بچوں کے طبی میلانات کے مطابق اس کے
طبی نوعی کے ارتقا کا انتظام کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ علاوہ ازیں
اس طبقہ کے افراد کے محدود ذرائع آمدنی اور محدود دھات اس بات کی کیا
اجازت دیتے ہیں کہ اس سلسلہ میں انفرادی مدد کی ضرورت ہے ان کو ہر چھوٹا
جائے جمہوری حکومتوں میں البتہ اس قسم کے وسائل موجود ہیں مثلاً نفسیاتی
نور و دینے والے ادارے۔ جہاں ماہرین نیا اپنی وسیع معلومات و تجربات
کی روشنی میں عوام کو مختلف مشورہ دیتے ہیں۔ یہ ادارے بعض مقامات پر
بچوں کی دوسرا جوں۔ ترسروں وغیرہ سے ملنے ہوتے ہیں اور اس الحاق کا
فائدہ یہ ہے کہ بچوں کے نفس (Mind) کا مناسب نشوونما ہوتا ہے
پہر حال تو کھپار سے ملک میں اس نوعیت کے اداروں کا قیام ہے اس
لئے اوسط درجہ کے افراد کے بچوں کا بھی کچھ حال نہیں ہے۔ بچوں کی زندگی کے
ابتدائی چار سال جس کے بعد جسم نشوونما ہوتا ہے (والدین کے غیر مناسب میلانات
کے مطابق نگرانیاتے ہیں۔ اس چار سال کی مدت میں بچوں کی نگہداشت بہت
کچھ مان کوئی ہے۔ بشرطیکہ اس کو گھر کی ذمہ داریوں سے فرصت مل جائے
ورنہ کچھ کسی آیا کسی غریب لڑکے کے لئے پڑتا ہے۔ اس طبقہ کے
ڈگ آیا کسی غریب لڑکے کو اس لئے ملازم رکھ لیتے ہیں تاکہ بچے کی ماں کو
امور خانہ داری کی طرف توجہ کا موقع مل جائے چنانچہ ان آیادوں یا غریب
ملازموں کے منظور بچوں کی جو گنت ہوتی ہے اس پر اسوس ہوتا ہے میں
سے بعض بڑے بڑے شہروں میں دیکھا ہے کہ آیا میں بچوں کو سیکرٹ پالنے
(Secretly) پر مٹھ جاتی ہیں۔ اور یہ آیا میں آپس میں باتوں
میں مصروف ہوتی ہیں۔ وراں حالانکہ بچہ راستے کی خاک چاٹتے رہتے
ہیں۔ بچوں کے ساتھ یہ رویہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ بچہ کی تربیت محض
ہیں ہے بلکہ اس کو دباں جان سکھ کر اس کے کسی طرف چھٹکا حاصل کیا جاتا
ہے تاکہ اپنے بعض غیر ضروری امور کی طرف توجہ کی جائے۔ ابتدائی بچہ کی
اس طرح تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ بچہ عیسویں کو لگتا ہے کہ وہ گھر کے لئے
مصیبت ہے اور اس طرح والدین غیر شعوری طور پر بچہ میں آواہ گردی کی بنا

عورت سے

اوراق پہ باغی کے نہیں اس کی مجاہد
شاہد تری طاقت کی ہے اگر کی بہ
دنیا تجھے کہتی ہے کہ ہے عنو ضد نہ
لا حول ولا قوۃ الا باللہ

اک تہن نہیں میں جلی جاتی ہے
بے سر پہ نئی رہ چلی جاتی ہے
اجداد کی تہذیب سے پھر کر گیسر
یورپ کی شینور میں دھبی جاتی ہے

سمجھی ہے کہ ہر قید سے آزاد ہوئی
مغموم تھی صدیوں سے تو بشارت ہوئی
انوس نسائیت کو مٹا کر اپنی
ایمان کی تویہ ہے کہ برباد ہوئی

تو زہر کی تاثیر بدل سکتی ہے
ہر سخت کی بحر میں بدل سکتی ہے
چہ تجھ میں وہ جو ہر کہ اگر تو چاہے
تو قوم کی تقدیر بدل سکتی ہے

تو ت کاٹری چورے لب پر افرا
غفلت سے تری کو نہیں سکتا انکار
ہوں منتظر اسے رومح روان عالم
پھر شان نسائی سے تو آ جا اکبار

وقار و اتقی

اور اپنا کام خود کرنے کی عادت کبھی نہیں پیدا
ہوتی میں نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ سڑک پار
کا بچہ ۹ سال کی عمر میں بھی اپنا کمر بند نہ بند
سکتا تھا۔ وہ اپنے باجاس کو اس وقت تک
ہاتھ میں لئے کھڑا رہتا تھا جس وقت تک
کہ سیرایا نیچی آن کر اس کی مدد نہ کرے۔ بچہ
کی تربیت کی طرحت سے والدین کی کنارہ
کتنی نہایت انس و سناک ہے اور خصوصاً
ماں کی بے رخی سخت مغر ہے بچہ کی تربیت کو
قطعی طور پر غیر کے سپرد کر دینا کہاں کی دقت
مندی ہے۔ میر تو خیال ہے کہ سرا یہ
داروں کے طبقہ میں ماں اگر چاہے تو بچے
کی تربیت کے لئے کافی دولت نکال سکتی ہے اور
بچہ کے اندر وہ تمام خصوصیات پیدا کر سکتی
ہے جو بچہ کی آئندہ زندگی کے بنانے کے مفاد میں
ہیں۔ اس لئے کہ ماں کو اور خانہ داری میں
زیادہ وقت صرف نہیں کرنا پڑتا۔ ماں کو اپنے
ذہن سے یہ خیال نکال دینا چاہیے کہ انگریزی
کے چند جیسے لیکھ کر یا انگریزی طرزِ معاشرت
ہی سے بچے جنم لہائیں گے۔ ہم مشرقی
تہذیب کے علم بردار ہیں۔ اور ہمیں اپنی
مشرقی تہذیب و تمدن ہی پر فخر کرنا چاہیے
اور جہاں تک جو سکے بچے میں اپنا کام
خود کرنے کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے۔ اس
لئے کہ خود اعتمادی ہی اپنے امور میں فیصلہ
کی استعداد پیدا کرتی ہے اور یہ قوت فیصلہ
ہی ہے جو بچہ کی فائز المرامی کی ضمانت ہوگی۔

افضل النساء بیگم اسرائیلی

عممت اب صحت ضرورت کے مطابق چھاپا جاتا ہے۔ اگر ڈاک خانہ کی غفلت سے
آپ کو کسی ماہ کا پرچہ وقت مقررہ پر نہ ملے تو خریداری نمبر کے حاملہ سے
دوبارہ منگا لیجئے۔ ورنہ پھر کسی قیمت پر نہ ملے گا۔
بیگم م۔ ح۔ ہاشمی

(بقیہ صفحہ ۲۲۸)

شہد کھا جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کس بان اگر اس نم
کاٹا دی صفحہ اگر بنایا دے تو مونوں کا دت ہیج
جائے گا اور محنت بھی کم پڑے گی۔ اسی مقصد سے
جدید کس پانی میں ہر نرم ہر موم کی ایک ایسی پرت
جسٹا کر دی جاتی ہے جس پر (Cells)
خانوں کی جسامت کے برابر نشان بنے چوں
اس کو کومب فاؤنڈیشن کہتے ہیں۔ موم کی
اس نہ پر نشان بنانے کی مشین سب سے پہلے
پھر رنگ نے مشین میں ایجاد کی۔ یہ جدید
کس بانی میں ایک زبردست ایجاد تھی۔ اب
ہندوستان میں دو تین کومب فاؤنڈیشن ملز۔
(Cosmetics Manufacturers in India)
موجود ہیں۔ سیکوٹ اسپری سے تیار کی ہوئی
کومب فاؤنڈیشن دستیاب ہو سکتی ہے۔
ہر سے ایک کی مونیں ۱۵ سے ۲۵ فارے
فی گلیک ایسٹ میں بناتی ہیں۔

مونیں خاص موم سے ہی تیار کی ہوئی
کومب فاؤنڈیشن کی بنیاد پر اپنے فارے
بناتی ہیں۔ حالانکہ امریکہ میں روٹ کھنی نے کسی
قدرا تینرش کے ساتھ موزوں کومب فاؤنڈیشن
تیار کرنا شروع کیا ہے۔ جس کا سیابی کے
ساتھ مونوں نے قبول کیا ہے۔ یورپ اور
امریکہ میں اب کومب فاؤنڈیشن بنانے کے
بڑے بڑے کارخانے موجود ہیں۔ جہاں پر
روز سیلوں لسی کومب فاؤنڈیشن کی پیش
(Makeup) تیار کی جاتی ہیں۔

اس برط سے پیمانہ پر کومب فاؤنڈیشن
بنانے کا طریقہ (Weeks Proceed)

ڈیس پرویس کہلاتا ہے۔ ہر کم شدہ
بیگم م۔ ح۔ ہاشمی

گس بانی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جھوٹے گس کی طرح ہوتا ہے جس کا دھکن شیشے کا بنا ہوتا ہے۔ تاکہ سورج کی شعاعیں گزر سکیں اور دھوپ کی گرمی سے رکے ہوئے چھتے سے شہد پھیل پھیل کر گس کی تہ میں جمع ہو جائے۔ موسم ہلکا ہونے کے سبب سے شہد کے اوپر تیرے گا۔ اس طرح شہد حاصل بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ طریقہ اس لئے بُرا مانا جاتا ہے کہ یہ جدید طرز سے گس بانی کرنے کے ایک زبردست اصول کو رد کرتا ہے یعنی اتنی محنت و محنت سے تیار کئے ہوئے مومی چھتے برباد ہو جاتے ہیں۔ جبکہ سنی ایکسٹریکٹر سے شہد نکالنے میں دی چھتے فرمیوں پر جوں کے توں چسپاں رہتے ہیں۔ اور ہر سال بار بار استعمال میں آتے ہیں۔

شہد کو چھان لینے کے بعد ۱۲۰ سے ۱۶۰ درجہ فارن ہائٹ پر نصف گھنٹہ تک گرم رکھنا چاہیئے۔ اس عمل کو بردنگ (Breadmaking) کہتے ہیں۔ اس ترکیب سے شہد ایک عرصہ تک خراب نہیں ہو سکتا۔ پروس کرنے کا طریقہ یہ ہے: ایک برتن میں چند لکڑی کے ٹکڑے ڈالے جائیں اور پھر پانی اس قدر لیا جائے کہ جن بوتلوں یا ٹینوں میں شہد ہوان کی گروٹ سے ذرا نیچے پانی کی سطح ہو، اب نیچے سے گرمی پہنچائی جائے اور ۱۲۰ سے ۱۶۰ درجہ حرارت (فارن ہائٹ) پر نصف گھنٹہ تک گرم رکھا جائے۔

شہد کو بوتلوں میں بکھرا شفاف بوتلوں میں بھر لیا جائے۔ بھرتے وقت خیال رہے کہ بوتلوں کو کسی قدر تر چھا رکھنا چاہیئے تاکہ ہوا کے بلبلے نہ شامل ہو سکیں۔ اس کے بعد صفائی سے عمدہ اور زمین مسم کے حسب خواہش میل لگا کر تین کسی ٹھنڈی مادہ خشک جگہ رکھنی چاہیئے۔

شہد کے لئے اگر ۱۶ پونڈ، ایک پونڈ اور ۲ پونڈ کی بوتلیں استعمال کی جائیں تو بہت اچھا ہے تاکہ ان کی فروختگی میں آسانی ہو۔ شہد میں کے ڈبل میں بھی رکھا سکتا ہے۔ لیکن شیشے کی بوتلوں میں زیادہ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ فروختگی کا سوال نہایت آسان ہے۔ اول تو شہد کے دلدادہ ایسپری میں خود آکر شہد خریدنے والے جائیں گے ورنہ ایگزٹس

مانی فلو ہر جگہ دہاں کے پھولوں کے مطابق سال میں ایک یا دو مرتبہ چند دن ایسے ہوتے ہیں جب ہر طرف بھول ہی بھول بہ افراط نظر آتے ہیں اور مومیں تمام دن جلدی جلدی خوشی میں جھوم جھوم کر گٹر اور پولن کے بوجھ لاکر شہد کا انبار لگا دیتی ہیں۔ اسی موسم کو (Honey Flow) مٹی فلو کہتے ہیں جب مٹی فلو کا زمانہ قریب ہوا اس کے ایک ہفتہ قبل مضبوط لکالینز کے اوپر سپر (SUPER) میٹھا دینا چاہیئے۔ سپر جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ ہائیو کے اس اُپر سی حصے کو کہتے ہیں۔ جس میں شہد اکٹھا کیا جائے۔ عموماً سپر دو طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) پوری اونچائی کا (FULL DEPTH) جس کی بلندی بالکل بروڈ چمکے برابر ہو۔ اور (۲) ہلکا ڈیپتھ (HALF DEPTH) جس کی اونچائی نصف ہوتی ہے۔ سپر کے فریموں کا یہ حصہ جب شہد سے بھر جائے اس وقت سپر اتار لینا چاہیئے۔ اور موموں کو ہائیو کے اندر بھاڑنے کے بعد شہد سے بھرے فریم ایسپری کے اس الگ اور بند کمرے میں لے جانا چاہیئے جسے مٹی روم (HONEY ROOM) کہتے ہیں۔ کمرہ بند رہنے کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ مومیں شہد پر حملہ کرنے کے بعد اپنی عادت کے مطابق لوٹ مار (ROBBING) نہ شروع کریں۔

شہد نکالنا شہد سے بھرے مومی خانے زیادہ تر مہر بند ہوتے ہیں۔ ان کی مہر مٹانے کے لئے ایک لمبا چاقو ہوتا ہے جسے ان کیپنگ ٹافٹ (UN-CAPPING KNIFE) کہتے ہیں۔ اس چاقو کو گرم پانی میں تھوڑی دیر رکھنے کے بعد شہد سے بھرے فریموں کی سطح پر آہستہ سے پوٹیا رسی کے ساتھ پھیرنے سے شہد کے خانوں کی مہر بند ڈسپاں جھیل لی جائیں۔ اب ان شہد کے فریموں کو سنی ایکسٹریکٹر (HONEY EXTRACTOR) میں رکھ کر چکڑا دیا جائے۔ اس دائرہ نما طاقت سے جسے انگریزی میں (CENTRIFUGAL FORCE) کہتے ہیں قریب قریب سارا شہد مومی خانوں سے نکل کر شیشے میں آ جاتا ہے۔ جس کے پاس یشین نہ ہو اور چھوٹے پیمانے پر شوقیہ یہ کام کرنا ہو وہ سولر سنی ایکسٹریکٹر (SOLAR HONEY EXTRACTOR) خرید سکتا ہے۔ یہ ایک

شہد ہی بہت سی مادی اشیا موجود ہیں۔ اور لوہے کا جڑ بھی موجود ہے یہ خوراک کمزور آدمیوں کے لئے نہایت موزوں ہے۔ شہد خون کی کمی کو بھی دور کرتا ہے۔

پرانے وقتوں سے شہد کا استعمال فن جراحی میں بکثرت ہوتا آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لڑائی کے زمانے میں سپاہیوں کے زوار کے گھاؤ شہد سے پر کئے جاتے تھے۔ پھوڑے پھسیں اور کارنبل میں تو شہد اکثیر قرار دیا جاسکتا ہے۔ بعض شہد کا لیب لگانے سے پھوڑے ٹوٹ جاتے ہیں اور وادی اچھی طرح صفائی ہو جاتی ہے۔

رات کو سوتے وقت آنکھوں میں شہد لگانے سے عیانی پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور آنکھ کے تمام امراض کے لئے شہد مفید ہے۔ کھانٹتے وقت شہد کا استعمال ہر گھر میں ہوتا ہے اگر عینی کے بجائے بچوں کو شہد کی ٹھائیاں کھائی جائیں یا صرٹ شہد دیا جائے تو ان کے دانت اور دڑ سے نہ تراب ہوں گے اہل یونان کا عقیدہ تھا کہ شہد کھانے سے راز ہوتی ہے۔ زردنخ میں بہترین شہدیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے موجود ہیں جس بان کی حیات عموماً بڑی دیکھنے میں آتی ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے شہد کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے مضمون

کے شروع میں ہی سوارہ النخل کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر مرض میں مفید بنایا کرتے تھے اور اسے پاک صاف متبرک اور معوی غذا قرار دیتے تھے مکھنم پاک میں اس نعمت کا ذکر آیا ہے۔ شہد جیسی عمدہ اور بہترین نعمت کے لئے خداوند عالم کا جس قدر بھی شکر یہ ادا کیا جائے کم ہے۔ انجیل مقدس میں بھی شہد کا ذکر اور اس کے مفید ہونے کا بیان باہر آیا ہے۔ رگ وید جو کہ تقریباً ۳۰۰۰ برس قبل مسیح لکھی جا چکی ہے۔ اس میں بھی شہد کی تعریف کی گئی ہے۔

مصری شہد کی اتنی اہمیت تھی کہ رسماً شادی کے وقت دولہا سے اس بات کا جھگڑا جاتا تھا کہ وہ اپنی دھن کو ہر سال ۲ سو پونڈ شہد دیا کرے گا مہندو مذہب کے رسم و رواج میں بھی شادی کے وقت شہد کام میں لایا جاتا ہے۔ غرض کہ پیدائش زندگی اور موت تینوں حالتوں میں شہد کا استعمال ہوتا ہے۔ روم کی خاتین صدیوں افزائش جن کے لئے شہد کا استعمال کرتی رہیں۔ اور اب بھی ہر ملک میں یہ رواج جاری ہے چہرے کی صفائی، لہو اور رنگ کے لئے شہد مفید ہے اور بعض ادویہ استعمال نہیں بلکہ اسے کھانے سے بھی جن میں اضافہ ہوتا ہے چین کی قومیں

اور اشتہارات کے ذریعہ شہد معویہ قوتوں پر فروخت ہو سکتا ہے۔ ہندوستان میں شہد پیدا کرنا مشکل ہے لیکن فروختی نہایت آسان ہے۔

شہد انسان کے لئے ایک نہایت ہی قیمتی عطیہ شہد کے فوائد ہے۔ یہ بذاتہ خود ایک مکمل غذا ہے جس میں دنیا کی بہترین مٹھاس، مادی اشیا اور حیاتین موجود ہیں۔ شہد میں وہ قدرتی شکر موجود ہیں جو روز کے استعمال والی عینی سے ہزار درجہ بہتر اور صحت بخش ہیں۔ زمانہ قدیم سے شہد انسان کی مختلف بیماریوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ پرانے زمانہ میں مومنوں کو شہد کے ساتھ پس کر آنکھ کی بیماریوں، دانت کے درد، سوزھوں اور کارنبل میں نہایت کامیابی سے لگاتے تھے۔ عینی تو مومنوں کو جلا کر ان کی راکھ شہد میں ملا تھا اور ہر مرض میں استعمال کرتا تھا موجود زمانہ میں بھی شہد کے بکثرت فوائد بتائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر بک کا قول تھا کہ مادی اور جسمانی حکا دھ اور کام کی زیادتی میں شہد سے زیادہ صفرح یا طاقت بخشنے والی چیز ڈاکٹروں کے پاس نہیں۔ اس لئے جرمنی کے باشندے خوب شہد کا استعمال کرتے ہیں۔ ان کے یہاں شہد کسی دوسرے ملک کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ منع ہے۔ جرمنی کے لوگ شہد کے اتنے دلدادہ ہیں کہ وہ گرم پانی میں چند چمچے شہد ملا کر پیتے ہیں اور اس طوط لطیف و صفرح دل کو صحت شہد کی چائے کے نام سے جانا۔ جرمنی (German Honey Tea) دنیا کی شہر دارینے، انڈیا (India) اور آسٹریلیا (Australia) نامی قانون نے ٹورڈیٹر (Tormentor) میں تیرنے کا مقابلہ کرتے وقت یہ بیان دیا کہ وہ برابر شہد کا استعمال کرتی رہیں اور تیرنا شروع کرنے سے قبل اور تیرنے کے بعد بھی شہد کھایا۔ انھوں نے اپنی کامیابی سے دنیا بھر میں شہد حاصل کی کھیل کود جمعہ لینے والے دوسرے لوگ بھی برابر شہد کا استعمال کرتے ہیں اور اپنے ذاتی تجربہ سے اسے بہترین صحت بخش نعمت قرار دیتے ہیں۔

شہد ٹوڈے، جوان اور بچوں صحت ہی کے لئے مفید ہے اس سے ہضمہ اچھا رہتا ہے۔ بدن میں طاقت اور جستی آتی ہے۔ موٹے آدمی اگر اپنا موٹاپہ کم کرنا چاہیں تو ہر روز صبح کے وقت ایک گلاس پانی میں ایک یا دو چمچے اچھے شہد کا استعمال کریں۔ دودھ پیتے بچوں کو بھی شہد دینا چاہیے، مکالمہ دوسری میں بھی شہد مفید ثابت ہوتا ہے چونکہ

اس کے بعد مین کے کنستریٹ میں پانی گوم کیا جائے جس کی تین لکڑی کے ٹکڑے لگے ہوں تاکہ موم پر پینڈے سے لگ کر تیز گرمی نہ پہنچ سکے۔ اب کسی ذریعہ سے موم کے تھیلے کو پانی کی سطح سے نیچے رکھا جائے۔ اور برتن کو براہ گوم کیا جائے۔ موم پھل کر سطح پر تیرنے لگے گا۔ کسی ٹبے سے مچھ سے اس موم کو نکال کر ٹھنڈے پانی میں ڈالا جائے۔ موم جم جائے گا۔ اسی طرح رفتہ رفتہ سارا موم نکل آئے گا اور آمیزش کا اودھ کپڑے کے اندر رہ جائے گا۔ بار بار اس ترکیب کو عمل میں لانے سے موم بالکل صاف شفاف حالت میں دستیاب ہو سکتا ہے۔ عمدہ قسم کا موم تیار کرنے کے لئے بارش کا پانی ڈسٹلڈ واٹر (Distilled Water) استعمال کرنا چاہیے موم کو حسب خواہش سانچوں میں ڈھالا جا سکتا ہے۔

موم کا استعمال خالص موم کا استعمال گیس بان کے لئے توبہ موم کی پرت تیار کرنا ہے۔ دیسے زائد قدیم سے فن مصوٰفی میں خالص موم کا خاص حصہ رہا ہے۔ رومن کیتھک گرجا گھروں میں (Roman Cathedrals) اور مذہبوں میں خالص موم کی موم بتیاں جلائی جاتی ہیں۔ آرٹسکے دلدادہ موم کی قدر بخوبی جانتے ہیں۔ خواتین اور خصوصاً مغربی خواتین کے بناؤ سنگھار میں موم نے جس قدر عجب پائی ہے۔ شاید یہ شرف کسی دوسری شہ کو حاصل نہیں۔ کروی، لپ، اشک، نیل پالش اور لوشن محض چند شاہس میں۔ مانچ گھر کا فرش بغیر موم کی لمکی کے اپنی زینت قائم نہیں رکھ سکتا۔ موم سے بہتیری دوائیں تیار کی جاتی ہیں۔ طرح طرح کی پالش میں موم کا استعمال ہوتا ہے۔ سانا بن جنگ میں موم کی کافی اہمیت ہے۔ ہم نہاتے وقت موم کا حل کام میں آتا ہے۔

جہازوں اور ہوائی جہازوں کے مخصوص حصوں پر موم لگایا جاتا ہے اس کے علاوہ خالص موم کی سطح ہر اس چیز پر ضروری ہے جس پر پانی گرنے سے خراب ہونے کا احتمال ہو۔ فن باغبانی کے ماہر بوڑوں پر چشمہ باندھنے اور پیوند لگانے کے بعد موم سے تیار کی ہوئی۔

گرنیک دیکس (Grainex) سے رنگان بند کرتے ہیں۔ اندازہ لگا یا گیا ہے کہ مومین ایک پونڈ کو بمب فاؤنڈیشن چھتہ بنانے کے لئے ۷۰ سے ۷۵ پونڈ (باقی صفحہ ۲۴۵ کا کالم ۳ پر دیکھئے)

نارنگی کے بیج پیس کر شہد میں لانے کے بعد ہمارے دور کرنے اور چرے کی صفائی کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ ہماسوں پر صوف شہد لگانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ شہد کا جز بہت سی عمدہ (essence) کریمیں اور کونس (perfumes) میں دھاتا ہے۔ صوف شہد کے تیل ان شہد کی شرب میڈ (Medicine) کی ددر جان سکتے ہیں۔ آج کل امریکہ میں جس قدر شہد کا چرچا ہے۔ غالباً دوسرے ملک میں نہیں۔ وہاں اس عمدہ غذا کی بہت زیادہ در سے۔ وہاں شہد سے جیم، جیلی، پیکل، سلڈو، مارلیٹہ وغیرہ بنتا ہے۔ اور طرح طرح کے کیک اور مٹھائیاں بھی بنی ہیں۔ فن گیس بان کی گورنیا کے کسی ملک میں ترقی رہے تو وہ ملک امریکہ ہی ہے۔ وہاں شہد کی پیدوار اتنی زیادہ ہے کہ شہد اور مومنی کا نرخ قرب قریب کیساں ہے۔

موم حاصل کرنا موم مول کے پت سے خارج ہوتا ہے۔ سارا چھتہ اس کی بنیاد اور الگ الگ خانے قدرتی حالت میں خالص موم کے بنے ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں موم اکٹھا کرنے کا کاروبار بھنور یا سارنگ (Sarnag) وغیرہ پر منحصر ہے جدید گیس بان میں جب کبھی چھتے خراب یا زیادہ استعمال سے دی کر دیئے جاتے ہیں۔ اس وقت موم ملتا ہے۔ اسپری میں موم کے تمام ٹکڑے جمع کرنا چاہیے۔ تاکہ ان سے فرصت کے وقت خالص موم نکالا جاسکے۔ یوں تو موم شبن سے نکالا جا سکتا ہے لیکن ایک آسان طریقہ بھی ہے۔ اس کے لئے ایک متطیل نمائیس جس کا ڈھکن شیشے کا ہو اور اس میں دو خانے ہوں ان خانوں کے درمیان تاری جالی لگی رہتی ہو اس کس کو (Solare Wax Extractor) سولروکس ایکٹریکٹر کہتے ہیں۔

اسپری میں کسی جگہ اسے اس طرح اکٹھا جائے کہ ایک سرا اونچائی پر اردو مسر (Sars) میں موم کے پتوں کے ٹکڑے اور پری خانے میں بھردیے جائیں اور شیشے کا ڈھکن لگا دیا جائے۔ سورج کی شعاعیں اس پر پڑیں گی اور صوب کی گرمی سے موم پھل کر اور جالی سے چھن کر تہ میں جم جائے گا۔ اب اس موم کی صفائی کی جاسکتی ہے جیسا کہ نیچے کی ترکیب میں پایا جاتا ہے۔

ایک سوئے کپڑے میں تمام مومی پتوں کے ٹکڑے بازہ کر کسی وزن چیز سے دبا کر پانی کے تہ میں نہ گھٹتے یک جگہ لگایا جائے۔

ایک دلچسپ حادثہ

نکریہ کے ساتھ ایک لالچی اور جہال کے فہرے سے دانے وضع اوتھی کے لئے منہ میں ڈال لئے اور پھر اس روٹی کی طرف بڑھا ہوا۔ انہوں نے نہایت ناز کے ساتھ کہا "معاف کیجئے مجھے ان دہیات چیزوں سے شوق نہیں"۔ بیچارہ وہ عورت کھربانی مہنی مہنی کر چپ ہو گئی۔ مجھے اس روٹی کی یہ نہ معقول حرکت سخت نا پسند آئی اور میں اس کی طرف سے پیٹھ کر کے اپنے میگوڑے کے افسانوں کے ترجمے پڑھنے میں لگ گیا۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت ہو گا اور چاند پانی پوری اب تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اسے میں پہل آیا اور برین ڈاؤن ہوتے ہوئے میں نے جو کھرکی سے منہ نکالا تو وہ منظر مجھے بہت ہی پسند آیا کہ چاند داروں کا مکس پانی میں ہند ہاتھ اور ریت کے ذروں کی چمک پر یہ عمارت ہوتا تھا کہ کہیں میرے لڑکھیں چمک رہی ہیں۔ ایسی حالت میں مجھ سے نہ لڑ گیا اور میں کچھ گنگناہٹ لگی جب تک پہلے رات میں باہر نہ نکالے قدرت کی تیرنگیوں نے عمارتوں کی جب پہلے جھم جھم ہوا تو میں بدستور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر مطالعہ میں مشغول ہو گئی۔ کیا آپ سے کچھ پوچھ سکتی ہوں؟ یہ اتفاق تھے جو میرے پڑھنے میں باقی ہوئے۔

میں: "جی فرمائیے کہ کہنا چاہتی ہیں؟" وہ: "معلوم ہوتا ہے کہ آپ گانے سے بھی شوق رکھتی ہیں؟" میں نے اس سوال پر صوف اٹھا کہا کہ "نا اور روزانہ میں کون ایسا ہر چان چیزوں سے واقف نہ ہو۔" وہ: "کوئی کتاب ہے؟" کیا ازتم انسانہ دنوں میں سہہ۔

میں: "جی۔" وہ: "کیا میں دیکھ سکتی ہوں؟" میں: "ضرور دیکھئے" وہ: "آپ کہاں شریف لئے جا رہی ہیں؟" میں: "بھئی جا رہی ہوں" وہ: "میں بھی، چلئے خوب ساتھ ہوا۔ سفر میں جب تک کوئی مہم سہیلی وغیرہ ساتھ نہ ہو ملطف نہیں آتا کہئے آپ کا کیا خیال ہے؟" میں ٹھیک ہے۔" وہ اس قسم کے بہت سے سوالات کر رہی تھی اور مجھے نہ معلوم کیوں شاہی چمکا کا خیال آتا رہا تھا کہ اب یہاں ٹرین میں کوئی نیا شخص نہ نکلاں۔ ابھی انہیں خیالات میں متفرق بھی کہ ٹرین ایک دم آہستہ جوتی چلی گئی۔ رات کے ایک بجے اس سہیلان جنگل میں ٹھہرا گیا معنی رکھتا ہے کہ اسے میں اس آواز لے کہ "ڈیجیٹر بھی گئی ہو۔" اسٹیشن

جس کی ٹکٹ میں شاہی چمکا چڑھے تھے جن اتفاق سے وہ اس قدر کچا بیچ بھرا ہوا تھا کہ سانس لینے تک کی گنجائش نہ تھی اور جو کوئی اترا اس کی جگہ آئے والا میرا دینا تھا اور میرا سہ شاہی چمکا سے یہ نہ ہو سکتا تھا کہ پھر تری سے اتارنے والے کی جگہ پر بیٹھ جاتے۔ شاہی چمکا دیے پٹے چھوٹا تھا، لمبا چہرہ اور اس قدر پتلا تھا کہ دور سے آپ کا چہرہ مبارک خوب دیکھنے کی جگہ تھا تصور کریں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ اس پر سونے پر سہاگایہ کہ آپ کی جھوٹی جھوٹی موٹھیں جو کہ سُرخ مائل زیادہ تھیں، گیہواں رنگ پر عجب لالہ آبی شان رکھتی تھیں بظاہر تو میں شاہی چمکا کے ساتھ بھی کامیاب سفر طے کر رہی تھی مگر حقیقت میں میں ان کو لے جا رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ اگر سامان ان کے پاس رکھوایا تو خیر نہیں۔ سامان نو سامان اگر وہی مٹی تک بٹھا پہنچ جائیں تو بہت جانتے۔ جب کوئی اترا شاہی چمکا آہستہ سے کھسک کر بیٹھنا چاہتے کہ اتنے میں وہ سر آدمی سرعت کے ساتھ اس جگہ پر جہاں نظر آ رہا میں ہر اسٹیشن پر ان کا انتظار کرتی درجہ میں صرٹ میں اور ایک صاحبہ تھیں۔ ہاتھ میں ٹیوہ اور بانوں کی ڈیوٹی ڈرا کچھ غیر تعلیم یافتہ ہی معلوم ہوتی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ "آپ کہاں جا رہی ہیں؟" میں نے جواب دیا بھئی۔ ابھی وہ کچھ اور سول کر کے ہی والی تھیں کہ اتنے میں پڑنا کا اسٹیشن آ گیا۔ ایک ادیبہ عمر عورت اور ایک روٹی درجہ میں داخل ہوئیں۔ روٹی کی نہایت تیرنگتہ کے ساتھ کھڑکی سے منہ نکالے جھٹکنے لگی۔ شاہی چمکا اسے میں نے ان سے پوچھا کہ "جگہ لگئی، کہنے لگے" مٹی جگہ کیسی یہاں تو دم لینے تک کا صبر نہیں" کہ اتنے میں گاڑی نے سیٹی دی اور وہ یہ کہہ کر کہ "اب کسی برے سے اسٹیشن پر آؤں گا" چلے گئے۔ جی گھبراے ہوئے تھے۔

اب میں نے اس روٹی کی طرف دیکھا۔ وہ میری جانب دیکھ رہی تھی وہ عورت جو کہ پہلے سے مٹی مٹی مٹی سے میں غافل ہوئی کہ "آپ کہاں جا رہی ہیں؟" اس سوال پر وہ حیدر خان کے ساتھ مسکرائی اور جواب دیا۔ وہ بھولی عورت کچھ نہ سمجھ سکی کہ یہ میرے سال کا صفحہ اڑا رہی ہے۔ اس عورت نے پہلے مجھے پان میں کیا اور میں نے

چشمہ

(لاڈلینی سن کی شہرہ آفاق نظم شوک کا نقلی ترجمہ)

بچوں مرفایوں کے آدوں سے تامل میں
گودنا جست لگاتا ہوا، اٹھلاتا ہوا
سنس راجوں کو بھی ندیں بناتا ہوں میں
دادیوں میں بھی ٹھہرتا ہوا اہلوتا ہوا
جست بھڑتا ہوا کرتا ہوں بیٹوں سے گھر
میں چٹاؤں سے بھی ٹکرا کر نکل جاتا ہوں
بیسوں قصبے ہوں یا شہروں رستے میں اگر
نصف صدی بھی جو آئیں تو اچھل جاتا ہوں
رشت زاروں سے نکلتا ہوں کیلیں کوکے
پور دریا کی طرف جو کہ ہے سنگم میرا
آدمی آئیں گے اور آگے چلے جائیں گے
میری رفتار میں کچھ فرق نہ آئے گا ذرا
گنگنا تا ہما سنگین گزرگا ہوں میں
اور طوفان زدہ کھاڑیوں کی راہوں میں
بکھڑی سے میں کناروں کو پریشان کرتا
ہلہاتے ہوئے کھیتوں سے گزرتا ہوں
روش و جاہ مجھ کو حیراں کرتا
شاہ قوط کی شاخوں سے ابھر جاتا ہوں
میں بہا کرنا ہوں گاتے ہوئے ہراتے ہوئے
پور دریا کی طرف جو کہ ہے سنگم میرا
آدمی آئیں گے اور آگے چلے جائیں گے
میری رفتار میں کچھ فرق نہ آئے گا ذرا
میں سرکنا ہوں پھسلتا ہوں نظر کرتے ہوئے
آن ابا بیلوں پر جو آتی ہیں دھاروں کے قریب
قص کو تا ہوں ششاحوں کو چپائے کے لئے
میرے اٹھتے ہوئے ریلے کنا روں کے قریب
گنگنا تا ہوں تہہ محفل ماہ و اختر
غذا نیدہ بیابانوں کو ٹھکراتا ہوا
منحنی نادوں کے جھڑٹ میں بھی کرتا ہوں گزر
دیر کرتا ہوا کرتا ہوا ٹکراتا ہوا
اور پھر ٹرتا ہوا ہوتا ہواٹے کے لئے
پور دریا کی طرف جو کہ ہے سنگم میرا
آدمی آئیں گے اور آگے چلے جائیں گے
میری رفتار میں کچھ فرق نہ آئے گا ذرا
صادق اندوری

۴ اس دفعہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم اور جانے کہاں کا ایذا سامنے آگیا جو موت کے چٹکل سے
چھٹکارا نصیب ہوا اور نہ ہم تو بمل دیئے تھے تم اور سب روپیٹ کہ ٹھیکہ رہتے اور سننے والے انہوں
ظاہر کر کے خاموش ہو جاتے اور جان سے جاتا تو بندہ اور ہماری جوان موت پر وہی شعر صادق
آتا ہے پھول تو دو دن بیمار جانفزا دکھلائے گئے حسرت تو ان فچوں پر جو ہن کھلے مر جائے
میں ان کی یہ سب باتیں سنتی رہی کہ کیا کچھ میں ان کی ۵۴ سالہ جوان موت کے جب شعر نہ جاتا تھو سے
نہ رہا گیا اور وہاں سے اٹھ آئی کہ کیا فائدہ کچھ اور کہہ کر جو ش دلاؤں ورنہ ابھی وہ نہ جلتے اور کیا کیا
ہزار ایشیائی کرتے ۵

ہو گیا ہے ہم سب کو چمکا دیا میں نے منہ نکال
کہو جہانکا تو شاہد سی چپا کی شکل شریف نظر پڑی
وہ دو تین آدمی اور گھارو وغیرہ آئے دکھائی دیئے
میں نے نہایت تشویشاً کہہیں پوچھا کہ شاہد
بچی کہا بات ہوئی۔ رونی صورت بنا کر بولے
”اے بیٹی کچھ نہ پوچھو ہم تو پہلے ہی کہتے تھے
کہ ہمیں نہ جلاؤ تم زبردستی سہر و تفریح کرانے
لائی ہو اچھی تنہا رہی سہر ہوئی۔ اور یہ جملہ
کہتے ہی دو موٹے موٹے آسرا نکھوں میں
ڈب ڈب آئے۔ میں نے مشکل تمام مہنی کو مضطرب
کر کے ہوئے کہا کہ ”آخر قیامتے تو کیا ہوا“
اس پر گارڈ نے جو کہ ان کے قریب ہی کھڑا
تھا کہا۔ ”کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے
ان میں اور ایک پشادری میں جگہ کے پیچھے
لڑائی ہوئی اور زوہت مارشنگ تک پہنچی۔
پہلے تک کہ اس نے انہیں دروازہ سے
پہنچے دھکا دیا۔ جو کہ لوگوں کے چڑھنے و
اترنے کی وجہ سے گھٹلا ہوا تھا۔ اس پر
اور لوگوں نے زنجیر کھینچی گوشہ نشینی سمجھنے
جو کوئی چوٹ نہیں آئی۔ اچھا چلے بیٹھے۔
میں اس پشادری کو بھی جا کر ڈانٹا ہوں۔
اس طرح تو جاہن تنگ ہونے کا ڈر ہے“
شاہی چاغریب بادل نخواستہ اپنی
جگہ سے ہے۔ اس وقت کی حالت کو دیکھ
کر دل چاہتا تھا کہ خوب زور زور سے تپتے
مار کر مٹوں لیکن مجبور تھی جب وہ چلے
گئے تو جلتا مجھ سے ہو سکتا تھا مینسی اور
میں شخص ان کی یہ حالت و شکل دیکھ کر بغیر
سمکھائے نہ رہ سکا ہو گا۔ صبح کو ہم لوگ بخیر
بہشتی پہنچے۔ اب شاہد ہی چاہتے ہیں کہ انڈ
بیسویں کی پانچویں شکل نہ دیکھیں گا۔ وہ تو ۱۳

میری ڈائری کا ایک ورق

۱۵- جولائی ۱۹۴۲ء

آج صبح میں اپنے محترم باپ مرحوم شوہر اور پیاری بچی کی قبر پر جانا چاہتی تھی مگر نہ جاسکی۔ قبرستان گھر سے دوسیل ہے۔

اس وقت میرے تصور میں وہ زمانہ تھا۔ جب میری شادی ہوئی تھی۔ پھر خدا نے مجھے تین خوبصورت بچے دیئے پھر جب میں اپنے شوہر کے ساتھ پہلی دفعہ بیٹڑ پر تھی، تو گرمی اور سردی کا اتنا بڑا فرق دیکھ کر میں کس قدر تعجب ہوئی تھی۔ پیاری شیبہ و فراز۔ لمبے لمبے درخت اور جھوٹی جھوٹی جھاڑیاں، مٹی، جون کی گرم گو کی بجائے ٹھنڈی فرحت بخش چوہا بنیں۔ بادلوں کے سائے۔ گنبدے کے بھولوں میں میری بچی کا تسلی کی طرح کھیلنا۔ اور اس کی بھوئی کا خوش ہونا۔ اللہ! وہ وقت کتنا دلی آویز تھا۔ کچھ مدت بعد میرے شوہر اور پھر بچی کی موت!!

اب ہر موسم لاوارث بارش ہو رہی تھی، اسی تصور میں جنگ کے لئے سوئٹزرلینڈ رہی۔ آہ! وہ بڑا مسرت زمانہ بھولوں میں ہی ہوئی ہوا کے لطیف جھونکے کی طرح بہت جلد گزر گیا۔ اب میسر سر جکرانے لگا تھا۔

دوہر کو دو ٹھنڈے سوئی رہی۔ جب آکھ کھلی تو تین بج چکے تھے۔ ایک بیمار بچے کی عیادت کے لئے ہسپتال جانا تھا نہ جاسکی۔

آج کا تمام دن گویا پریشانی میں ہی گذر گیا۔ اب شتا کی ماز پڑھ کر سو جاؤں گی۔

۱۶- جولائی ۱۹۴۲ء

صبح چائے کے بعد بچے کی منزل میں کتاب لینے گئی۔ یہ نہایت ہی بڑے سکون ٹھنڈا کمرہ ہے۔ انگوڑی ہری جیل نے دروازے کے قفس میں دلاویز اضافہ کر دیا ہے۔ یہ کمرہ مردانہ ڈزائنگ دم ہے۔ اور اس میں لاٹریری بھی ہے کتاب کے کوششیں تھی۔ کہ میری ایک جڑ بھین کا لڑکا

شرکت سے ملے آگیا۔ جو لفٹنگ کے لئے جارہا ہے نہایت شریف لڑکا ہے۔ اس کی دس سبے جتنے منوکت سے ملتی ہیں۔

ان بھین کی لڑکی کو مرے سے اپنی بھین بنا رکھا ہے۔ بہنوکت سے چھوٹی ہے۔

دو سیر کے بعد موسم ٹھنڈا ہو گیا۔ دل کو انسردہ اور روح کو نپڑ مردہ کر دینے والی گرمی کے بعد برسات کی آمد خاص طور پر مسرت کا پیغام لاتی ہے۔ آسمانوں سے نزول رحمت۔ پرندوں کا رونا۔ کتاب رکھ کر میں اوپر چلی گئی۔ ابابلیں مسرت سے تیر رہی تھیں۔ یہاں ابابلیں کثرت سے ہوئی ہیں۔ شام کی شفقت کی بھین شام میں دن کی تجلیوں کو اپنے دامن میں سیٹ رہی تھیں۔ مطلع صاف ہو گیا تھا۔ نیا چاند دکھا۔ دھانگی۔

۱۷- جولائی ۱۹۴۲ء

آج جمعہ ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد ریڈیو میں تلاوت قرآن سن رہی۔ اور پھر گھر کا کچھ کام کیا۔ عورت کے لئے گھر سے

زیادہ کوئی چر امن جگہ نہیں ہو سکتی۔ عورت کے لئے گھر کا انتظام سب سے بڑا کام ہے۔ جس کی عظمت کا مقابلہ کوئی دوسرا منصفہ نہیں کر سکتا۔ بدستوری سے بعض عورتیں یہ سمجھ بیٹھی ہیں کہ برتن

دھونا۔ کپڑے سینا۔ اور گھر کے دوسرے ادنیٰ کام کرنے میں ان کی ذلت ہے۔ میرے خیال میں تو گھر کی دنیا دھوپوں سے بھری ہوئی ہے۔ عورت کے لئے گھر کے اندر دیگر قابلیت کے جوہر دکھاؤ کا

کافی موقع ہے۔ عورت کی سرگرمیوں کا بڑا میدان گھر ہے۔ عورت دنیا کو سنوارنے میں صبح سے زیادہ حصہ لیتی ہے۔ عورت کی نزاکت ہر کام کی منتظر نہیں۔ اس لئے عورت کو ان کاموں میں جو مردوں کے ہیں۔

غواہ خواہ لعل نہیں کرنی چاہئے۔ آج کا دن نہایت ہی دلچسپ رہا۔

ایس بی طاہر ویشا اور

دالیں

موچھین سامان ۱۔ مذکورہ بالا چورا سامان۔ بس گھی ایک پاؤ سیر استعمال کریں۔

تورکیب ۱۔ دال کو اسی طرح خوب اچھی طرح پھینٹ لیکن اس میں تھوڑا سا پانی بھی ملا جائے گا۔ جب اس قدر پھٹ جائے کہ اس میں پیسلے سے اٹھنے لگیں تو نمک و مرچ ملا کر چھوٹی چھوٹی پھلکیاں سی تل لی جائیں۔ پھر پہلے والی ترکیب سے مصالحہ بھون کر اس میں شامل کر دیں۔ گھٹنے پر چھین آئاریں۔

کباب سامان ۱۔ دھلی چوٹی دال ایک سیر۔ گرم مصالحہ تھوڑا سا۔ دہی دو چھٹانک۔ ہر ادھیا ہری مرچیں۔ ادک کتری چوٹی۔ گھی پاؤ ہر نمک حسب ذائقہ پیاز ایک گھی۔

تورکیب ۱۔ دال۔ نمک۔ گرم مصالحہ۔ پیاز حسب ایک ہی میں ابال کر پس لیں۔ دہی اس میں ڈال کر تھک لیں۔ اب ہر ادھیا۔ مرچ۔ ادک باریک کتر کر دال کی ٹکیاں سی بنا کر ان کے اندر بھر لیں۔ پھر کڑھائی میں گھی پکا کر ٹکیاں دو عدد پیٹے ہوئے انڈوں میں ڈال کر نکالیں۔ اور دونوں طرف سرخ سرخ تل لیں۔ اوپر سے پیاز کا لچھا، ادھیا ادک باریک کتر کر چھڑک لیں۔

کباب کی مثل اس کا سامان بھی تیار کیجئے اور بجائے کو فتمہ ٹکیوں کے لٹو سے بنائیجئے۔ اس کے بعد مصالحہ بھون کر اس میں کو فتمہ ڈال کر دم پر دیر پیجئے۔

نوٹ ۱۔ اگر ہونوں نے یہ چیزیں پسند کیں تو انشاء اللہ آئندہ انہیں والوں سے عمدہ عمدہ مٹائیوں کی ترکیب بتاؤں گی +

تاہید الہامی

پتہ کی تبدیلی کی اطلاع خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو فوراً دے دی جائیگی۔ منیجی

یہ مانی چوٹی بات ہے کہ ہر روز ایک ہی قسم کے کھانے کھاتے کھاتے انسان کی طبیعت اکٹا جاتی ہے۔ اور نئی نئی چیزیں کھانے کو ہی لپکتا ہے اب اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ چیزیں عمدہ اور گراں قدر ہوں۔

کہتے ہیں ایک سلیقہ شمار لڑکی اگر نمک مرچ کی چٹنی پیتی ہے تو وہ بھی دو طرح سے پیتی ہے۔ آج اسی اصول کو مدنظر رکھ کر میں چند ترکیبیں لکھ رہی ہوں۔ دال پکانا کسے نہیں آتا۔ مگر اسے طرح طرح سے پکانا۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔

سامان ۱۔ ماش کی دال ایک سیر، گھی آدھ پاؤ، دہی کرکھوچے ایک پاؤ، پیاز، ایک آدھی گھی، لہسن ایک پونجی برعین آٹھ عدد۔ ہلدی دو گھی۔ ادھیا دو تولہ۔ ادک دو تولہ اور تھوڑی سی پونجی حسب پسند نمک۔

تورکیب ۱۔ دال دھوکھو دیں تین چار گھنٹہ بعد دھوکھو چھلکے صاف کر دیں۔ اب چوڑ کر دال باریک پس لیں اور ایک گھنٹہ نہ کی پتلی میں تقریباً دو سیر پانی خوب اچھی طرح کھولائیں۔ اس کے بعد دال پس کر اس میں ادک پس کر ملا دیں۔ اب تھوڑی سی دال ہاتھ میں سے کر لائے لائے گول گول کیلے کی سی شکل بنا کر پانی میں ڈال دیں۔ اسی طرح ساری دال کے بنا کر ڈال دیں جب یہ سخت ہو جائیں تو نکال کر ٹھنڈے سے ہونے کو رکھ دیں۔

ایک پتلی میں میتھی اور گھی ڈال کر پچائیں پھر تمام مصالحہ ڈال کر بھونیں۔ دہی بھی شامل کر دیں۔ جب مصالحہ بھون جائے تو اس میں جو کیلے ایسے آپ نے بنا رکھے ہیں۔ ان کے پتلے پتلے ورق دیکھا جیسے ککٹ کر ڈال دیں۔ پھر جتنا شور بہ رکھنا مقصود ہو اس سے ڈیڑھ پیالی زیادہ پانی ڈال لیں۔ جب گل جائے اور گھی چھٹ جائے تو اتار لیجئے۔ مزے سے رکھوچے نوش فرمائیے۔ یہ چنے اور مونگ کی دال کے بھی بنتے ہیں

نوٹ ۱۔ جس پانی میں رکھوچے پہلے پکائیں وہی پانی مصالحہ بھوننے کے بعد پکانے میں استعمال کریں۔

نوائے درد

رفیقہٴ حیات کی وفات پر

منہ قرطاس پر کرتا ہوں دردِ دلِ قسم
آہ کیا اشعار کے کاغذ سے اٹھائیں گے یہ غم
برقِ تڑپ آسمان دیا زمیں تھرا گئی
مجھ سے نصرت ہو گئی وہ جو نصرتِ مرہیں
اس کی صورت اس کی سیرت اس کی الفت اس کا کس
چٹکیاں لیتی ہے جب وہ کے دل میں اس کی یاد
ہائے کیا معلوم تھا یہ دن بھی ہے تقدیر میں
مٹ گیا نقشِ دہلی باقی اکائی رہ گئی
راک آدھی سی نمایاں ہے دردِ دہلی پر
ہر دم خاموش ہیں ساری فضا خاموش ہے
بجھ گئی ہے سینہ دیراں میں شمعِ آرزو
کیوں جتنا تھا مجھ کو صد دن اپنے نام کے لئے
اس طرح کیوں پھر بس نظریں لگا کر دل ہی لگا
انتابِ عرفان سے کچھ ابھی ابھی ہوا تھا

قلب کا سوز نہاں آتا ہر بزرگِ تبہ
جس کے نقصِ ترجاں ہیں رزقِ چشمِ غم
جب ہوئی سیری رفیقہٴ راہی ملکِ عدم
جس کے دم سے غمی یہ دنیا مجھ کو رنکِ عدم
قلب کو تڑپا ہے میں محض غمِ دم بہ دم
آنکھ سے اٹھتا ہوں اسلکِ گلوں پر ہم
میرے آپ دیدہ سے ہوا اس کی خاکِ تہن
ترج نہاں میں ہوں کل یک جو کہ جلتے تھے ہم
کوچہ و بازار پر چھایا ہوا کعبۃِ الم
زندگی کا ساز ہوا آتشائے زہرِ دم
اب نہ جینے کی خوشی باقی کچھ مرنے کا غم
لے کے آئی تھی ازل ہی سے گرا تھی عمرِ کم
اتن کرم بھی گاہ بن جاتا ہے بنیادِ قسم
مثلِ شبنمِ بارغِ ہستی سے کیا نونے بھی رم

ابرِ الفتِ دامن از گلزارِ من برچید و رفت

اند کے بر غنچہ ہائے آرزو باوید و رفت

عزیزِ احمق بی لے، بی ٹی

شمعِ گشتہ

کبھی یہ چہرہ ماہِ داغِ گلِ سب ہمارے تھے
یہ دُورے اور یہ کھرا، یہ قطرہ اور یہ دریا
دلہے شوق سے تاغِ لبِ سب زیرِ گیس برسوں
کیا جو ہم نے اکثر شبنمِ کم ایہ کو دریا
مگر جب سے گیا بسوں سے وہ جذبِ عمل اپنا
ہیں عالم میں اب نا آشنائے ہر دمِ راحت ہیں

انہیں آنکھوں میں تعالٰیٰ کل گشتہ نگار تھے
پہاؤں دادیں سب پر جاتا تھا اپنا ہی سکتا
کبھی ہے دولتِ کونین نے اپنی جیبیں برسوں
دمن سے تختہٴ گلِ شبنم نے کیا پیدا
حقارت سے ہیں ہی دھتکتی ہو محفلِ دنیا
فلک سے دُور اک ٹوٹے ہوئے تائے کی صورت میں

یہ کچھ کو ہر دم سے یارانِ محفل نے نکالا ہے
تو شمعِ گشتہ ہے مجھ میں کہاں اب وہ آج کالا ہے

جالبِ مراد آبادی

دولت

دولت سب کچھ لے سکتی ہے

دنیا والوں کے تن سن

کوئی نہیں دنیا میں تیسرا

پاس نہیں ہر تیرے دامن

دنیا کے مالک۔ ہیں بشیٹے

بانیِ دوزخ کا ایشادھن

اطلس کے پردوں کے پیچھے

چھپ کے بیٹھے ہیں سینن !

انسانوں کا غول بیٹے ہیں

دشمنِ دنیا کے دشمن

تنہا کے آگے ہے نامِ دم

اُغلاطوں کا پاگل پاپن

دل کی دھڑکن سے جیتی ہے

سونے چاندی کی بھین بھین

کون کچھ بھونتی ہے آیا

تجاس ہے سچا ہے دھن

مولے جاتے ہیں اس سے

ناؤگ تن اور بختِ من

دنیا پر ہے راجِ اسی کا

لکھ جو یا پسندِ رات

احمد شجاع پاشا

اگر آپ کو پاکیزہ علمی ادبی کتابوں

کی ضرورت ہو تو

رعصمت بک ڈپو دہلی

کی نمبر سٹ ایک پوسٹ کارڈ وال کر

بالکل مفت منگا لیجئے۔

منیجر

پڑھے لکھوں کی جہالت

اور پڑھا گیا اس طرح :-
”انشاء اللہ چند رہ کہوتر بھیج دوں گی۔“

۱۔ میں نے آج ہی اخبار میں دیکھا تھا کہ اس ہفتہ لوگوں کی مردم شماری ہوگی۔

۲۔ ہر ذرہ ذرہ اور ہر پتہ پتہ ..

۳۔ اس نے یہ کہہ کر چاء کی پیالی رکھ دی۔ شکر بالکل پھینکی ہے۔

۴۔ کہوتروں کو ڈربہ میں بند کیا ہی تھا۔

یہ چند فقرے اور مجھے ہیں۔ ایک ادبی رسالہ کی ایک کہانی کے

۱۔ مردم شماری کے معنی ہیں۔ آدمیوں کی گنتی کرنا۔ جو افسانہ

نکار آج ”لوگوں کی مردم شماری“ لکھ سکتا ہے تعجب نہ کرنا چاہیے اگر کل اس کے قلم سے یہ الفاظ نکلیں ”گتوں کی مردم شماری“ اور ”عورتوں یا بچوں کی گھوڑ دوڑ“!

۲۔ ذرہ ذرہ یا پتہ پتہ کے معنی ہیں۔ ایک ایک ذرہ اور

ایک ایک پتہ۔ لہذا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ لکھنا چاہیے تھا۔ ہر کی خطی ضرورت نہیں یا یوں لکھا جاتا ہر ذرہ اور ہر پتہ۔

۳۔ کہنا چاہیے تھا ”چاہیگی ہے“ یا ”شکر کم ہے“

۴۔ کہوتروں کا کلب میں بند کئے جاتے ہیں۔ ڈربہ مرغیوں کا ہوتا ہے۔

اس افسانہ میں چند اور خوبیاں بھی ہیں۔

۱۔ سرو کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

لیکن دوسرے وہ صریحاً جھوٹ بول رہا ہے۔ (۲) ہیروئن کو

جاہل بتایا گیا ہے۔ لیکن وہ گفتگو کرتی ہے کتابی زبان میں۔

اس کی باتیں۔ اس کا لباس۔ اس کا ملاقات کا کمرہ صاف

بتا رہا ہے کہ وہ کافی تعلیم یافتہ ہے۔ (۳) ہیرو صاحب اپنی والدہ معتمدہ سے اس طرح گفتگو کرتے ہیں جس طرح بڑا بڑی

بہنوں سے۔

ایک خط کا ایک فقرہ

”انشاء اللہ ۵ اکتوبر کو بھیج دوں گی“

کسی صاحب نے اپنی تقریر میں یہ الفاظ اس طرح ادا کئے :-
غلط دخل (یا) ادھر (ادھر) مرض۔ قادر۔ حامد۔
ان الفاظ کا صحیح تلفظ یہ ہے :-

غلط دخل (یا) ادھر۔ مرض دم رض (قادر۔ حامد۔

ماسٹر صاحب بچہ کو پڑھانے آئے تھے اور اسے آواز دے کر
بھیجک میں جا رہے تھے۔ ماں نے بچہ کی ٹری ہین سے کہا ”ماسٹر
جی سے کہہ دو کہ آتے ہوئے نہیں لیتے جامیں“

تعلیم یافتہ ماں کا فقرہ بچی کے ان الفاظ سے صحیح کر دیا۔
”ماسٹر صاحب جاتے ہوئے نہیں لیتے جامیں“

ج صاحب احسانہ لکھ رہے تھے کبھی کبھی اپنی لکھی ہوئی
عبارت ذرا اونچی آواز سے پڑھنے لگتے۔ کسی کام سے ان کی پوری
ادھر آنکلیں۔ تو پڑھ رہے تھے ”دھاگر کمزور تھا اس نے کتابوں

کا پیکیٹ رستی سے بانڈھ کر رکھ دیا“ بیگم ج پولیس ”کتابوں کا

پیکیٹ تھا یا صندوق جو رستی سے بانڈھا جاتا۔ رستی بڑے

عدد کے لئے ہوتی ہے اور دھاگر کسی جھوٹی سی چیز پر لپیٹا

جاتا ہے۔ کتابوں کے پیکیٹ کے لئے دوسری یا تیسری ہونی چاہیے“

چند منٹ بعد پھر ج صاحب اپنی لکھی ہوئی عبارت پڑھ رہے

تھے۔ ”اس کے ہاتھ میں موج اگئی تھی“ پھر بیگم نے ٹوکا

”موج ہاتھ میں نہیں پاؤں میں آتی ہے“ اور تھوڑی دیر بعد

ج صاحب کی غفلت غصہ کی صورت میں نظر آرہی تھی۔

نمبر کے رسالہ میں عید کا چاند بارگاہ بنایا گیا تھا۔ کاتب صاحب نے یارپس
داؤں نے اسے جو بھی پانچویں تاریخ کا چاند بنا دیا اور نہ صحت یہ ضابط
کی بلکہ اپنی طرف سے ایک ستارہ بھی جڑ دیا!

خانہ داری

(جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے)

دلکشی کی بنیادیں آپ کے سنگھار کی دیکھنے والیاں تعریف کر دیں تو سمجھنا چاہیے کہ وہ موزوں اور درست ہے۔ آج کل کی سنگھاری انشیا بالکل پہلی رنگ پیدا کر دیتی ہیں۔ نہاد کا پتہ بھی نہیں چلتا البتہ ٹھیک طرح لگانے سے معاملہ بگڑ جاتا ہے مگر اصلیت کا حصول آسان کام نہیں۔ پہلی ضروری بات یہ ہے کہ آپ کی جلد عمدہ ہو کیونکہ شفاف یا جلی سنگھار بنیاد (Transparency for light foundation)

صوت اس لئے استعمال کی جاتی ہے کہ دن میں بناوٹ ظاہر نہ ہونے دے اور یہ جلی بنیاد ہی کریں بھاری کریوں کی طرح نقصان کو چھپا نہیں سکتیں۔

آپ کی جلد کو وہ باقی بڑی حد تک خوشنما بنادیں گی اور ان پر کچھ فروغ نہیں آتا۔ ایک ڈک پانی خوب خوب بیا جائے ایک دت میں دُفیرہ پاؤ۔ شہر و سرائیں آپ انسانہ پی سکیں گی مگر شست سے اس قدر پانی آسانی سے بیا جا سکے گا۔ اور اتنا پانی دن میں تین بار دہرایا جائے۔ دوسری ورزش ہے۔ سیر بہترین ورزش ہے۔ اس سے جلد نازہ اور گردش خون منتظم رہتی ہے۔

سنگھار غور و تدبر سے چاہا جائے اور احتیاط سے ہی لگایا جائے بات سمجھی ہے مگر عام طور پر اس سے غفلت کی جاتی ہے بنیادی کریم نرم اور شفاف ستم کی ہونی چاہیے اگر آپ کی جلد بہت زرد ہے تو جلی گلابی بنیادی کریم لیں جس سے جلد میں شفاف رنگ آ جاتا ہے۔ کریم روز راسی اوپ پیدا کرنا ہے۔ لگانے سے پہلے ذرا سا روڑ (سرخنی) تھوڑی سی بنیادی کریم میں پھیلیں اس میں اور پکے پکے رخساروں پر پھیلیں کاغذ کو مرور کے اس سے لے پھیلائیں۔ نئے کے جلد کے رنگ میں مل جل جائے پورے ہی نہایت عمدہ اور باریک ہونا چاہیے۔ ہونٹوں پر پیسے نہایت ہوشیاری سے کوئلہ کریم لگائیں۔ بعد میں اپٹک استعمال کریں ہونٹوں پر بھی پیسے کریم لگائیں بعد میں بی۔ بی۔ بی۔ استعمال کریں۔ *Eye shadow* لگائیں۔ آغزین جلد پر کثرتہ برش پھیر کے سنگھار ہموار اور موزوں کر دیں تاکہ چہرہ پر طبعیہ چیز نہ معلوم ہو۔

لباس اور صورت شکل کی زیبائش میں بھڑکی بھڑکی ناخنوں کی درستی باتیں بڑے نتائج پیدا کرتی ہیں تفصیلات کی طوٹ توجہ دینے سے معمولی صورت کی عورت دلکش و حسین بن سکتی ہے۔

چنانچہ سچی حالی ناخنوں کا ہے اگر ناخنوں کی طرف کافی توجہ نہ کی جائے تو ہاتھوں کا کیسا ہی سنگھار کیا جائے ان میں شخصیت پیدا نہ ہونے پائے گی۔ آج کل صفت میں ہر ایک بنی سوری عورت ناخنوں کا وائٹس استعمال کرتی ہے اور جو نہیں کرتی صرف وہ جن کے پاس اس وقت ہے کہ وہ نخل وغیرہ کے ٹکڑے سے ناخنوں کو رگڑ رگڑ کر چمکا دیں۔

ناخنوں کو قدرتی یا بے رنگ وائٹس لگا دیا جائے تو ان میں خوب چمک پیدا ہو جاتی ہے جو عام طور پر ان میں نہیں ہوا کرتی خشک اور کھردرے ناخن کبھی اچھے نہیں معلوم ہو سکتے۔ ان پر خوبصورت بنانے کا عمل کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ مضبوط اور تندرست ہیں اکثر یکسویت عام صحت کی حالت سے نمودار ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ غذا کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے مچھلی کا تیل جادو کا کام کرتا ہے کیونکہ وہ نظام عصبی کو وہ چربی جیسا کہ دیتا ہے جس کی اسے نسوں کی پرورش کرنے اور جلد اور ناخنوں کو تیل پہنچانے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ اکثر بیرونی طوے سے بھی چکنائی سچائی ضروری ہے کبھی کبھی لگاتے دہننے سے ہضم کا ناخن دلیسے بھی اچھا معلوم ہونے لگے گا گرم پانی میں اس خیال سے انگلیاں ڈبوئی جایا کرتی ہیں کہ ناخنوں کے رگڑ کوئی باریک چمکا سکی کھال ملائم اوصاف ہو جائے اس طرح پورے میں انجذابیت طاری ہو جاتی ہے۔ اب جو تیل بھی ان پر لگائیں گے اس وقت ان میں جذب ہو جائے گا۔ جب آپ اپنی انگلیاں گرم پانی سے باہر نکالیں تو ایک تیل جالی میں رخسار بادام ہتیا لکھیں تاکہ انگلیاں خشک کر کے پورے چند منٹ اس میں ڈبوئے رکھیں اور بعد میں ان کو دھو ڈالا جائے۔ بازار میں ایسی دوائیں مل سکتی ہیں جن سے ناخن خشک ہو سکے ترقی جانے سے رک جاتے ہیں۔ ایسی دوا ناخن کے برش سے ناخنوں پر دھوتے وقت میں اس سے ناخنوں کے گرد کی کھال یعنی چٹ درست حالت میں رہتی ہے ناخن مضبوط ہو جاتے ہیں اور پورے سفید اور بے دھبہ محل آتے ہیں

طرح طرح کی کریمیں بھی تیار کی جاتی ہیں۔ جن میں سے کوئی آپ رات کو پوروں پر لگا کریں۔ باقاعدہ لگانے سے ناخنوں کی چٹیں صاف اور ملائم رہیں گی اور آپ کو کوئی زائد چٹ ایسی نہ نظر پڑے گی جسے کاٹنے

سے زیادہ کی جاسکتی ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ قدرت چہرے کے لئے جو اچھا جیسا کرے وہ اس کے لئے موزوں ہی ہوتا ہے اگر اس خیال کو رنگ و روہ اور خدا و خال وغیرہ پر بھی مائدہ کیا جائے تو حسن و دلکشی کی قیل و قال ہی ختم ہو جاتی ہے اور انہیں سنگار وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی بہت سی ابروؤں کے بال بہت چھوٹے ہوتے ہیں بعض چہرہ کا لحاظ رکھتے ہوئے بہت بھاری معلوم ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں دستکاری کی ضرورت ہے جو ابرو میں باہم بہت قریب ہوں دلکش نہیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ بال اس قدر دکھا کرے جائیں کہ دلاؤں کے بیچ میں ایک آنکھ کے برابر فاصلہ ہو جائے۔ زینت کا باعث نظر آئے گا۔ اگر برو مسوں پر چھوٹی وہ جائیں تو اظہاری وقت فوت ہو جاتی ہے۔ عام طور سے ابرو میں ایسی ہی پانی جاتی ہیں۔ بہت نوک دار پیل سے ان کے سرے گہرے کر دینے جائیں اور دم سے لکیر بڑھا دی جائے تاکہ ان میں لمبی ہونے کا شائبہ پیدا ہو جائے۔ قدرتی حالت میں ابرو رکھنے سے دو چار بال ایسے ضرور پیدا ہو جاتے ہیں جو ادھر ادھر ہرگز مکمل پڑتے ہیں اور اس ابرو کا تسلسل گر جاتا ہے ایسے بال اکھیر دینے چاہئیں تاکہ باقی ماندہ ابرو زیادہ معلوم ہو۔

خانگی طور پر ہم نے جن لمبے کو دیر تک رکھنا ہوتا ہے صاف خانگی لوہے کے منل کے ٹکڑے میں لپیٹ دینا چاہیے۔ کپڑا پہلے سر کے سے نم دار کر کے پھریں۔ یہ گرم موسم میں دوسری رکابی سے ڈھک کے رکھیں تو اس میں بھجی ہوئی کسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی دلی پاس رکھ دیں ہی کو جذب کرتی رہے گی۔ جب بال مکمل بھیگ جائے تو دوسری دلی رکھیں۔

صفائی اور ورزش و صبور دتی کے بہترین معاون ہیں ہر وہ چیز جس سے جلد کے مسام کھل جائیں اور چمچے ملائم ہو جائیں رضا و دل کو گلابی جلد کو نرم اور مضبوط اور جسم کو خوشنما اور چہرہ بھانپتی ہے۔ خوشبو ہمیشہ اعتدال سے لگائیں۔ ایسی خوشبو جو یونیسی معلوم ہو دل کو خوش کرتی ہے۔ زیادتی سے دل گھبرا جاتا ہے اچھے مذاق کی بیبیاں خوشبو لگانے کے معاملہ میں خود دیکھنے کا کام لیتی ہیں انہی شخصیت کے لئے موزوں خوشبو تلاش کر کے اسے احتیاط سے لگائیں۔ زیادہ اور مختلف خوشبوئیں استعمال نہ کریں۔

محمد ظفر

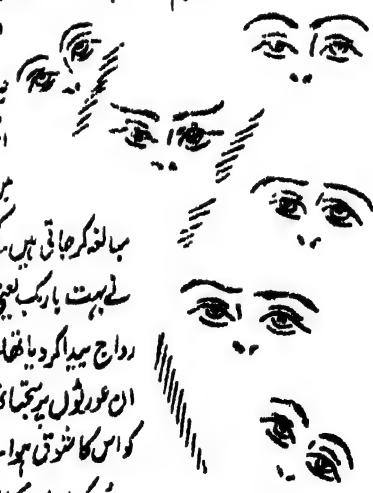
کی ضرورت پڑے۔ اس کا آپ کو بخوبی تجربہ ہو گا کہ ناخنوں کے گرد کی کھال کا حصہ کاٹ دینے سے وہ دوبارہ پہلے سے زیادہ مضبوط اور موٹی آگ آتی ہے۔

آجکل دائرش مختلف رنگوں کے دستیاب ہوتے ہیں اس لئے ان کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہئے تاکہ لباس اور شکار سے مطابقت ہو جائے۔ وسطا یہ (وسطیہ) اور ملائی قسم کا دائرش جاری ہوا ہے، اس میں گہری سرخی اور خونی رنگ سے ملتی پانی جاتی ہے۔ اور خونی یا گہرے سرخ اور برساتی یا کستری لباس پر یہ چھب جاتی ہے۔ ایسی گہری سرخی کے کئی لٹے ہیں جن میں بھری جھلک پائی جاتی ہے۔ چھلی اور خونی رنگ کے بھی لٹے ہیں۔ سنہری جھلک والا دائرش بھورے اور تازہ سبز رنگ پر جکتا ہے۔ بیلیوں اور خونی سرخی مائل لباس پر اور اردانہ کے رنگ کے دائرش ازمانی پوشاک پر زیب دے جاتا ہے۔

ابر و وول کے خم ابرو کس قدر گھنے اور بھاری رکھے جائیں۔ براہم سوال ہے کہ بہت چھوٹیوں میں انہا پسندی اس معاملہ میں بھی قدرتی ابرو رکھنے کے شوق

میں بعض بیبیاں مبالغہ کر جاتی ہیں۔ کچھ عرصہ پہلوئوں نے بہت باریک یعنی کمان ابرو کا رواج پیدا کر دیا تھا جو بلاشبہ غم کی ان عورتوں پر جتا تھا جن سے اور کو اس کا شوق ہوا۔ اب بہت چھپے ہوئے کمان ابرو کا شوق کم ہو گیا ہے

اور اس کی جگہ بھاری اور اصل قدرتی ابروؤں نے لے لی ہے۔ باریک خم دار ابرو اور وسط درجہ کی بیبیاں پر بالکل نہیں بھیتے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ قدرتی ابروؤں کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے کہ بالی جگر چاہیں بڑھ جائیں اور پھیلے جیلے جائیں بعض پیل سے ان کے تھن اور لمبائی چوڑائی کو اور بڑھوتے ہیں عقل سلیم ان سب تہمتا پسندی کے خلاف ہے۔ قدرتی ابروؤں کو زناستہ اور احمق کھال،



سیریلین

ہم ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ کوئین معدہ میں پہنچ کر انہیں سڑنے سے روکتی ہے۔ کوئین کھانے کے بعد ذرا خون میں منتقل ہو جاتی ہے اور گردے اُسے اس کی اصلی حالت میں باہر نکال دیتے ہیں۔ زیادہ مقدار میں کھانے سے سردار کالوں میں صبحاٹ پیدا ہوتی ہے اور بعض دفعہ بہرین نودار ہو جاتا ہے۔ بیانی پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ دوسرے ہو جاتا ہے۔ جہرہ سرخ اور گرم محسوس ہوتا ہے۔ زیادہ مقدار البتہ بخار کم کر دیتی ہے۔ سخت گھٹیا میں زیادہ مقدار دینی جاتی ہے مگر زیادہ کھانے سے نقصان ہوتا ہے اور موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اس لئے طبیب کے مشورے سے اس کی مقدار استعمال کرنی چاہیئے۔

سکوننا جنونی امریکی کے کوڈیز میں پیدا ہوتی ہے بعد میں جزائر جادو جیکا اور نیلگری۔ اوٹ گنڈ میں اس کی کاشت ہونے لگی اس کی تین قسمیں ہیں۔ مجبور اپلا اور سرخ۔ سرخ بجلی سے کوئین اور سکونین دونوں کافی ہوتے ہیں۔ ایک شخص جیسے بخار نے آدم کو اکر دیا تھا اور جنونی امریکی میں وہل کے بخار کا شکار ہو کے موت کا انتظار کر رہا تھا۔ جنگل میں ایک جگہ تک کے گڑ پڑا۔ یہاں سخت گرمی گھسٹا گھسٹا ایک ڈگلی پر پہنچا۔ اس میں ایک درخت گر پڑا تھا اس کا پانی اس نے پی کر وہ نہایت کڑوا تھا۔ اس کا اثر جادو کا سا ہوا بخار ہلکا ہو گیا۔ وہ شخص بار بار اسی ڈگلی پر آ کے پانی پیتا رہا آخر اس کا بخار بالکل جاتا رہا۔ اس طرح یہ درخت در بابت ہوا۔ وہل کے دائرے کی بیوی پر بھی اس کا تجربہ کیا گیا۔ وہ اچھی ہو گئی۔ دائرے کے نب بورپ واپس گیا تو وہ اس درخت کی چھال کے ٹکڑے اپنے ساتھ لیتا گیا اس کے استعمال سے بورپ میں اس کا چرچا ہو گیا۔ اس دائرے کے نیم پر اس درخت کو جن کون بکارا جاتے تھا۔ اس روزت وہ قطبی راج بہت جلدک ثابت ہوتے تھے اور پورپ والے ان سے بہری طرح ڈرتے تھے قابل علاج ہو گئے۔

نمک کی صنعت نمک کسی خاص نمک کا جامہ نہیں اکثر نمک میں یہ پایا جاتا ہے البتہ کسی میں زیادہ مقدار میں ہوتا ہے کسی میں کم۔ افریقہ کے اندر رنی بعض حصوں میں یہ

بیوی کی بچیت۔ ایک اگر نیشو ہر کو ایک مکان خریدنے کا اتفاق ہوا مگر چند سو روپیہ کی کمی کی وجہ سے وہ پوری قیمت ادا کرنے کے قابل نہ تھا مکان اتھ سے نکلا جا رہا تھا کہ محبت بھری بیوی نے اپنا جین جھٹا جو کئی سال تک ماہوار خرچ میں سے کچھ بچا بچاکے رکھنے سے میسر ہوا تھا اس کے والہ کیا۔ اس کی جہلی کی حد نہ رہی اس نے بڑی خوشی سے وہ رقم لے لی۔ مکان خرید لیا مگر آئندہ کے لئے اپنی بیوی کا مقررہ وظیفہ کم کر دیا۔ اس نے یہ رقم گویا اس لئے بڑی خوشی سے قبول کی کہ تھی تو اس کی دی ہوئی ماہوار رقم میں بچائی تھی۔ کسٹورڈ کی عدالت نے ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا۔ ایک شخص کی بیوی اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کی رقم ایک بیگ میں جمع تھی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ یہ رقم میری ہے کہ مجھ سے دینے ہوئے ماہوار خرچ میں سے بیوی نے بچا بچاکے رکھے ہیں۔ عدالت نے اس سے حق میں فیصلہ کیا۔ وہ بچاری سولہ برس شوہر کے گھر کا خادمہ کی طرح انتظام کرتی رہی اور اس نے دام ادا کرنے والے جہان ٹھیرا ٹھیر کر تقریباً ۱۳ سو روپیہ بچائے۔ عدالت کا فیصلہ یہ تھا کہ یہ رقم اس رقم کا حصہ تھی جو اسے اس کا شوہر ایک خاص غرض کے لئے دیا کرتا تھا۔ اور جو کچھ اس نے اپنے وقت بازو اور انتظام سے بچا یا وہ بھی شوہر کا ہے۔ کیونکہ اس نے ہولتیں اپنی مکان واسباب وغیرہ میں وقت بازو اور انتظام کے لئے ہتھی کی تھیں۔

کوئین کی دریافت آج کل بخار روکنے کی بہترین دوا کوئین ہے جو سکونین پودے کے جھل سے حاصل کی جاتی ہے۔ خاص کوئین دوا کے طور پر استعمال نہیں ہوتی کیونکہ بیانی میں داخل ہل نہیں ہوتی۔ چنانچہ گندھک سے اس کے اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے کوئین سفیٹ کہتے ہیں۔ اس پودے کے جھل میں کوئین کے مقابل میں سکونین زیادہ پایا جاتا ہے۔ صمدہ میں جو اجڑائے غذا

اس میں تازہ ترین کھیں اور پیداوار کے جدید ترین طریقے جاری ہیں جو انگلستان کی جھوٹی چھوٹی گاؤں میں رائج ہیں۔

بلاشبہ سب سے زیادہ جیترناک نمک کی کانیں پولینڈی آسٹریا کے شہر کرکو سے چھ میل کے فاصلہ پر وائی ملک زمین واقع ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا جود سنہ ۱۸۷۰ سے دریافت ہوا تھا تاہم پولینڈ کے حلوں اور غارت گریوں کی بدولت کچھ عرصہ وہ دیران پڑی رہی جو کچھ علاقے خیر آباد ہو گئے اور استنباط مغلوں کی محال ہو گئیں۔ پولیس لاس کے زمانہ حکومت میں ہنگری کے کان کو دینے والے یہاں آباد ہوئے اور کانوں کا کام پھر جاری ہو گیا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں آسٹریا کی حکومت میں شامل ہونے کے بعد وہ حکومت کے ہاتھ میں آ گئیں اور اس کے انتظام میں کام ترقی پر ہو گیا۔ تاریخ کے انقلابوں میں ان کے انتظامات میں بھی نمایاں تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اب بجلی سے وسیع پیمانہ پر مددی جاری ہے۔

بیس کانوں میں جاری ہیں۔ نئی نئی کانیں قائم ہو رہی ہیں۔ اسی اسی دھسپیاں بھی ہیں جن کو دیکھ کر تاج دنگ رہ جاتے ہیں۔ ایک طرح کی وہ زمین دزد دنیا ہے جس میں سڑکیں، مچھیاں، مکانات یا دیگر نمک کی چٹانوں میں کاٹ کاٹ کے بنائی گئی ہیں۔ جو زمین گذشتہ کے فن اور کارگیری کی داد دیتی ہیں۔ بجلی کی روشنی میں یہ سب کچھ الفت یسہ کے عجائبات کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ اٹھ جانے سے پہلے سیر کرنے والوں کو کان کنوں کے سے کپڑے اور ٹوپ پہنا دیئے جاتے ہیں اور اندر پہنچنے والے چھینکے کی بالائی اور زیرین منزل میں پانچ پانچ کی تعداد میں بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ چھینکاؤ سو فٹ کی گہرائی پہنچ کر منزل میں پہنچا دیتا ہے۔ اس میں صرت آدھ منٹ گھٹا ہے۔ وہاں پر ہر تین سیاحوں کے ساتھ ساتھ ایک ایک کن بطور رہبر کے ساتھ ہولتیا ہے۔ لال میں اس کے ساتھ ہوتی ہے کان میں گر جائے ناچ گھر نمک کی تھیلیں موجود ہیں جن کا ذکر پھر بھی کیا جائے گا۔

پھلجے طپاں سندھ کی محض میرٹھ کی جگہ کے چٹکوں پر ہر سال ایک جلد تیرہ جاتی ہے سائیں لال ان کوٹن کلاسنگی عمر تباکتے ہیں۔ یورپی اخباروں کے اندازہ کے مطابق چھوٹی چھوٹی میں انگریز عورتوں کا تیر لال ہے اور دوسرے درجہ پر انگریز کی عورتیں ہر سال چٹاؤی ساحل پر دم دہل چھپیاں تنگی میں چھنس جاتی ہیں یہاں کے عجائب خانہ کا مالی تصور ہوتی ہیں۔

محمد طفر

بہت کیا ہے۔ جہاں کہیں سمندری پانی سے وہاں محض عمل بخیر سے نمک حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ ہر جگہ یہ تصور بہت حاصل ہو سکتا ہے اس لئے اس پر کسی حکومت کو خاص طور سے اقتدار حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ مقامی حکومتوں نے البتہ اس کے انتظام کے سلسلہ میں لائسنس وغیرہ کے قواعد جاری کر رکھے ہیں۔ چنانچہ تھامسٹون بچل کے سلسلہ میں بہت سے ہندوستانی سمندر کا پانی اڑا کے نمک بنانے کے الزام میں سزا دی ہوئے۔ اگر نمک بنانے کا کام کسی خاص رقبہ یا ملک سے مخصوص ہوتا تو فی الواقع اس وقت اس صنعت کو نمایاں خصوصیت حاصل ہوتی۔ نمک حاصل کر کے اسے موجودہ طریقوں سے دھات کرنے کا عمل عام ہو رہا ہے۔

نمک دو طرح سے میسر آتا ہے۔ چٹان کا نمک یا سمندری پانی یا کھاری چشموں کے پانی کا محلول نمک خشکی میں نمکین پانی کے بڑے بڑے نفعی عمل بخیر سے نمک کی چٹانوں کی شکل میں باقی رہ گئے یا انہیں کسی بلوریت کے بہت بڑے ٹپے نے سمندر سے ٹوٹ کے رکھ دیا۔ سمندر زمین کاٹ کے کہیں اندر نمک چلا آتا ہے اور اندر نہ گارا ساتھ ہی کسی طرح ٹپ کے بند ہو گیا۔ نمکین پانی بعض رقبوں میں کنوؤں سے نکال کے جمع کیا جاتا ہے اور عمل بخیر سے سا بھر لیا جاتا ہے۔ پہلی صورت کھاری جھیلوں کے پانی سے پیدا ہوتی ہے۔ بجز مراد اور اڈا کی بڑی جھیل ان بڑے پانی کے تھلوں کی مثال ہیں جن کا تعلق سمندر کے کسی طرح منقطع ہو کر رہ گیا۔ نمک کی کھاریاں ان کی تھوں میں جمع ہو کر قائم ہوتی رہتی ہیں۔ ہر حال نمک سمندری پانی سے ہی اصل میں ہم کو ملتا ہے۔ کھاری جھیلوں، کنوؤں وغیرہ کا تعلق ابتداء میں سمندر ہی سے ثابت ہوا ہے۔

زمین دوز دنیا مدانیہ اور گلیشیا کی نمک کی کانیں دنیا میں سب سے زیادہ کثرت میں۔ مدانیہ میں چار ہیں جن میں سے سلاویکا کی کان دنیا بھر میں مشہور اور سب سے بڑی ہے اس سے ہر سال ۲۱۹۵۲۰۰ من نمک نکلتا ہے۔ ایک ہزار سال سے اس میں سے بڑی مقداریں نمک کھودا جا رہا ہے۔ اگر اس کی مقدار ۷۸ لاکھ من سالانہ کر دی جائے تو کبھی کان پوری دو صدیوں تک کام دیئے جائے گی اور اس کا نمک ختم نہ ہونے پائے گا۔ یہ حکومت کی ملکیت ہے اور زیادہ تر سزا یافتہ لوگوں سے اس میں کام لیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے

عصمت کے چندہ میں اضافہ

کاغذ کے حصول کے سلسلہ میں قریباً دو سال سے عصمت کو جن وقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان کو رسائل میں وہ غالباً فیصدی کو بھی پیش نہ آئی ہوں گی۔

کاغذ کی بچہ گرائی اور نایابی کے وجہ سے

چندہ میں ایک پالی کا بھی اضافہ اس خیال سے نہیں کیا گیا کہ ہر چیز کی قیمت پر آگ بھڑکی ہے اور مصحفی پہنوں کو دنیا کی گرائی نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ لیکن یہ کہ عصمت کے چندہ میں اضافہ بعض پہنوں کو باوجود کم ہو لیکن نقصانات کی بھی ایک حد ہوتی ہے عصمت کی سب سے بڑی مدد یک ڈیو کی آمدنی ہے۔ مگر ۱۹۳۲ء میں گناہوں کے اشتہارات کے سامنے جو پیشہ خاں ہوتے تھے کاغذ ملنے کی وجہ سے مجبوراً بند کرنے پڑے۔ اسی طرح ہر کے اشتہارات جن کی اجرت سے کسی قدر مدد مل جاتی تھی ان کا تہہ و بہہ۔ ذکر میں نہ کیا۔ کاغذ بھی کی پانچ پانچ چھ گرائی کی وجہ سے رسالے صحافت کی قیمتیں گزرتے اور کاغذ کی نایابی کی بنا پر روپے اشتہاروں کے ہنگامہ ساز اور متفرق لیکنوں وغیرہ کے نام پر کام کر رہے ہندو کے اشتہار کا کافی نقصان پڑی لیکن ان سب باتوں کے باوجود کاغذ کی جو مصیبت پہلے تھی آج بھی وہی ہے۔ اس سال خریداروں کو چار روپیہ میں جو پرچہ دیا گیا ہے۔ اس پر لاکھ چار روپیہ سے کچھ زیادہ ہی آئی ہے۔ اعداد ہم میں چار روپیہ چندہ میں پرچہ جاری رکھنے کی باطل سکت نہیں رہی اس لئے مجبور ہو کر اعلان کرنا پڑتا ہے کہ

جنوری ۱۹۳۲ء سے لاکھ تین سو روپیہ کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ کا

جو چندہ منی آرڈر کے ذریعہ ہو گا اور وہی بی سوا پانچ روپیہ کا بھیجا جائے گا۔ چندہ میں اضافہ ہونے کے اس اعلان کے بعد بھی ہم یہ وعدہ نہیں کر سکتے کہ رسالہ کی قیمت کم ہوگی۔ ہم پہلے ہی شائع ہو گا۔ کاغذ کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے کچھ تعجب نہیں کہ باوجود چندہ میں اضافہ کرنے کے ہم رسالہ کی ضخامت اور کم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس لئے مصحفی پہنوں جہاں یہ فٹ کر لیں کہ سلسلہ کاغذ میں ان کو دی بی سوا پانچ روپیہ کا بھیجا جائے گا۔ وہاں پرچے کی ضخامت اور کم دیکھنے کے لئے بھی تیار رہیں۔ مگر یہ بھی یقین رکھیں کہ جس وقت حالات نے نے اجازت دی پرچہ کی موجودہ ضخامت میں اضافہ ہو جائے گا۔

مینجی

عصمت بک پوربلی

عصمت کی کہانی اخباری دنیا کا قلم کار مولانا رازقی انجیری ہندوستان کے پہلے مدیر اور اہل قلم میں جنوں نے اس چیز کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان کو اپنے مشہور رسوائی رسالہ عصمت کی تاریخ سے باخبر کر دیں۔

ہندوستان میں کسی اخبار یا رسالہ کا جاری کرنا اور پھر اسے قائم رکھنا اور چلانا اتنا دشوار کام ہے جس کا حامی دیگر تصویب نہیں کر سکتے۔ مولانا رازقی انجیری نے رسالہ عصمت کی ۲۸ سالہ زندگی پر مدد شہی ڈال کر یہ بتا دیا ہے کہ علمی اداروں کے لئے ہندوستان کی سرزمین کی نیند غیر مزاحمتی عصمت کی کہانی پڑھنے کے بعد خازنہ ہوتا ہے کہ اس مشہور رسالہ کو زندہ رکھنے کے لئے مولانا رازقی انجیری مرحوم نے کیسی کئی پیکیٹیں بروٹ کیں۔ اس کے باوجود آپ اردو لٹریچر اور عورتوں کے مظلوم طبقہ کی خدمت کرتے رہے۔ کاغذ طباعت اور کتابت نہایت اعلیٰ ۹۰ صفحات ۱۲ اوٹ قیمت بارہ آنے (۱۲)

شہید روضا سلسلہ نے دنیا کے سامنے عصمت اور دنیا کا جو دردناک نمونہ پیش کیا ہے شہید خاں میں پرچے دل لہزے گا۔ انھیں پرچہ ہو جائیں گی اور ایک بھادر راہی کی تصویر آپ کی نگاہوں کے سامنے آجائے گی۔ ہندوستان کی شہر رسالہ سار و جرمہ امتدادی صاحب کا یہ شہر رسالہ جس کے ساتھ مصحفی کے آٹھ اور چھپاؤں نے بھی آپ کی تجویز کیلئے حاضر کئے تھے ہیں۔ عنوانات ہیں (۱) بیٹے کی تمنا (۲) نکاح کا افسوس (۳) چندہ کی سگڑشت (۴) سیاہ لٹاب پس (۵) تصویر موت (۶) بیٹی کا راز (۷) جوہری کی کان (۸) بین غن۔ یہ مہولی افسانے نہیں ہیں بلکہ ان پر غیر جمعی عصمت، تہذیب، تحلیل انقلاب جیسے بلند پایہ رسالوں، اخباروں نے شائد دیکھ گئے ہیں۔ دوسری دفعہ شائع ہونی جو ضخامت ۱۰۰ صفحات کے قریب جو قیمت ہم

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اور روشن خیال لوگوں کی اس وجہ سے کہ غیر کو میں بنادی کر کے سے نزدیک رہی دینا ہو گا۔ بادی کے لئے کے سے جو لوگ کے لئے عمر و قابلیت وغیرہ کے لحاظ سے مردوں نہیں اور خاق و خیالات جدا گانہ رکھتا ہے۔ شادی کو بچے کے دردناک نتائج اور دولت کے لالچ میں سوگن پر پہنچ کر بیابانے کا مہر تانگ انجیم۔ ہندوستان میں ملاکھوں سے زبانی لوگیاں مداح اور دولت کی جو گھٹ پر قربان کی جا رہی ہیں۔ انھیں سلسلے کے یہ پانچ بہترین افسانے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے (۸) ر) خصوصاً کب پڑمہ خریدار غیر عصمت کو چ چیلال دی

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں خریداری بزرگ حوالہ ہو۔ (۲۲) خط بہت مختصر ہو (۲۳) دی ہنسنا نہ ہو جس کے جواب عصمت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ (۲۴) رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ (۲۵) علیحدہ کاغذ پر روشنی سیاہی سے لکھا ہوا ہو۔
ایڈیٹر

ایک ضرورت مند بھی صاحب نے ہال بھر سے پرے لائنوں کا کیا ہے۔ بھی صاحب سے میری گزارش ہے کہ وہ ہال میں ہائیڈروجن اتنا ملیں کہ سب ہال گیلے ہو جائیں جب سب بالکل خشک ہو جائے تو صاحب سے دھو ڈالیں۔ سب ہال بھرے ہو جائیں گے۔ اور چار پانچ آدھ تک دیے ہی رہیں گے۔ ہال بالکل نہیں جھڑے۔ میرا زور وہ ہے۔

فریاد سلطانہ نمبر خریداری ۱۶۹۲
نمبر ۱۹۲۳ کے عصمت میں میگ انور صاحب نے شہنشاہ کا شعور یا دربارت کیا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ دیلیں کے استقلال سے منحرف نہیں پھٹتا۔

مس زناہ سمویل خریداری نمبر ۱۶۱

میری خالہ کے جن کی عمر ۲ سال ہے سر کے بال سفید ہو چکے ہیں بکھاری بہت فکر مند ہیں۔ کسی بھی کو اپنا آزمودہ تیل یا کوئی دوا ملے ہو تو بذریعہ بزم عصمت مطلع کریں۔ بہت شکر گزار ہوں گی۔

عبدین الشاہت خان بہادر محمد ظفر صاحب الزباد
میرے چہرے پر گذشتہ ایک دو سال سے سیاہ تل چل رہے ہیں جس کی وجہ سے چہرہ بد نما معلوم ہو رہا ہے۔ کوئی عصمتی بہن اجائی مجھے کوئی ایسی کریم یا صابون کا نام بتائی جس سے یہ بد ناطق دور ہو جائے یا نیز یہ بھی مطلع فرمائیں کہ تمہیں "کسی بہن نے استعمال کی ہے۔ وہ نولوں کے لئے مفید ہے کہ نہیں۔"

خریداری نمبر ۶۲۸۹

میرے بچے (دو سال) کے گھے میں دونوں جانب دندانوں کی نکل
ہیں ڈاکٹر آپریشن کے کھولنے کو کہتے ہیں۔ ان کے علاج سے متعلق بہت

عزیز قبل "عصمت" میں کسی بہن نے ایک محبوبہ دیا یا طریقہ لکھا جس سے بغیر آپریشن کے ٹونسل اچھے ہو جاتے تھے۔ اس سے گذارش ہے کہ انگریزی دماغ "عصمت" میں سے کسی کو اگر ذکرہ بالا علاج معلوم ہو۔ یا کوئی دوسرا تجربہ علاج معلوم ہو جس سے بلا آپریشن ٹونسل اچھے ہو جاتے ہوں تو وہ میرا ہی فرائز کا بذریعہ عصمت اطلاع دیں۔
خریداری نمبر ۸۰۰

مجھے ان چند حیدر آبادی کھانوں کی ترکیب میں وزن رکھ رہے اگر کوئی عصمتی بہن بذریعہ عصمت معلوم کریں تو فریضہ عنایت ہوگی۔
ابن منین چنگی (۱) طلیبان (۲) ننداری (۳) جاکنا (۴) مگلا چان
خریداری نمبر ۵۸۱-۴

خریداری نمبر ۵۸۱-۴ سے عرض ہے کہ جو نسخہ آپ نے اکثر کے پرچہ میں لکھا تھا۔ کیا میں اس کو گرمی و سردی میں استعمال کر سکتی ہوں نیز یہ بھی لکھیں کہ اس کے پینے سے پرہیز کیا ہے یا نہیں۔ ایک بونٹی تیل کی کیا قیمت ہے جو اب بزم عصمت میں دس روپے کے عوضی فرمائیں۔

خریداری نمبر ۱۶۹۹

محترمہ نجم مرزا ادیب نے ایک خط معرفت ایڈیٹر صاحب عصمت میرے والد صاحب کپتان نصیر الدین احمد صاحب کے نام بذریعہ ڈاکٹری مشورہ بھیجا ہے۔ مگر آپ نے اپنا پتہ نہیں لکھا۔ جس کے باعث جواب دیا جا رہا۔ لہذا بہن صاحبہ اپنا پتہ حسب ذیل پتہ پر روانہ کریں تاکہ ان کو جواب دیا جا سکے۔ والد صاحب کا پتہ یہ ہے۔

کیپٹن امین احمد - ڈویژنل میڈیکل آفیسر ایٹ اڈیشنل ایس ایس ایف
ایس ایس ایف امین احمد صاحب الزباد

فیروزہ
ایک دو لختہ مگر تھوڑی سی لڑکی کا لسانہ غم، شرف اور انیت
کے دل ہلاتے والی فریادیں جن سے معلوم ہو چکا کہ جس کے ایک
شرفیہ عورت اپنے شوہر کی یکدم بددیانتی کے حوالہ کرتی ہے۔ بلا کہ یہ بیان اور لکھا
جنات کے نالائقیوں سے متعلق اسان فراموشی کو کسی نہ کسی حد تک مستحکم رہا ہے۔
فرح بی بی ہزارسانہ جو تیار لگا کر ڈیڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ کرنے پر عزم و حوصلہ علیٰ تعلیم
سلطنت شہزادی اور سلطانہ بی بی کی بدولت زندگی خوش گوشت بنائی اور قوی خدمات انجام
دے سکتی ہے عصمت کی شہزادہ کاغذ پر جو کچھ ملاحظہ کیا کہ نسبت پر قیمت ۱۲
بیمار عصمت تک ڈیوڈی

دو بین

روسی معرکہ۔ روسی فوجیں براہریش ندی کرتی رہیں غیت کو بڑی زبردست لڑائیوں کے بعد روسیوں نے فتح کر لیا۔ وہاں کے نیچے کے ٹرک سے نیچے پڑو روسک پر قبضہ کرنے ہوئے وہ آگے بڑھ گئے۔ اس جنگ روسیوں کا وہ مشہور عالم بند تھا جس سے یوکرین کا سارا علاقہ سرباب جو کرڈرغیزی حاصل کرنا تھا۔ روسیوں نے اسے خالی کرنے سے پہلے اس بند کو بارود سے ٹکڑا دیا تھا۔ لاکھ جرنیل اس علاقہ سے فیضیاب نہ ہوں معلوم ہوتا ہے جو روسیوں نے اس کی مٹر نہیں کی۔ چنانچہ اب تا اختتام جنگ بندھنے سے نقصان اٹھانا پڑیگا۔ دونوں فوجیں جس کسی کے قریب پہنچ گئی ہیں۔ روسی اطلاعوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ روسی پولینڈ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ مگر روسی سفیر متعین کیسکو امریکہ کے بیان سے اجاگار ہے کہ اب یہ منزل بقدر ۲۵۰ میل دور ہے۔ پریٹ کی دلدل کے خیال اور جنوب میں بھی روسی پہنچ گئے ہیں۔ یہ وہ مشہور مقام ہے جہاں طین برگ کی لڑائی میں گزشتہ جنگ عظیم میں ہند بزرگ نے روسیوں کو نہایت زبردست شکست دیکر نہایت کمزور کر دیا تھا۔ لکسمبورگ کی مشرقی سرحدیں کرورڈرگسکی کچے ٹوہ کی پیداوار سے محروم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ جرنیل اس کے ہاتھ سے عمل جانے کے امکان کی وجہ سے بہت کچھ ڈرا اس میں سے نکال لے گئے ہوں۔ اور کانوں کو کچھ دھمکے لے چھوڑ گئے ہوں۔ مگر یہاں کی جرنیل فوج کو اس صدر مقام سے روسیوں نے منقطع کر دیا ہے۔ کیونکہ ان کی اطلاعوں کے مطابق انہوں نے پہلی کوپ لکھنے پہنچ کر لے لیے ہیں۔ روسی فوجیں کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں انہوں نے زور میر لکھنا گزشتہ روز کے بعد جرنیلوں نے خدوئی ملے شروع کر دیے جس کی وجہ سے روسیوں کو یہ مقام خالی کر کے ۲۰ میل پیچھے ہٹ جانا پڑا۔

جنگ اطالیہ۔ گوبہ مقابلہ ساہین بہت ہلکی ہے۔ ہنگل نے اپنی تقریر میں اسے صبر و تحمل کی طرف رجحان قرار دیا ہے۔ اتحادی اطلاعوں سے پایا جاتا ہے کہ جرنیلوں کے مقابلہ میں سختی آتی جاتی ہے اور تازہ دم فوجیں وہاں براہریش ندی میں۔ روس کے نیچے پہاڑی علاقہ کے قریب ایک مخلوق قائم کر کے سرحدی جرنیلوں میں دلی جگمگ برپا ہے۔ ان کے ہاتھ میں ہتھیار

کی تشکیل میں مصروف ہے۔ اس نے برلن کا سفر بھی کیا کیونکہ خیال ہے کہ اسے اس اطالی علاقہ کا اختتام شکل نظر آتا ہے۔ جسے جرنیل اپنا مقصد قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اس جنگی صورت کے پیش نظر خود کچھ ہم نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف شاہ آئلی تقریباً تخت سے علیحدہ ہو گیا ہے اور اس کے بیٹے امبرٹو کو باپ کی جانشینی نصیب نہیں ہوتی۔ شاید اس کا بچپن ناگوار کا بارشاہ قرار دیا جائے۔ اور اختتام کے لئے ایک کونسل بنادی جائے جو دیوندرہ سے اپنی وزارت بنالی ہے۔ مگر وہ برائے نام چیز ہے کیونکہ اس علاقہ پر اس سے اپنی حکومت کا انہماک مقصود ہے وہ اتحادیوں کے متفقہ جنگی علاقہ ہے لہذا سوینی اور جیرو کی اصل حالت میں بظاہر کوئی فرق نہیں۔ باجواں اور آشواں اتحادی لشکر اپنی کامیاب پشتی میں مشرق وسطیٰ اتحادیوں کے جزایر سمور روسی کا فی پرانی مشرق وسطیٰ کے متنبہا رٹوال دینے کے وقت اتحادیوں نے قبضہ کر لیا تھا جن میں سے کاس و فیرو جرنیلوں نے اس سے لے لے۔ اب جزیرہ لروس پر جہتوں سے فوجیں اتار کر اس نے زبردست جنگ کی۔ اور امداد نہ پہنچنے کی وجہ سے گھبراہٹ اور اطلاعوں کو مقابلہ بند کرنا پڑا۔ اب یہ جزیرہ بھی جرنیلوں کے پاس چلا گیا۔ جسرینی دورہ دانیال کے رستہ کے ان سب جزائر کو کسی قیمت پر بھی اتحادیوں کے قبضہ میں رہنے دینا نہیں چاہتا۔ اس فتنہ جنگ سے پایا جا رہے کدوہ لکھا اور ترکی کے علاقوں میں اپنا غلبہ کا اثرات غیر سے قائم رکھنا چاہتا ہے۔ لاکھ مشرق وسطیٰ میں اتحادی کوئی بھڑوائی اس کے عملی رعم اٹھ نہ کر سکیں۔ خیال ہے کہ اتحادی الجنا رہ پمعلقان۔ جوں مگر بحیرہ روم کے مشرقی صدر جزیروں زبردست اقتدار بنایا جا رہا ہے۔ روسی علاقوں سے بھٹنے کی وجہ سے جرنیلوں کی مینار فوجیں بلقان میں مامور کر دی گئی ہیں۔ جو سلاویہ میں صرب وطن دہشت گرد چھوڑ کر نئی جرنیلوں سے دست برداریاں ہیں۔

ترک بڑی عقلندی سے اپنی فوجا بنداری قائم کر کے ہونے کی کبھی تھکاوٹ کو امکانات کا خوشگوار مستقبل نظر آنے کے مقابلہ کہ ترکی اٹن کے ساتھ شامل ہو گیا ہے۔ اگر ترک اس نے اپنے بڑے بڑے ہوائی اڈے ان کو دینے میں کبھی جرمی اسیدیم کی حالت میں پوچھا جائے گا اس کا سفر روانہ باجواں

پیامِ نبویؐ کا
فقیہی سرپٹوں کا



خیال رکھئے

بھاری کپڑوں کے لئے

[illegible]

نفس کی پٹری

[illegible]

دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بڑی محبت ہوئی ہے۔ دھولان کے بین باگمہر شاہد حضرت پیر احتشام علی کے ساتھ دھولائی سے بڑی محبت ہوئی ہے۔ دھولائی کے تہنہ پر پشوپا جٹ اپنے دل کے طریق سے قتال کر کے دھولائی کا شرف وسیع کئے۔ باہل مشلہ ملاہرانا سچو گرگ اپنی جہانگیر کو قریب سے بتا جانے کا سب سے بڑی محبت ہوئی ہے۔

لیور برادر سس: ان غفیس صابنوں کے بنانے والے
ستائن • لائے ہوائے • کس ٹائیٹ • کس • ٹائیٹ • ہوائے • کس •

ستمبر و اکتوبر میں سرکاری اعداد کے مطابق فائدہ سے بنگالہ میں سب ذیل اموات ہوئیں۔ ستمبر۔ فائدہ سے اموات ۲۳۷۔ مغل و قلعہ کی امرت ۲۱۸۵۔ اکتوبر میں فائدہ سے ۲۰۷ مرے اور مغلوں میں ۵۷۷۵ موتیں واقع ہوئیں۔

مارشل پٹیان صدر فرانس نے اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ پہلے اسے تندر کیا گیا۔ بعد میں اسے ایک مقام پر نظر بند کیا گیا ہے۔ مگر یہ غیر منجانب تصدیق ہے۔

ہنگر اور گورنگ وغیرہ کی نفریوں کے قتلوں سے جو اخباروں میں چھپے پایا جاتا ہے کہ وہ اپنی قوم کو ہمت دینے دیکھ کر زور دے رہے ہیں تاکہ لڑائی دیر تک جاری رکھی جاسکے۔ ان کے نزدیک یہ جنگ موت و زبانت کا سلسلہ ہے۔ شکست لڑائی کے مصائب سے زیادہ خوفناک ہوگی کہا جاتا ہے کہ جس قوم اب جنگ سے تھک گئی ہے پھر اس کی تہمتی ہے موسم خزاں میں امریکہ کے صدر کا انتخاب ہونے والا ہے۔ ایک نئی موجودہ حکومت کے خلاف ابھی سے رشید واتیوں میں مصروف ہو گیا ہے مگر صدر رولڈ کے پھر دوبارہ منتخب ہو جانے کے امکان موجود نظر آتے ہیں۔

الکراپ

ہمیشہ مرجھاتی ہوئی رتبی ہیں کمزور پنڈلیوں میں در در متلبے کا دم کاج سے جی گھبرا تا ہے کھل کر جو کہ نہیں لگتی چہرہ کا رنگ زرد ورتتا ہے مشتے میٹھے چکر آتا ہے اٹھائے دنوں میں طامش تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ آپ اندرونی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ان تمام بیماریوں کے ازالہ کے لئے فوراً زلیخا پلیم کا استعمال شروع کر دیجیئے۔

یہی ایک دوا زمانہ امراض میں پورے اطمینان کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے۔ قیمت مکمل کورس دوحائی روپیہ غلام محصول ڈاک۔

دی بخاری طبی ریسچ کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۷ دہلی

انقرہ اور برلن کے درمیان ہوائی ٹک در دو میں مصروف ہوا ہے غرض کہ اہل اس علاقہ کی طرفین کی شرطی جہازیں دیکھنے کے قابل ہیں کیونکہ میں کوئی ناشگونی کھلتا نظر آتا ہے۔ اور لبنان میں فرانسیسی آزاد حکومت نے ساری دولت کو قید کر لیا جس سے ملک میں بغاوت کی حالت نمودار ہو گئی جو ظور کو ہاں کا ختم کر کے بھیجا جاتا ہے۔ تاکہ وہ سکوی پیدا کر سکے۔ وہ کہتا ہے کشام پر اتحادیوں کا جنگی قبضہ ہے۔ یہ دعویٰ ہی نساویا باعث ہے۔ ساری عرب دنیا برہم ہو گئی ہے۔ لبنان دے خود غلامی چاہتے ہیں ذریعہ سب کے سب بعد میں رہا کر دیئے گئے۔

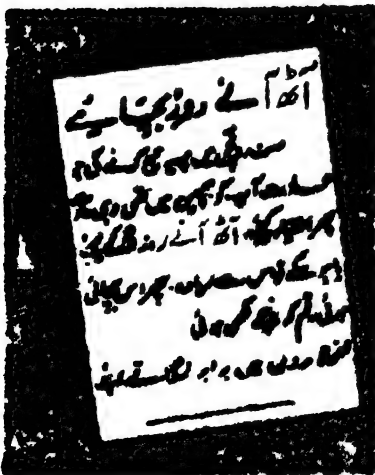
بجراکال میں سمندری مقابلے پر مسطور **جاپان سے جنگ** جاری ہیں۔ جزیرہ بوگاویل پر اتحادی طاقتور رہا۔ سمندر میں مقابلے ہوئے طرفین کو نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ جو جاپان بہت خسارہ میں رہا۔ اتحادی بیمار ہندوستان سے اڈاؤ کے برابر برار پٹلے کر کے جاپانی استحکامات کو سخت نقصان پہنچاتے رہے۔ چین میں جاپان نے کہیں کہیں دباؤ والا۔ اور وسط چین میں اس نے پیش قدمی کی۔ اور ننگا پراس کے چند برائی جہازیں کرنے لگے۔ مگر انہیں مار کے ہنگا دیا گیا اگر ایسا گیا۔ اتحادی براکو فوج کرنے کے لئے تیار ہیں کرنے میں مصروف ہیں۔ امریکا اس کے ساتھ جنگ کو سخت اور طویل بنا رہا ہے۔ مگر زیادہ یورپ کی جنگ کے مقابلہ میں اس کی جنگ کو زیادہ اہمیت دے رہا ہے۔

جرمینوں نے لندن اور انگلستان کے **ماروں کا جھرمٹ** دیگر مقامات پر ہوائی حملے کر کے جان مال کا کچھ نقصان پہنچایا۔ اس کے مقابلہ میں اتحادیوں نے جرمنی اور اس کے مقبوضہ مختلف علاقوں پر بم پھینک پھینک کر بہت نقصان پہنچایا۔ برلن پر بڑے زور کا بمباری کی گئی۔

شاہ مسر فاروق کو موٹری سوار میں حادثہ پیش آیا اب ابھی تک ماسکو میں اتحادی مقرر کی جو کانفرنس ہوئی اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ روس کے بعد دہنے پر اتحادیوں کو اس کا یہ دعویٰ دینی زبان سے آتا ہے کہ نصف پولینڈ اس کے قبضہ میں رہیگا۔ اتحادیوں نے تردید میں کہا ہے کہ پولینڈ کے متعلق کسی قسم کا کوئی فیصلہ سمجھتے دوس سے نہیں ہوتا۔ اب بھی قحب اچھڑے اس نے نصف پولینڈ کیوں مانگا۔ باقی نصف کس کے پاس رہے گا۔

ہر چیز کو زیادہ سے زیادہ چسلائیے اسندہ اسگے لئے روپیہ بچائیے

جنگ کے زمانے کی خساری سے آپ کے روپے کی پوری قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ آپ اپنے کپڑوں، لہجائی، چمپینز کو زیادہ سے زیادہ چسلائے کی کوشش کیجئے۔ کیونکہ اس وقت آپ چمپینز بھی سسرے پی دو لہجی ہی تیت سے بہت زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ مختلف حالت سے اسے اٹھا لیجئے۔ صوفیانہ چیزوں پر خرچ کیجئے۔ بنگے، بئیر، گراموفون، ہسٹل، ایکھیکو، آؤ، چونکے کے اسوت کے لئے بچنا لیجئے۔ بہترین کسٹمی جو مباحثہ گی۔



اس وقت کی ہر چیز کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ آپ اپنے کپڑوں، لہجائی، چمپینز کو زیادہ سے زیادہ چسلائے کی کوشش کیجئے۔ کیونکہ اس وقت آپ چمپینز بھی سسرے پی دو لہجی ہی تیت سے بہت زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ مختلف حالت سے اسے اٹھا لیجئے۔ صوفیانہ چیزوں پر خرچ کیجئے۔ بنگے، بئیر، گراموفون، ہسٹل، ایکھیکو، آؤ، چونکے کے اسوت کے لئے بچنا لیجئے۔ بہترین کسٹمی جو مباحثہ گی۔

قوم کے لئے قومی ہنگامہ کی سبیل

کاعدکی کرامی کی وجہ سے کتابوں کی قیمت چار اے فی روپیہ پہنچ گئی ہے

مضامین حضرت علامہ اشرف الہی کی مختصراً

کتابخانہ کی سند کتابیں

تاریخ و سیرت	اصلاح معاشرتی ناول	اصلاح معاشرتی ناول	کتابخانہ کی سند کتابیں	نمائندہ کتابیں	نقصات خاتون اکبر
۱۔ احمد کمال	۱۔ حیات صالحہ	۱۔ حیات صالحہ	۱۔ عصمتی سترخون	۱۔ عصمتی کروشنیا	۱۔ جمال بھٹی
۲۔ سید کمال	۲۔ سنانیہ راجن	۲۔ سنانیہ راجن	۲۔ سترخون کے	۲۔ عصمتی کشیدہ	۲۔ گلشن خاتون (مناظرہ)
۳۔ انور صرا	۳۔ سچ زندگی	۳۔ سچ زندگی	۳۔ عصمتی بھگت	۳۔ گلزار و زرخش	۳۔ پیکر وفا
۴۔ فوجت بیج و تیار و دار و خرد	۴۔ شام زندگی	۴۔ شام زندگی	۴۔ بہت	۴۔ گلزار کشیدہ	۴۔ تجزیہ بیسی
۵۔ دواغ خاتون	۵۔ شب زندگی دوسرے	۵۔ شب زندگی دوسرے	۵۔ بچوں کے کھلے	۵۔ گلشن زہرہ	۵۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۶۔ امین کا دم و پچس	۶۔ فوجت زندگی	۶۔ فوجت زندگی	۶۔ بیماروں کے کھلے	۶۔ گلشن زہرہ	۶۔ شیرنیوں یا زہرہ
۷۔ دلی کی آخری بیمار	۷۔ طوفانی حیات	۷۔ طوفانی حیات	۷۔ غائب کھلے	۷۔ گلشن زہرہ	۷۔ سرگزشت احمدہ
۸۔ بزم سنگاں (بہار)	۸۔ جوہر قدرت	۸۔ جوہر قدرت	۸۔ غنیمت	۸۔ گلشن زہرہ	۸۔ قہر رانسا
۹۔ داستان پائین	۹۔ اسلامی بیچ بظہر ناول	۹۔ اسلامی بیچ بظہر ناول	۹۔ دیکر نقضات احمدہ ناول	۹۔ گلشن زہرہ	۹۔ موہنی
۱۰۔ احکام نبوی	۱۰۔ ایوب	۱۰۔ ایوب	۱۰۔ دولت پرزبانیں	۱۰۔ گلشن زہرہ	۱۰۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۱۱۔ حسن حقیقی	۱۱۔ بکس کر	۱۱۔ بکس کر	۱۱۔ آری بیچ	۱۱۔ گلشن زہرہ	۱۱۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۱۲۔ دھما	۱۲۔ پیمانی شام	۱۲۔ پیمانی شام	۱۲۔ عقل کی باتیں	۱۲۔ گلشن زہرہ	۱۲۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۱۳۔ قرانی تجھے	۱۳۔ مجرب خداوند	۱۳۔ مجرب خداوند	۱۳۔ آری کی باتیں	۱۳۔ گلشن زہرہ	۱۳۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۱۴۔ زیور اسد	۱۴۔ تپ کمال	۱۴۔ تپ کمال	۱۴۔ آری کی باتیں	۱۴۔ گلشن زہرہ	۱۴۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۱۵۔ سیاسی مانی بنی مضامین	۱۵۔ شہنشاہ کا خط	۱۵۔ شہنشاہ کا خط	۱۵۔ آری کی باتیں	۱۵۔ گلشن زہرہ	۱۵۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۱۶۔ شہید سرب	۱۶۔ شہنشاہ کا خط	۱۶۔ شہنشاہ کا خط	۱۶۔ آری کی باتیں	۱۶۔ گلشن زہرہ	۱۶۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۱۷۔ یادگار ہند	۱۷۔ شاہین و ذراغ	۱۷۔ شاہین و ذراغ	۱۷۔ آری کی باتیں	۱۷۔ گلشن زہرہ	۱۷۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۱۸۔ عالم بیدار	۱۸۔ دیر شہوار	۱۸۔ دیر شہوار	۱۸۔ آری کی باتیں	۱۸۔ گلشن زہرہ	۱۸۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۱۹۔ سیاحت ہند	۱۹۔ خدایا فانی	۱۹۔ خدایا فانی	۱۹۔ آری کی باتیں	۱۹۔ گلشن زہرہ	۱۹۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۰۔ مصلحت کی بے تفریق مجموعے	۲۰۔ خان مشق	۲۰۔ خان مشق	۲۰۔ آری کی باتیں	۲۰۔ گلشن زہرہ	۲۰۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۱۔ عروسی شوق	۲۱۔ دلی بے تفریق	۲۱۔ دلی بے تفریق	۲۱۔ آری کی باتیں	۲۱۔ گلشن زہرہ	۲۱۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۲۔ گشتی یں سہل	۲۲۔ دلی بے تفریق	۲۲۔ دلی بے تفریق	۲۲۔ آری کی باتیں	۲۲۔ گلشن زہرہ	۲۲۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۳۔ سلمان صحت کا حق	۲۳۔ دلی بے تفریق	۲۳۔ دلی بے تفریق	۲۳۔ آری کی باتیں	۲۳۔ گلشن زہرہ	۲۳۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۴۔ ناظر زار	۲۴۔ دلی بے تفریق	۲۴۔ دلی بے تفریق	۲۴۔ آری کی باتیں	۲۴۔ گلشن زہرہ	۲۴۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۵۔ بلی مبار	۲۵۔ دلی بے تفریق	۲۵۔ دلی بے تفریق	۲۵۔ آری کی باتیں	۲۵۔ گلشن زہرہ	۲۵۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۶۔ ساجو سونی	۲۶۔ دلی بے تفریق	۲۶۔ دلی بے تفریق	۲۶۔ آری کی باتیں	۲۶۔ گلشن زہرہ	۲۶۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۷۔ شادی کا خواب	۲۷۔ دلی بے تفریق	۲۷۔ دلی بے تفریق	۲۷۔ آری کی باتیں	۲۷۔ گلشن زہرہ	۲۷۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۸۔ خوب سستی	۲۸۔ دلی بے تفریق	۲۸۔ دلی بے تفریق	۲۸۔ آری کی باتیں	۲۸۔ گلشن زہرہ	۲۸۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۲۹۔ بے تفریق کا آخری	۲۹۔ دلی بے تفریق	۲۹۔ دلی بے تفریق	۲۹۔ آری کی باتیں	۲۹۔ گلشن زہرہ	۲۹۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۳۰۔ چننا چننا	۳۰۔ دلی بے تفریق	۳۰۔ دلی بے تفریق	۳۰۔ آری کی باتیں	۳۰۔ گلشن زہرہ	۳۰۔ نقضات حضرت امایوں مینا
۳۱۔ بھری ہلاکتیں	۳۱۔ دلی بے تفریق	۳۱۔ دلی بے تفریق	۳۱۔ آری کی باتیں	۳۱۔ گلشن زہرہ	۳۱۔ نقضات حضرت امایوں مینا

محکم دلائل و پوری

SALEHONG MODERN
Adot. No
Call, No
Sub

کراس ایچ ورک

[illegible]

گلشن فرس

۳۸۔ پھول ۳۹۔ کوئے ۴۰۔ دود و کرکریں
۴۱۔ مگر کی یاد و علی خانے میں جی پر بندہ جس
دوکان سے گئے ہیں، اگر جان کے ہوتی کو دی کے
پتھنوں کے نوٹے ہیں، پھر خوش فرمیں
نوٹے صاف اور دیدہ زیب ہیں۔
بستہ

جالی کا کام

ہندوستان کی ترقی و صنعت کا دستور بنانے کی خاطر
 ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس کے سربراہان نے اس
 وقت کے وزیر اعلیٰ کے سامنے اپنا رپورٹ پیش کیا
 جس میں بتایا گیا کہ ہندوستان کی ترقی و صنعت
 کے لیے ایک ایسا ادارہ بنانا ضروری ہے جس کا
 مقصد ہو کہ ہندوستان کی ترقی و صنعت کے لیے
 ایک ایسا ادارہ بنانا جس کا مقصد ہو کہ
 ہندوستان کی ترقی و صنعت کے لیے ایک ایسا
 ادارہ بنانا جس کا مقصد ہو کہ ہندوستان کی
 ترقی و صنعت کے لیے ایک ایسا ادارہ بنانا

گوٹہ کناری کا کام

[illegible]

